

سلسلہ
اسلامی مسئلوں کے فقہی احکام

ماہ ذی القعدہ اور حج

المذہب الاسلامي
مذہب اہل سنت

ماہ ذی قعدہ اور حج کے فضائل و احکام



ماہ ذی قعدہ اور حج کے فضائل و احکام
مصنف
مفتی محمد سعید رضوی

ادارہ اشاعت
راولپنڈی



مصنف
مفتی محمد سعید رضوی

ادارہ اشاعت
راولپنڈی

ماہ ذی قعدہ اور حج کے فضائل و احکام

اس کتاب میں اسلامی سال کے گیارہویں مہینے ”ذی قعدہ“ کے متعلق فضائل و مسائل اور قابل توجہ امور پر روشنی ڈالی گئی ہے، نیز ماہ ذی قعدہ کے حج کے مہینوں میں سے ہونے کی وجہ سے حج و عمرہ کے فرض و واجب ہونے سے متعلق بھی بنیادی اور اصولی احکام چند رائج منکرات کے ساتھ ذکر کئے گئے ہیں، اور فرض حج میں تاخیر کے حیلے بہانوں پر بھی کلام کیا گیا ہے، اسی کے ساتھ حج بدل و حج نذر کے مسائل بھی درج کئے گئے ہیں، اور عمرہ کا حکم بھی تحریر کیا گیا ہے، اور چند تحقیقی مسائل پر بھی بحث کی گئی ہے، اور آخر میں ماہ ذی قعدہ میں واقع ہونے والے چند تاریخی واقعات کو بھی شامل کیا گیا ہے۔

مصنف

مفتی محمد رضوان

ادارہ غفران، چاہ سلطان، راولپنڈی، پاکستان

(جملہ حقوق بحق کتب خانہ ادارہ غفران محفوظ ہیں)

نام کتاب: ماہ ذی قعدہ اور حج کے فضائل و احکام
مصنف: مفتی محمد رضوان

طباعت اول: ربیع الآخر ۱۴۲۹ھ بمطابق اپریل ۲۰۰۸ء / طباعت سوم: جمادی الاخریٰ ۱۴۳۸ھ مارچ ۲۰۱۷

۳۷۶

صفحات:

ملنے کے پتے

- کتب خانہ ادارہ غفران: چاہ سلطان، گلی نمبر ۱۷، راولپنڈی۔ فون: 051-5507270
- ادارہ اسلامیات: ۱۹۰، انارکلی، لاہور۔ فون: 042-37353255
- کتب خانہ رشیدیہ: مدینہ کلاتھ مارکیٹ، راجہ بازار، راولپنڈی۔ فون: 051-5771798
- دارالاشاعت: اردو بازار، کراچی۔ فون: 021-32631861
- مکتبہ سید احمد شہید: ۱۰-الکریم مارکیٹ، اردو بازار، لاہور۔ فون: 042-37228196
- مکتبہ اسلامیہ: گامی اڈہ، امیٹ آباد۔ فون: 0992-340112
- ادارہ اشاعت النیر: شاہین مارکیٹ، پیرون بوہڑ گیٹ، ملتان۔ فون: 061-4514929
- ادارۃ المعارف: دارالعلوم کراچی۔ فون: 021-35032020
- مکتبہ سراجیہ: چوک سیٹلا میٹ ٹاؤن، سرگودھا۔ فون: 048-3226559
- مکتبہ شہید اسلام، متصل مرکزی جامع مسجد (لال مسجد) اسلام آباد۔ فون: 0321-5180613
- ملت پبلیکیشنز بک شاپ: شاہ فیصل مسجد، اسلام آباد۔ فون: 051-2254111
- ادارہ تالیفات اشرفیہ، چوک فورہ، ملتان۔ فون: 061-4540513
- مکتبہ العارفی: نزد جامعہ امدادیہ، ستیانہ روڈ، فیصل آباد۔ فون: 041-8715856
- کتب خانہ حمسیہ، نزد ایری گیٹ، مسجد، سرپاب روڈ، کوئٹہ۔ فون: 0333-7827929
- مکتبہ معارف القرآن، دارالعلوم کراچی۔ فون: 021-35123130
- تاج کھنی، لیاقت روڈ، گوالمنڈی، راولپنڈی۔ فون: 051-5774634
- مکتبہ القرآن، گور و مندر، علامہ بخاری ٹاؤن، کراچی۔ فون: 021-34856701
- مکتبہ الفرقان، اردو بازار، گوجرانوالہ۔ فون: 055-4212716
- مکتبہ القرآن: رسول پلازہ، امین پورہ بازار، فیصل آباد۔ فون: 041-2601919
- اسلامی کتب خانہ، پھولوں والی گلی، بلاک نمبر ۱، سرگودھا۔ فون: 048-3712628
- اسلامی کتاب گھر: خیابان سرسید، سیکٹر ۲، عظیم مارکیٹ، راولپنڈی۔ فون: 051-4830451
- مکتبہ قاسمیہ، الفضل مارکیٹ، ۱۷، اردو بازار، لاہور۔ فون: 042-37232536
- التحلیل پبلیشنگ ہاؤس: اقبال روڈ، کمیٹی چوک، راولپنڈی۔ فون: 051-5553248
- قرآن محل، اقبال مارکیٹ، کمیٹی چوک، راولپنڈی۔ فون: 0321 0312-5123698

فہرست

شمار نمبر
﴿

مضامین
﴿

صفحہ نمبر
﴿

۱	تمہید (از مؤلف)	۷
۲	ماہِ ذی قعدہ اور حج کے فضائل و احکام	۹
۳	ماہِ ذی قعدہ اسلامی سال کا گیارہواں مہینہ	//
۴	اس مہینے کے نام کی تحقیق	//
۵	ماہِ ذی قعدہ عید الفطر اور عید الاضحیٰ والے مہینوں کے درمیان	۱۰
۶	ماہِ ذی قعدہ چار عظمت والے مہینوں میں سے	۱۱
۷	اس مہینہ میں عبادت کی فضیلت اور گناہ کی شدت	۱۳
۸	اس مہینہ میں روزوں کی فضیلت	۱۶
۹	حضرت موسیٰ کا کوہ طور پر ماہِ ذی قعدہ کا اعتکاف فرمانا	۱۸
۱۰	ماہِ ذی قعدہ حج کا ”دوسرا مہینہ“	۲۰
۱۱	کیا ذی قعدہ خالی کا مہینہ ہے؟	۲۳
۱۲	کیا ماہِ ذی قعدہ میں نکاح کرنا منع ہے؟	۲۴
۱۳	ماہِ ذی قعدہ کی مبارک باد دینے کے متعلق من گھڑت عقیدہ	۲۷
۱۴	حج کے فضائل و احکام	۲۸
۱۵	”حج“ کی تاکید و اہمیت اور اس کے ترک کرنے پر وعید	//
۱۶	یہ تاکید فرض حج کے لئے ہے	۴۷

۲۸	حج کے فضائل و فوائد	۱۷
۶۶	”حج“ اللہ اور موت کی محبت کا مظہر	۱۸
۶۷	حج مبرور کیا ہے؟	۱۹
۷۳	حج مبرور اور چند رائج گناہ و منکرات	۲۰
۷۴	نام و نمود کے لئے حج کرنا	۲۱
۷۸	حج کے لئے بھیک مانگنا یا بھیک مانگنے کی غرض سے حج کرنا	۲۲
۸۰	تجارت یا سیر و تفریح کی نیت سے حج کرنا	۲۳
۸۲	حج کے لئے حرام مال کا استعمال	۲۴
۸۵	حج کی آڑ میں حقوق العباد سے بے توجہی اور گناہوں پر جرأت	۲۵
۸۸	حج کے سفر میں نماز چھوڑ دینا یا قضاء کر دینا	۲۶
۸۹	صاحب استطاعت کو زندگی میں ایک مرتبہ حج کرنا فرض ہے	۲۷
۹۳	حج فرض ہونے کی شرائط اور ان کے احکام	۲۸
۱۰۵	(۱)..... مسلمان ہونا (غیر مسلم، نو مسلم اور مرتد کے حج کا حکم)	۲۹
۱۱۰	(۲)..... بالغ ہونا (نا بالغ اور قریب البلوغ کے حج کا حکم)	۳۰
۱۲۳	(۳)..... عاقل ہونا (مجنون، بیہوش وغیرہ کے حج کا حکم)	۳۱
۱۳۳	(۴)..... آزاد ہونا (غلام اور باندی کے حج کا حکم)	۳۲
۱۳۶	(۵)..... حج کا علم ہونا (حج کی فرضیت کے علم سے متعلق احکام)	۳۳
۱۴۲	(۶)..... اپنا حج اور محتاج نہ ہونا (معذور، مفلوج، نابینا وغیرہ کے حج کے احکام)	۳۴
۱۵۱	(۷)..... قانونی رکاوٹ و محبوس نہ ہونا (قانونی اجازت نہ ملنے وغیرہ پر حج کا حکم)	۳۵
۱۵۷	(۸)..... راستے کا مامون ہونا (راستہ میں جان، مال وغیرہ کے خطرہ پر حج کا حکم)	۳۶

۱۶۲	(۹)..... مالی استطاعت کا ہونا (فرضیت حج کے لئے مالدار ہونے کے احکام)	۳۷
۱۸۷	(۱۰)..... محرم کا ہونا (عورت کو محرم کے بغیر یا محرم میسر نہ ہونے پر حج کے احکام)	۳۸
۲۰۱	(۱۱)..... عدت میں نہ ہونا (عورت کے عدت میں ہونے پر حج کا حکم)	۳۹
۲۱۰	(۱۲)..... شرائط کا زمانہ حج میں پایا جانا (حج فرض ہونے کے وقت کے احکام)	۴۰
۲۱۶	حج فرض ہونے کی شرائط کا خلاصہ	۴۱
۲۱۷	حج صحیح ہونے کی شرائط	۴۲
۲۱۹	حج کے فرض واقع ہونے کی شرائط	۴۳
۲۲۱	فرض حج نہ کرنے اور اس میں ٹال مٹول کے بہانے	۴۴
۲۲۵	کیا حج بڑھاپے میں کرنے کا کام ہے؟	۴۵
۲۲۷	حج سے پہلے نماز روزہ کا بہانہ	۴۶
۲۲۹	حج کے بعد گناہ نہ ہو جانے کا بہانہ	۴۷
۲۳۰	پہلے کچھ کھا، کمالیں؟	۴۸
۲۳۱	گھر میں حج کا ماحول نہیں؟	۴۹
//	مصروفیت کا بہانہ	۵۰
۲۳۲	پہلے والدین کو حج کرانا	۵۱
//	گھر کے سربراہ کا پہلے حج کرنا	۵۲
۲۳۳	بیوی یا والدہ کو ساتھ لے جانے کا عذر	۵۳
۲۳۴	اپنی شادی کا بہانہ	۵۴
//	بچیوں کی شادی کا مسئلہ	۵۵

۲۳۵	بچوں کو کس کے حوالے کریں؟	۵۶
۲۳۶	کاروبار اور پیشہ کس کے حوالے کریں؟	۵۷
۲۳۷	حج کے بجائے عمرے کرنا	۵۸
۲۳۸	عمرہ کی شرعی حیثیت	۵۹
۲۵۶	حج و عمرہ کی نذر و منت ماننے کے احکام	۶۰
۲۷۶	حج بدل اور دوسرے کی طرف سے حج و عمرہ کا حکم	۶۱
۳۱۱	احرام باندھ کر رکاوٹ پیدا یا محض ہو جانے کا حکم	۶۲
۳۲۵	چند تحقیقی مسائل	۶۳
//	حج اکبر اور حج اصغر کی تحقیق	۶۴
۳۳۲	ایک سے زیادہ مرتبہ مروّجہ نفل حج و عمرے کا حکم	۶۵
۳۴۴	ماہِ ذی قعدہ کے چند اہم تاریخی واقعات	۶۶
//	پہلی صدی ہجری کے اجمالی واقعات	۶۷
۳۴۸	دوسری صدی ہجری کے اجمالی واقعات	۶۸
۳۵۴	تیسری صدی ہجری کے اجمالی واقعات	۶۹
۳۶۱	چوتھی صدی ہجری کے اجمالی واقعات	۷۰
۳۶۹	پانچویں صدی ہجری کے اجمالی واقعات	۷۱

بسم الله الرحمن الرحيم

تمہید

(از مؤلف)

بندہ نے ابتداء میں اسلامی اور قمری بارہ مہینوں میں سے ہر ایک مہینے کے متعلق الگ الگ مختصر رسائل تحریر کئے تھے، بعد میں بہت سے عوام اور اہل علم حضرات کی جانب سے ان رسائل کی طرف دلچسپی و توجہ کو دیکھتے ہوئے اور متعدد اہل علم حضرات کے رابطہ کرنے پر اس چیز کی ضرورت محسوس کی گئی کہ ان رسائل کو اصل مآخذ و مراجع کے ساتھ مدلل و مفصل کیا جائے، جس کی وجہ سے بعد میں اگلی اشاعتوں کے موقع پر وقتاً فوقتاً ان رسائل پر تحقیق و تخریج کا کام کیا جاتا رہا، جس کے نتیجہ میں اکثر رسائل، کتب کی شکل اختیار کر گئے۔

ماہ ذی الحجہ کے مہینے سے متعلق اسلام کا ایک اہم رکن ”حج“ وابستہ ہے، اور شوال اور ذی قعدہ کے مہینے شرعاً حج کے مہینے ہیں، اس لئے خیال تھا کہ حج کے فضائل و احکام کا ذکر ماہ ذی الحجہ سے متعلق کتاب میں یا پھر ماہ شوال سے متعلق ورنہ کم از کم ماہ ذی قعدہ سے متعلق کتاب میں تو آ ہی جانا چاہئے، لیکن ماہ ذی الحجہ سے متعلق کتاب میں قربانی کے تفصیلی فضائل و احکام اور ماہ شوال سے متعلق کتاب میں عید الفطر اور صدقہ فطر کے تفصیلی فضائل و احکام شامل ہونے کی وجہ سے حج کے فضائل و احکام کی ان دونوں کتابوں میں گنجائش نہیں رہی، اس لئے بالا خرہ ماہ ذی قعدہ والی کتاب میں حج کے فضائل و احکام کو جمع و ترتیب دینا شروع کیا، لیکن جب حج کے فرض و واجب ہونے کی شرائط پر تحقیق کرنی شروع کی، تو خود حج کے فرض و واجب ہونے کی شرائط اور ان کے احکام اور فرض حج ادا نہ کرنے کے حیلے بہانوں اور حج کے فرض و واجب ہونے کے بعد معذور یا فوت ہو جانے کی صورت میں حج بدل کے احکام اتنے طویل اور تفصیلی نکل آئے کہ وہ خود ایک مستقل کتاب کے متقاضی تھے، اس کے علاوہ پہلے سے موجود کئی اُردو کتابوں میں مذکور متعدد مسائل سے قرآن و سنت اور فقہی عبارات کی طرف مراجعت کرنے

کے نتیجہ میں اختلاف بھی نظر آیا، جس کی وجہ سے جا بجا کچھ مفصل و مدلل کلام کی بھی ضرورت محسوس ہوئی، تاکہ اس اختلاف کی اصل وجہ معلوم ہو سکے۔ ۱۔

اس لئے مناسک حج کے فضائل و احکام کی اس کتاب میں بھی گنجائش نہیں رہی۔

بالآخر یہ طے پایا کہ ماہ ذی قعدہ سے متعلق اس کتاب میں حج و عمرہ سے متعلق ان اصولی فضائل و احکام کو شامل کیا جائے کہ جن کی عموماً حج کرنے سے پہلے ضرورت پیش آتی ہے، اور ”مناسک حج کے فضائل و احکام“ کو الگ مستقل کتاب کی شکل میں شائع کیا جائے، جو عملی طور پر حج ادا کرنے یا اس سے متعلق پیش آمدہ مسائل سے متعلق ہو۔

فی الحال ماہ ذی قعدہ اور حج کے فضائل و احکام کے عنوان سے یہ کتاب شائع ہو رہی ہے، اور ”مناسک حج کے فضائل و احکام“ کے عنوان سے مفصل و مدلل کتاب الگ زیر ترتیب ہے۔

اللہ تعالیٰ حق بات کو کہنے، سُننے اور سمجھنے کی توفیق عطا فرمائیں، اور اپنی رضا والے موقف پر تادم حیات بغیر لومۃ لائم کے استقامت نصیب فرمائیں۔ آمین۔ فقط۔ محمد رضوان

۲۵/ رمضان المبارک ۱۴۳۳ھ۔ بمطابق ۱۴/ اگست ۲۰۱۲ء بروز منگل

ادارہ غفران راولپنڈی پاکستان

۱۔ اور بندہ پہلے بھی اپنے بعض مضامین میں اس بات کا ذکر کر چکا ہے کہ موجودہ دور میں جب پوری دنیا کی معاشرت ایک دوسرے کے قریب آ رہی اور ایک دوسرے کے ساتھ خلط ملط ہوتی جا رہی ہے، جس کو ہماری زبان میں عالمگیریت، عربی میں ”العولمة“ اور انگریزی میں گلوبلائزیشن (GLOBALIZATION) کے عنوان سے تعبیر کیا جاتا ہے، اور دنیا نئے قوانین اور ایجادات کی جکڑ بند یوں میں بندھتی جا رہی ہے، ایسے حالات میں اہل علم و اہل نظر حضرات کو شرعی دلائل میں اجتہاد و استنباط کر کے ان کا حل پیش کرنے کی ضرورت پہلے زمانوں کے مقابلے میں بہت زیادہ بڑھ گئی ہے، جس کے لئے سابق مؤقف سے اختلاف بھی لازم ہے، لیکن ان حالات میں بجائے اس کے کہ اس ضرورت کا اہل علم کی طرف سے خود سے احساس کر کے اس کو پورا کرنے کی کوشش کی جائے، اگر کوئی دوسرا اس پر پیش قدمی کرتا ہے، تو اسے ایک متعصب علمی طبقہ کی طرف سے علمی و فقہی طعن و تشنیع کا نشانہ بنایا جاتا ہے، اور دیگر معاصر یا اکابر اہل علم حضرات کے موقف سے نفرد اختیار کرنے کا الزام عائد کیا جاتا ہے، اور اصل دلائل کی طرف مراجعت و تحقیق اور ضرورت و حاجت اور عرف و رواج اور معاشرتی تبدیلیوں کے اہم پہلوؤں کو نظر انداز کر دیا جاتا ہے، حالانکہ اگر موجودہ دور میں سابق اہل علم حیات ہوتے، تو وہ خود بھی موجودہ حالات اور عرف و رواج کے مطابق ہی حکم بیان فرماتے، لہذا موجودہ دور کے بعض متعصب اہل علم حضرات کا مجتہد فیہ اور فروعی مسائل میں سابق طرز عمل، شرعی اور فقہی اصولوں کی روشنی میں نامناسب طریقہ اور غلو فی الدین کے قبیل سے ہے۔ محمد رضوان

ماہِ ذی قعدہ اور حج کے فضائل و احکام

ماہِ ذی قعدہ اسلامی سال کا گیارہواں مہینہ

ماہِ ذی قعدہ اسلامی سال کا گیارہواں مہینہ ہے، اور یہ مہینہ ”شوال“ اور ”ذوالحجہ“ کے مہینوں کے درمیان میں آتا ہے۔

ماہِ ذی قعدہ سے پہلا مہینہ شوال کا مہینہ ہے، اور اس کے بعد ذوالحجہ کا مہینہ ہے۔

اس مہینے کے نام کی تحقیق

اس مہینے کو عربی میں ”ذوالقعدہ“ یا ”ذی القعدہ“ کہا جاتا ہے، جس کے لغت میں معنی ”بیٹھنے والے“ کے آتے ہیں۔

یہ نام دوسرے اسلامی مہینوں کے ناموں کی طرح عربی کے الفاظ پر مشتمل ہے، اور یہ دو لفظوں کا مجموعہ ہے ایک ”ذو“ دوسرے ”القعدہ“

پہلا لفظ عربی میں ”والے“ کے معنی میں آتا ہے، اور عربی کے نحوی (Grammar) قاعدے کے اعتبار سے مختلف حالتوں میں ”ذال“ کے بعد کبھی ”واؤ“ اور کبھی ”یا“ آتا ہے۔

اور اس طرح سے کبھی ”ذوالقعدہ“ اور کبھی ”ذی القعدہ“ استعمال ہوتا ہے، اور کبھی الف لام کے بغیر ”ذوقعدہ“ یا ”ذی قعدہ“ بھی استعمال کیا جاتا ہے۔ ۱۔

اور عربی میں ”قعدہ“ کے معنی بیٹھنے کے آتے ہیں، اس مہینے میں زمانہ جاہلیت میں عرب کے

۱۔ وذو القعدة صفة قامت مقام الشهر من القعود عن التصرف، كقولك: هذا الرجل ذو الجلسة فإذا حذفت الرجل قلت ذو الجلسة (غمز عيون البصائر ج ۲ ص ۷۸، کتاب الصوم)

لوگ قتل و قتل کو گناہ و حرام سمجھتے تھے، اور اپنے اسلحہ کو رکھ دیتے تھے، اور کوئی کسی کو قتل نہیں کیا کرتا تھا، اور پھر اگلے مہینے میں بہت سے لوگ حج کیا کرتے تھے، گویا کہ وہ لڑائی جھگڑوں اور سفر و اسفار سے الگ ہو کر اس مہینے میں بیٹھ جایا کرتے تھے۔

اس مناسبت سے اس مہینہ کا نام ”ذوالقعدہ“ رکھا گیا یعنی ”بیٹھنے والا مہینہ“۔ ۱

ماہِ ذی قعدہ عیدِ الفطر اور عیدِ الاضحیٰ والے مہینوں کے درمیان

یہ بات سب مسلمانوں کو معلوم ہے کہ ماہِ شوال کی پہلی تاریخ کو اسلام کا عظیم تہوار ”عیدِ الفطر“ کے نام سے انجام دیا جاتا ہے، اور رمضان کے روزوں سے فارغ ہو کر شوال کے مہینے کے آخری دن تک اگر چھ روزے رکھ لئے جائیں تو وہ رمضان المبارک کے روزوں کے ساتھ مل کر پورے سال روزے رکھنے کے برابر اجر و ثواب کا باعث ہو جاتے ہیں۔

ذی قعدہ کا مہینہ شوال کے اسی مبارک مہینے کے اختتام پر شروع ہوتا ہے، اور ذی قعدہ کے مہینہ کا اختتام بھی ایک ایسے مہینے کے آغاز کی تمہید بنتا ہے جس میں اسلام کا دوسرا عظیم تہوار ”عیدِ الاضحیٰ“ کے نام سے انجام دیا جاتا ہے اور اسلام کا اہم رکن حج بھی اُسی مہینے میں انجام دیا جاتا ہے اور وہ ذی الحجہ کا مہینہ ہے۔

۱۔ قال ابو جعفر: وإنما سمي الله جل ثناؤه ذا القعدة الشهر الحرام؛ لأن العرب في الجاهلية كانت تحرم فيه القتال والقتل وتضع فيه السلاح، ولا يقتل فيه أحد أحدًا ولو لقي الرجل قاتل أبيه أو ابنه. وإنما كانوا سموه ذا القعدة لقعودهم فيه عن المغازی، والحروب، فسماه الله بالاسم الذي كانت العرب تسميه به (تفسير الطبري، ج ۳ ص ۳۰۹، تحت آیت ۱۹۴ من سورة بقرہ)

وذو القعدة بالفتح ويكسر: شهر يلي شوالا سمي به لأن العرب كانوا يقعدون فيه عن الأسفار والغزو والميرة وطلب الكلأ ويحجون في ذى الحجة ذوات القعدة يعني: بجمع ذى وإفراد القعدة وهو الأكثر (تاج العروس، باب قعد، جزء ۱ صفحہ ۲۲۰۸)

وذو القعدة بفتح القاف والكسر لغة شهر والجمع ذوات القعدة وذوات القعدات والنثية ذواتا القعدتين فشوا الاسمين وجموعها وهو عزيز لان الكلمتين بمنزلة كلمة واحدة ولا تتوالى على كلمة علامتا نثية ولا جمع والقعود ذكر القلاص وهو الشاب قيل سمي بذلك لان ظهره القعد اي ركب والجمع قعدان بالكسر (المصباح المنير في غريب الشرح الكبير، القاف مع العين يثلثهما، كتاب العين)

گویا کہ اسلام کے دو عظیم تہوار ”عید الفطر“ اور ”عید الاضحیٰ“ نیز ”حج مبارک“ انجام دیئے جانے والے دو مہینوں ”(شوال اور ذی الحجہ)“ کے درمیان ”ذوالقعدہ“ کا مہینہ واقع ہے، اس اعتبار سے ذوالقعدہ کا مہینہ اپنی ابتداء اور انتہاء کے لحاظ سے عیدین کے مہینوں کے درمیان واقع ہے، اور اس مہینہ کو آگے پیچھے سے عیدین کے دو مہینے گھیرے اور احاطہ کئے ہوئے ہیں۔

اور عام طور پر دنیا بھر سے ”حج مبارک“ کی عظیم سعادت اور فریضہ کی ادائیگی کے لئے حجاج کرام عمرہ یا حج کا احرام باندھ کر ذوالقعدہ کے مہینہ میں ہی حرمین شریفین میں اکثر و بیشتر حاضری کی سعادت حاصل کرتے ہیں۔

ذیقعدہ کے مہینہ کی تاریخیں اچھی طرح یاد رکھ کر اور ان کا صحیح حساب محفوظ رکھ کر ذی الحجہ کے مہینہ کے آغاز کی حفاظت کے اہتمام کی بھی خاص اہمیت اس لئے رکھی گئی ہے تاکہ حج اور عید الاضحیٰ اپنے صحیح وقت پر انجام دیئے جانے اور ہر قسم کی تاریخی غلطی سے بچنے کا انتظام ہو سکے۔ ظاہر ہے کہ جو مہینہ عیدین یعنی عید الفطر اور عید الاضحیٰ و حج مبارک کے مہینوں کے درمیان حد فاصل (Departing Boundry) کی شان رکھتا ہو، اس کی فضیلت و اہمیت بھی کچھ کم نہ ہوگی۔

ماہِ ذی قعدہ چار عظمت والے مہینوں میں سے

پھر ماہِ ذی قعدہ اور ماہِ ذی الحجہ کو یہ شرف بھی حاصل ہے کہ یہ دونوں مہینے سال بھر کے ان چار مہینوں میں شامل ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے خصوصی شرف و فضیلت بخشی ہے، وہ چار مہینے یہ ہیں:

(۱)..... ذی قعدہ (۲)..... ذی الحجہ (۳)..... محرم (۴)..... رجب۔

ان مہینوں کی عظمت و برتری اسلام کے آغاز سے بھی پہلے سے ہے اور اسلام سے پہلے

دوسرے آسمانی مذہبوں میں بھی تسلیم کی گئی ہے، یہاں تک کہ مکہ کے مشرکین شرک و کفر کی حالت میں بھی ان مہینوں کی عظمت و فضیلت کے قائل تھے، اسلام کے آغاز تک ان مہینوں میں جہاد و قتال بھی منع تھا اور ساتھ ہی ان مہینوں میں عبادت و اطاعت کی خاص فضیلت رکھی گئی تھی، اور اب بھی ان مہینوں میں عبادت و اطاعت کی فضیلت برقرار ہے، لہذا جو شخص ان مہینوں میں عبادت و اطاعت کرتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں خاص فضیلت و اہمیت کی شان رکھتی ہے۔

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

إِنَّ عِلَّةَ الشُّهُورِ عِنْدَ اللَّهِ اثْنَا عَشَرَ شَهْرًا فِي كِتَابِ اللَّهِ يَوْمَ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضَ مِنْهَا أَرْبَعَةٌ حُرُمٌ ذَلِكَ الدِّينُ الْقَيِّمُ فَلَا تَظْلِمُوا فِيهِنَّ أَنْفُسَكُمْ (سورہ توبہ رقم الآیہ ۳۶)

ترجمہ: مہینوں کی گنتی اللہ کے نزدیک بارہ مہینے ہیں اللہ کی کتاب میں جس دن اللہ نے پیدا کئے تھے آسمان اور زمین، ان میں چار مہینے عظمت کے ہیں، یہی ہے سیدھا دین، سوان (مہینوں) میں ظلم مت کرو اپنے اوپر (سورہ توبہ)

حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ إِنَّ الزَّمَانَ قَدْ اسْتَدَارَ كَهَيْئَتِهِ يَوْمَ خَلَقَ اللَّهُ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضَ السَّنَةُ اثْنَا عَشَرَ شَهْرًا مِنْهَا أَرْبَعَةٌ حُرُمٌ ثَلَاثٌ مُتَوَالِيَاتٌ ذُو الْقَعْدَةِ وَذُو الْحِجَّةِ وَالْمُحَرَّمُ وَرَجَبٌ مُضَرُّ الَّذِي بَيْنَ جُمَادَى وَشَعْبَانَ (بخاری) ۱

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے (حجۃ الوداع کے موقع پر اپنے خطبہ میں)

۱۔ رقم الحدیث ۴۶۶۲، کتاب تفسیر القرآن، باب قوله إن عدة الشهور عند الله اثنا عشر شهرا في كتاب الله، دار طوق النجاة، بيروت، واللفظ له، ورقم الحدیث ۳۱۹۷، مسلم رقم الحدیث ۱۶۷۹، ابوداؤد رقم الحدیث ۱۹۴۷، مسند احمد رقم الحدیث ۲۰۳۸۶.

فرمایا کہ (اس وقت) زمانہ اسی حالت پر گھوم پھر کر آ گیا ہے جس دن اللہ تعالیٰ نے زمین و آسمان کو پیدا کیا تھا (یعنی اب اس کے دنوں اور مہینوں میں کمی زیادتی نہیں ہے جو جاہلیت کے زمانے میں مشرک کیا کرتے تھے۔ اب وہ ٹھیک ہو کر اس طرز پر آ گئی ہے جس پر ابتداء اور اصل میں تھی لہذا) ایک سال بارہ مہینہ کا ہوتا ہے، ان میں چار مہینے حرمت و عزت والے ہیں جن میں تین مہینے مسلسل ہیں یعنی ذوالقعدہ، ذوالحجہ، محرم اور ایک رجب کا مہینہ ہے جو کہ جمادی الاخریٰ اور ماہ شعبان کے درمیان واقع ہے (بخاری)

اس کا تقاضہ یہ ہے کہ ذی قعدہ کے مہینہ کی اہمیت اپنے دلوں میں پیدا کی جائے اور اس مہینہ کو غفلت میں نہ گزارا جائے۔

اس مہینہ میں عبادت کی فضیلت اور گناہ کی شدت

احکام القرآن میں چار مہینوں کے محترم ہونے کی وضاحت کرتے ہوئے مذکور ہے کہ:

وَبِالْجُمْلَةِ فَلَا مَعْنَى لِحُرْمَةِ الْأَشْهُرِ الْأَرْبَعَةِ إِلَّا أَنَّ الظُّلُمَ فِيهَا أَشَدُّ مِنْهُ فِي غَيْرِهَا وَفِعْلُ الطَّاعَاتِ فِيهَا أَفْضَلُ مِنْ فِعْلِهَا فِي غَيْرِهَا (احکام القرآن للنہانوی جلد ۱ صفحہ ۳۷۹، ۳۸۰ سورۃ البقرہ رقم الآیہ ۲۱۷) ۱

۱۔ اہل علم حضرات کے لیے احکام القرآن کی مذکورہ عبارت سے پہلی مفصل عبارت مع ترجمہ کے ذیل میں نقل کی جاتی ہے:

وَتَوْضِيحُهُ أَنَّ أَرْبَعَةً مِنْهَا حُرْمٌ لِمَعْنَى تَعْظِيمِ إِنْتِهَاجِ الْمَحَارِمِ فِيهَا بِأَشَدِّ مِنْ تَعْظِيمِ غَيْرِهَا وَتَعْظِيمِ الطَّاعَاتِ فِيهَا أَيْضًا، كَمَا جَعَلَ بَعْضُ الْأَمَّاكِنِ فِي حُكْمِ الطَّاعَاتِ وَمَوَاقِعِ الْمَحْظُورَاتِ أَغْظَمَ حُرْمَةً مِنْ غَيْرِهِ نَحْوُ بَيْتِ اللَّهِ الْحَرَامِ وَمَسْجِدِ الْمَدِينَةِ فَيَكُونُ تَرْكُ الظُّلُمِ وَالْقَبَائِحِ فِي هَذِهِ الشُّهُورِ وَالْمَوَاضِعِ دَاعِيًا إِلَى تَرْكِهَا فِي غَيْرِهِ، وَيَصِيرُ فِعْلُ الطَّاعَاتِ وَالْمُوَاطَّاعَةِ عَلَيْهَا فِي هَذِهِ الشُّهُورِ وَهَذِهِ الْمَوَاضِعِ الشَّرِيفَةِ دَاعِيًا إِلَى فِعْلِهَا فِي غَيْرِهَا، لِلْمُرُورِ وَالْإِغْيَادِ، فَكَانَ فِي تَعْظِيمِ بَعْضِ الشُّهُورِ وَالْأَيَّامِ وَبَعْضِ الْأَمَّاكِنِ أَغْظَمَ الْمَصَالِحِ فِي الْأَسْتِذَاعِ إِلَى الطَّاعَاتِ وَتَرْكِ الْقَبَائِحِ فَقَوْلُهُ تَعَالَى: فَلَا تَطْلُمُوا ﴿بِقِيَّة حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

ترجمہ: اور خلاصہ یہ ہے کہ ان چار مہینوں کے احترام کا مطلب صرف یہ ہے کہ ان مہینوں میں ظلم (و گناہ) دوسرے مہینوں کی نسبت زیادہ شدید ہے، اور ان مہینوں میں نیک اعمال کا کرنا دوسرے مہینوں کی نسبت زیادہ افضل ہے (احکام القرآن) اور علامہ ابوطالب کی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

وَمِنَ الْفَاضِلِ الشُّهُورُ الْأَرْبَعَةُ الْحُرُمُ وَهِيَ ذُو الْقَعْدَةِ وَذُو الْحِجَّةِ وَالْمَحَرَّمُ وَرَجَبُ خَصَّهُنَّ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ بِالنَّهْيِ عَنِ الظُّلْمِ فِيهِنَّ لِعَظَمِ حُرْمَتِهِنَّ، فَكَذَلِكَ الْأَعْمَالُ لَهَا فِيهِنَّ فَضْلٌ عَلَى غَيْرِهَا وَأَفْضَلُهَا ذُو الْحِجَّةِ بِوُقُوعِ الْحَجِّ فِيهِ وَلَمَّا خَصَّ بِهِ مِنَ الْأَيَّامِ الْمَعْلُومَاتِ

﴿ گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ ﴾

فِيهِنَّ أَنْفُسُكُمْ تَفَرِّعُ عَلَى قَوْلِهِ: مِنْهَا أَرْبَعَةٌ حُرُمٌ وَتَفْسِيرُ الْحُرْمَةِ الَّتِي اخْتَصَّتْ بِهَا تِلْكَ الشُّهُورُ، وَالْمَعْنَى فَلَا تَنْتَهِكُوا الْمَحَارِمَ وَلَا تَرْتَكِبُوا الْمَعَاصِيَ فِي هَذِهِ الشُّهُورِ خَاصَّةً وَإِنْ كَانَتْ مُحَرَّمَةً عَلَيْكُمْ فِي الشُّهُورِ كُلِّهَا. فَهِيَ فِي هَذِهِ أَشَدُّ حُرْمَةً (احکام القرآن للتعانوی جلد ۱ صفحہ ۳۷۹، ۳۸۰ سورۃ البقرہ آیت ۲۱۷)

ترجمہ: اس کی وضاحت و تشریح یہ ہے کہ بارہ مہینوں میں سے چار مہینے احترام والے ہیں اس لحاظ سے کہ ممنوع چیزوں اور گناہوں کے کاموں کا ان میں کرنا دوسرے مہینوں میں کرنے کی بہ نسبت زیادہ شدید ہے جیسا کہ بعض جگہوں میں نیکی اور گناہوں کے کام کرنے کا حکم دوسری جگہوں کی نسبت زیادہ عظیم ہے مثلاً بیعت اللہ مبارک اور مسجد نبوی۔ اس لیے ظلم اور بُرے کاموں کو ان مہینوں اور مقامات میں چھوڑنا دوسرے مہینوں اور دوسرے مقامات میں چھوڑنے کا داغی ہوگا اور ان مہینوں اور ان متبرک مقامات میں نیک کاموں کا کرنا اور ان پر استقامت اختیار کرنا دوسرے مہینوں اور دوسرے مقامات میں ان جیسے نیک اعمال کرنے کا داغی ہوگا، نیک کام کرنے اور ان کی عادت ہو جانے کی وجہ سے۔

پس بعض مہینوں اور دنوں اور مقامات کی تعظیم میں سب سے بڑی مصلحت نیک کاموں کی طرف متوجہ کرنا اور بُرے کاموں کو چھوڑ دانا ہے، پس اللہ تعالیٰ کا جو یہ قول ہے کہ ”فَلَا تَظْلِمُوا فِيهِنَّ أَنْفُسَكُمْ“ (تم ان چار مہینوں میں اپنے اوپر ظلم نہ کرو) یہ منفرع ہے اللہ تعالیٰ کے قول ”مِنْهَا أَرْبَعَةٌ حُرُمٌ“ (کہ ان بارہ میں سے چار مہینے احترام والے ہیں) پر اور اس احترام کی تفسیر ہے جو ان مہینوں کے ساتھ مخصوص ہے، اور مطلب یہ ہے کہ ان مہینوں میں خاص طور پر اللہ تعالیٰ کی حرام کردہ چیزوں کو اختیار نہ کرو، اور گناہوں کے کام نہ کرو اگرچہ یہ کام تمہارے لیے سارے مہینوں میں ہی حرام ہیں؛ پس یہ گناہ ان مہینوں میں زیادہ شدت کے ساتھ حرام ہیں (احکام القرآن)

وَالْأَيَّامُ الْمَعْدُودَاتِ ثُمَّ ذُو الْقَعْدَةِ لَجْمَعِهِ الْوَصْفَيْنِ مَعًا وَهُوَ مِنَ الْأَشْهُرِ الْحُرُمِ وَمِنْ أَشْهُرِ الْحَجِّ (قوٰث القلوب لابى طالب المکی) ۱

ترجمہ: اور فضیلت والے مہینوں میں سے چار احترام والے مہینے ہیں، اور وہ چار مہینے یہ ہیں: ذوالقعدہ، ذوالحجہ، محرم اور رجب؛ اللہ تعالیٰ نے ان چار مہینوں میں ظلم (یعنی گناہ) سے بطور خاص منع فرمایا ہے، ان مہینوں کے احترام کی عظمت کے پیش نظر۔ پس اسی طریقے سے ان مہینوں میں نیک اعمال دوسرے مہینوں کے مقابلے میں زیادہ فضیلت رکھتے ہیں، اور ان چار مہینوں میں سے زیادہ فضیلت والا ذوالحجہ کا مہینہ ہے، کیونکہ اس مہینے میں حج کی عبادت واقع ہوتی ہے، اور اس وجہ سے بھی کہ اس مہینے کے چند متعین اور مخصوص دن اللہ تعالیٰ نے خاص فرمائے ہیں، پھر (اس کے بعد) ذوالقعدہ کا مہینہ افضل ہے، کیونکہ اس میں دو وصف ایک ساتھ جمع ہیں، اور وہ اشہر حرم میں سے ہونا اور اشہر حج میں سے ہونا ہے (قوٰث القلوب) بعض مفسرین نے فرمایا کہ:

ان چار بابرکت مہینوں کی خاصیت یہ ہے کہ ان میں جو شخص کوئی عبادت کرتا ہے اس کو بقیہ مہینوں میں بھی عبادت کی توفیق اور ہمت ہوتی ہے، اسی طرح جو شخص کوشش کر کے ان مہینوں میں اپنے آپ کو گناہوں اور بُرے کاموں سے بچا کر رکھتا ہے تو باقی سال کے مہینوں میں بھی اس کو ان بُرائیوں اور گناہوں سے بچنا آسان ہو جاتا ہے اس لئے ان مہینوں سے فائدہ نہ اٹھانا ایک عظیم نقصان ہے (تفسیر معارف القرآن، انوار البیان بتیسر) ۲

۱ ج ۱ ص ۱۱۴، الفصل العشرون فی ذکر أحياء الليالي المرجو فيها الفضل المستحب إحيائها وذكر مواصلة الأوراد في الأيام الفاضلة، الناشر: دار الكتب العلمية، بيروت.

۲ تعظیم انتہاک المحارم فیہا بأشد من تعظیمہ فی غیرہا وتعظیم الطاعات فیہا أيضا وإنما فعل الله تعالى ذلك لما فيه من المصلحة في ترك الظلم فيها لعظم منزلتها في حكم الله والمبادرة ﴿بقية حاشية اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اس سے معلوم ہوا کہ ذی قعدہ کے مہینے میں عبادت و طاعت بہت اہمیت رکھتی ہے، کہ اس مہینے میں عبادت کرنے اور گناہوں سے بچنے کے انوار و برکات دوسرے مہینوں میں عبادت کرنے اور گناہوں سے بچنے کی توفیق حاصل ہونے کی شکل میں ظاہر ہوتے ہیں۔

اس مہینے میں روزوں کی فضیلت

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (ایک صحابی کو خطاب کرتے ہوئے) فرمایا کہ:

صُمْ شَهْرَ الصَّبْرِ وَيَوْمًا مِنْ كُلِّ شَهْرٍ قَالَ زِدْنِي فَإِنِّي بِى قُوَّةٍ قَالَ صُمْ
يَوْمَيْنِ قَالَ زِدْنِي قَالَ صُمْ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ قَالَ زِدْنِي قَالَ صُمْ مِنَ الْحَرُمِ
وَاتْرُكْ صُمْ مِنَ الْحَرُمِ وَاتْرُكْ صُمْ مِنَ الْحَرُمِ وَاتْرُكْ وَقَالَ
بِأَصَابِعِهِ الثَّلَاثَةَ فَصَمَّهَا ثُمَّ أَرْسَلَهَا (ابوداؤد) ۱

ترجمہ: صبر یعنی رمضان کے مہینے کے روزے رکھو اور ہر مہینے میں ایک دن کاروزہ رکھ لیا کرو، ان صحابی نے عرض کیا کہ مجھے اس سے زیادہ کی طاقت ہے لہذا میرے

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

إلى الطاعات من الاعتناء بالصلاة والصوم وغيرها كما فرض صلاة الجمعة في يوم بعينه وصوم رمضان في وقت معين وجعل بعض الأماكن في حكم الطاعات ومواقعة المحظورات أعظم من حرمة غيره نحو بيت الله الحرام ومسجد المدينة فيكون ترك الظلم والقبائح في هذه الشهور والمواضع داعيا إلى تركها في غيره ويصير فعل الطاعات والمواظبة عليها في هذه الشهور وهذه المواضع الشريفة داعيا إلى فعل أمثالها في غيرها للمرور والاعتقاد وما يصحب الله العبد من توفيقه عند إقباله إلى طاعته وما يلحق العبد من الخذلان عند إكبابه على المعاصي واشتغاره وأنسه بها فكان في تعظيم بعض الشهور وبعض الأماكن أعظم المصالح في الاستدعاء إلى الطاعات وترك القبائح ولأن الأشياء تجر إلى أشكالها وتباعد من أضدادها فالاستكثار من الطاعة يدعو إلى أمثالها والاستكثار من المعصية يدعو إلى أمثالها (احکام القرآن للجصاص ج ۳ ص ۳۰۸، تحت آیت ۳۶ من سورة التوبة)

۱۔ رقم الحديث ۲۴۲۸، كتاب الصوم، باب في صوم أشهر الحرم، واللفظ له، ابن ماجه رقم الحديث ۱۷۴۱، مسند احمد رقم الحديث ۲۰۳۲۳، السنن الكبرى للنسائي رقم الحديث ۲۷۵۶، شعب الايمان رقم الحديث ۳۴۶۳، المعجم الكبير للطبراني رقم الحديث ۹۰۱۔

لئے اور اضافہ کر دیجئے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہر مہینے میں دو دن روزہ رکھ لیا کیجئے، پھر ان صحابی نے عرض کیا کہ میرے لئے اور اضافہ فرما دیجئے (کیونکہ مجھے اس سے زیادہ کی طاقت ہے) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہر مہینے میں تین دن روزہ رکھ لیا کیجئے، پھر ان صحابی نے عرض کیا کہ میرے لئے اور اضافہ فرما دیجئے، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اَشْهُرُ حُرُمٍ (یعنی ذیقعدہ، ذی الحجہ، محرم، اور رجب کے مہینوں) میں روزہ رکھو اور چھوڑ دو (آپ نے یہ بات تین مرتبہ فرمائی) اور آپ نے اپنی تین انگلیوں سے اشارہ فرمایا ان کو ساتھ ملا دیا پھر چھوڑ دیا (یعنی کہ ان مہینوں میں تین دن روزہ رکھو پھر تین دن ناغہ کرو اور اسی طرح کرتے رہو) (ابوداؤد)

حضرت سالم رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ ابْنَ عُمَرَ كَانَ يَصُومُ أَشْهُرَ الْحُرُمِ (مصنف عبد الرزاق) ۱

ترجمہ: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ چار عظمت والے مہینوں (یعنی ذیقعدہ، ذی الحجہ، محرم اور رجب) میں روزے رکھا کرتے تھے (عبد الرزاق)

فائدہ: ذوالقعدہ کا مہینہ عظمت و شرافت والے اُن مہینوں میں سے ہے، جن کو عربی میں حرمت والے مہینے کہا جاتا ہے، اور ان مہینوں میں عبادت و طاعت کی خاص فضیلت اسلام میں اب بھی باقی ہے، اور روزہ بھی عبادت و طاعت میں داخل ہے، اس نقطہ نظر سے اس مہینہ میں حسبِ توفیق جتنے ممکن ہوں نفلی روزے رکھنا بھی باعثِ فضیلت ہے۔

کئی فقہائے کرام نے ان چار مہینوں میں نفلی روزے رکھنے کو باعثِ فضیلت قرار دیا ہے۔ چنانچہ امام نووی شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

قَالَ أَصْحَابُنَا وَمِنَ الصَّوْمِ الْمُسْتَحَبِّ صَوْمُ الْأَشْهُرِ الْحُرُمِ وَهِيَ

۱۔ رقم الحدیث ۷۸۵۶، کتاب الصیام، باب صیام اشهر الحرم، المکتب الاسلامی - بیروت.

ذُو الْقَعْدَةِ وَذُو الْحِجَّةِ وَالْمُحَرَّمِ وَرَجَبُ (المجموع) ۱

ترجمہ: ہمارے اصحاب نے فرمایا کہ مستحب روزوں میں سے عظمت والے مہینوں کے روزے بھی ہیں، اور وہ ذوالقعدہ، ذوالحجہ، محرم اور رجب کے مہینے ہیں (مجموع) اور امام نووی رحمہ اللہ ایک مقام پر فرماتے ہیں کہ:

وَأَفْضَلُ الْأَشْهُرِ لِلصَّوْمِ بَعْدَ رَمَضَانَ، الْأَشْهُرُ الْحُرُمُ، ذُو الْقَعْدَةِ،

وَذُو الْحِجَّةِ، وَالْمُحَرَّمِ، وَرَجَبُ (روضۃ الطالبین وعمدة المفتین للنووی) ۲

ترجمہ: اور مہینوں میں روزوں کے لئے رمضان کے بعد افضل عظمت والے مہینے

ہیں، یعنی ذوالقعدہ، ذوالحجہ، محرم اور رجب کے مہینے (روضۃ الطالبین)

لہذا ماہِ ذی القعدہ کے مہینے میں جتنے نفلی روزے رکھنے کی توفیق ہو جائے، اُن سے روزے رکھ لینے چاہئیں۔

حضرت موسیٰ کا کوہِ طور پر ماہِ ذی قعدہ کا اعتکاف فرمانا

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ الصلاۃ والسلام کا واقعہ بیان فرمایا ہے کہ، موسیٰ علیہ الصلاۃ والسلام کو ”نئی شریعت اور توراۃ“ دینے کے لئے اللہ تعالیٰ نے کوہِ طور پر تیس راتوں کا اعتکاف کرنے کا حکم فرمایا اور پھر مزید دس راتوں کا اضافہ فرما کر کل چالیس راتیں مکمل ہونے پر اُن کو ”شریعت اور تورات“ عطا فرمائی، چنانچہ ارشاد ہے کہ:

وَوَاعَدْنَا مُوسَىٰ ثَلَاثِينَ لَيْلَةً وَأَتَمَّمْنَاهَا بِعَشْرِ فِتْنَةٍ مِّيقَاتٍ رَبِّهِ أَرَبَعِينَ

لَيْلَةً (سورۃ اعراف رقم الآیۃ ۱۴۲)

ترجمہ: اور وعدہ کیا ہم نے موسیٰ سے تیس رات کا اور دس راتیں مزید ان تیس راتوں میں (اضافہ کر کے) مکمل فرمادیں (سورۃ اعراف)

۱ ج ۶ ص ۳۸۶، کتاب الصیام، دار الفکر، بیروت.

۲ ج ۲ ص ۳۸۸، کتاب الصیام، المکتب الاسلامی، بیروت - دمشق - عمان.

گویا کہ کل چالیس راتیں کوہ طور پر مسلسل گزروائی گئیں اور حضرت موسیٰ علیہ الصلاۃ والسلام کا ایک چلہ پورا کرایا گیا۔

کئی مفسرین مثلاً حضرت مجاہد، حضرت مسروق وغیرہ جمعہما اللہ اور بعض حضرات کے بقول حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے اس آیت کی تفسیر میں منقول ہے کہ یہ چالیس راتیں ذو القعدہ کے پورے مہینہ اور ذی الحجہ کے پہلے عشرہ کی تھیں۔ ۱۔
علامہ ابن کثیر رحمہ اللہ اپنی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ:

وَقَدْ اخْتَلَفَ الْمُفَسِّرُونَ فِي هَذِهِ الْعَشْرِ مَا هِيَ، فَلَا كَثْرُونَ عَلَى أَنَّ
الثَّلَاثِينَ هِيَ (ذُو الْقَعْدَةِ) وَعَشْرَمِنَ ذِي الْحِجَّةِ رَوَى عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ
وغيره، فَعَلَى هَذَا يَكُونُ قَدْ كَمَلَ الْمِيقَاتُ يَوْمَ النَّحْرِ وَحَصَلَ فِيهِ
التَّكْلِيمُ لِمُوسَى عَلَيْهِ السَّلَامُ، وَفِيهِ اكْتَمَلَ اللَّهُ الدِّينَ لِمُحَمَّدٍ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَمَا قَالَ تَعَالَى ”الْيَوْمَ اكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَأَتَمَمْتُ
عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي وَرَضِيتُ لَكُمُ الْإِسْلَامَ دِينًا“ (تفسير ابن كثير) ۲۔

۱۔ حدثنا إبراهيم بن محمد بن برة الصنعاني ثنا عبد الرزاق ثنا الثوري عن مجاهد في قول الله تعالى (وواعدنا موسى ثلاثين ليلة وأتممناها بعشر) قال ذو القعدة (وأتممناها بعشر) من ذی الحجۃ (فضل عشر ذی الحجۃ للطبرانی، رقم الحديث ۲۰، باب تأویل قول الله تعالى وواعدنا موسى ثلاثين ليلة وأتممناها بعشر)

اخرج ابن ابی حاتم عن ابی العالیۃ یعنی ذی القعدة وعشرا من ذی الحجۃ (التفسیر المظهری، ج ۳ ص ۲۰۲، سورة الاعراف)

حدثنا المنذر بن شاذان، ثنا يعلى، ثنا طلحة بن عمرو، عن عطاء في قوله: وواعدنا موسى ثلاثين ليلة قال: ذو القعدة.

حدثنا أبی، ثنا سهل بن عثمان، ثنا محبوب عن طلحة، ثنا عطاء قال: كان ابن عباس يقول في قول الله: وواعدنا موسى ثلاثين ليلة وأتممناها بعشر قال: ذو القعدة وعشر ذی الحجۃ.

وروی عن مسروق ومجاهد وعطاء وأتممناها بعشر قالوا: عشر ذی الحجۃ (تفسیر ابن ابی حاتم، ج ۵ ص ۱۵۵۶، سورة الاعراف)

باب قول الله تعالى (وواعدنا) بألف بعد الواو (موسی ثلاثين ليلة) ذی القعدة (وأتممناها بعشر) من ذی الحجۃ (فتم میقات ربہ أربعین ليلة) (ارشاد الساری للقسطلانی، ج ۵ ص ۳۷۸، کتاب احادیث الانبیاء)

۲۔ ج ۳ ص ۲۲۱، تحت آیت ۱۴۳ من سورة الاعراف.

ترجمہ: اور مفسرین کا اس عشرہ کے بارہ میں اختلاف ہے کہ وہ کون سا ہے؟ اکثر حضرات کے نزدیک موسیٰ علیہ السلام کی کوہ طور پر تیس راتیں ذی قعدہ کے مہینہ کی اور دس راتیں ذی الحجہ کے پہلے عشرہ کی تھیں، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما وغیرہ سے یہی مروی ہے، لہذا اس تفصیل کی روشنی میں موسیٰ علیہ السلام کی میعاد عید الاضحیٰ کے دن مکمل ہوئی تھی، اور اسی دن اللہ تعالیٰ سے موسیٰ علیہ السلام کو ہم کلامی کا شرف حاصل ہوا تھا، اور یہی وہ زمانہ ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے دین کو مکمل فرمایا تھا اور دین کی تکمیل کی بشارت اللہ تعالیٰ نے اپنے اس ارشاد میں نازل فرمائی تھی کہ:

الْيَوْمَ اكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَاتَّمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي وَرَضِيتُ لَكُمُ
الْإِسْلَامَ دِينًا (سورۃ المائدہ آیت ۳)

یعنی ”آج کے دن تمہارے لئے تمہارے دین کو میں نے کامل کر دیا، اور میں نے تم پر اپنا انعام تمام کر دیا، اور میں نے اسلام کو تمہارا دین بننے کے لئے پسند کر لیا (ابن کثیر)

اس واقعہ سے ظاہر ہوا کہ ذی قعدہ کا پورا مہینہ مبارک ہے کہ اس مہینہ میں ایک جلیل القدر نبی نے کوہ طور پر اللہ تعالیٰ سے ہم کلامی اور آسمانی کتاب حاصل کرنے کے لئے قیام اور اعتکاف فرمایا۔

ماہِ ذی قعدہ حج کا ”دوسرا مہینہ“

ذی قعدہ کے مہینہ کو ایک شرف یہ حاصل ہے کہ یہ مہینہ حج کا دوسرا مہینہ ہے، کیونکہ شوال کے مہینہ سے حج کے مہینوں کا آغاز ہوتا ہے۔
چنانچہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

الْحَجُّ أَشْهُرٌ مَّعْلُومَاتٌ فَمَنْ فَرَضَ فِيهِنَّ الْحَجَّ فَلَا رَفَثَ وَلَا فُسُوقَ وَلَا جِدَالَ فِي الْحَجِّ (سورة البقرة رقم الآية ۱۹۷)

ترجمہ: حج کے چند مہینے ہیں جو (مشہور و) معلوم ہیں سو جو شخص ان میں حج مقرر کر لے (کہ حج کا احرام باندھ لے) تو پھر (اس شخص کو) نہ کوئی فحش بات (جائز) ہے اور نہ کوئی گناہ (درست) ہے اور نہ کسی قسم کا نزاع (وجھڑا) ہے (سورہ بقرہ)

تشریح: ”اَشْهُرٌ“ شہر کی جمع ہے جس کے معنی ہیں ”مہینے“ ۱۔ حج ادا کرنے کے لئے شریعت نے کچھ خاص مہینے، تاریخیں اور اوقات مقرر کئے ہیں۔ حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي قَوْلِهِ عَزَّ وَجَلَّ ”الْحَجُّ أَشْهُرٌ مَّعْلُومَاتٌ“ سُؤَالٌ، وَذُو الْقَعْدَةِ، وَذُو الْحِجَّةِ (المعجم الأوسط) ۲۔ ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ عزوجل کے قول ”الحج اشہر معلومات“ کے بارے میں فرمایا کہ شوال اور ذوالقعدہ اور ذوالحجہ کے مہینے ہیں (طبرانی)

البتہ بہت سے حضرات کے نزدیک ذی الحجہ کا پورا مہینہ حج کے مہینوں میں داخل نہیں، بلکہ اس کے ابتدائی دس دن ہی داخل ہیں، اور اس طرح سے ان کے نزدیک حج کے مہینوں سے مراد دو مہینے (شوال اور ذیقعدہ) اور دس دن ہیں (جو کہ ذی الحجہ کے ابتدائی دس دن ہیں)

ان حضرات کے قول کی تائید حضرت ابن عمر اور حضرت ابن عباس اور حضرت عبداللہ بن زبیر

۱۔ (قوله وأشهر الحج شوال وذو القعدة وعشر من ذى الحجة) فإن قيل كيف يكون الشهران وبعض الثالث أشهراً قيل إقامة لأكثر الثلاثة مقام كلها (الجوهرية النيرة، ج ۱ ص ۱۶۷، باب التمتع) ۲۔ للطبرانی، رقم الحديث ۵۸۴، دار الحرمین، القاهرة.

قال الهيثمي:

رواه الطبرانی في الصغير والأوسط، وفيه حصين بن مخارق قال الطبرانی: كوفي ثقة. وضعفه الدارقطني، وبقي رجاله موثقون (معجم الزوائد، ج ۳ ص ۲۱۸، باب في أشهر الحج)

رضی اللہ عنہم وغیرہ کی روایات سے ہوتی ہے۔

چنانچہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَشْهُرُ الْحَجِّ: شَوَّالٌ، وَذُو الْقَعْدَةِ، وَعَشْرٌ مِّنْ ذِي الْحِجَّةِ (بخاری) ۱

ترجمہ: حج کے مہینے یہ ہیں: شوال اور ذوالقعدہ اور ذی الحجہ کے دس دن (بخاری)

اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَشْهُرُ الْحَجِّ شَوَّالٌ وَذُو الْقَعْدَةِ وَعَشْرٌ مِّنْ ذِي الْحِجَّةِ (سنن

الدارقطنی) ۲

ترجمہ: حج کے مہینے یہ ہیں: شوال اور ذوالقعدہ اور ذی الحجہ کے دس دن (دارقطنی)

اور حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَشْهُرُ الْحَجِّ شَوَّالٌ وَذُو الْقَعْدَةِ وَعَشْرٌ مِّنْ ذِي الْحِجَّةِ (سنن الدارقطنی) ۳

ترجمہ: حج کے مہینے یہ ہیں: شوال اور ذوالقعدہ اور ذی الحجہ کے دس دن (دارقطنی)

مذکورہ مہینوں کو حج کے مہینے قرار دینے سے معلوم ہوا کہ یہ مہینے حج کے لئے مقرر ہیں، اور ان کے علاوہ کسی اور زمانہ میں حج جائز نہیں۔

اور ان مہینوں کے حج کے مہینے ہونے کا یہ مطلب نہیں کہ اس پورے عرصے میں حج ادا کیا جاتا ہے، بلکہ مطلب یہ ہے کہ جو کوئی حج کرنا چاہتا ہے، تو وہ حج کے مہینے شروع ہونے (یعنی شوال کا مہینہ داخل ہونے) سے پہلے حج کا احرام نہ باندھے۔

پھر بعض حضرات فقہاء (مثلاً امام شافعی رحمہ اللہ) کے نزدیک تو شوال کا مہینہ شروع ہونے

۱۔ کتاب الحج، باب قول الله تعالى الحج أشهر معلومات، دار طوق النجاة، بیروت، واللفظ له،

مستدرک حاکم، رقم الحديث ۳۰۹۲، سنن دارقطنی، رقم الحديث ۲۴۵۲۔

قال الحاکم: هذا حديث صحيح على شرط الشيخين، ولم يخرجاه.

وقال الذهبي في التلخيص: على شرط البخاري ومسلم.

۲۔ رقم الحديث ۲۴۵۳، کتاب الحج، مؤسسة الرسالة، بیروت.

۳۔ رقم الحديث ۲۴۵۴، کتاب الحج، مؤسسة الرسالة، بیروت.

سے پہلے حج کا احرام باندھنا سرے سے جائز ہی نہیں، اور بعض حضرات (مثلاً امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ) کے نزدیک ایسا کرنا سنت کے خلاف ہے۔ ۱

(ماخوذ از ”شوال اور عید الفطر کے فضائل و احکام“، مطبوعہ: ادارہ غفران، راولپنڈی)

کیا ذی قعدہ خالی کا مہینہ ہے؟

ذی قعدہ کے مہینہ کو اگرچہ بعض لوگ آج کل خالی کا مہینہ کہتے ہیں، لیکن خالی کا مہینہ کہنے کا

۱۔ الْحَجُّ أَيُّ وَقْتِ الْحَجِّ بَلْ وَقْتُ إِحْرَامِ الْحَجِّ فَإِنَّ وَقْتَ ارْكَانِ الْحَجِّ إِنَّمَا هُوَ يَوْمُ عَرَفَةَ وَيَوْمُ النَّحْرِ لَا غَيْرَ أَشْهُرٌ مَعْلُومَاتٌ أَخْرَجَ الطَّبْرَانِيُّ عَنْ أَبِي إِمَامَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَوَالٌ وَذُو الْقَعْدَةِ وَذُو الْحِجَّةِ - قُلْتُ الْمَرَادُ شَوَالٌ وَذُو الْقَعْدَةِ وَتَسَعٌ مِنْ ذِي الْحِجَّةِ إِلَى طُلُوعِ الْفَجْرِ مِنْ يَوْمِ النَّحْرِ - وَيُرْوَى عَنْ ابْنِ عُمَرَ شَوَالٌ وَذُو الْقَعْدَةِ وَعَشْرٌ مِنْ ذِي الْحِجَّةِ قَالَ الْبَغَوِيُّ كُلُّ وَاحِدٍ مِنَ اللَّفْظَيْنِ صَحِيحٌ وَالْمَالُ وَاحِدٌ غَيْرٌ مُخْتَلَفٌ فِيهِ فَمَنْ قَالَ عَشْرٌ عَبَّرَ عَنِ اللَّيَالِي وَمَنْ قَالَ تَسَعٌ عَبَّرَ عَنِ الْأَيَّامِ - وَإِنَّمَا قَالَ أَشْهُرٌ بِلَفْظِ الْجَمْعِ لِأَنَّهَا وَقْتُ الْعَرَبِ تَسْمِي الْوَقْتِ تَامًا بِقَلِيلِهِ وَكَثِيرِهِ - قَالَ اللَّهُ تَعَالَى - سُبْحَانَ الَّذِي أَسْرَى بِعَبْدِهِ لَيْلًا وَإِنَّمَا أَسْرَى فِي بَعْضِ اللَّيْلِ - وَهَذَا هُوَ مُحْمَلٌ لِمَا رَوَى عَنْ عُمَرَ أَنَّهُ قَالَ شَوَالٌ وَذُو الْقَعْدَةِ وَذُو الْحِجَّةِ - وَقَالَ عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ وَغَيْرُهُ أَرَادَ بِالْأَشْهُرِ شَوَالًا وَذَا الْقَعْدَةِ وَذَا الْحِجَّةِ كَمَا لَا يَبْقَى عَلَى الْحَاجِّ أُمُورٌ بَعْدَ عَرَفَةَ يَجِبُ عَلَيْهِ فَعْلُهَا مِثْلُ الذَّبْحِ وَالرَّمْيِ وَالْحُلُقِ وَطَوَافِ الزِّيَارَةِ وَالْمِيْمِثِ بَمَنَى وَرَمَى الْجِمَارِ فِي أَيَّامِ التَّشْرِيقِ فَكَانَتْ فِي حَكْمِ الْحَجِّ - قُلْتُ هَذِهِ الْأَفْعَالُ كُلُّهَا يَنْتَهِي إِلَى ثَلَاثِ عَشْرٍ مِنْ ذِي الْحِجَّةِ فَكَيْفَ يَعُدُّ ذُو الْحِجَّةِ بِهَذَا التَّوَجُّهِ كَامِلًا - وَقَالَ الْبَيْضاوِيُّ وَذُو الْحِجَّةِ كُلُّهُ مِنْ أَشْهُرِ الْحَجِّ بِنَاءً عَلَى أَنَّ الْمَرَادَ بِالْوَقْتِ عِنْدَهُ مَا لَا يَحْسُنُ فِيهِ غَيْرُهُ مِنَ الْمَنَاسِكِ وَقَالَ فَانْ مَالِكًا يَكْرَهُ الْعُمَرَةَ فِي بَقِيَّةِ ذِي الْحِجَّةِ - قُلْتُ وَهَذَا غَيْرُ مُسْتَقِيمٍ فَإِنَّ الْعُمَرَةَ فِي أَشْهُرِ الْحَجِّ لِلْأَفَاقِيِّ غَيْرُ مَكْرُوهٍ أَجْمَاعًا - وَقَدْ اعْتَمَرَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَرْبَعَ عُمَرٍ كُلُّهَا فِي ذِي الْقَعْدَةِ وَكَذَا لِلْمَكِّيِّ عِنْدَ مَالِكٍ وَالشَّافِعِيِّ فَإِنَّ التَّمَتُّعَ لِلْمَكِّيِّ عِنْدَهُمَا جَائِزٌ كَمَا ذَكَرْنَا - وَهَذِهِ الْآيَةُ حُجَّةٌ لِلشَّافِعِيِّ حَيْثُ قَالَ لَا يَجُوزُ إِحْرَامُ الْحَجِّ قَبْلَ الْأَشْهُرِ وَإِنْ أَحْرَمَ انْعَقَدَ الْإِحْرَامُ لِلْعُمَرَةِ - وَقَالَ دَاوُدُ - مِنْ أَحْرَمَ لِلْحَجِّ قَبْلَ الْأَشْهُرِ لَغِيٍّ وَلَا يَنْعَقِدُ أَصْلًا - وَقَالَ أَبُو حَنِيفَةَ وَمَالِكٌ وَاحْمَدُ أَنَّ أَحْرَمَ قَبْلَ الْأَشْهُرِ لِلْحَجِّ انْعَقَدَ لَكِنَّهُ يَكْرَهُ (التفسير المظهر، ج ۱ ص ۲۳۰، ۲۳۱، تحت آیت ۱۹۷ من سورة البقرة)

واستدل بالآية على أنه لا يجوز الإحرام بالحج إلا في تلك الأشهر، كما قاله ابن عباس رضي الله تعالى عنه وعطاء وغيرهما - إذ لو جاز في غيرها - كما ذهب إليه الحنفية - لما كان لقوله سبحانه: فِيهِنَّ فَائِذَةٌ، وأجيب بأن فائدة فلو قدم الإحرام انْعَقَدَ حُجًّا مَعَ الْكَرَاهَةِ، وعند الشافعي رضي الله تعالى عنه يصير محرماً بالعمرة، ومدار الخلاف أنه ركن عنده - وشرط عندنا - فأشبه الطهارة في جواز التقديم على الوقت، والكرهية جاءت للشبهة، فعن جابر عن النبي صلى الله تعالى عليه وسلم لا ينبغي لأحد أن يحرم بالحج إلا في أشهر الحج (روح المعاني، ج ۱ ص ۴۸۱، ۴۸۲، تحت سورة البقرة)

مطلب یہ ہرگز نہیں کہ اس مہینہ کو عبادت و اطاعت سے بھی خالی اور فارغ سمجھا جائے بلکہ اس کا صحیح مطلب اگر زیادہ سے زیادہ کچھ ہو سکتا ہے تو وہ صرف یہ ہے کہ یہ مہینہ اپنے سے اگلے اور پچھلے مہینوں کے برعکس عید الفطر اور عید الاضحیٰ وغیرہ سے خالی ہے، لہذا خالی کا مطلب یہ سمجھنا کہ اس مہینہ میں کسی نیک عمل کی ضرورت نہیں اور شریعت کی طرف سے اس مہینہ میں کسی عمل کی بھی کوئی پابندی نہیں رہتی، یہ سراسر لاعلمی اور ناواقفی ہے۔

یہ بات پہلے گزر چکی ہے کہ یہ مہینہ سال کے ان چار بابرکت مہینوں میں سے ہے، جن میں جس طرح گناہوں کا وبال بڑھ جاتا ہے، اُسی طرح نیک اعمال کی فضیلت بھی بڑھ جاتی ہے۔

جس سے معلوم ہوا کہ اس مہینے میں بطور خاص گناہوں سے بچنے اور نیک اعمال کرنے کی زیادہ اہمیت ہے، پھر خالی ہونے کا کیا مطلب؟

البتہ اتنی بات ضرور ہے کہ ذیقعدہ کے مہینہ میں کوئی خاص عبادت جس کا تعلق صرف اس مہینہ سے ہو وہ شریعت کی طرف سے مقرر نہیں کی گئی۔

لیکن اس سے یہ سمجھ لینا کہ یہ مہینہ شریعت کی طرف سے مسلمانوں کے لئے آزادی کا مہینہ ہے، جس میں کسی عمل کی بھی پابندی نہیں؛ یہ سنگین غلطی کے علاوہ کچھ بھی نہیں۔

کیا ماہِ ذی قعدہ میں نکاح کرنا منع ہے؟

آج بہت سے مسلمانوں نے اس مہینہ کو خالی کا نام دیئے جانے کا مطلب یہ سمجھ لیا ہے کہ اس مہینہ میں نکاح اور شادی بیاہ کی تقریب بھی نہیں کی جاسکتی، کیونکہ یہ خالی کا مہینہ ہے، لہذا اس مہینے میں اگر شادی بیاہ کی تقریب منعقد کی جائے گی تو وہ برکت سے خالی ہوگی۔

اسی لئے آج کل ہمارے علاقہ میں بہت سے لوگ شوال کے مہینہ میں جلدی جلدی نکاح کر کے فارغ ہو جاتے ہیں کہ کہیں ذی قعدہ کا مہینہ شروع نہ ہو جائے۔

محرم اور صفر کے مہینہ کو تو پہلے ہی سے بہت سے عوام نے شادی بیاہ سے فارغ کر رکھا تھا کیونکہ ان کی غلط سوچ کے مطابق نعوذ باللہ تعالیٰ محرم غم کا مہینہ ہے اور شادی بیاہ کرنا غم کے بجائے خوشی کا تقاضا کرتی ہے اور صفر نحوست کا مہینہ ہے اور اس مہینہ میں کی ہوئی شادی بیاہ نحوست والی ہوتی ہے، مگر اب ذی قعدہ کے مہینہ کو بھی خالی کا مہینہ سمجھ کر شادی بیاہ سے فارغ کر دیا گیا ہے۔

حالانکہ اسلامی نقطہ نظر سے اپنی ذات میں ذی قعدہ محرم اور صفر سمیت کوئی مہینہ، کوئی سال، کوئی ہفتہ، کوئی تاریخ، کوئی دن اور کوئی وقت ایسا نہیں ہے کہ جس میں نکاح کرنا گناہ یا منع ہو یا پھر بے برکتی اور نحوست کا ذریعہ ہو۔

بعض مورخین کے نزدیک ذوالقعدہ کے مہینہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ام المؤمنین حضرت زینب رضی اللہ عنہا سے اپنا نکاح فرمایا تھا۔ ۱

نکاح کرنا عبادت ہے اور اس عبادت کے لئے کسی سال، کسی مہینہ، کسی ہفتہ یا دن و تاریخ اور وقت کو ممنوع یا مکروہ قرار نہیں دیا گیا، بلکہ اس کے لئے وقت کو عام چھوڑ دیا گیا ہے کہ جب چاہیں اور جب ضرورت ہو نکاح کریں۔

۱۔ تزویجہ علیہ السلام بزینب بنت جحش بن رثاب بن یعر بن صبرہ بن مرة بن کبیر بن غنم بن دودان بن اسد بن خزیمۃ الأسدیۃ أم المؤمنین وہی بنت أمیمة بنت عبد المطلب عمۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وكانت قبلہ عند مولاه زید بن حارثۃ رضی اللہ عنہ قال قتادۃ والواقدی وبعض أهل المدینۃ تزوجها علیہ السلام سنة خمس زاد بعضهم فی ذی القعدة قال الحافظ البیهقی تزوجها بعد بنی قریظۃ وقال خلیفۃ بن خیاط وأبو عیبۃ معمر بن المثنی وابن مندہ تزوجها سنة ثلاث والأول أشهر وهو الذی سلکہ ابن جریر وغير واحد من أهل التاریخ (البدایۃ والنہایۃ، ج ۴ ص ۱۴۵، تزویجہ علیہ السلام بزینب بنت جحش)

وفی هذه السنة: تزوج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم زینب بنت جحش بن رثاب، أمها أمیمة بنت عبد المطلب، وكانت فیمین ہاجر مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، وكانت امرأة جمیلة، فحطبها رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لزید، فقالت: لا أرضاه لنفسی، قال: فإنی قد رضیتہ لک، فتزوجها زید بن حارثۃ، ثم تزوجها رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لہلال ذی القعدة سنة خمس من الهجرة، وہی یومئذ بنت خمس وثلاثین سنة (المنتظم لابن الجوزی، ج ۳ ص ۲۲۵)

مگر ہم لوگوں نے اپنی طرف سے اس سلسلہ میں بعض مہینوں کو ممنوع سمجھ لیا ہے، اور شریعت کی طرف سے دی ہوئی آزادی سے فائدہ اٹھانے کے بجائے اپنے آپ کو اس سے محروم کر لیا ہے۔

لیکن اس کے برخلاف شریعت نے جن چیزوں پر پابندی لگائی تھی اور جن چیزوں سے منع کیا تھا، ان چیزوں سے اپنے آپ کو آزاد کر رکھا ہے، چنانچہ آج کل شادی بیاہ میں جو خرافات ہو رہی ہیں وہ کسی سے مخفی اور پوشیدہ نہیں ہیں، ناچ، گانا، بے پردگی، بے حیائی، تصویر سازی، آتش بازی، فضول خرچی، دکھلاوا، بڑائی، فخر و تفاخر، تکبر و بناوٹ، وقت کا ضیاع اور نہ جانے کیا کیا خرابیاں آج ہماری عام شادی بیاہ کی تقریبات میں دیکھنے اور سننے کو ملتی ہیں اور یہ سب ایسی چیزیں ہیں جو عام حالات میں بھی گناہ ہیں، چہ جائیکہ نکاح جیسی عبادت کے ساتھ ان کو جمع کیا جائے، اور ان گناہوں کے ساتھ نکاح کو خواہ شوال کے مہینہ میں انجام دیا جائے تب بھی بے برکتی اور نحوست کا باعث ہے، اور خواہ ذی قعدہ یا کسی اور مہینہ میں، ہر حال میں ان گناہوں کے بے برکتی والے زہریلے اثرات انسانی زندگی پر اثر انداز ہوتے ہیں۔

اور یہ بات پہلے گزر چکی ہے کہ ماہ ذی قعدہ سال کے چار محترم و معظم مہینوں میں سے ہے، اور ان مہینوں میں جس طرح نیک عمل کی فضیلت کا درجہ زیادہ ہے، اسی طرح گناہ کا وبال بھی زیادہ ہے، لہذا اس کے پیش نظر اگر نکاح کی عبادت کو اس مہینہ میں سنت کے مطابق انجام دیا جائے گا تو یہ نکاح بہت برکت اور فضیلت کا باعث ہوگا۔

افسوس کہ جس چیز پر شریعت نے پابندی نہیں لگائی تھی اس چیز کی تو ہم نے اپنی طرف سے پابندی لگالی ہے مگر جن چیزوں پر شریعت نے ہمہ وقت پابندی لگائی تھی ان چیزوں سے ہم نے ہمیشہ کے لئے پابندی کو ہٹا دیا ہے، گویا کہ ہم دونوں طرح سے شریعت کے احکام کی خلاف ورزی کر کے مجرم بن رہے ہیں۔

یہ بات اچھی طرح سمجھ لینی چاہئے کہ نکاح عبادت ہے اور اس عبادت کے ساتھ ان گناہوں کو جمع کرنا ایسا ہی ہے، جیسا کہ نعوذ باللہ تعالیٰ مسجد اور نماز کی عبادت کے ساتھ تصویر سازی، بے پردگی، ناچ، گانے اور باجے وغیرہ کو جمع کیا جائے اور جس طرح مسجد کے اندر اور نماز کی عبادت میں مصروف ہونے کی حالت میں ان گناہوں کا ارتکاب کرنا کسی مسلمان کی طرف سے گوارا نہیں کیا جاتا، اسی طرح نکاح کی عبادت میں بھی ان گناہوں کو گوارا نہیں کیا جانا چاہئے۔

ماہِ ذی قعدہ کی مبارک باد دینے کے متعلق من گھڑت عقیدہ

آج کل بعض لوگوں میں یہ بات مشہور ہے کہ اگر ایک مسلمان دوسرے مسلمان کو ماہِ ذی قعدہ کے شروع ہونے پر مبارک باد دے تو اُس پر جنت واجب ہو جاتی ہے، اور اس فضیلت کو سُن کر بعض لوگ ماہِ ذی قعدہ کے آغاز پر ایک دوسرے کو زبانی، تحریری، اور ذرائع ابلاغ کے واسطے سے مبارکباد دیتے ہیں۔

لیکن یاد رکھیے کہ اس طرح کی کوئی بات شریعت سے ثابت اور شریعت میں وارد نہیں؛ لہذا اس قسم کا عقیدہ رکھنا درست نہیں، بلکہ شریعت پر زیادتی اور گناہ ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمارے عقیدوں کو اپنی رضا کے مطابق بنانے کی توفیق عطا فرمائیں، اور ہر قسم کی خلاف شریعت باتوں سے بچنے کی توفیق مرحمت فرمائیں، اور پوری امتِ محمدیہ کو حق پر متفق و مجتمع ہونے کی توفیق سے نوازیں۔ آمین۔

حج کے فضائل و احکام

ماہ ذی قعدہ حج کا دوسرا مہینہ ہے، اور اسی مہینے میں عموماً آج کل حجاج کرام حج کے سفر پر جاتے ہیں، اور اس مہینے میں حج کرنے والوں کی چہل پہل اور نقل و حرکت نظر آنی شروع ہو جاتی ہے۔ اگرچہ حج ذی الحجہ کے مہینے میں ادا کیا جاتا ہے۔
اس لیے اس مہینے کی مناسبت سے حج کے اہم فضائل و احکام کا تذکرہ کیا جاتا ہے۔

”حج“ کی تاکید و اہمیت اور اس کے ترک کرنے پر وعید

اسلام کے پانچ ارکان میں سے آخری اور تکمیلی رکن بیت اللہ کا حج ہے۔
”حج“ اللہ تعالیٰ کی عظیم ترین عبادت ہے۔

بعض حضرات نے فرمایا کہ حضرت آدم یا حضرت ابراہیم علیہما الصلاۃ والسلام سے لے کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک تمام یا اکثر انبیائے کرام علیہم الصلاۃ والسلام نے حج کیا ہے۔ ۱
آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سن دس ہجری میں اپنے وصال سے تین مہینے پہلے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کی بہت بڑی جماعت کے ساتھ حج فرمایا، جو ”حَجَّةُ الْوِدَاعِ“ کے نام سے مشہور ہے۔ ۲

۱۔ روى أن آدم عليه السلام حج أربعين سنة من الهند ماشياً وأن جبريل قال له: إن الملائكة كانوا يطوفون قبلك بهذا البيت سبعة آلاف سنة وادعى ابن إسحاق أنه لم يبعث الله تعالى نبياً بعد إبراهيم إلا حج، والذي صرح به غيره أنه ما من نبى إلا حج خلافاً لمن استثنى هو دا وصالها عليهما الصلاة والسلام (روح المعاني، ج ۲ ص ۲۳۰، سورة آل عمران)
مگر بندہ کو کسی مستند مرفوع یا موقوف حدیث میں یہ مضمون نہیں ملا۔

۲۔ اور اس کو چھ الوداع اس لئے کہا جاتا ہے کہ اس حج کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم وصال اور وداع فرما گئے تھے، اور اس حج کے موقع پر آپ نے انتہائی جامع، قیمتی نصیحتیں امت کو فرمائی تھیں، جو وداع و فراق والے کے مثل تھیں۔
﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

حج کی فرضیت کا حکم کس وقت نازل ہوا؟ اس بارے میں اہل علم حضرات کے مختلف اقوال ہیں، ایک قول سن پانچ ہجری میں، دوسرا قول سن چھ ہجری میں، تیسرا قول سن سات ہجری میں، چوتھا قول سن آٹھ ہجری میں اور پانچواں قول سن نو ہجری میں فرض ہونے کا ہے، اور بہت سے حضرات نے سن چھ ہجری میں حج کے فرض ہونے کو رائج قرار دیا ہے۔ ۱

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

حدثنا أبو إسحاق، قال: حدثني زيد بن أرقم، أن النبي صلى الله عليه وسلم غزا تسع عشرة غزوة، وأنه حج بعد ما هاجر حجة واحدة، لم يحج بعدها حجة الوداع، قال أبو إسحاق: وبمكة أخرى (بخاری، رقم الحديث ۳۴۰۳)
ثنا أبو إسحاق، حدثني زيد بن أرقم، أن رسول الله صلى الله عليه وسلم حج بعد ما هاجر حجة واحدة لم يحج بعدها حجة الوداع (المعجم الكبير للطبرانی، رقم الحديث ۵۰۴۹)

عن جابر بن عبد الله، أن النبي صلى الله عليه وسلم: حج ثلاث حجج، حجتين قبل أن يهاجر، وحجة بعد ما هاجر، ومعها عمرة، فساق ثلاثة وستين بدنة، وجاء على من اليمن ببقيتها فيها جمل لأبى جهل في أنفه برة من فضة فتحرها رسول الله صلى الله عليه وسلم، وأمر رسول الله صلى الله عليه وسلم من كل بدنة ببضعة، فطبخت، وشرب من مرقها: هذا حديث غريب من حديث سفيان لا نعرفه إلا من حديث زيد بن حباب ورأيت عبد الله بن عبد الرحمن روى هذا الحديث في كتابه، عن عبد الله بن أبي زياد وسألت محمدا عن هذا فلم يعرفه من حديث الثوري، عن جعفر، عن أبيه، عن جابر، عن النبي صلى الله عليه وسلم، وأريته لم يعد هذا الحديث محفوظاً، وقال: إنما يروى عن الثوري، عن أبي إسحاق، عن مجاهد مرسل (سنن الترمذی، رقم الحديث ۸۱۵)

قوله ولا ندرى ما حجة الوداع كأنه شيء ذكره النبي صلى الله عليه وسلم فتحدثوا به وما فهموا أن المراد بالوداع وداع النبي صلى الله عليه وسلم حتى وقعت وفاته صلى الله عليه وسلم بعدها بقليل فعرفوا المراد وعرفوا أنه ودع الناس بالوصية التي أوصاهم بها أن لا يرجعوا بعده كفاراً وأكد التوديع بإشهاد الله عليهم بأنهم شهدوا أنه قد بلغ ما أرسل إليهم به فعرفوا حينئذ المراد بقوله حج حجة الوداع وقد وقع في الحج في باب الخطبة بمنى من رواية عاصم بن محمد بن زيد عن أبيه عن ابن عمر في هذا الحديث فودع الناس وقد تمت هناك ما وقع عند البيهقي أن سورة إذا جاء نصر الله والفتح نزلت في وسط أيام التشريق فعرف النبي صلى الله عليه وسلم أنه الوداع فركب واجتمع الناس فلذكر الخطبة (فتح الباری لابن حجر، ج ۸ ص ۱۰۸، باب حجة الوداع)

۱۔ اور کیونکہ یہ تاریخی معاملہ ہے، جس سے شریعت کے خاطر خواہ احکام کا تعلق نہیں، اس لئے بلا ضرورت تاریخ کی کھود کرید کے درپے ہونا مناسب نہیں۔

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

قرآن و سنت میں حج کی بہت زیادہ تاکید و اہمیت بیان کی گئی ہے، اور صاحب استطاعت لوگوں کے اس کو چھوڑنے پر سخت سزا اور وعید کا ذکر کیا گیا ہے۔

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَيْهِ سَبِيْلًا وَمَنْ كَفَرَ فَاِنَّ

اللَّهَ غَنِيٌّ عَنِ الْعَالَمِيْنَ (سورۃ آل عمران رقم الآیہ ۹۷)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ (کی رضا) کے واسطے بیٹ اللہ کا حج کرنا فرض ہے ان لوگوں پر

جو اس تک جانے کی استطاعت رکھتے ہوں اور جو شخص انکار کرے تو (اللہ تعالیٰ کا

اس میں کیا نقصان ہے) اللہ تو تمام جہان والوں سے بے نیاز ہے (سورۃ آل عمران)

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

وفی وقت وجوبہ خلاف فقیل: قبل الهجرة، وقیل: أول سنيها وهكذا إلى العاشرة و صرح أنه في السادسة، نعم حج صلى الله تعالى عليه وسلم قبل النبوة وبعدها وقبل الهجرة حججا لا يدرى عددها (روح المعاني، ج ۲ ص ۲۳۰، سورة آل عمران) الصوم فرض في السنة الثانية، والحج فرض سنة خمس، أو ست، أو ثمان، أو تسع (مرقاة المفاتيح، ج ۱ ص ۶۷، كتاب الايمان)

النوع الرابع: في وقت ابتداء فرضه، فذكر القرطبي أن الحج فرض سنة خمس من الهجرة، وقيل: سنة تسع، قال: وهو الصحيح. وذكر البيهقي أنه كان سنة ست، وفي حديث ضمام بن ثعلبة ذكر الحج، وذكر محمد بن حبيب أن قدمه كان سنة خمس من الهجرة، وقال الطروشى: وقد روى أن قدمه على النبي صلى الله عليه وسلم كان في سنة تسع، وذكر الماوردى أنه فرض سنة ثمان، وقال إمام الحرمين: سنة تسع أو عشر، وقيل: سنة سبع، وقيل: كان قبل الهجرة وهو شاذ (عمدة القارى، ج ۹ ص ۱۲۲، كتاب الحج)

واختلف هل هو على الفور أو التراخي وهو مشهور وفي وقت ابتداء فرضه فقیل قبل الهجرة وهو شاذ وقیل بعدها ثم اختلف فی سنته فالجمهور على أنها سنة ست لأنها نزل فيها قوله تعالى وأتموا الحج والعمرة لله وهذا يبنى على أن المراد بالإتمام ابتداء الفرض ويؤيده قراءة علقمة ومسروق وإبراهيم النخعي بلفظ وأقيموا أخرجه الطبري بأسانيد صحيحة عنهم وقيل المراد بالإتمام الإكمال بعد الشروع وهذا يقتضى تقدم فرضه قبل ذلك وقد وقع في قصة ضمام ذكر الأمر بالحج وكان قدمه على ما ذكر الواقدي سنة خمس وهذا يدل إن ثبت على تقدمه على سنة خمس أو وقوعه فيها وسيأتى مزيد بسط فى الكلام على هذه المسألة فى أول الكلام على العمرة (فتح البارى لابن حجر، ج ۳ ص ۳۷۸، قوله باب وجوب الحج وفضله)

فائدہ: انکار کرنے میں وہ شخص تو داخل ہے ہی جو صراحتاً اور صاف طور پر حج کے فریضہ کا منکر و انکاری ہو، حج کو فرض ہی نہ سمجھے، اس کا دائرہ اسلام سے خارج اور کافر ہونا تو ظاہر ہے۔

اس لئے ”کُفْرَ“ یعنی کفر و انکار کرنے کا لفظ اس پر صاف طور سے صادق آتا ہے اور ایسے شخص پر پورا اُترتا ہے اور جو شخص حج کو عقیدہ کے طور پر فرض سمجھتا ہے، لیکن باوجود استطاعت و قدرت کے حج نہیں کرتا وہ بھی ایک حیثیت سے یعنی عملی طور پر منکر ہی ہے۔

اس کے حق میں کفر و انکار تنبیہ کے لئے ہے، کہ یہ شخص کافروں جیسے عمل میں مبتلا ہے، جیسے کافر و منکر حج نہیں کرتے یہ بھی عمل کے اعتبار سے ایسا ہی ہے، اگرچہ وہ حقیقت میں دائرہ اسلام سے خارج نہ ہو۔ ۱

آیت کے اس جملہ میں ان لوگوں کے لئے سخت وعید ہے جو باوجود قدرت و استطاعت کے حج نہیں کرتے، کہ وہ اپنے اس عمل سے کافروں کی طرح ہو گئے، کیونکہ اس آیت میں استطاعت کے باوجود حج نہ کرنے والوں کے طرز عمل کو ”کُفْرَ“ کے لفظ سے بیان کیا گیا ہے۔ اور ”فَإِنَّ اللَّهَ غَنِيٌّ عَنِ الْعَالَمِينَ“ کی وعید سنائی گئی ہے۔

اس کا مطلب یہی ہوا، کہ ایسے ناشکرے اور نافرمان جو کچھ بھی کریں اور جس حال میں مریں اللہ تعالیٰ کو ان کی کوئی پرواہ نہیں۔

بعض روایات میں ایسے لوگوں کے بارے میں فرمایا گیا ہے کہ وہ چاہیں تو یہودی ہو کر مریں یا نصرانی ہو کر، جس کا ذکر آگے آتا ہے۔ ۲

۱۔ وقوله والله على الناس حج البيت من استطاع إليه سبيلا هذه آية وجوب الحج عند الجمهور . وقيل :بل هي قوله وأتموا الحج والعمرة لله ، والأول أظهر .وقد وردت الأحاديث المتعددة بأنه أحد أركان الإسلام ودعائمه وقواعده ، وأجمع المسلمون على ذلك إجماعاً ضرورياً ، وإنما يجب على المكلف في العمر مرة واحدة بالنص والإجماع (تفسير ابن كثير ج ۲ ص ۷۰، سورة آل عمران) ۲۔ وَمَنْ كَفَرَ يَعْنِي أَنْكَرَ وَجُوبَ الْحَجِّ كَذَا قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ وَالْحَسَنُ وَعَطَاءٌ - أَخْرَجَ عَبْدُ بْنُ حَمِيدٍ فِي تَفْسِيرِهِ عَنْ نَقِيعٍ قَالَ قَرَأَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هَذِهِ الْآيَةَ فَقَامَ رَجُلٌ مِنْ هَذِيلٍ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ فَمَنْ تَرَكَهُ فَقَدْ كَفَرَ قَالَ مَنْ تَرَكَهُ لَا يَخَافُ عِقَابَهُ وَلَا يَرْجُو ثَوَابَهُ - نَقِيعُ تَابِعِيِّ فَالْحَدِيثُ بَقِيَّةُ حَاشِيَةِ الْكَلِّ صَفْحَةٍ ۱۰۰۰

قرآن مجید میں ایک مقام پر اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

وَأَذِّنْ فِي النَّاسِ بِالْحَجِّ يَأْتُوكَ رِجَالًا وَعَلَى كُلِّ ضَامِرٍ يَأْتِينَ مِنْ
كُلِّ فَجٍّ عَمِيقٍ (سورہ حج آیت ۲۷)

ترجمہ: اور (ابراہیم علیہ السلام سے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ) آپ لوگوں میں حج
کے متعلق اعلان کر دیجئے (اس اعلان سے) لوگ تمہارے پاس پیدل چلے آئیں
گے اور اونٹنیوں پر بھی جو کہ دور دراز راستوں سے (لبے سفر کی تکان کی وجہ سے)
دبلی پتلی حالت میں پہنچیں گی (سورہ حج)

مطلب یہ ہے کہ جن سوار یوں پر لوگ دُور دراز سے سفر کر کے پہنچیں گے، ان سوار یوں پر

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

مرسل - وقال سعيد بن المسيب نزلت في اليهود حيث قالوا الحج الى مكة غير واجب واخرج
سعيد بن منصور وابن جرير عن الضحاك مرسل انه لما نزل صدر الاية جمع رسول الله صلى الله
عليه وسلم ارباب الملل فخطبهم وقال ان الله كتب عليكم الحج فحجوا فامنت به ملة واحدة يعني
المسلمين وكفرت به خمس ملل يعني المشركين واليهود والنصارى والصابئين والمجوس فنزل
ومن كفر فإن الله غنى عن العالمين - واخرج سعيد بن منصور عن عكرمة قال لما نزلت ومن يبتغ
غير الإسلام دينا الاية قالت اليهود ففتح مسلمون فقال لهم النبي صلى الله عليه وسلم ان الله فرض
على المسلمين حج البيت فقالوا لم يكتب علينا وأبو ان يحجوا فانزل الله ومن كفر الاية - والظاهر
انه وضع من كفر موضع من لم يحج تأكيدا لوجوبه وتغليظا على تاركه ومعنى كفر انه لم يشكر
المنعم على صحة جسمه وسعة رزقه وهذا التأويلان جاريان في حديث ابى امامة ان النبي صلى
الله عليه وسلم قال من لم تحسه حاجة ظاهرة او مرض حابس او سلطان جائر ولم يحج فليمت ان
شاء يهوديا وان شاء نصرانيا رواه البغوي والدارمي في مسنده وأورده ابن الجوزي في الموضوعات
وتعقبه الحفاظ وحديث على عليه السلام من ملك زادا وراحلة يبلغه الى بيت الله ولم يحج فلا
عليه ان يموت يهوديا او نصرانيا رواه الترمذى وضعفه فإن الله غنى عن العالمين أكد الله سبحانه
امر الحج في هذه الاية بوجوه بالدلالة على وجوبه بصيغة الخبر وابتزاه في صورة الاسمية - و
إيراده على وجه يفيد انه حق واجب لله في رقاب الناس وتعميم الحكم اولا وتخصيصه ثانيا فانه
كايضاح بعد إبهام وتكرير للمراد وتسمية ترك الحج كفرا من حيث انه فعل الكفرة وذكر
الاستغناء فانه في هذا الموضع يدل على المقت والخذلان ووضع المظهر بلفظ عام شامل لمراجع
الضمير موضعه لما فيه من مبالغة التعميم والدلالة على الاستغناء عنه بالبرهان والاشعار بعظم
السخط (التفسير المظهرى، ج ۲ ص ۱۰۰، تحت سورة آل عمران)

لمبے سفر کے (گردوغبار کی شکل میں) آثار ظاہر ہوں گے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ:

لَمَّا فَرَّغَ إِبْرَاهِيمُ مِنْ بِنَاءِ الْبَيْتِ قَالَ: رَبِّ قَدْ فَرَعْتُ، فَقَالَ: أَذِنُ فِي
النَّاسِ بِالْحَجِّ، قَالَ: رَبِّ وَمَا يَبْلُغُ صَوْتِي؟ قَالَ: أَذِنُ وَعَلَى الْبَلَاغِ،
قَالَ: رَبِّ كَيْفَ أَقُولُ؟ قَالَ: قُلْ: يَا أَيُّهَا النَّاسُ، كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْحَجُّ،
حَجُّ الْبَيْتِ الْعَتِيقِ فَسَمِعَهُ مِنْ بَيْنِ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ أَلَا تَرَى أَنَّهُمْ
يَجِئُونَ مِنْ أَقْصَى الْأَرْضِ يَلْبُونَ؟ (مسندک حاکم) ۱

ترجمہ: جب حضرت ابراہیم علیہ السلام بیت اللہ کی تعمیر سے فارغ ہوئے، تو انہوں نے عرض کیا کہ اے میرے رب میں (بیت اللہ کی تعمیر سے) فارغ ہو چکا ہوں، تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ آپ لوگوں میں حج کا اعلان فرمائیے، حضرت ابراہیم علیہ الصلاۃ والسلام نے عرض کیا کہ اے میرے رب! کیا میری آواز (لوگوں تک) پہنچ جائے گی؟ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ آپ تو اعلان فرمائیے، اور (آواز کا) پہنچنا ہمارے ذمہ ہے، حضرت ابراہیم علیہ الصلاۃ والسلام نے عرض کیا کہ اے میرے رب! میں کس طرح اعلان کروں؟ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ آپ یہ کہتے کہ اے لوگو! تم پر حج فرض کر دیا گیا ہے، بیت عتیق (یعنی بیت اللہ) کا حج (حضرت ابراہیم علیہ الصلاۃ والسلام نے اسی طرح اعلان کر دیا) تو حضرت

۱۔ رقم الحدیث ۳۴۶۲، ج ۲ ص ۲۲۱، کتاب التفسیر، تفسیر سورة الحج.

قال الحاکم: هذا حدیث صحیح الإسناد ولم یخرجاه.

وقال الذہبی فی التلخیص: صحیح.

وقال ابن حجر: وأقوی ما فیہ عن ابن عباس ما أخرجه أحمد بن منیع فی مسنده وابن أبی حاتم من طریق قابوس بن أبی ظیان عن أبیه عنه قال لما فرغ إبراہیم علیہ السلام من بناء البيت قيل له أذن فی الناس بالحج قال رب وما یبلغ صوتی قال أذن وعلى البلاغ قال فنادی إبراہیم یا ایہا الناس کتب علیکم الحج إلى البيت العتیق فسمعہ من بین السماء والأرض أفلا ترون أن الناس یجیئون من أقصی الأرض یلبون (فتح الباری، ج ۳ ص ۲۰۹، قوله باب التلبیة)

ابراہیم کے اس اعلان کو آسمان اور زمین کے درمیان والے سب نے سن لیا، کیا آپ نہیں دیکھتے کہ لوگ زمین کے دور دراز علاقوں سے تبلیہ پڑھتے ہوئے (حج و عمرہ کے لیے جوق در جوق چلے) آتے ہیں (یہ اسی اعلان کا اثر ہے) (مستدرک حاکم) اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے ہی بعض روایات میں یہ بھی مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ الصلاۃ والسلام کے حج کی فرضیت کے اعلان کی آواز بطور معجزہ قیامت تک آنے والے سب لوگوں کی روحوں تک پہنچادی تھی۔ ۱

چنانچہ اس وقت سے آج تک ہزار ہا سال گزر چکے ہیں، بیت اللہ کی طرف حج کے لئے آنے والوں کی یہی کیفیت ہے، حضرت عیسیٰ علیہ الصلاۃ والسلام کے بعد جو ایک لباز مانہ جاہلیت کا گزرا ہے اس میں بھی عرب کے لوگ جو اگرچہ بت پرستی کی بلاء میں مبتلاء ہو گئے تھے مگر حج کی وہ بھی پابندی کیا کرتے تھے۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: بُنِيَ الْإِسْلَامُ عَلَى خَمْسٍ، شَهَادَةِ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللَّهِ، وَإِقَامِ الصَّلَاةِ، وَإِيتَاءِ الزَّكَاةِ، وَالْحَجِّ، وَصَوْمِ رَمَضَانَ (بخاری) ۲

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اسلام کی بنیاد پانچ ستونوں پر قائم کی گئی ہے، ایک اس حقیقت کی شہادت دینا کہ اللہ کے سوا کوئی الہ (عبادت

۱۔ حدثنا ابن حميد قال: ثنا يحيى بن واضح، قال: ثنا ابن واقد، عن أبي الزبير، عن مجاهد، عن ابن عباس: قوله: (وأذن في الناس بالحج) قال: قام إبراهيم خليل الله على الحجر، فنادى: يا أيها الناس كتب عليكم الحج، فاسمع من في أصلاب الرجال وأرحام النساء، فأجابه من آمن من سبق في علم الله أن يحج إلى يوم القيامة: لبيك اللهم لبيك (تفسير طبری ج ۱ ص ۲۰۶)

۲۔ رقم الحديث ۸، كتاب الايمان، باب قول النبي صلى الله عليه وسلم: بني الإسلام على خمس، مسلم، رقم الحديث ۱۶، ۲۰، ترمذی، رقم الحديث ۲۶۰۹، نسائی، رقم الحديث ۵۰۰۱.

کے لائق) نہیں اور محمد (ﷺ) اللہ کے رسول ہیں، دوسرے نماز قائم کرنا، تیسرے زکاۃ ادا کرنا، چوتھے حج کرنا، پانچویں رمضان کے روزے رکھنا (بخاری و مسلم)

اس قسم کی حدیث اور سندوں سے بھی مروی ہے۔ ۱۔

اس سے معلوم ہوا کہ حج، اسلام کے بنیادی ستونوں میں سے ہے، جن پر کہ اسلام کی عمارت قائم ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت جبریل امین نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کچھ سوالات کیے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن کے جوابات دیے، جن میں ایک سوال اسلام کے بارے میں تھا، جس کا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب دیا۔ چنانچہ صحیح مسلم کی حدیث میں یہ الفاظ ہیں کہ:

وَقَالَ: يَا مُحَمَّدُ أَخْبِرْنِي عَنِ الْإِسْلَامِ، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: الْإِسْلَامُ أَنْ تَشْهَدَ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَتُقِيمَ الصَّلَاةَ، وَتُؤْتِيَ الزَّكَاةَ، وَتَصُومَ رَمَضَانَ، وَتَحُجَّ الْبَيْتَ إِنْ اسْتَطَعْتَ إِلَيْهِ سَبِيلًا، قَالَ: صَدَقْتَ (مسلم) ۲۔

ترجمہ: اور حضرت جبریل امین نے کہا کہ اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) مجھے اسلام کے بارے میں خبر دیجئے (کہ اس کی حقیقت کیا ہے) تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اسلام یہ ہے کہ آپ یہ گواہی دیں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم، اللہ کے رسول ہیں، اور آپ نماز قائم کریں، اور آپ زکاۃ

۱۔ عن جریر قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم " : بنى الإسلام على خمس : شهادة أن لا إله إلا الله، وإقام الصلاة، وإيتاء الزكاة، وحج البيت، وصوم رمضان " (مسند احمد، رقم الحديث ۱۹۲۲۰)

فی حاشیہ مسند احمد: صحیح لغيره.

۲۔ رقم الحديث ۸ "۱" کتاب الايمان، باب معرفة الايمان والاسلام والقدر وعلامة الساعة

ادا کریں، اور آپ رمضان کے روزے رکھیں، اور آپ بیٹ اللہ کا حج کریں، اگر آپ کو اس کی طرف جانے کی قدرت ہو، جبریل امین نے کہا کہ آپ نے سچ فرمایا (صحیح مسلم)

اس سے معلوم ہوا کہ حج کرنا اسلام کے بنیادی ارکان اور تقاضوں میں سے ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

خَطَبَنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: أَيُّهَا النَّاسُ قَدْ فَرَضَ اللَّهُ عَلَيْكُمُ الْحَجَّ، فَحُجُّوْا (مسلم) ۱

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں (ایک دن) خطبہ دیا اور فرمایا کہ اے لوگو! تم پر اللہ تعالیٰ نے حج فرض کر دیا ہے، لہذا تم حج کرو (صحیح مسلم)

حضرت سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَقِيمُوا الصَّلَاةَ، وَآتُوا الزَّكَاةَ، وَحُجُّوْا وَاعْتَمِرُوا، وَاسْتَقِيمُوا، يُسْتَقَمَ بِكُمْ (المعجم الكبير للطبرانی) ۲

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم نماز قائم کرو، اور زکوٰۃ ادا کرو، اور حج کرو، اور عمرہ کرو، اور (ایمان اور اعمال) صالحہ پر استقامت (دوام اور پابندی) اختیار کرو، جس کے نتیجے میں تمہیں (مخلوق کے ساتھ معاملات میں)

۱ رقم الحدیث ۱۳۳۷ "۴۱۲" کتاب الحج، باب فرض الحج مرة في العمر.

۲ رقم الحدیث ۶۸۹۷، ج ۷ ص ۲۱۶.

قال المنذرى:

رواه الطبرانی في الثلاثة وإسناده جيد إن شاء الله تعالى عمران القطان صدوق (الترغيب والترهيب للمنذرى، كتاب الصدقات الترغيب في أداء الزكاة وتأکید وجوبها)

وقال الهيثمي:

رواه الطبرانی في الكبير والأوسط والصغير، وفي إسناده عمران القطان، وقد استشهد به البخاري ووثقه أحمد وابن حبان، وضعفه آخرون (مجمع الزوائد، باب منه في بيان فرائض الإسلام وسهامه)

استقامت عطا کی جائے گی (طبرانی)

نماز اور زکاة کے ساتھ حج کے ذکر اور ان اعمال کی برکت سے استقامت نصیب ہونے سے حج کی اہمیت معلوم ہوئی۔ ۱

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

نُهِينَا أَنْ نَسْأَلَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ شَيْءٍ، فَكَانَ يُعْجِبُنَا أَنْ يَجِئَ الرَّجُلُ مِنْ أَهْلِ الْبَادِيَةِ الْعَاقِلُ، فَيَسْأَلُهُ، وَنَحْنُ نَسْمَعُ، فَجَاءَ رَجُلٌ مِّنْ أَهْلِ الْبَادِيَةِ، فَقَالَ: يَا مُحَمَّدُ، أَتَانَا رَسُولُكَ فَرَعَمَ لَنَا أَنْتَكَ تَزْعُمُ أَنَّ اللَّهَ أَرْسَلَكَ، قَالَ: صَدَقَ، قَالَ: فَمَنْ خَلَقَ السَّمَاءَ؟ قَالَ: اللَّهُ، قَالَ: فَمَنْ خَلَقَ الْأَرْضَ؟ قَالَ: اللَّهُ، قَالَ: فَمَنْ نَصَبَ هَذِهِ الْجِبَالَ، وَجَعَلَ فِيهَا مَا جَعَلَ؟ قَالَ: اللَّهُ، قَالَ: فَبِالَّذِي خَلَقَ السَّمَاءَ، وَخَلَقَ الْأَرْضَ، وَنَصَبَ هَذِهِ الْجِبَالَ، أَلَلَّهُ أَرْسَلَكَ؟ قَالَ: نَعَمْ، قَالَ: وَزَعَمَ رَسُولُكَ أَنَّ عَلَيْنَا خَمْسَ صَلَوَاتٍ فِي يَوْمِنَا، وَلَيْلَتِنَا، قَالَ: صَدَقَ، قَالَ: فَبِالَّذِي أَرْسَلَكَ، أَلَلَّهُ أَمَرَكَ بِهَذَا؟ قَالَ: نَعَمْ، قَالَ: وَزَعَمَ رَسُولُكَ أَنَّ عَلَيْنَا زَكَاةً فِي أَمْوَالِنَا، قَالَ: صَدَقَ، قَالَ: فَبِالَّذِي أَرْسَلَكَ، أَلَلَّهُ أَمَرَكَ بِهَذَا؟ قَالَ: نَعَمْ، قَالَ: وَزَعَمَ رَسُولُكَ أَنَّ عَلَيْنَا صَوْمَ شَهْرِ رَمَضَانَ فِي سَنَتِنَا، قَالَ: صَدَقَ، قَالَ: فَبِالَّذِي أَرْسَلَكَ، أَلَلَّهُ أَمَرَكَ بِهَذَا؟ قَالَ: نَعَمْ، قَالَ: وَزَعَمَ رَسُولُكَ أَنَّ عَلَيْنَا حَجَّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ إِلَيْهِ سَبِيلًا، قَالَ:

۱ (أقيموا الصلاة) أخبر بأقيموا دون صلوا إشارة إلى أن المطلوب أن يكون همك إقامة الصلاة لا وجود الصلاة فما كل مصل مقيم (وأتوا الزكاة وحجوا واعتمرُوا) إن استطعتم إلى ذلك سبيلا (واستقيموا) دوّموا على تلك الطاعة والتبتوا على الإيمان (يستقيم بكم) بالبناء للمفعول: أي فإنكم إن استقمتم مع الله استقامت أموركم مع الخلق وهذا إشارة إلى طلب قطع كل ما سوى الله عن مجرى النظر (فيض القدير للمناوي، تحت رقم الحديث ۱۳۷۳)

صَدَقَ، قَالَ: ثُمَّ وَلَّى، قَالَ: وَالَّذِي بَعَثَكَ بِالْحَقِّ، لَا أَرِيدُ عَلَيْهِنَّ، وَلَا أَنْقُصُ مِنْهُنَّ، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَئِنْ صَدَقَ لَيَدْخُلَنَّ الْجَنَّةَ (مسلم) ۱

ترجمہ: ہمیں اس بات سے روک دیا گیا تھا کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی (غیر ضروری) چیز کے بارے میں سوال کریں، اس لئے ہمیں یہ بات پسند آتی تھی کہ گاؤں والے لوگوں میں سے کوئی عقل مند شخص (جسے سوال کرنے سے منع نہیں کیا گیا) آ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کرے، اور ہم (سوال و جواب) سنیں، تو گاؤں والوں میں سے ایک آدمی آیا، اور اُس نے کہا کہ اے محمد! ہمارے پاس آپ کا قاصد آیا ہے، اُس نے ہمیں یہ بات بتلائی کہ آپ یہ سمجھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو رسول بنا کر بھیجا ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اُس قاصد نے سچ کہا۔

اُس دیہاتی نے کہا کہ آسمان کو کس نے پیدا کیا؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ نے۔

اُس دیہاتی نے کہا تو زمین کو کس نے پیدا کیا؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ نے۔

اُس دیہاتی نے کہا کہ ان پہاڑوں کو کس نے قائم کیا، اور ان میں جو کچھ ہے، وہ کس نے پیدا کیا؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ نے۔

اُس دیہاتی نے کہا کہ قسم ہے اُس ذات کی جس نے آسمان کو پیدا کیا، اور زمین کو پیدا کیا، اور ان پہاڑوں کو قائم کیا، کیا واقعی اللہ نے آپ کو رسول بنا کر بھیجا ہے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بے شک۔

۱۔ رقم الحدیث ۱۰۲۱۰ کتاب الایمان، باب فی بیان الایمان باللہ و شرائع الدین۔

اُس دیہاتی نے کہا کہ آپ کا قاصد یہ یقین ظاہر کرتا ہے کہ ہمارے دن اور رات میں پانچ نمازیں فرض ہیں؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اُس نے سچ کہا۔

اُس دیہاتی نے کہا کہ قسم ہے اُس ذات کی کہ جس نے آپ کو رسول بنا کر بھیجا ہے، کیا اللہ نے آپ کو اس (پانچ وقت کی نماز) کا حکم فرمایا ہے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بے شک۔

اُس دیہاتی نے کہا کہ آپ کا قاصد یہ یقین ظاہر کرتا ہے کہ ہمارے مالوں میں زکاۃ فرض ہے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اُس نے سچ کہا۔

اُس دیہاتی نے کہا کہ قسم ہے اُس ذات کی کہ جس نے آپ کو رسول بنا کر بھیجا ہے، کیا اللہ نے آپ کو اس (مال کی زکاۃ) کا حکم فرمایا ہے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بے شک۔

اُس دیہاتی نے کہا کہ آپ کا قاصد یہ یقین ظاہر کرتا ہے کہ ہمارے اوپر سال بھر میں رمضان کے مہینے کے روزے فرض ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اُس نے سچ کہا۔

اُس دیہاتی نے کہا کہ قسم ہے اُس ذات کی کہ جس نے آپ کو رسول بنا کر بھیجا ہے، کیا اللہ نے آپ کو اس (رمضان کے روزے) کا حکم فرمایا ہے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بے شک۔

اُس دیہاتی نے کہا کہ آپ کا قاصد یہ یقین ظاہر کرتا ہے کہ ہمارے اوپر بیٹ اللہ کا حج کرنا فرض ہے، اُس شخص پر جو اس کی طرف چلنے کی استطاعت و قدرت رکھتا ہو؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اُس نے سچ کہا۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ وہ دیہاتی شخص واپس جانے لگا اور اُس نے

کہا کہ قسم ہے اُس ذات کی جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے، میں ان اعمال پر نہ تو (اپنی طرف سے کوئی) زیادتی کروں گا، اور نہ ان میں سے (کسی عمل کو) کم کروں گا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر اس نے سچ کہا تو یہ ضرور جنت میں داخل ہو جائے گا (صحیح مسلم)

اس سے معلوم ہوا کہ نماز، روزے اور زکوٰۃ کی طرح صاحب استطاعت پر بیٹ اللہ کا حج کرنا بھی فرض ہے۔

حج چونکہ اسلام کا اہم رکن اور فریضہ ہے، اس لئے جہاں اس کی ادائیگی کی تاکید و اہمیت ثابت ہوتی ہے، اسی سے اس کو ترک کرنے اور چھوڑنے کی بُرائی بھی ظاہر ہوتی ہے۔

اور بعض احادیث و روایات میں حج کے فریضہ کو چھوڑنے پر سخت وعیدیں بھی آئی ہیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی سند سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد مروی ہے کہ:

مَنْ مَلَكَ زَادًا وَرَاحِلَةً تَبْلُغُهُ إِلَى بَيْتِ اللَّهِ وَلَمْ يَحُجَّ فَلَا عَلَيْهِ أَنْ يَمُوتَ يَهُودِيًّا، أَوْ نَصْرَانِيًّا، وَذَلِكَ أَنَّ اللَّهَ يَقُولُ فِي كِتَابِهِ: وَلِلَّهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ إِلَيْهِ سَبِيلًا (ترمذی) ۱

ترجمہ: جس شخص کے پاس حج کے سفر کا ضروری سامان ہو اور اس کو سواری (یا اس

۱۔ رقم الحديث ۸۱۲، ابواب الحج، باب ما جاء في التغليظ في ترك الحج، واللفظ له؛ شعب الايمان للبيهقي، رقم الحديث ۳۶۹۲؛ مسند البزار، رقم الحديث ۸۶۱؛ الترغيب والترهيب للصبهاني، رقم الحديث ۱۰۷۷.

قال الترمذی: هذا حديث غريب لا نعرفه إلا من هذا الوجه، وفي إسناده مقال، وهلال بن عبد الله مجهول، والحارث يضعف في الحديث. وقال البيهقي:

تفرد به هلال أبو هاشم مولى ربيعة بن عمرو، عن أبي إسحاق.

وقال البزار:

وهذا الحديث لا نعلم له إسنادا عن علي، إلا هذا الإسناد، وهلال هذا بصرى حدث عنه غير واحد من البصريين، عفان، ومسلم بن إبراهيم، وغيرهما ولا نعلم يروى عن علي إلا من هذا الوجه.

کا کرایہ) میسر ہو جو بیٹ اللہ تک اس کو پہنچا سکے، اور پھر وہ حج نہ کرے، تو کوئی فرق نہیں کہ وہ یہودی ہو کر مرے یا نصرانی ہو کر اور یہ اس لئے ہے کہ اللہ نے اپنی کتاب میں فرمایا ہے کہ:

”اللہ تعالیٰ کے لئے بیت اللہ کا حج فرض ہے ان لوگوں پر جو اس تک جانے کی استطاعت رکھتے ہیں“ (اور جو شخص کفر و انکار کرے تو اللہ تو تمام عالم والوں سے بے نیاز ہے) (ترمذی)

فائدہ: محدثین کے قواعد کے موافق اس حدیث کی سند میں کلام ہے، لیکن سورہ آل عمران کی آیت سے جس میں استطاعت رکھنے والے پر حج کے فرض اور منکر کے بارے میں اللہ کے بے نیاز ہونے کا ذکر کیا گیا ہے۔

اور کئی روایات سے اس حدیث کی تائید ہوتی ہے۔ ۱۔

۱۔ من ملک زادا وراحلة تبسلغه إلى بيت الله الحرام ولم يحج فلا عليه أن يموت يهوديا أو نصرانيا (ت) من حديث علي (عد) من حديث أبي هريرة بلفظ من مات ولم يحج حجة الإسلام في غير وجع حابس أو حاجة ظاهرة أو سلطان جائر فليمت أي الميتين إما يهوديا أو نصرانيا (أبو يعلى وابن الجوزي) من حديث أبي أمامة بنحوه ولا يصح في سند الأول الحارث الأعور وفيه هلال بن عبد الله مولى ربيعة بن عمرو ومجهول، وفي الثاني أبو المهزم وعبد الرحمن بن قطامي، وفي الثالث عمار بن مطر، وفي الرابع المغيرة بن عبد الرحمن وليث بن أبي سليم متروكان وإنما يروى هذا من قول عمر (تعقب) بأن حديث علي أورده الذهبي في الميزان من طريق هلال ثم قال قد جاء بإسناد آخر أصح من هذا وله شواهد من حديث أبي أمامة وأبي هريرة، وقد أخرجه البيهقي من حديث أبي أمامة، وقال إسناده وإن كان غير قوي، فله شاهد من قول عمر أخرجه سعيد بن منصور في سننه عن عمر، قال لقد هممت أن أبعث رجلا إلى هذه الأمصار فليظروا كل من كان له جدة ولم يحج فيضربوه عليه الجزية ما هم بمسلمين، وقال القاضي عز الدين ابن جماعة في مناسكه لا التفات إلى قول ابن الجوزي إن حديث علي موضوع وكيف يصفه بالوضع وقد أخرجه الترمذی فی جامعہ، وقال إن كل حديث في كتابه معمول به إلا حديثين وليس هذا أحدهما، قال والحديث مؤول على من يستحل تركه ولا يعتقد وجوبه وقال الحافظ ابن حجر في تخریج أحادیث الرافعی هذا الحديث له طرق فأخرجه سعيد بن منصور وأحمد في كتاب الإيمان وأبو يعلى والبيهقي من طرق عن شريك عن ليث بن أبي سليم عن ابن سابط عن أبي أمامة وليث ضعيف وشريك سيء الحفظ وقد خالفه سفيان الثوري فأرسله، أخرجه أحمد في الإيمان وابن أبي شيبة من طريقه عن ابن

﴿بقية حاشية اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد مروی ہے کہ:

مَنْ لَمْ يَمْنَعْهُ عَنِ الْحَجِّ حَاجَةٌ ظَاهِرَةٌ، أَوْ سُلْطَانٌ جَائِرٌ، أَوْ مَرَضٌ حَاسِبٌ فَمَاتَ وَلَمْ يَحُجَّ، فَلَيْمُتْ إِنْ شَاءَ يَهُودِيًّا، وَإِنْ شَاءَ نَصْرَانِيًّا

(سنن الدارمی) ۱

ترجمہ: جس شخص کے لئے کوئی ظاہری ضرورت حج سے مانع و رکاوٹ نہ ہو، یا

﴿گزشتہ صفحے کا نتیجہ حاشیہ﴾

سابط مرسلًا وقال المنذرى طريق أبى أمانة على ما فيها أصلح طرقه وله طريق أخرى صحيحة موقوفة آخر جها البيهقي عن عمر قال ليمت يهوديا أو نصرانيا ثلاث مرات رجل مات ولم يحج، وجد لذلك سعة وخليت سبيله، قال ابن حجر فإذا انضم هذا الموقوف إلى مرسل ابن سابط علم أن لهذا الحديث أصلا ومحملة على من استحل الترك وتبين لذلك خطأ من ادعى أنه موضوع (قلت) وعن بعضهم أنه على سبيل التغليظ والتنفير والتحريض على المبادرة إلى قضاء الفرض وعن بعضهم أنه على سبيل التمثيل لأن اليهودى والنصرانى لا يحج فمن مات ولم يحج كان كاليهودى والنصرانى، والله أعلم، (قال) السيوطى ومن شواهد ما أخرجه ابن أبى حاتم فى تفسيره عن ابن عمر، قال من كان يحد وهو مؤسر صحيح ولم يحج كان سيماه بين عينيه كافر، ثم تلا هذه الآية: (ومن كفر فإن الله غنى عن العالمين)، وأخرج سعيد بن منصور من وجه آخر عن ابن عمر قال من وجد إلى الحج سبيلا سنة ثم سنة ثم مات ولم يحج لم يصل عليه لأنه لا يدري مات يهوديا أو نصرانيا (قلت) وتعقبه الحافظ ابن حجر أيضا فيما رأيته بخطه على حاشية الموضوعات لابن درباس بأن ابن الجوزى نفسه قد أخرج هذه الأحاديث بالتحقيق محتجا بها فإن كانت موضوعة فكيف جاز له الاحتجاج بها والله تعالى أعلم (تنزيه الشريعة المرفوعة، ج ۲ ص ۱۶۷، ۱۶۸، كتاب الحج، الفصل الثانى)

۱۔ رقم الحديث ۱۸۲۶، كتاب المناسك، باب من مات ولم يحج؛ اخبار مكة للفاكهى، رقم الحديث ۸۰۱؛ شعب الايمان، رقم الحديث ۳۶۹۳؛ سنن كبرى للبيهقى، رقم الحديث ۸۶۶۰؛ حلية الاولياء، ج ۹، ص ۲۵۱.

قال البيهقى فى السنن الكبرى:

وهذا وإن كان إسناده غير قوى فله شاهد من قول عمر بن الخطاب رضى الله عنه.

وقال البيهقى فى شعب الايمان:

قال الشيخ أحمد: وهذا إن صح فإنما أراد والله أعلم إذا لم يحج وهو لا يرى تركه مائما، ولا فعله برا.

وقال الحافظ العسقلانى:

هذا الحديث ذكره ابن الجوزى فى الموضوعات وقال العقيلي والدارقطنى لا يصح فيه شيء. قلت: وله طرق (التلخيص الحبير كتاب الحج، رقم الحديث ۹۵۸)

خالم بادشاہ کی طرف سے روک نہ ہو، یا ایسا مرض نہ ہو جو حج سے روک دے (مثلاً چلنے پھرنے سے معذوری) پھر وہ بغیر حج کئے مر جائے تو چاہے یہودی ہو کر مرے یا نصرانی ہو کر مرے (داری، بیہقی)

جلیل القدر تابعی حضرت عمرو بن میمون رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ:
 قَالَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: مَنْ قَدَرَ عَلَى أَنْ يَحُجَّ فَلَمْ يَحُجَّ، فَلَيْمْتُ يَهُودِيًّا أَوْ نَصْرَانِيًّا (أخبار مكة للفاہمی) ۱
 ترجمہ: حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جو شخص حج کرنے کی قدرت رکھتا ہو، پھر وہ حج نہ کرے، تو چاہے وہ یہودی ہو کر مرے یا نصرانی (یعنی عیسائی) ہو کر (اخبار مکہ)

اور حضرت عدی کندی اور حضرت ضحاک بن عرزم رحمہما اللہ سے روایت ہے کہ:
 قَالَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ: مَنْ مَاتَ وَهُوَ مُوسِرٌ لَمْ يَحُجَّ، فَلَيْمْتُ عَلَى أَيْ حَالٍ شَاءَ، يَهُودِيًّا، أَوْ نَصْرَانِيًّا (مصنف ابن ابی شیبہ) ۲
 ترجمہ: حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جو شخص فوت ہو جائے، اور اُس نے مالدار ہوتے ہوئے حج نہیں کیا، تو وہ چاہے کسی حال میں مرے، چاہے یہودی ہو کر مرے یا نصرانی (یعنی عیسائی) ہو کر (مصنف ابن ابی شیبہ)
 بعض صحابہ اور تابعین سے اس قسم کی اور بھی وعیدیں مروی ہیں۔ ۳

۱۔ رقم الحدیث ۸۰۴، ج ۱ ص ۳۸۱، الناشر: دار خضر، بیروت.

قال ابن کثیر: وهذا إسناده صحيح إلى عمر رضي الله عنه (تفسير ابن کثیر ج ۲ ص ۷۳، سورة آل عمران)

۲۔ رقم الرواية ۱۴۶۷۰، کتاب المناسک، باب فی الرجل یموت ولم یحج وهو موسر، عن عدی؛ السنة لأبی بکر بن الخلال، رقم الحدیث ۱۵۹۳ عن ضحاک بن عزم)

۳۔ عن مجاهد، عن ابن عمر، قال: من مات وهو موسر لم یحج، جاء يوم القيامة وبين عينيه مكتوب: كافر (مصنف ابن ابی شیبہ، رقم الرواية ۱۴۶۶۹، فی الرجل یموت ولم یحج وهو موسر) ﴿بقیہ حاشیائے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں﴾

یہ حج کے انکار کرنے کی ایسی وعید ہے جیسا کہ قرآن مجید میں پہلے نماز پڑھنے کا حکم دیا گیا اور پھر مشرکین میں سے نہ ہونے کا ذکر فرمایا گیا۔

چنانچہ قرآن مجید میں حق تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

أَقِمْو الصَّلَاةَ وَلَا تَكُونُوا مِنَ الْمُشْرِكِينَ (سورة الروم رقم الآية ۳۱)

ترجمہ: تم نماز کو قائم کرو اور شرک کرنے والوں میں سے مت ہو جاؤ (سورہ روم)

جس سے معلوم ہوا کہ نماز نہ پڑھنا مشرکوں والا عمل ہے۔

اسی طرح حج نہ کرنے والوں کو یہود و نصاریٰ کے مشابہ بتایا گیا ہے جس طرح سے کہ نماز نہ پڑھنے والوں کو مشرکوں کے مشابہ بتایا گیا ہے۔

اس کا راز یہ ہے کہ عیسائی اور یہودی حج نہیں کرتے، لہذا باوجود استطاعت کے حج نہ کرنا یہودیوں اور عیسائیوں کے ساتھ مشابہت ہے۔

اور عرب کے مشرکین حج تو کرتے تھے لیکن وہ نماز نہیں پڑھتے تھے اس لئے نماز نہ پڑھنے کو مشرکوں والا عمل بتایا۔

بہر حال مطلب یہ ہے کہ استطاعت و قدرت ہوتے ہوئے بغیر حج کئے مرنے والے ناشکرے اور نافرمان بندے کی اللہ تعالیٰ کو کوئی پروا نہیں۔

حضرت ضحاک بن مزاحم رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ:

﴿گزشتہ صفحہ کا بقیہ حاشیہ﴾

عن إبراهيم، قال: قال الأسود لرجل منهم موسر: لو مت ولم تحج، لم أصل عليك (ايضاً، رقم الرواية ۱۴۶۶۶)

عن شعبة، عن أبي المعلى، عن سعيد بن جبیر، قال: لو كان لي جار موسر، ثم مات ولم يحج، لم أصل عليه (ايضاً، رقم الرواية ۱۴۶۶۸)

عن مجاهد بن رومی، وكان ثقة، قال: سألت سعيد بن جبیر، وعبد الرحمن بن أبي ليلى، وعبد الله بن معقل عن رجل مات ولم يحج، وهو موسر؟ فقال سعيد: النار، النار، وقال ابن معقل: مات وهو لله عاص، وقال ابن أبي ليلى: إني لأرجو إن حج عنه وليه (ايضاً، رقم الرواية ۱۴۶۶۷)

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: مَنْ كَانَ لَهُ مَالٌ يُبْلَغُهُ حَجَّ بَيْتِ رَبِّهِ، أَوْ يَجِبُ عَلَيْهِ فِيهِ زَكَاةٌ، فَلَمْ يَفْعَلْ، يَسْأَلِ الرَّجْعَةَ عِنْدَ الْمَوْتِ، فَقَالَ رَجُلٌ: يَا ابْنَ عَبَّاسٍ، اتَّقِ اللَّهَ، فَإِنَّمَا يَسْأَلُ الرَّجْعَةَ الْكُفَّارُ؟ فَقَالَ: سَأَلُوا عَلَيْكَ بِذَلِكَ قُرْآنًا (يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تُلْهِكُمْ أَمْوَالُكُمْ وَلَا أَوْلَادُكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللَّهِ وَمَنْ يَفْعَلْ ذَلِكَ فَأُولَئِكَ هُمُ الْخَاسِرُونَ وَأَنْفِقُوا مِمَّا رَزَقْنَاكُمْ مِنْ قَبْلِ أَنْ يَأْتِيَ أَحَدَكُمُ الْمَوْتُ فَيَقُولَ رَبِّ لَوْلَا أَخَّرْتَنِي إِلَى أَجَلٍ قَرِيبٍ فَأَصَّدَّقَ) إِلَى قَوْلِهِ (وَاللَّهُ خَبِيرٌ بِمَا تَعْمَلُونَ) قَالَ: فَمَا يُوجِبُ الزَّكَاةَ؟ قَالَ: إِذَا بَلَغَ الْمَالُ مِائَتَيْنِ فَصَاعِدًا، قَالَ: فَمَا يُوجِبُ الْحَجَّ؟ قَالَ: الزَّادُ وَالْبُعِيرُ (ترمذی) ۱

ترجمہ: ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جس شخص کے پاس اپنے رب کے گھر کے حج کو جانے کے لیے مال ہو اور وہ حج نہ کرے یا اس کے پاس اتنا مال ہو جس پر زکاة واجب ہو اور زکاة ادا نہ کرے، وہ مرتے وقت دنیا میں واپس آنے کی درخواست کرے گا، ایک شخص نے عرض کیا کہ اے ابن عباس! اللہ سے ڈریئے، دنیا میں واپسی کی تمنا تو کافر کریں گے (یعنی مسلمان دنیا میں واپسی کی تمنا نہ کریں گے) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں ابھی آپ کو اس پر قرآن کی تلاوت سناتا ہوں (جس میں مسلمانوں ہی کا ذکر ہے، اس کے بعد حضرت

۱۔ رقم الحديث ۳۳۱۶، ابواب تفسير القرآن، باب: ومن سورة المنافقين، واللفظ له، المعجم الكبير للطبرانی، رقم الحديث ۱۲۶۳۵، و رقم الحديث ۱۲۶۳۶؛ مسند عبد بن حميد، رقم الحديث ۶۹۵.

قال الترمذی: حدثنا عبد بن حميد قال: حدثنا عبد الرزاق، عن الثوري، عن يحيى بن أبي حية، عن الضحاك، عن ابن عباس، عن النبي صلى الله عليه وسلم بنحوه. هكذا روى سفيان بن عيينة، وغير واحد هذا الحديث عن أبي جناب، عن الضحاك، عن ابن عباس، قوله، ولم يرفعه، "وهذا أصح من رواية عبد الرزاق، وأبو جناب القصاب، اسمه: يحيى بن أبي حية وليس هو بالقوى في الحديث".

ابن عباس رضی اللہ عنہ نے سورہ منافقون کے آخر کی یہ آیتیں تلاوت کیں (يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تُلْهِكُمْ أَمْوَالُكُمْ وَلَا أَوْلَادُكُمْ عَنْ خَيْرِ سُورَتِ تِك
جن کا ترجمہ یہ ہے کہ:

”اے ایمان والو! تمہارے مال اور تمہاری اولاد اللہ کی یاد سے غافل نہ کرنے
پائیں اور جو ایسا کرے گا (کہ اس کے مال، اولاد اس کو اللہ کی یاد سے غافل
کر دیں) یہی لوگ خسارہ والے ہیں اور ہم نے جو کچھ مال دیا ہے اس سے پہلے
پہلے (اللہ کے کاموں میں) خرچ کر لو کہ تم میں سے کسی کے (سرپر) موت
آجائے اور وہ (حسرت اور تمنائے) کہنے لگے کہ اے میرے رب مجھ کو تھوڑی سی
مہلت کیوں نہ دی کہ میں صدقہ (اور آپ کے راستہ میں خرچ) کر لیتا اور نیک
کام کرنے والوں میں شامل ہو جاتا، مگر جب کسی کا مقررہ وقت آجائے، تو اللہ
ہرگز مہلت نہیں دیتا اور اللہ تعالیٰ کو تمہارے سب کاموں کی پوری خبر ہے“
پھر اس آدمی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے سوال کیا کہ زکاۃ کتنے مال
میں واجب ہوتی ہے؟

تو آپ نے فرمایا کہ جب مال دو سو درہم (یعنی ساڑھے باون تولہ چاندی) کی
مالیت یا اس سے زیادہ ہو، پھر اس شخص نے سوال کیا کہ حج کو کون سی چیز واجب
کرتی ہے تو آپ نے جواب دیا کہ سفر کا سامان اور سواری (ترمذی)

دنیا میں لوٹنے کی تمنا کرنے کا ذکر قرآن مجید میں اور جگہ بھی ہے، چنانچہ ارشاد ہے کہ:
”حَتَّىٰ إِذَا جَاءَ أَحَدَهُمُ الْمَوْتُ قَالَ رَبِّ ارْجِعُونِ لَعَلِّي أَعْمَلُ صَالِحًا
فِيمَا تَرَكْتُ كَلَّا إِنَّهَا كَلِمَةٌ هُوَ قَائِلُهَا وَمِنْ وَرَائِهِمْ بَرْزَخٌ إِلَى يَوْمِ
يُبْعَثُونَ“ (سورۃ المؤمنون رقم الآیۃ ۹۹، ۱۰۰)

ترجمہ: حتیٰ کہ جب ان میں سے کسی کو موت آنے لگتی ہے اس وقت کہتا ہے کہ

اے میرے رب مجھ کو دنیا میں واپس کر دیجئے تاکہ میں جس (مال و متاع) کو چھوڑ آیا ہوں اس میں پھر نیک کام کروں (اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ) ایسا ہرگز نہیں ہوگا، یہ اس کی ایک بات ہے جس کو وہ کہے جا رہا ہے اور ان کے آگے برزخ کا عالم (یعنی قبر میں رہنا) ہے قیامت تک کے لئے (سورہ مؤمنون)

جو لوگ روپیہ پیسہ خیر کے کاموں اور خاص کر فرض حج سے بچا بچا کر رکھتے ہیں تو ان کا پیسہ خواہ مخواہ کے مقدمات وغیرہ میں، جھگڑوں میں اور اس سے بڑھ کر بعض اوقات ناجائز کاموں، مثلاً ناچ گانے اور موسیقی، تصویر سازی وغیرہ میں خرچ ہونے لگتا ہے۔

اور اگر اللہ تعالیٰ کی اس عطا فرمائی ہوئی دولت کو خیر کے کاموں میں آدمی خرچ کرے تو پھر ان بلاؤں سے حفاظت میں رہتا ہے۔

یہ تاکید فرض حج کے لئے ہے

یہ بات سمجھ لینا ضروری ہے کہ حج کے بارے میں جو تاکیدیں اور حج نہ کرنے پر جو وعیدیں ذکر کی گئیں وہ فرض حج کے بارے میں ہیں اور حج عمر میں صرف ایک مرتبہ فرض ہے، جس نے ایک مرتبہ حج کر لیا وہ اس فریضہ سے سبکدوش ہو گیا، البتہ ایک مرتبہ حج کرنے کے بعد دوبارہ، سہ بارہ، حج کرنا فی نفسہ گناہ تو نہیں بلکہ ثواب کا کام ہے، لیکن ایک مرتبہ حج کر لینے کے بعد پھر بعد میں حج کرنا یہ نقلی درجہ کا عمل ہے، فرض یا واجب درجہ کا عمل نہیں، لہذا اس کو نفل ہی کا درجہ دینا چاہئے، اور اس کو اس درجہ سے بڑھانا نہیں چاہئے، بعض لوگ اس سلسلہ میں بہت غلو کرتے ہیں اور نفل حج کی خاطر کئی قسم کے گناہوں کا ارتکاب کرتے ہیں، اور دوسروں کے حج فرض میں خلل کا باعث بنتے ہیں۔

یہ عمل قابل اصلاح ہے، جس کی تفصیل ان شاء اللہ تعالیٰ آگے تحقیقی مسائل کے ضمن میں آتی ہے۔

حج کے فضائل و فوائد

حجۃ الوداع میں خاص عرفات کے میدان میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ آیت نازل ہوئی کہ:

”الْيَوْمَ اكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَأَتِمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي وَرَضِيتُ لَكُمُ
الْإِسْلَامَ دِينًا“ (سورۃ المائدہ، رقم الآیہ ۳)

ترجمہ: آج کے دن تمہارے لئے تمہارے دین کو میں نے کامل و مکمل دیا، اور تم پر
اپنا انعام (آج) پورا کر دیا اور میں نے اسلام کو تمہارا دین بننے کے لئے (ہمیشہ
کو) پسند کر لیا (سورہ مائدہ)

حج کے اہم فضائل میں سے ایک یہ بات ہی کیا کم ہے کہ یہ آیت مبارکہ ”جس میں دین کی
تکمیل کا اعلان ہے“ حج کے مبارک موقع پر نازل ہوئی۔
امام غزالی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

”الْحَجُّ مِنْ بَيْنِ أَرْكَانِ الْإِسْلَامِ وَمَبَانِيهِ عِبَادَةُ الْعُمْرِ وَخِتَامُ الْأَمْرِ
وَتَمَامُ الْإِسْلَامِ وَكَمَالُ الدِّينِ، فِيهِ أَنْزَلَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ ”الْيَوْمَ
أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَأَتِمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي وَرَضِيتُ لَكُمُ الْإِسْلَامَ
دِينًا“ (احیاء علوم الدین للغزالی، کتاب اسرار الحج)

ترجمہ: حج اسلام کے بنیادی ارکان میں سے اور پوری عمر کی عبادت ہے، اسی پر
(دین کے) احکام کا اختتام ہوا ہے اور اسی پر اسلام تمام اور دین مکمل ہوا ہے، اسی
میں اللہ عز و جل نے یہ آیت نازل فرمائی کہ:

”الْيَوْمَ اكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَأَتِمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي وَرَضِيتُ لَكُمُ
الْإِسْلَامَ دِينًا“ (احیاء العلوم)

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَنْ صَامَ رَمَضَانَ وَصَلَّى الصَّلَوَاتِ وَحَجَّ الْبَيْتِ، لَا أَذْرِي أَذْكَرَ الزَّكَاةَ أَمْ لَا، إِلَّا كَانَ حَقًّا عَلَى اللَّهِ أَنْ يَغْفِرَ لَهُ (ترمذی) ۱

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے رمضان کے روزے رکھے، اور نمازیں پڑھیں، اور بیت اللہ کا حج کیا، راوی کہتے ہیں کہ شاید زکاۃ کی ادائیگی کا بھی ذکر فرمایا، تو اللہ پر یہ حق ہے کہ اس کی مغفرت فرمادیں گے (ترمذی)

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: خُمُسُ مَنْ جَاءَ بِهِمْ مَعَ إِيْمَانٍ دَخَلَ الْجَنَّةَ، مَنْ حَافِظًا عَلَى الصَّلَوَاتِ الْخُمْسَ عَلَى وَضُوئِهِنَّ وَرُكُوعِهِنَّ وَسُجُودِهِنَّ وَمَوَاقِيْتِهِنَّ، وَصَامَ رَمَضَانَ، وَحَجَّ الْبَيْتِ إِنْ اسْتَطَاعَ إِلَيْهِ سَبِيلًا، وَأَعْطَى الزَّكَاةَ طَيِّبَةً بِهَا نَفْسُهُ، وَأَدَّى الْأَمَانَةَ، قَالُوا: يَا أَبَا الدَّرْدَاءِ، وَمَا أَدَاءُ الْأَمَانَةِ قَالَ: الْغُسْلُ مِنَ الْجَنَابَةِ (ابوداؤد) ۲

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پانچ چیزیں ہیں، جو انہیں ایمان کے ساتھ بجالائے گا، تو وہ جنت میں داخل ہوگا، جس نے پانچ نمازوں کی وضو کے ساتھ اور نمازوں کے رکوع اور سجود اور اوقات کی پابندی کے ساتھ حفاظت کی، اور رمضان کے روزے رکھے، اور بیت اللہ کا حج کیا، اگر بیت اللہ کی طرف جانے کی استطاعت ہے، اور اپنی خوش دلی کے ساتھ زکاۃ ادا کی، اور امانت ادا کی، لوگوں نے عرض کیا کہ اے ابوالدرداء امانت کی ادائیگی کیا ہے؟ تو فرمایا کہ غسل جنابت کرنا (ابوداؤد)

۱۔ رقم الحدیث ۲۵۳۰، ابواب صفة الجنة، باب ما جاء في صفة درجات الجنة.

۲۔ رقم الحدیث ۴۲۹، کتاب الصلاة، باب في المحافظة على وقت الصلوات.

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: مَنْ حَجَّ لِلَّهِ فَلَمْ يَرْفُثْ،
وَلَمْ يَفْسُقْ، رَجَعَ كَيَوْمِ وَلَدَتْهُ أُمُّهُ (بخاری) ۱

ترجمہ: میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جس شخص نے اللہ کے لئے (یعنی اخلاص کے ساتھ) حج کیا، اور (اس میں) نہ تو شہوت والی بات کی اور نہ گناہ کیا تو وہ (حج کے بعد گناہوں سے) اس طرح (پاک صاف ہو کر) لوٹے گا جس دن کہ وہ (گناہوں سے) اپنی ماں سے پیدا ہونے کے وقت (پاک صاف) تھا (بخاری)

فائدہ: اس حدیث میں گناہوں سے پاک ہونے کے لئے حج میں گناہ اور شہوت والی بات سے بچنے کی قید لگی ہوئی ہے۔ ۲

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ہی ایک حدیث ان الفاظ میں مروی ہے کہ:

قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ حَجَّ فَلَمْ يَرْفُثْ، وَلَمْ
يَفْسُقْ، غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ (سنن الترمذی) ۳

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے حج کیا، اور نہ تو (اس حج

۱ رقم الحدیث ۱۵۲۱، کتاب الحج، باب فضل الحج المبرور، واللفظ له؛ سنن النسائی، رقم الحدیث ۲۶۲۷؛ ابن ماجہ، رقم الحدیث ۲۸۸۹؛ مسند احمد، رقم الحدیث ۷۱۳۶۔

۲ (قال: قال رسول الله -صلى الله عليه وسلم -من حج لله) أى خالصاً له تعالى (فلم يرفث) أى فى حجه بتثليث الفاء والضم أشهر قال السيوطى -رحمه الله -الرفث يطلق على الجماع، وعلى التعريض، وعلى الفحش فى القول، وهو المراد هنا وفاؤه مثلاً فى الماضى والمضارع والأفصح الفتح فى الماضى والضم فى المضارع (ولم يفسق) بضم السين أى لم يفعل فيه كبيرة، ولا أصر على صغيرة، ومن الكبائر ترك التوبة عن المعاصى قال تعالى: (ومن لم يتب فأولئك هم الظالمون) (مراقبة المفاتيح، ج ۵ ص ۷۴۱، كتاب المناسك)

۳ رقم الحدیث ۸۱۱، ابواب الحج، باب ما جاء فى ثواب الحج والعمرة.

قال الترمذی: حدیث أبی ہریرة حدیث حسن صحیح وأبو حازم كوفى وهو الأشجعی، واسمه سلمان مولى عزة الأشجعية "

میں) شہوت والی بات کی اور نہ گناہ کیا، تو اس کے گزشتہ گناہ معاف کر دیئے جائیں گے (ترمذی)

حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سے ایک حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد مروی ہے کہ:

أَنَّ الْإِسْلَامَ يَهْدِمُ مَا كَانَ قَبْلَهُ؟ وَأَنَّ الْهَجْرَةَ تَهْدِمُ مَا كَانَ قَبْلَهَا وَأَنَّ الْحَجَّ يَهْدِمُ مَا كَانَ قَبْلَهُ (مسلم) ۱

ترجمہ: بے شک اسلام گزشتہ (گناہوں) کو منہدم (و ختم) کر دیتا ہے، اور ہجرت گزشتہ (گناہوں) کو منہدم (و ختم) کر دیتی ہے اور حج گزشتہ (گناہوں) کو منہدم (و ختم) کر دیتا ہے (صحیح مسلم)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ایک حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد مروی ہے کہ:

وَالْحَجُّ الْمَبْرُورُ لَيْسَ لَهُ جَزَاءٌ إِلَّا الْجَنَّةُ (بخاری) ۲

ترجمہ: اور حج مبرور کی جزاء و بدلہ صرف جنت ہے (بخاری، مسلم)

حج مبرور کی تحقیق آگے آتی ہے۔

اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: تَابِعُوا بَيْنَ الْحَجِّ وَالْعُمْرَةِ، فَإِنَّهُمَا يَنْفِيَانِ الْفَقْرَ وَالذُّنُوبَ كَمَا يَنْفِي الْكَبِيرُ خَبَثَ الْحَدِيدِ،

۱ رقم الحديث ۱۹۲ "۱۲۱" كتاب الايمان، باب كون الإسلام يهدم ما قبله وكذا الهجرة والحج.

۲ رقم الحديث ۱۷۷۳، كتاب الحج، ابواب العمرة، باب وجوب العمرة وفضلها؛ مسلم، رقم الحديث ۱۳۳۹ "۳۳۷" باب في فضل الحج والعمرة ويوم عرفة، ترمذی، رقم الحديث ۹۳۳؛ ابن ماجه، رقم الحديث ۲۸۸۸؛ نسائی، رقم الحديث ۲۶۲۹.

وَالذَّهَبِ، وَالْفِضَّةِ، وَلَيْسَ لِلْحَجَّةِ الْمَبْرُورَةِ ثَوَابٌ إِلَّا الْجَنَّةُ (ترمذی) ۱۔
ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم حج اور عمرے کو آگے پیچھے ادا کرو، کیونکہ یہ دونوں فقروفاقیہ اور گناہوں کو اس طرح سے دُور کر دیتے ہیں، جس طرح سے بھٹی لوہے اور سونے اور چاندی کے میل پچیل کو الگ کر دیتی ہے، اور حج مبرور کا ثواب صرف جنت ہے (ترمذی، نسائی)

اسی قسم کی حدیث دوسری سندوں سے بھی مروی ہے۔ ۲۔
فائدہ: اس حدیث سے جہاں حج مبرور کی فضیلت معلوم ہوئی، اسی کے ساتھ حج اور عمرے کو آگے پیچھے ادا کرنے کی فضیلت بھی معلوم ہوئی، خواہ وہ حج قرآن کی شکل میں ہو، جس میں ایک سفر اور ایک احرام کے ساتھ پہلے عمرہ اور پھر حج ادا کیا جاتا ہے، یا حج تمتع کی شکل میں ہو، جس میں ایک سفر کے ساتھ اور الگ الگ احراموں کے ساتھ پہلے عمرہ اور پھر حج ادا کیا جاتا ہے۔ ۳۔

۱۔ رقم الحدیث ۸۱۰، ابواب الحج، باب ما جاء في ثواب الحج والعمرة، واللفظ له؛ نسائی، رقم الحدیث ۲۶۳۱۔

قال الترمذی: وفي الباب عن عمر، وعامر بن ربيعة، وأبي هريرة، وعبد الله بن حنبل، وأم سلمة، وجابر: حديث ابن مسعود حديث حسن صحيح غريب من حديث ابن مسعود۔

۲۔ عن عمر، عن النبي صلى الله عليه وسلم قال: تابعا بين الحج والعمرة، فإن المتابعة بينهما، تنفي الفقر والذنوب، كما ينفي الكبر، خبث الحديد (ابن ماجه، رقم الحدیث ۲۸۸۷)

عن عبد الله بن عامر بن ربيعة، عن أبيه، قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "تابعا بين الحج والعمرة، فإن متابعة بينهما تنفي الفقر والذنوب، كما ينفي الكبر خبث الحديد" (مسند احمد، رقم الحدیث ۱۵۶۹۳)

فی حاشیہ مسند احمد: صحیح لغیرہ۔

عن عمرو بن دينار، قال: قال ابن عباس: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "تابعا بين الحج والعمرة، فإنهما ينفيان الفقر، والذنوب، كما ينفي الكبر خبث الحديد" (نسائی، رقم الحدیث، ۲۶۳۰)

۳۔ (وعن ابن مسعود قال: قال رسول الله -صلى الله عليه وسلم -تابعا بين الحج والعمرة) أى قاربوا بينهما إما بالقرآن أو بفعل أحدهما بعد الآخر قال الطيبي -رحمه الله :إذا اعتمرتم فحجوا، وإذا حججتم فاعتمروا (مرقاۃ المفاتیح، ج ۵ ص ۱۷۵، کتاب المناسک)

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

محققین نے فرمایا کہ حج سے صغیرہ گناہ معاف ہوتے ہیں، وہ بھی اُس وقت جبکہ حج مبرور کیا جائے (جس کا ذکر آگے آتا ہے) اور کبیرہ گناہ توبہ کے بغیر معاف نہیں ہوتے، البتہ اگر کوئی حج کرنے سے پہلے یا حج کے موقع پر کبیرہ گناہوں سے سچی توبہ کر لے، تو پھر کبیرہ گناہ بھی معاف ہو جاتے ہیں (وفیہ اقوال اخر) ۱۔

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

(تابعوا بین الحج والعمرة) أى إذا حججتم فاعتمروا وإذا اعتمرتم فحجوا (فیض القدير، تحت رقم الحديث ۳۲۲۷)

وروى عنه - صلى الله عليه وسلم - أنه قال : تابعوا بين الحج والعمرة فإن المتابعة بينهما تزيد فى العمر، وتنفي الفقر، ولأن القرآن، والتمتع جمع بين عبادتين بإحرامين، فكان أفضل من إتيان عبادة واحدة بإحرام واحد (بدائع الصنائع، ج ۲، ص ۱۷۵، كتاب الحج، فصل بيان ما يجب على الممتع والقارن بسبب التمتع والقران)

۱۔ (الإسلام يهدم ما كان قبله) من سائر الذنوب التى أعظمها الكفر، قال تعالى : قل للذين كفروا إن ينتهوا يغفر لهم ما قد سلف : (وأن الهجرة تهدم ما كان قبلها) أى مما يحدث بين الإسلام وبينها (وأن الحج يهدم ما كان قبله) هذا محمول عند المحققين على صفائر الذنوب المتعلقة بحق الله تعالى، أما الكبائر فلا يكفرها إلا التوبة، والتبوعات لا تكفر إلا برضى أهلها أو بفضل الله تعالى فيها، ولهذه الجمل المبشرات يهدم كل من الأعمال الثلاث لما قبله من الذنوب (دليل الفالحين لطرق رياض الصالحين، ج ۵، ص ۹۵، كتاب الادب، باب استحباب التبشير)

(أن الإسلام) أى إسلام الحربى : لأن إسلام الذى لا يسقط عنه شيئا من حقوق العباد (يهدم) : بكسر الدال أى يمحو (ما كان قبله) أى السيئات (وأن الهجرة) أى إلى فى حياتى، وبعد وفاتى من دار الحرب إلى دار الإسلام، وأما خبر : لا هجرة بعد الفتح فمعناه لا هجرة من مكة؛ لأن أهلها صاروا مسلمين (تهدم ما كان قبلها) أى مما وقع قبلها وبعد الإسلام ما عدا المظالم أى من السيئات (وأن الحج يهدم ما كان قبله) أى من التقصيرات سقط لفظ كان من أصل ابن حجر، فتكلف له وجهها، وهو موجود فى جميع النسخ الحاضرة المصححة المقروءة على المشايخ. قال الشيخ التوربشتى من أئمتنا رحمهم الله : الإسلام يهدم ما كان قبله مطلقا مظلمة كانت أو غيرها، صغيرة أو كبيرة، وأما الهجرة والحج فإنهما لا يكفران المظالم، ولا يقطع فيهما بغفران الكبائر التى بين العبد ومولاه، فيحمل الحديث على هدمهما الصغيرة المتقدمة، ويحتمل هدمهما الكبائر التى تتعلق بحقوق العباد بشرط التوبة. عرفنا ذلك من أصول الدين فرددنا المجلد إلى المفصل، وعليه اتفاق الشارحين. وقال بعض علمائنا : يمحو الإسلام ما كان قبله من كفر وعصيان، وما ترتب عليهما من العقوبات التى هى حقوق الله، وأما حقوق العباد فلا تسقط بالحج والهجرة إجماعا، ولا بالإسلام لو كان المسلم ذميا، سواء كان الحق عليه ماليا أو غير مالى كالتقصاص، أو

﴿بقيہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

سُئِلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَيُّ الْأَعْمَالِ أَفْضَلُ؟ قَالَ: إِيْمَانٌ بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ قِيلَ: ثُمَّ مَاذَا؟ قَالَ: جِهَادٌ فِي سَبِيلِ اللَّهِ قِيلَ: ثُمَّ مَاذَا؟

﴿گزشتہ صفحے کا نتیجہ حاشیہ﴾

كان المسلم حربيا وكان الحق ماليا بالاستقراض أو الشراء، وكان المال غير الخمر. وقال ابن حجر: الحج يهدم ما قبله مما وقع قبله وبعد الإسلام ما عدا المظالم، لكن بشرط ما ذكر في حديث: (من حج فلم يرفث، ولم يفسق خرج من ذنوبه كيوم ولدته أمه) مع ذلك فالذي عليه أهل السنة كما نقله غير واحد من الأئمة كالنووي وعياض أن محل ذلك في غير التبعات، بل الكبائر، إذ لا يكفرها إلا التوبة، وعبرة بعض الشارحين حقوق المالية لا تنهدم بالهجرة والحج، وفي الإسلام خلاف، وأما حقوق العباد فلا تسقط بالهجرة والحج إجماعا اهـ.

نعم يجوز بل يقع كما دل عليه بعض الأحاديث أن الله تعالى إذا أراد لعاص أن يعفو عنه وعليه تبعات عوض صاحبها من جزيل ثوابه ما يكون سببا لعفوه ورضاه، وأما قول جماعة من الشافعية وغيرهم: إن الحج يكفر التبعات، واستدلوا بخبر ابن ماجه أنه -عليه الصلاة والسلام- دعا لأمتة عشية عرفة بالمغفرة، فاستجيب له ما خلا المظالم فلم يجب لمغفرتها، فدعا صبيحة مزدلفة بذلك فضحك -عليه الصلاة والسلام- -لما رأى من جزع إبليس لما شاهده من عموم تلك المغفرة، فيرده أن الحديث سنده ضعيف اهـ. وعلى تقدير صحته يمكن حمل المظالم على ما لا يمكن تداركه، أو يقيد بالتوبة، أو التخصيص بمن كان معه -عليه الصلاة والسلام- -من أمتة في حجته، فإنه لا يعرف أحد منهم أن يكون مصرا على معصية؛ ولذا قال الجمهور: إن الصحابة كلهم عدول، والله تعالى أعلم (مراقبة المفاتيح، ج ۱ ص ۱۰۲، كتاب الايمان)

(ولم يفسق) بضم السين أى لم يفعل فيه كبيرة، ولا أصر على صغيرة، ومن الكبائر ترك التوبة عن المعاصي قال تعالى: (ومن لم يتب فأولئك هم الظالمون) (رجع كيوم ولدته أمه) بفتح الميم وقيل بالجر قال الطيبي -رحمه الله- أى مشابها في البراءة عن الذنوب لنفسه في يوم ولدته أمه فيه اعلم أن ظاهر الحديث يفيد غفران الصغائر والكبائر السابقة لكن الإجماع أن المكفرات مختصة بالصغائر عن السيئات التي لا تكون متعلقة بحقوق العباد من التبعات فإنه يتوقف على إرضائهم مع أن ما عدا الشرك تحت المشيئة وقد كتبت رسالة مستقلة في تحقيق هذه المسألة (مراقبة المفاتيح، ج ۵ ص ۱۷۴، ۱۷۳، ۱۷۲، كتاب المناسك)

من حج فلم يرفث ولم يفسق رجح كيوم ولدته أمه "وهذا موافق لدلالة الآية؛ وذلك لأن الله تعالى لما نهى عن المعاصي، والفسوق في الحج فقد تضمن ذلك الأمر بالتوبة منها؛ لأن الإصرار على ذلك هو من الفسوق، والمعاصي، فأراد الله تعالى أن يحدث الحاج توبة من الفسوق، والمعاصي حتى يرجع من ذنوبه كيوم ولدته أمه على ما روى عن النبي صلى الله عليه وسلم (احكام القرآن للخصاص، ج ۱، ص ۳۷، باب الإحرام بالحج قبل أشهر الحج)

قَالَ: حَجٌّ مَبْرُورٌ (بخاری) ۱

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا گیا کہ اعمال میں کون سا عمل زیادہ افضل ہے؟ تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لانا، عرض کیا گیا کہ پھر کون سا عمل افضل ہے؟ تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ کے راستے میں جہاد کرنا، عرض کیا گیا کہ پھر کون سا عمل افضل ہے؟ تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ”حج مبرور“ (بخاری)

حضرت عبداللہ بن حبشی خثعمی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سُئِلَ: أَيُّ الْأَعْمَالِ أَفْضَلُ؟ فَقَالَ: إِيْمَانٌ لَا شَكَّ فِيهِ، وَجِهَادٌ لَا غُلُولَ فِيهِ، وَحَجَّةٌ مَبْرُورَةٌ (سنن نسائی) ۲

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا گیا کہ اعمال میں کون سا عمل زیادہ فضیلت کا باعث ہے؟ تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایسا ایمان کہ جس میں کوئی شک نہ ہو، اور ایسا جہاد کہ جس میں کوئی خیانت نہ ہو، اور حج مبرور (نسائی)

اور حضرت ماعز رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ سُئِلَ أَيُّ الْأَعْمَالِ أَفْضَلُ؟ قَالَ: إِيْمَانٌ بِاللَّهِ وَحَدُّهُ، ثُمَّ الْجِهَادُ، ثُمَّ حَجَّةٌ بَرَّةٌ تَفْضُلُ سَائِرَ الْعَمَلِ كَمَا بَيَّنَّ مَطْلَعُ الشَّمْسِ إِلَى مَغْرِبِهَا (مسند احمد، رقم الحديث ۱۹۰۱۰) ۳

۱۔ رقم الحديث ۱۵۱۹، كتاب الحج، باب فضل الحج المبرور.

۲۔ رقم الحديث ۴۹۸۶، كتاب الايمان وشرائعه، ذكر افضل الاعمال.

۳۔ فی حاشیة مسند احمد:

حدیث صحیح، و هذا إسناد مختلف فيه على أبي مسعود الجريري: وهو سعيد بن إياس، فرواه شعبة - كما في هذه الرواية - عنه، عن يزيد بن عبد الله بن الشخير، عن ماعز، به. ورواه وهيب بن خالد - كما سيأتي في الرواية (۱۹۰۱۰) عنه، عن حيان بن عمير، عن ماعز، به. وشعبة ووهيب كلاهما سمع من الجريري قبل اختلاطه، ويزيد

﴿بقية حاشية اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا گیا کہ اعمال میں کون سا عمل زیادہ فضیلت کا باعث ہے؟ تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ وحدہ لا شریک پر ایمان لانا، پھر جہاد، پھر حج مبرور تمام اعمال پر اس طرح (انتہائی) افضل ہے، جیسا کہ سورج کے طلوع اور غروب ہونے کے درمیان (کا فاصلہ) (مسند احمد)

فائدہ: ان احادیث میں ایمان کے بعد جہاد کی اور پھر حج مبرور کی فضیلت کا ذکر کیا گیا ہے، لیکن نماز اور روزے کا ذکر نہیں کیا گیا، حالانکہ ان کا درجہ ایمان کے بعد ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ جہاد قائم کرنے والا صحیح مجاہد، ضرور بالضرور نماز اور روزے کو بھی قائم کرنے والا ہوتا ہے، اس لئے ان احادیث میں نماز اور روزے کے ذکر کرنے کی ضرورت نہیں سمجھی گئی۔ ۱

﴿ گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ ﴾

وحیان کلاهما یکنی أبا العلاء، وقد رواه بالکنیة فحسب دون أن یسمیہ عباد بن العوام فیما أخرجه البخاری فی "التاریخ الکبیر" ۸/۳۷۷ قال: عن الجریری عن أبی العلاء، عن معاذ، به. ولا یضر هذا الاختلاف، فقد یكون للجریری فیہ شیخان، أو هو انتقال من ثقة إلی ثقة، وإن کان صنع البخاری یرجح رواية وهیب، والله أعلم.

وأخرجه الطبرانی فی "الکبیر" ۸۰۹/۲۰ من طریق الإمام أحمد، بهذا الإسناد إلا أنه أقحم فی المطبوع منه: أبو موسى بین شعبه وأبی مسعود الجریری.

۱ وعنه أي عن أبی هريرة (قال ستل رسول الله -صلى الله عليه وسلم- أي العمل) أي الأعمال (أفضل) قال الطیبی -رحمه الله- قد اختلفت الأحادیث فی مفاضلة الأعمال علی وجه یشکل التوفیق بینها والوجه ما بینا فی أول کتاب الصلاة (قال إیمان) التکثیر للتفخیم (بالله ورسوله) والإیمان هو التصدیق القلبی وهو من أعمال الباطن (قيل ثم ماذا قال الجهاد) التعریف للعهد قال الطیبی -رحمه الله- والمراد به الجهاد الخالص، وفی نسخة جهاد (فی سبیل الله) لأن المجاهد لا یكون إلا مصليا وصائما (قيل ثم ماذا قال حج مبرور) أي مقبول قال الطیبی -رحمه الله- بره أي أحسن إلیه یقال بر الله عمله أي قبله كأنه أحسن إلی عمله بقبوله، وقيل أي مقابل بالبر وهو الثواب أو هو الذی لم یخالطه شیء من المآثم وفی الدرر للسیوطی -رحمه الله- أخرج الأصبهانی عن الحسن أنه قيل له ما الحج المبرور قال أن یرجع زاهدا فی الدنیا رابعا فی الآخرة اهـ.

وبهذا یظهر لك وجه الترتیب فی الأفضلیة إذ لا نزاع فی أن الإیمان أفضل مطلقا ثم الجهاد إذ لا یكون عادة إلا مع الاجتهاد فی العبادة وزیادة الرغبة فی الآخرة بالسعی إلی وسیلة سعادة الشهادة، ثم الحج الجامع بین العبادة البدنیة والمالیة، ومفارقة الوطن المألوف وترك الأهل والولد وغیر ذلك علی الوجه المعروف أو یقال ذكره -صلى الله عليه وسلم- علی ترتیب فرضیتها فوجب الجهاد بعد الإیمان ثم فرض الحج تکملة للأركان قال تعالى: (اليوم أكملت لكم دینکم) (المائدة) (مرواة المفاتیح، ج ۵ ص ۷۴، ۷۵، ۷۶، ۷۷، ۷۸، ۷۹، ۸۰، ۸۱، ۸۲، ۸۳، ۸۴، ۸۵، ۸۶، ۸۷، ۸۸، ۸۹، ۹۰، ۹۱، ۹۲، ۹۳، ۹۴، ۹۵، ۹۶، ۹۷، ۹۸، ۹۹، ۱۰۰، ۱۰۱، ۱۰۲، ۱۰۳، ۱۰۴، ۱۰۵، ۱۰۶، ۱۰۷، ۱۰۸، ۱۰۹، ۱۱۰، ۱۱۱، ۱۱۲، ۱۱۳، ۱۱۴، ۱۱۵، ۱۱۶، ۱۱۷، ۱۱۸، ۱۱۹، ۱۲۰، ۱۲۱، ۱۲۲، ۱۲۳، ۱۲۴، ۱۲۵، ۱۲۶، ۱۲۷، ۱۲۸، ۱۲۹، ۱۳۰، ۱۳۱، ۱۳۲، ۱۳۳، ۱۳۴، ۱۳۵، ۱۳۶، ۱۳۷، ۱۳۸، ۱۳۹، ۱۴۰، ۱۴۱، ۱۴۲، ۱۴۳، ۱۴۴، ۱۴۵، ۱۴۶، ۱۴۷، ۱۴۸، ۱۴۹، ۱۵۰، ۱۵۱، ۱۵۲، ۱۵۳، ۱۵۴، ۱۵۵، ۱۵۶، ۱۵۷، ۱۵۸، ۱۵۹، ۱۶۰، ۱۶۱، ۱۶۲، ۱۶۳، ۱۶۴، ۱۶۵، ۱۶۶، ۱۶۷، ۱۶۸، ۱۶۹، ۱۷۰، ۱۷۱، ۱۷۲، ۱۷۳، ۱۷۴، ۱۷۵، ۱۷۶، ۱۷۷، ۱۷۸، ۱۷۹، ۱۸۰، ۱۸۱، ۱۸۲، ۱۸۳، ۱۸۴، ۱۸۵، ۱۸۶، ۱۸۷، ۱۸۸، ۱۸۹، ۱۹۰، ۱۹۱، ۱۹۲، ۱۹۳، ۱۹۴، ۱۹۵، ۱۹۶، ۱۹۷، ۱۹۸، ۱۹۹، ۲۰۰، ۲۰۱، ۲۰۲، ۲۰۳، ۲۰۴، ۲۰۵، ۲۰۶، ۲۰۷، ۲۰۸، ۲۰۹، ۲۱۰، ۲۱۱، ۲۱۲، ۲۱۳، ۲۱۴، ۲۱۵، ۲۱۶، ۲۱۷، ۲۱۸، ۲۱۹، ۲۲۰، ۲۲۱، ۲۲۲، ۲۲۳، ۲۲۴، ۲۲۵، ۲۲۶، ۲۲۷، ۲۲۸، ۲۲۹، ۲۳۰، ۲۳۱، ۲۳۲، ۲۳۳، ۲۳۴، ۲۳۵، ۲۳۶، ۲۳۷، ۲۳۸، ۲۳۹، ۲۴۰، ۲۴۱، ۲۴۲، ۲۴۳، ۲۴۴، ۲۴۵، ۲۴۶، ۲۴۷، ۲۴۸، ۲۴۹، ۲۵۰، ۲۵۱، ۲۵۲، ۲۵۳، ۲۵۴، ۲۵۵، ۲۵۶، ۲۵۷، ۲۵۸، ۲۵۹، ۲۶۰، ۲۶۱، ۲۶۲، ۲۶۳، ۲۶۴، ۲۶۵، ۲۶۶، ۲۶۷، ۲۶۸، ۲۶۹، ۲۷۰، ۲۷۱، ۲۷۲، ۲۷۳، ۲۷۴، ۲۷۵، ۲۷۶، ۲۷۷، ۲۷۸، ۲۷۹، ۲۸۰، ۲۸۱، ۲۸۲، ۲۸۳، ۲۸۴، ۲۸۵، ۲۸۶، ۲۸۷، ۲۸۸، ۲۸۹، ۲۹۰، ۲۹۱، ۲۹۲، ۲۹۳، ۲۹۴، ۲۹۵، ۲۹۶، ۲۹۷، ۲۹۸، ۲۹۹، ۳۰۰، ۳۰۱، ۳۰۲، ۳۰۳، ۳۰۴، ۳۰۵، ۳۰۶، ۳۰۷، ۳۰۸، ۳۰۹، ۳۱۰، ۳۱۱، ۳۱۲، ۳۱۳، ۳۱۴، ۳۱۵، ۳۱۶، ۳۱۷، ۳۱۸، ۳۱۹، ۳۲۰، ۳۲۱، ۳۲۲، ۳۲۳، ۳۲۴، ۳۲۵، ۳۲۶، ۳۲۷، ۳۲۸، ۳۲۹، ۳۳۰، ۳۳۱، ۳۳۲، ۳۳۳، ۳۳۴، ۳۳۵، ۳۳۶، ۳۳۷، ۳۳۸، ۳۳۹، ۳۴۰، ۳۴۱، ۳۴۲، ۳۴۳، ۳۴۴، ۳۴۵، ۳۴۶، ۳۴۷، ۳۴۸، ۳۴۹، ۳۵۰، ۳۵۱، ۳۵۲، ۳۵۳، ۳۵۴، ۳۵۵، ۳۵۶، ۳۵۷، ۳۵۸، ۳۵۹، ۳۶۰، ۳۶۱، ۳۶۲، ۳۶۳، ۳۶۴، ۳۶۵، ۳۶۶، ۳۶۷، ۳۶۸، ۳۶۹، ۳۷۰، ۳۷۱، ۳۷۲، ۳۷۳، ۳۷۴، ۳۷۵، ۳۷۶، ۳۷۷، ۳۷۸، ۳۷۹، ۳۸۰، ۳۸۱، ۳۸۲، ۳۸۳، ۳۸۴، ۳۸۵، ۳۸۶، ۳۸۷، ۳۸۸، ۳۸۹، ۳۹۰، ۳۹۱، ۳۹۲، ۳۹۳، ۳۹۴، ۳۹۵، ۳۹۶، ۳۹۷، ۳۹۸، ۳۹۹، ۴۰۰، ۴۰۱، ۴۰۲، ۴۰۳، ۴۰۴، ۴۰۵، ۴۰۶، ۴۰۷، ۴۰۸، ۴۰۹، ۴۱۰، ۴۱۱، ۴۱۲، ۴۱۳، ۴۱۴، ۴۱۵، ۴۱۶، ۴۱۷، ۴۱۸، ۴۱۹، ۴۲۰، ۴۲۱، ۴۲۲، ۴۲۳، ۴۲۴، ۴۲۵، ۴۲۶، ۴۲۷، ۴۲۸، ۴۲۹، ۴۳۰، ۴۳۱، ۴۳۲، ۴۳۳، ۴۳۴، ۴۳۵، ۴۳۶، ۴۳۷، ۴۳۸، ۴۳۹، ۴۴۰، ۴۴۱، ۴۴۲، ۴۴۳، ۴۴۴، ۴۴۵، ۴۴۶، ۴۴۷، ۴۴۸، ۴۴۹، ۴۵۰، ۴۵۱، ۴۵۲، ۴۵۳، ۴۵۴، ۴۵۵، ۴۵۶، ۴۵۷، ۴۵۸، ۴۵۹، ۴۶۰، ۴۶۱، ۴۶۲، ۴۶۳، ۴۶۴، ۴۶۵، ۴۶۶، ۴۶۷، ۴۶۸، ۴۶۹، ۴۷۰، ۴۷۱، ۴۷۲، ۴۷۳، ۴۷۴، ۴۷۵، ۴۷۶، ۴۷۷، ۴۷۸، ۴۷۹، ۴۸۰، ۴۸۱، ۴۸۲، ۴۸۳، ۴۸۴، ۴۸۵، ۴۸۶، ۴۸۷، ۴۸۸، ۴۸۹، ۴۹۰، ۴۹۱، ۴۹۲، ۴۹۳، ۴۹۴، ۴۹۵، ۴۹۶، ۴۹۷، ۴۹۸، ۴۹۹، ۵۰۰، ۵۰۱، ۵۰۲، ۵۰۳، ۵۰۴، ۵۰۵، ۵۰۶، ۵۰۷، ۵۰۸، ۵۰۹، ۵۱۰، ۵۱۱، ۵۱۲، ۵۱۳، ۵۱۴، ۵۱۵، ۵۱۶، ۵۱۷، ۵۱۸، ۵۱۹، ۵۲۰، ۵۲۱، ۵۲۲، ۵۲۳، ۵۲۴، ۵۲۵، ۵۲۶، ۵۲۷، ۵۲۸، ۵۲۹، ۵۳۰، ۵۳۱، ۵۳۲، ۵۳۳، ۵۳۴، ۵۳۵، ۵۳۶، ۵۳۷، ۵۳۸، ۵۳۹، ۵۴۰، ۵۴۱، ۵۴۲، ۵۴۳، ۵۴۴، ۵۴۵، ۵۴۶، ۵۴۷، ۵۴۸، ۵۴۹، ۵۵۰، ۵۵۱، ۵۵۲، ۵۵۳، ۵۵۴، ۵۵۵، ۵۵۶، ۵۵۷، ۵۵۸، ۵۵۹، ۵۶۰، ۵۶۱، ۵۶۲، ۵۶۳، ۵۶۴، ۵۶۵، ۵۶۶، ۵۶۷، ۵۶۸، ۵۶۹، ۵۷۰، ۵۷۱، ۵۷۲، ۵۷۳، ۵۷۴، ۵۷۵، ۵۷۶، ۵۷۷، ۵۷۸، ۵۷۹، ۵۸۰، ۵۸۱، ۵۸۲، ۵۸۳، ۵۸۴، ۵۸۵، ۵۸۶، ۵۸۷، ۵۸۸، ۵۸۹، ۵۹۰، ۵۹۱، ۵۹۲، ۵۹۳، ۵۹۴، ۵۹۵، ۵۹۶، ۵۹۷، ۵۹۸، ۵۹۹، ۶۰۰، ۶۰۱، ۶۰۲، ۶۰۳، ۶۰۴، ۶۰۵، ۶۰۶، ۶۰۷، ۶۰۸، ۶۰۹، ۶۱۰، ۶۱۱، ۶۱۲، ۶۱۳، ۶۱۴، ۶۱۵، ۶۱۶، ۶۱۷، ۶۱۸، ۶۱۹، ۶۲۰، ۶۲۱، ۶۲۲، ۶۲۳، ۶۲۴، ۶۲۵، ۶۲۶، ۶۲۷، ۶۲۸، ۶۲۹، ۶۳۰، ۶۳۱، ۶۳۲، ۶۳۳، ۶۳۴، ۶۳۵، ۶۳۶، ۶۳۷، ۶۳۸، ۶۳۹، ۶۴۰، ۶۴۱، ۶۴۲، ۶۴۳، ۶۴۴، ۶۴۵، ۶۴۶، ۶۴۷، ۶۴۸، ۶۴۹، ۶۵۰، ۶۵۱، ۶۵۲، ۶۵۳، ۶۵۴، ۶۵۵، ۶۵۶، ۶۵۷، ۶۵۸، ۶۵۹، ۶۶۰، ۶۶۱، ۶۶۲، ۶۶۳، ۶۶۴، ۶۶۵، ۶۶۶، ۶۶۷، ۶۶۸، ۶۶۹، ۶۷۰، ۶۷۱، ۶۷۲، ۶۷۳، ۶۷۴، ۶۷۵، ۶۷۶، ۶۷۷، ۶۷۸، ۶۷۹، ۶۸۰، ۶۸۱، ۶۸۲، ۶۸۳، ۶۸۴، ۶۸۵، ۶۸۶، ۶۸۷، ۶۸۸، ۶۸۹، ۶۹۰، ۶۹۱، ۶۹۲، ۶۹۳، ۶۹۴، ۶۹۵، ۶۹۶، ۶۹۷، ۶۹۸، ۶۹۹، ۷۰۰، ۷۰۱، ۷۰۲، ۷۰۳، ۷۰۴، ۷۰۵، ۷۰۶، ۷۰۷، ۷۰۸، ۷۰۹، ۷۱۰، ۷۱۱، ۷۱۲، ۷۱۳، ۷۱۴، ۷۱۵، ۷۱۶، ۷۱۷، ۷۱۸، ۷۱۹، ۷۲۰، ۷۲۱، ۷۲۲، ۷۲۳، ۷۲۴، ۷۲۵، ۷۲۶، ۷۲۷، ۷۲۸، ۷۲۹، ۷۳۰، ۷۳۱، ۷۳۲، ۷۳۳، ۷۳۴، ۷۳۵، ۷۳۶، ۷۳۷، ۷۳۸، ۷۳۹، ۷۴۰، ۷۴۱، ۷۴۲، ۷۴۳، ۷۴۴، ۷۴۵، ۷۴۶، ۷۴۷، ۷۴۸، ۷۴۹، ۷۵۰، ۷۵۱، ۷۵۲، ۷۵۳، ۷۵۴، ۷۵۵، ۷۵۶، ۷۵۷، ۷۵۸، ۷۵۹، ۷۶۰، ۷۶۱، ۷۶۲، ۷۶۳، ۷۶۴، ۷۶۵، ۷۶۶، ۷۶۷، ۷۶۸، ۷۶۹، ۷۷۰، ۷۷۱، ۷۷۲، ۷۷۳، ۷۷۴، ۷۷۵، ۷۷۶، ۷۷۷، ۷۷۸، ۷۷۹، ۷۸۰، ۷۸۱، ۷۸۲، ۷۸۳، ۷۸۴، ۷۸۵، ۷۸۶، ۷۸۷، ۷۸۸، ۷۸۹، ۷۹۰، ۷۹۱، ۷۹۲، ۷۹۳، ۷۹۴، ۷۹۵، ۷۹۶، ۷۹۷، ۷۹۸، ۷۹۹، ۸۰۰، ۸۰۱، ۸۰۲، ۸۰۳، ۸۰۴، ۸۰۵، ۸۰۶، ۸۰۷، ۸۰۸، ۸۰۹، ۸۱۰، ۸۱۱، ۸۱۲، ۸۱۳، ۸۱۴، ۸۱۵، ۸۱۶، ۸۱۷، ۸۱۸، ۸۱۹، ۸۲۰، ۸۲۱، ۸۲۲، ۸۲۳، ۸۲۴، ۸۲۵، ۸۲۶، ۸۲۷، ۸۲۸، ۸۲۹، ۸۳۰، ۸۳۱، ۸۳۲، ۸۳۳، ۸۳۴، ۸۳۵، ۸۳۶، ۸۳۷، ۸۳۸، ۸۳۹، ۸۴۰، ۸۴۱، ۸۴۲، ۸۴۳، ۸۴۴، ۸۴۵، ۸۴۶، ۸۴۷، ۸۴۸، ۸۴۹، ۸۵۰، ۸۵۱، ۸۵۲، ۸۵۳، ۸۵۴، ۸۵۵، ۸۵۶، ۸۵۷، ۸۵۸، ۸۵۹، ۸۶۰، ۸۶۱، ۸۶۲، ۸۶۳، ۸۶۴، ۸۶۵، ۸۶۶، ۸۶۷، ۸۶۸، ۸۶۹، ۸۷۰، ۸۷۱، ۸۷۲، ۸۷۳، ۸۷۴، ۸۷۵، ۸۷۶، ۸۷۷، ۸۷۸، ۸۷۹، ۸۸۰، ۸۸۱، ۸۸۲، ۸۸۳، ۸۸۴، ۸۸۵، ۸۸۶، ۸۸۷، ۸۸۸، ۸۸۹، ۸۹۰، ۸۹۱، ۸۹۲، ۸۹۳، ۸۹۴، ۸۹۵، ۸۹۶، ۸۹۷، ۸۹۸، ۸۹۹، ۹۰۰، ۹۰۱، ۹۰۲، ۹۰۳، ۹۰۴، ۹۰۵، ۹۰۶، ۹۰۷، ۹۰۸، ۹۰۹، ۹۱۰، ۹۱۱، ۹۱۲، ۹۱۳، ۹۱۴، ۹۱۵، ۹۱۶، ۹۱۷، ۹۱۸، ۹۱۹، ۹۲۰، ۹۲۱، ۹۲۲، ۹۲۳، ۹۲۴، ۹۲۵، ۹۲۶، ۹۲۷، ۹۲۸، ۹۲۹، ۹۳۰، ۹۳۱، ۹۳۲، ۹۳۳، ۹۳۴، ۹۳۵، ۹۳۶، ۹۳۷، ۹۳۸، ۹۳۹، ۹۴۰، ۹۴۱، ۹۴۲، ۹۴۳، ۹۴۴، ۹۴۵، ۹۴۶، ۹۴۷، ۹۴۸، ۹۴۹، ۹۵۰، ۹۵۱، ۹۵۲، ۹۵۳، ۹۵۴، ۹۵۵، ۹۵۶، ۹۵۷، ۹۵۸، ۹۵۹، ۹۶۰، ۹۶۱، ۹۶۲، ۹۶۳، ۹۶۴، ۹۶۵، ۹۶۶، ۹۶۷، ۹۶۸، ۹۶۹، ۹۷۰، ۹۷۱، ۹۷۲، ۹۷۳، ۹۷۴، ۹۷۵، ۹۷۶، ۹۷۷، ۹۷۸، ۹۷۹، ۹۸۰، ۹۸۱، ۹۸۲، ۹۸۳، ۹۸۴، ۹۸۵، ۹۸۶، ۹۸۷، ۹۸۸، ۹۸۹، ۹۹۰، ۹۹۱، ۹۹۲، ۹۹۳، ۹۹۴، ۹۹۵، ۹۹۶، ۹۹۷، ۹۹۸، ۹۹۹، ۱۰۰۰، ۱۰۰۱، ۱۰۰۲، ۱۰۰۳، ۱۰۰۴، ۱۰۰۵، ۱۰۰۶، ۱۰۰۷، ۱۰۰۸، ۱۰۰۹، ۱۰۱۰، ۱۰۱۱، ۱۰۱۲، ۱۰۱۳، ۱۰۱۴، ۱۰۱۵، ۱۰۱۶، ۱۰۱۷، ۱۰۱۸، ۱۰۱۹، ۱۰۲۰، ۱۰۲۱، ۱۰۲۲، ۱۰۲۳، ۱۰۲۴، ۱۰۲۵، ۱۰۲۶، ۱۰۲۷، ۱۰۲۸، ۱۰۲۹، ۱۰۳۰، ۱۰۳۱، ۱۰۳۲، ۱۰۳۳، ۱۰۳۴، ۱۰۳۵، ۱۰۳۶، ۱۰۳۷، ۱۰۳۸، ۱۰۳۹، ۱۰۴۰، ۱۰۴۱، ۱۰۴۲، ۱۰۴۳، ۱۰۴۴، ۱۰۴۵، ۱۰۴۶، ۱۰۴۷، ۱۰۴۸، ۱۰۴۹، ۱۰۵۰، ۱۰۵۱، ۱۰۵۲، ۱۰۵۳، ۱۰۵۴، ۱۰۵۵، ۱۰۵۶، ۱۰۵۷، ۱۰۵۸، ۱۰۵۹، ۱۰۶۰، ۱۰۶۱، ۱۰۶۲، ۱۰۶۳، ۱۰۶۴، ۱۰۶۵، ۱۰۶۶، ۱۰۶۷، ۱۰۶۸، ۱۰۶۹، ۱۰۷۰، ۱۰۷۱، ۱۰۷۲، ۱۰۷۳، ۱۰۷۴، ۱۰۷۵، ۱۰۷۶، ۱۰۷۷، ۱۰۷۸، ۱۰۷۹، ۱۰۸۰، ۱۰۸۱، ۱۰۸۲، ۱۰۸۳، ۱۰۸۴، ۱۰۸۵، ۱۰۸۶، ۱۰۸۷، ۱۰۸۸، ۱۰۸۹، ۱۰۹۰، ۱۰۹۱، ۱۰۹۲، ۱۰۹۳، ۱۰۹۴، ۱۰۹۵، ۱۰۹۶، ۱۰۹۷، ۱۰۹۸، ۱۰۹۹، ۱۱۰۰، ۱۱۰۱، ۱۱۰۲، ۱۱۰۳، ۱۱۰۴، ۱۱۰۵، ۱۱۰۶، ۱۱۰۷، ۱۱۰۸، ۱۱۰۹، ۱۱۱۰، ۱۱۱۱، ۱۱۱۲، ۱۱۱۳، ۱۱۱۴، ۱۱۱۵، ۱۱۱۶، ۱۱۱۷، ۱۱۱۸، ۱۱۱۹، ۱۱۲۰، ۱۱۲۱، ۱۱۲۲، ۱۱۲۳، ۱۱۲۴، ۱۱۲۵، ۱۱۲۶، ۱۱۲۷، ۱۱۲۸، ۱۱۲۹، ۱۱۳۰، ۱۱۳۱، ۱۱۳۲، ۱۱۳۳، ۱۱۳۴، ۱۱۳۵، ۱۱۳۶، ۱۱۳۷، ۱۱۳۸، ۱۱۳۹، ۱۱۴۰، ۱۱۴۱، ۱۱۴۲، ۱۱۴۳، ۱۱۴۴، ۱۱۴۵، ۱۱۴۶، ۱۱۴۷، ۱۱۴۸، ۱۱۴۹، ۱۱۵۰، ۱۱۵۱، ۱۱۵۲، ۱۱۵۳، ۱۱۵۴، ۱۱۵۵، ۱۱۵۶، ۱۱۵۷، ۱۱۵۸، ۱۱۵۹، ۱۱۶۰، ۱۱۶۱، ۱۱۶۲، ۱۱۶۳، ۱۱۶۴، ۱۱۶۵، ۱۱۶۶، ۱۱۶۷، ۱۱۶۸، ۱۱۶۹، ۱۱۷۰، ۱۱۷۱، ۱۱۷۲، ۱۱۷۳، ۱۱۷۴، ۱۱۷۵، ۱۱۷۶، ۱۱۷۷، ۱۱۷۸، ۱۱۷۹، ۱۱۸۰، ۱۱۸۱، ۱۱۸۲، ۱۱۸۳، ۱۱۸۴، ۱۱۸۵، ۱۱۸۶، ۱۱۸۷، ۱۱۸۸، ۱۱۸۹، ۱۱۹۰، ۱۱۹۱، ۱۱۹۲، ۱۱۹۳، ۱۱۹۴، ۱۱۹۵، ۱۱۹۶، ۱۱۹۷، ۱۱۹۸، ۱۱۹۹، ۱۲۰۰، ۱۲۰۱، ۱۲۰۲، ۱۲۰۳، ۱۲۰۴، ۱۲۰۵، ۱۲۰۶، ۱۲۰۷، ۱۲۰۸، ۱۲۰۹، ۱۲۱۰، ۱۲۱۱، ۱۲۱۲، ۱۲۱۳، ۱۲۱۴، ۱۲۱۵، ۱۲۱۶، ۱۲۱۷، ۱۲۱۸، ۱۲۱۹، ۱۲۲۰، ۱۲۲۱، ۱۲۲۲، ۱۲۲۳، ۱۲۲۴، ۱۲۲۵، ۱۲۲۶، ۱۲۲۷، ۱۲۲۸، ۱۲۲۹، ۱۲۳۰، ۱۲۳۱، ۱۲۳۲، ۱۲۳۳، ۱۲۳۴، ۱۲۳۵، ۱۲۳۶، ۱۲۳۷، ۱۲۳۸، ۱۲۳۹، ۱۲۴۰، ۱۲۴۱، ۱۲۴۲، ۱۲۴۳، ۱۲۴۴، ۱۲۴۵، ۱۲۴۶، ۱۲۴۷، ۱۲۴۸، ۱۲۴۹، ۱۲۵۰، ۱۲۵۱، ۱۲۵۲، ۱۲۵۳، ۱۲۵۴، ۱۲۵۵، ۱۲۵۶، ۱۲۵۷، ۱۲۵۸، ۱۲۵۹، ۱۲۶۰، ۱۲۶۱، ۱۲۶۲، ۱۲۶۳، ۱۲۶۴، ۱۲۶۵، ۱۲۶۶، ۱۲۶۷، ۱۲۶۸، ۱۲۶۹، ۱۲۷۰، ۱۲۷۱، ۱۲۷۲، ۱۲۷۳، ۱۲۷۴، ۱۲۷۵، ۱۲۷۶، ۱۲۷۷، ۱۲۷۸، ۱۲۷۹، ۱۲۸۰، ۱۲۸۱، ۱۲۸۲، ۱۲۸۳، ۱۲۸۴، ۱۲۸۵، ۱۲۸۶، ۱۲۸۷، ۱۲۸۸، ۱۲۸۹، ۱۲۹۰، ۱۲۹۱، ۱۲۹۲، ۱۲۹۳، ۱۲۹۴، ۱۲۹۵، ۱۲۹۶، ۱۲۹۷، ۱۲۹۸، ۱۲۹۹، ۱۳۰۰، ۱۳۰۱، ۱۳۰۲، ۱۳۰۳، ۱۳۰۴، ۱۳۰۵، ۱۳۰۶، ۱۳۰۷، ۱۳۰۸، ۱۳۰۹، ۱۳۱۰، ۱۳۱۱، ۱۳۱۲، ۱۳۱۳، ۱۳۱۴، ۱۳۱۵، ۱۳۱۶، ۱۳۱۷، ۱۳۱۸، ۱۳۱۹، ۱۳۲۰، ۱۳۲۱، ۱۳۲۲، ۱۳۲۳، ۱۳۲۴، ۱۳۲۵، ۱۳۲۶، ۱۳۲۷، ۱۳۲۸، ۱۳۲۹، ۱۳۳۰، ۱۳۳۱، ۱۳۳۲، ۱۳۳۳، ۱۳۳۴، ۱۳۳۵، ۱۳۳۶، ۱۳۳۷، ۱۳۳۸، ۱۳۳۹، ۱۳۴۰، ۱۳۴۱، ۱۳۴۲، ۱۳۴۳، ۱۳۴۴، ۱۳۴۵، ۱۳۴۶، ۱۳۴۷، ۱۳۴۸، ۱۳۴۹، ۱۳۵۰، ۱۳۵۱، ۱۳۵۲، ۱۳۵۳، ۱۳۵۴، ۱۳۵۵، ۱۳۵۶، ۱۳۵۷، ۱۳۵۸، ۱۳۵۹، ۱۳۶۰، ۱۳۶۱، ۱۳۶۲، ۱۳۶۳، ۱۳۶۴، ۱۳۶۵، ۱۳۶۶، ۱۳۶۷، ۱۳۶۸، ۱۳۶۹، ۱۳۷۰، ۱۳۷۱، ۱۳۷۲، ۱۳۷۳، ۱۳۷۴، ۱۳۷۵، ۱۳۷۶، ۱۳۷۷، ۱۳۷۸، ۱۳۷۹، ۱۳۸۰، ۱۳۸۱، ۱۳۸۲، ۱۳۸۳، ۱۳۸۴، ۱۳۸۵، ۱۳۸۶، ۱۳۸۷، ۱۳۸۸، ۱۳۸

حضرت عائشہ بنت طلحہ رحمہا اللہ سے روایت ہے کہ:

عَنْ عَائِشَةَ أُمِّ الْمُؤْمِنِينَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا، أَنَّهَا قَالَتْ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، نَرَى الْجِهَادَ أَفْضَلَ الْعَمَلِ، أَفَلَا نُجَاهِدُ؟ قَالَ: لَا، لَكِنَّ أَفْضَلَ الْجِهَادِ حَجٌّ مَبْرُورٌ (بخاری) ۱

ترجمہ: اُمّ المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! ہم جہاد کو افضل عمل سمجھتے ہیں، تو کیا ہم جہاد نہ کریں؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نہیں، لیکن افضل جہاد ”حج مبرور“ ہے (بخاری)

اور حضرت عائشہ بنت طلحہ کی ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ:

أَخْبَرْتَنِي عَائِشَةُ أُمُّ الْمُؤْمِنِينَ أَنَّهَا قَالَتْ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، أَلَا نُخْرِجُ وَنُجَاهِدَ مَعَكَ، فَإِنِّي لَا أَرَى عَمَلًا فِي الْقُرْآنِ أَفْضَلَ مِنَ الْجِهَادِ؟ قَالَ: لَا، إِنَّ لَكُنَّ أَحْسَنَ الْجِهَادِ، حَجُّ الْبَيْتِ حَجٌّ مَبْرُورٌ (صحيح ابن

حبان، رقم الحديث ۳۷۰۲، كتاب الحج، باب فضل الحج والعمرة) ۲

ترجمہ: مجھے اُمّ المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بتلایا کہ انہوں نے عرض کیا کہ: اے اللہ کے رسول! کیا ہم آپ کے ساتھ جہاد وغیرہ کے لئے نہ نکلا کریں؟ اس لئے کہ میں نے قرآن میں جہاد سے زیادہ افضل عمل نہیں دیکھا۔

۱۔ رقم الحديث ۱۵۲۰، كتاب الحج، باب فضل الحج المبرور.

۲۔ فی حاشیة ابن حبان: إسناده صحيح على شرط الشيخين، جریر: هو ابن عبد الحميد. وأخرجه النسائي ۵/۱۱۳، ۱۱۵، في الحج: باب فضل الحج، عن إسحاق بن إبراهيم، عن جرير، بهذا الإسناد. وأخرجه أحمد ۶/۷۷-۷۸، ۹۷، والبخاری ۵۲۰، في الحج: باب فضل الحج المبرور، و ۸۶۱، في جزاء الصيد: باب حج النساء، و ۲۸۸۴، في الجهاد: باب فضل الجهاد والسير، و ۸۷۶، باب حج النساء، وابن ماجه ۱۰۱، في المناسك: باب الحج جهاد النساء، وابن خزيمة ۳۰۷، والبيهقي ۴/۳۲۶، والبغوي ۸۸۸، من طرق عن حبيب بن أبي عمرة، به. وأخرجه عبد الرزاق ۸۶۱، والبخاری ۲۸۷۶ و ۲۸۷۵، في الجهاد: باب جهاد النساء، والبيهقي ۳/۳۲۶، من طريق سفيان الثوري، عن معاوية بن إسحاق، عن عائشة بنت طلحة، به.

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نہیں! بے شک تمہارے لئے بہترین جہاد بیٹ اللہ کا حج کرنا ہے، جو کہ حج مبرور ہو (ابن حبان)

خواتین پر صنفِ نازک ہونے کی وجہ سے عام حالات میں جہاد فرض نہیں، اس لئے اُن کے لئے حج مبرور کو بہترین جہاد قرار دیا گیا ہے۔

بعض احادیث میں عورت کے علاوہ بوڑھے اور ضعیف کے لیے بھی حج کو جہاد قرار دیا گیا ہے۔

چنانچہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: جِهَادُ الْكَبِيرِ، وَالصَّغِيرِ، وَالضَّعِيفِ، وَالْمَرْأَةِ: الْحَجُّ، وَالْعُمْرَةُ (سنن نسائی) ۱

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بوڑھے اور بچے اور ضعیف اور

عورت کا جہاد، حج اور عمرہ کرنا ہے (نسائی)

اور حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ:

قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: الْحَجُّ جِهَادٌ كُلِّ ضَعِيفٍ (سنن

ابن ماجہ) ۲

۱۔ رقم الحديث ۲۶۲۶، کتاب مناسک الحج، باب فضل الحج، واللفظ له، المعجم الاوسط للطبرانی، رقم الحديث ۸۷۵۱۔

قال المنذرى: رواه النسائی بإسناد حسن (الترغيب والترهيب، ج ۲ ص ۱۰۵)

۲۔ رقم الحديث ۲۹۰۲، کتاب المناسک، باب الحج جهاد النساء، واللفظ له، مسند الطيالسی، رقم الحديث ۱۷۰۴۔

قال العجلونی:

ورجاله رجال الصحيح غير أن أبا جعفر منهم لا يعرف له سماع عن أم سلمة وأن أدرك ست سنين من حياتها، إذ مولده سنة ست وخمسين وموتها سنة اثنتين وستين على الراجح، وله شاهد عند القضاة عن علي رفعه، وفيه جهاد المرأة حسن التبعل، لكن فيه ابن لهيعة، وعلق البخاري عن عمر شدوا الرجال في الحج فإنه أحد الجهادين، قال في المقاصد وتساهل الصغاني فأدرجه في الموضوعات (كشف الخفاء ومزيل الالباس، تحت رقم الحديث ۱۱۱۳)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حج ہر ضعیف (و کمزور) شخص کا جہاد ہے (ابن ماجہ)

حضرت حسین بن علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

جَاءَ رَجُلٌ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: إِنِّي جَبَانٌ، وَإِنِّي ضَعِيفٌ، قَالَ: هَلُمَّ إِلَى جِهَادٍ لَا شَوْكَةَ فِيهِ، الْحُجُّ (المعجم الكبير

للطبرانی، رقم الحديث ۲۹۱۰، ج ۳ ص ۱۳۵، واللفظ لله، المعجم الاوسط للطبرانی،

رقم الحديث ۴۲۸۷) ۱

ترجمہ: ایک آدمی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا، اور اُس نے کہا کہ میں کم ہمت اور ضعیف ہوں، تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آپ ایسے جہاد کی طرف آئیے، جس میں طاقت (وقال) کی ضرورت نہیں، جو کہ حج ہے (معجم کبیر طبرانی)

ایک اور سند سے بھی اسی قسم کی حدیث مروی ہے۔ ۲
حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

۱ قال المنذرى:

رواه الطبرانی فى الكبير والأوسط ورواه ثقات وأخرجه عبد الرزاق أيضا (الترغيب والترهيب، ج ۲ ص ۱۰۴)

وقال الهيثمى:

رواه الطبرانى فى الكبير والأوسط، ورجاله ثقات (مجمع الزوائد، ج ۳ ص ۲۰۶)

۲ عن عثمان بن أبى سليمان، عن جدته أم أبيه، قالت: جاء رجل إلى النبي صلى الله عليه وسلم فقال: إني أريد الجهاد فى سبيل الله، فقال: ألا أدلك على جهاد لا شوكه فيه؟ قلت: بلى، قال: حج البيت (المعجم الكبير للطبرانى، رقم الحديث ۷۹۲؛ سنن سعيد بن منصور، رقم الحديث ۲۱۶۶)

قال الهيثمى:

رواه الطبرانى فى الكبير، وفيه الوليد بن أبى ثور؛ ضعفه أبو زرعة وجماعة، وزكاه شريك (مجمع الزوائد، تحت رقم الحديث ۵۲۵۸، باب الحث على الحج)

وقال المناوى:

وإسناده حسن (التيسير بشرح الجامع الصغير، ج ۱، ص ۳۹۷)

قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: وَفَدَّ اللَّهُ ثَلَاثَةَ الْغَازِي وَ
الْحَاجِّ وَالْمُعْتَمِرِ (سنن نسائی) ۱

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ کے وفد تین ہیں، ایک غازی
(یعنی اللہ کے راستے میں جہاد کرنے والا) دوسرے حج کرنے والا، تیسرے عمرہ
کرنے والا (نسائی، ابن حبان)

اللہ تعالیٰ کے وفد ہونے سے مراد، اللہ کے نزدیک ان کا قابلِ اکرام اور قابلِ تعظیم ہونا ہے۔ ۲
حضرت معقل کی والدہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا سے ایک حدیث میں روایت ہے کہ رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

فَإِنَّ الْحَجَّ سَبِيلُ اللَّهِ (المعجم الكبير للطبرانی) ۳
ترجمہ: پس بے شک حج اللہ کا راستہ ہے (طبرانی، ابوداؤد)

اس حدیث سے حج کا اللہ کا راستہ ہونا معلوم ہوا، اور اللہ کے راستے میں خرچ کرنے کا دوسری
احادیث میں عظیم ثواب بتلایا گیا ہے۔
چنانچہ حضرت خرمیم بن فاتک رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ:

۱۔ رقم الحديث ۲۶۲۵، كتاب مناسك الحج، باب فضل الحج، السنن الكبرى للنسائي، رقم
الحديث ۳۵۹۱، صحيح ابن حبان، رقم الحديث ۳۶۹۲، مستدرک حاکم، رقم الحديث
۱۶۱۱.

قال الحاكم: هذا حديث صحيح على شرط مسلم، ولم يخرجاه.

قال شعيب الارنؤوط: حديث صحيح، إسناده على شرط مسلم، رجاله رجال الشيخين غير مَخْرَمَةَ
بن بكير بن عبد الله بن الأشج، فمن رجال مسلم (حاشية ابن حبان)

۲۔ (وعنه) أى عن أبى هريرة (قال سمعت رسول الله - صلى الله عليه وسلم - يقول: وفد الله
ثلاثة) أى ثلاثة أشخاص أو أجناس (الغازی) أى المجاهد مع الكفار لإعلاء الدين، (والحاج
والمعتمر) المتميزون عن سائر المسلمين بتحمل المشاق البدنية، والمالية، ومفارقة الأهلين، وفي
النهاية الوفد القوم يجتمعون ويردون البلاد، أو يقصدون الرؤساء للزيارة، أو استفاداً وغير ذلك،
والحاصل أنهم قوم معظمون عند الكرماء، ومكرمون عند العظماء، تعطى مطالبهم وتقضى
مآربهم (مرقاة المفاتيح، ج ۵ ص ۷۵، ۷۶، كتاب المناسك)

۳۔ رقم الحديث ۵۵۱، ج ۲ ص ۲۳۳، واللفظ له، سنن ابی داؤد، رقم الحديث ۱۹۸۹.

قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ أَنْفَقَ نَفَقَةً فِي سَبِيلِ اللَّهِ

كُتِبَتْ لَهُ بِسَبْعِ مِائَةِ ضِعْفٍ (سنن الترمذی) ۱

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے اللہ تعالیٰ کے راستے میں

خرچ کیا تو اس کے لئے سات سو گنا اجر و ثواب لکھا جائے گا (ترمذی)

اور حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: النَّفَقَةُ فِي الْحَجِّ كَالنَّفَقَةِ فِي

سَبِيلِ اللَّهِ بِسَبْعِ مِائَةِ ضِعْفٍ (مسند احمد، رقم الحديث ۲۳۰۰) ۲

۱۔ رقم الحديث ۱۲۲۵، ابواب فضائل الجہاد، باب ما جاء في فضل النفقة في سبيل الله.

قال الترمذی: وفي الباب عن أبي هريرة وهذا حديث حسن. إنما نعرفه من حديث الركين بن الربيع.

۲۔ فی حاشیہ مسند احمد:

حسن لغيره، وهذا إسناده ضعيف، أبو زهير - وهو حرب بن زهير الضُّبَعِيُّ - لم يرو عنه غير عطاء بن السائب ومحمد بن أبي إسماعيل السلمي، وترجم له البخاري وابن أبي حاتم ولم يأتوا فيه جرحاً ولا تعديلاً، وذكره ابن جبان في "الثقات"، وقد اختلف عليه في إسناده ومتنه، وعطاء بن السائب اختلط، وقد اختلف عليه أيضاً كما سيأتي بيانه. أبو عوانة: هو الواضح بن عبد الله البشكري.

وأخرجه البخاري تعليقاً في "التاريخ الكبير" ۲۳/۳-۶۳ "وابن أبي عاصم في "الجهاد" (۷۶) "والبيهقي في "السنن" ۳۳۲/۲ "من طريق يحيى بن حماد، ومسند في "مسنده" "كما أشار إليه البوصيري في "إتحاف الخيرة" (۳۱۸۵) "ومن طريقه أورده البخاري في "التاريخ" ۲۳/۳-۶۳ " كلاهما (يحيى بن حماد ومسند) عن أبي عوانة الواضح بن عبد الله، بهذا الإسناد. ولم يسق البخاري لفظه، وقال البيهقي في روايته: "سبعين ضعفاً" بدل "سبع مئة ضعف."

وأخرجه البخاري تعليقاً ۲۳/۳، والبيهقي في "الشعب" (۴۱۲۵) "وابن عساكر في "الأربعين في الحث على الجهاد" "من طريق منصور بن أبي الأسود، والبخاري تعليقاً ۲۳/۳، والبيهقي في "شعب الإيمان" (۲۱۲۳) "من طريق أبي حمزة محمد بن ميمون السُّكْرِيُّ، كلاهما عن عطاء بن السائب، به. ولم يسق البخاري لفظه، وقال البيهقي في روايته في الموضع الأول: "الدرهم بسبع مئة" وفي الثاني: "مئة ضعف" بدل قوله: "بسبع مئة ضعف."

قلنا: كذا رواه أبو عوانة ومنصور بن أبي الأسود وأبو حمزة السكري فقالوا: عن عطاء بن السائب، عن أبي زهير حرب بن زهير، عن عبد الله بن بريدة، عن أبيه، عن النبي صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. وخالفهم إبراهيم بن طهمان عند البخاري في "تاريخه الكبير" "معلقاً ۲۳/۳، فقال: عن عطاء بن السائب، عن عبد الله بن زهير، عن النبي صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ولم يسق لفظه.

﴿بقية حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حج میں خرچ کرنا ایسا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کے راستے میں خرچ کرنا سات سو گنا (فضیلت کا باعث ہے) (مسند احمد)

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

وخالقہم حماد بن سلمة أيضاً، واختلف عليه: فرواه هذبة بن خالد، عنه عند ابن أبي عاصم في "الجهاد" (۷۵) فقال: "عن عطاء بن السائب، عن محمد بن زهير، عن النبي صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ .

ورواه كامل بن طلحة، عنه عند علي بن سعيد العسكري في "الصحابة" وأبي موسى المدني في "الدليل" كما في "الإصابة" ۱۸۸/۵-۱۸۹، فقال: "عن عطاء بن السائب، عن عبد الله بن زهير، عن النبي صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ .

وخالقہم علی بن عاصم عند ابن مندہ فی "الصحابہ" كما فی "الإصابة" ۱۸۹/۵ فقال: "عن عطاء بن السائب، عن زهير بن عبد الله، عن أبيه، عن النبي صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ . ولم يسق لفظه . وخالقہم موسی بن اغین أيضاً، واختلف عليه:

فرواه يحيى بن رجا، عنه عند ابن الأعرابي في "معجمه" (۹۹۱) فقال: "عن عطاء بن السائب، عن زهير، عن علقمة، عن سليمان بن بريدة، عن أبيه، عن النبي صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ .

ورواه المعافى بن سليمان، عنه عند الطبراني في "الأوسط" (۵۲۷۰) "والبيهقي في "شعب الإيمان" (۴۱۲۶) فقال: "عن عطاء بن السائب، عن علقمة ابن مرثد، عن سليمان بن بريدة، عن أبيه، عن النبي صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بإسقاط "زهير" من إسناده .

هذه حاصل الاختلافات التي وقعت لنا في حديث عطاء بن السائب . ورواه محمد بن أبي إسماعيل السلمي، عن حرب بن زهير، واختلف عليه:

فرواه عبد الرحمن بن مغراء، عنه، واختلف عليه أيضاً: فرواه يوسف بن موسى، عنه، عند البزار (۱۶۲۳- كشف الأستار) ، فقال: "عن محمد بن أبي إسماعيل، عن حرب بن زهير، عن أنس بن مالك موقوفاً، قال: النفقة في سبيل الله تضاعف سبع مئة ضعف .

ورواه عبد الرحمن بن مغراء عند البخاري في "التاريخ الكبير" معلقاً ۲۳/۳، فقال: "عن محمد بن أبي إسماعيل السلمي، عن حرب بن زهير، عن يزيد بن زهير الضبعي، عن أنس بن مالك مرفوعاً: "النفقة في سبيل الله تضاعف سبع مئة ضعف . قلنا: "ويزيد بن زهير الضبعي تفرد بالرواية عنه حرب بن زهير، وترجم له البخاري وابن أبي حاتم، ولم يذكر فيه جرحاً ولا تعديلاً، ولم يذكره غير ابن حبان في "الثقات" فهو في عداد المجاهولين .

ورواه محمد بن بشر، عن محمد بن أبي إسماعيل السلمي، واختلف عليه أيضاً في متن الحديث: فرواه علي ابن المديني، عنه، عند البخاري في "التاريخ الكبير" ۲۳/۳ فقال: "عن محمد بن أبي إسماعيل، عن حرب بن زهير، عن يزيد بن زهير الضبعي، عن أنس بن مالك، عن النبي صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "النفقة في سبيل الله تضاعف سبع مئة ضعف ."

﴿بقية حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

ان احادیث سے حج کا اللہ کا راستہ ہونا، اور حج کے لیے خرچ کرنے کے عظیم الشان فضائل کا ہونا معلوم ہوا۔

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد مروی ہے کہ:

مَا أَمْعَرَ حَاجٌّ قَطُّ قِيلَ لِحَابِرٍ: مَا الْإِمْعَارُ؟ قَالَ: مَا افْتَقَرَ (المعجم الأوسط للطبرانی) ۱

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

ورواه الحسين بن عبد الأول، عنه عند الطبرانی في "الأوسط" (۵۶۹۰) "فقال: عن محمد بن أبي إسماعيل، عن حرب بن زهير، عن يزيد الضبعي، عن أنس بن مالك مرفوعاً. ولفظه: "الحج سبيل الله، النفقة فيه الدرهم بسبع مئة." "ومع هذا الاضطراب الحاصل فيه، فإن في الباب ما يقويه ويحسنه، فقد سلف من حديث أبي هريرة برقم (۹۷۱۳) أن النبي صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قال "كل عمل ابن آدم يضاعف الحسنة بعشر أمثالها إلى سبع مئة ضعف، إلى ما شاء الله" وهو في "صحيح مسلم." "وأخرج ابن أبي حاتم في "تفسيره" في تفسير الآية (۲۱۶) من سورة البقرة من طريق شبيب بن بشر، عن عكرمة، عن ابن عباس في قول الله تعالى: (مَثَلُ الَّذِينَ يُنْفِقُونَ أَمْوَالَهُمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ كَمَثَلِ حَبَّةٍ أَتَتْ سَنَابِلَ فِي كُلِّ سُنبُلَةٍ مِئَةُ حَبَّةٍ وَاللَّهُ يُضَاعِفُ لِمَنْ يَشَاءُ). قال ابن عباس: نفقة الحج والجهاد سواء، الدرهم سبع مئة، لأنه في سبيل الله. قلنا: وهذا إسناد ضعيف من أجل شبيب بن بشر البجلي، فهو ضعيف الحديث. "وسأيت من حديث أمِّ مَعْقِلِ الأسدي (۳۷۵/۶) وفيه أنها قالت: يا رسول الله، إن عليَّ حَجَّةً وإن لأبي مَعْقِلِ بَكْرًا، قال أبو معقل: صَدَقْتَ، جعلته في سبيل الله، قال: "أَعْطَاهَا، فَلْتَحُجَّ عَلَيْهِ، فإنه في سبيل الله" وهو حديث صحيح، وقد ذكرنا بقية شواهد هناك. ۱ رقم الحديث ۵۲۱۳، ج ۵ ص ۲۴۵، باب الميم، واللفظ له، كشف الاستار عن زوائد البزار، رقم الحديث ۱۰۸۰، شعب الايمان للبيهقي، رقم الحديث ۳۸۳۹. قال المنذرى:

رواه الطبرانی في الأوسط والبزار ورجاله رجال الصحيح (الترغيب والترهيب، ج ۲ ص ۱۱۳) وقال الهيثمي:

رواه الطبرانی في الأوسط والبزار، ورجاله رجال الصحيح (مجمع الزوائد ج ۳ ص ۲۰۸) وقال الحويني:

قال البزار: "تفرد به محمد بن أبي حميد، وعنه أحاديث لا يتابع عليها، ولا أحسب ﴿بقية حاشية الگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

ترجمہ: حاجی کبھی اعمار کا شکار نہیں ہوتا؛ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے عرض کیا گیا کہ ”امعار“ کیا ہوتا ہے؟ انہوں نے فرمایا کہ فقر و فاقہ میں مبتلا نہیں ہوتا (طبرانی) امام عبدالرزاق نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا ارشاد ان الفاظ میں روایت کیا ہے کہ:

مَا أَمْعَرَ حَاجٌّ قَطُّ يَقُولُ: مَا أَفْتَقَرُ (مصنف عبدالرزاق) ۱

ترجمہ: حاجی کبھی فقر و فاقہ میں مبتلا نہیں ہوتا (عبدالرزاق)

اور حضرت صفوان بن سلیم سے مرسل روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

حُجُّوْا تَسْتَغْنُوْا (مصنف عبدالرزاق) ۲

﴿ گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ ﴾

ذَلِكْ مِنْ تَعْمِدِهِ ، وَلَكِنْ مِنْ سُوءِ حِفْظِهِ ، فَقَدْ رَوَى عَنْهُ أَهْلُ الْعِلْمِ .
قُلْتُ : رَضِيَ اللَّهُ عَنْكَ !

فلم يتفرّد به محمد بن أبي حميد ، فقد تابعه محمد بن زيد ، عن ابن المنكدر بسنده سواء . وزاد : " ما الإعمار ؟ قال : ما افتقر . " أخرجه الطبراني في " الأوسط " قال : حدثنا محمد بن الفضل السقطي ، قال حدثنا سعيد بن سليمان ، قال : حدثنا شريك النخعي ، عن محمد بن زيد . قال الطبراني : " لم يرو هذا الحديث عن محمد بن المنكدر ، إلا محمد بن زيد " قُلْتُ : رَضِيَ اللَّهُ عَنْكَ ! ورواية البزار تردّ ما قلت . وأيضاً : فرواه عبد الله بن محمد بن المنكدر ، عن أبيه بسنده سواء . أخرجه ابن عساكر في " تاريخه " (ج ۵/ق ۶۵۷) من طريق محمد بن المثنى ، ثنا محمد بن خالد بن عثمة ، عن عبد الله بن محمد بن المنكدر . ونقل ابن عساكر عن ابن الأنباري قال : " معناه : ما افتقر حاجّ قط ، وأصله من قولهم : مكانّ امرء ، إذا ذهب نباته . " قُلْتُ : وعبد الله بن محمد بن المنكدر لم أجد له ترجمة . وقال المنذرى في " الترغيب " (۱۸۰/۲) " رجال البزار رجال الصحيح . " قُلْتُ : رَضِيَ اللَّهُ عَنْكُمَا ! ومحمد بن أبي الحميد لم يخرج له الشيخان ولا أحدهما شيئاً قط ، لا أصلاً ولا متابعةً ولو قصداً رجال الطبراني في " الأوسط " ، لكان أقرب ، فإنّ الطبراني رواه من طريق سعيد بن سليمان قال : نا شريك النخعي ، عن محمد بن زيد ، عن ابن المنكدر ، عن جابر وسعيد بن سليمان ، هو المعروف بـ " سعدوية " من رجال الصحيحين . وشريك النخعي أخرج له مسلم متابعةً ، ومحمد بن زيد هو ابن المهاجر بن قنفذ ، أخرج له مسلم (كتاب تنبيه المهاجد ج ۱ ص ۲۵۱ ، تحت رقم الحديث ۲۰۱)

۱ رقم الحديث ۸۸۱۸ ، كتاب المناسك ، باب فضل الحج .

۲ رقم الحديث ۸۸۱۹ ، كتاب المناسك ، باب فضل الحج .

ترجمہ: تم حج کروغنی (یعنی مالدار) ہو جاؤ گے (عبدالرزاق)

مطلب یہ ہے کہ جس کا حج مبرور واقع ہوا ہو، وہ فقر و فاقہ میں مبتلا نہیں ہوگا اور اگر کوئی حاجی اس میں مبتلا ہو جائے تو اس کی وجہ یہ ہوگی کہ اس نے حج کی ادائیگی میں کوتاہیاں کی ہوں گی اور حج کو شریعت کے پسندیدہ طریقہ پر ادا نہیں کیا ہوگا۔ ۱

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ خَرَجَ حَاجًّا فَمَاتَ كُتِبَ لَهُ أَجْرُ الْحَاجِّ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ، وَمَنْ خَرَجَ مُعْتَمِرًا فَمَاتَ كُتِبَ لَهُ أَجْرُ الْمُعْتَمِرِ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ، وَمَنْ خَرَجَ غَازِيًا فَمَاتَ كُتِبَ لَهُ أَجْرُ الْغَازِيِ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ (المعجم الأوسط للطبرانی) ۲

۱ (حجوات استغفوا) بغناء الله تعالى بأن يبارك لكم فيما رزقكم (وسافروا تصحوا) فإن السفر مصحة للبدن وزاد الديلمى فى روايته وتناكحوا تكثروا فإنى مباهى بكم الأمم (عب عن صفوان بن سليم) بضم الميم وفتح اللام (مرسلا) ظاهر صنيح المصنف أنه لم يقف عليه متصلا لأحد وإلا لما اقتصر على رواية إرساله وهو عجب فقد رواه فى مسند الفردوس من حديث ابن عمر (فيض القدير للمناوى، تحت رقم الحديث ۳۶۸۶، جزء ۳ صفحہ ۳۷۶)

۲ رقم الحديث ۵۳۲۱، ج ۵ ص ۲۸۲، باب الميم؛ مسند ابى يعلى الموصلى، رقم الحديث ۶۳۵۷.

قال الهيثمى:

رواه أبو يعلى وفيه ابن إسحاق وهو مدلس، وبقية رجاله ثقات (مجمع الزوائد، تحت رقم الحديث ۹۴۵۶)

وقال الالبانى:

قلت: وقد وجدت له إسنادا آخر عن الليثى، فقال يحيى بن صاعد فى "مجلسان من الأمالى (ق ۵۱/۲)" حدثنا عمرو بن على قال: أخبرنا أبو معاوية الضرير قال: حدثنا هلال بن ميمون الفلستينى عن عطاء بن يزيد الليثى به. وأخرجه أبو نعيم فى "أخبار أصبهان (۲۱/۲)" من طريق ابن صاعد به، لكنه قال: "الواسطى" بدل "الفلستينى"، وهو خطأ من الناسخ أو الطابع. قلت: وهذا إسناد جيد رجاله كلهم ثقات رجال الشيخين غير هلال بن ميمون الفلستينى، وثقه ابن معين وابن حبان، وقال النسائى: ليس به بأس. وأما أبو حاتم فقال: "ليس بالقوى، يكتب حديثه (سلسلة الأحاديث الصحيحة وشىء من فقهها وفوائدها، تحت رقم الحديث ۲۵۵۳)"

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص حج کے لئے جائے پھر (راستہ میں) فوت ہو جائے، اس کے لئے قیامت تک حج کا ثواب لکھا جائے گا اور جو شخص عمرہ کے لئے جائے پھر (راستہ میں) فوت ہو جائے، اس کے لئے قیامت تک عمرہ کا ثواب لکھا جائے گا اور جو شخص جہاد کے لئے جائے پھر (راستہ میں) فوت ہو جائے اس کے لئے قیامت تک مجاہد کا ثواب لکھا جائے گا (طبرانی، ابویعلیٰ)

اس سے معلوم ہوا کہ جو شخص اخلاص کے ساتھ حج یا عمرہ کے سفر پر جائے، اور پھر وہ فوت ہو جائے، تو وہ تا قیامت حج و عمرہ کے ثواب کو پاتا رہے گا۔ ۱

”حج“ اللہ اور موت کی محبت کا مظہر

نماز، روزے، اور زکاۃ وغیرہ کے مقابلہ میں حج میں ایک خاص بات ایسی ہے کہ جو دوسری عبادتوں میں نہیں پائی جاتی۔

اور وہ یہ ہے کہ دوسری عبادتوں کے کاموں میں تو کچھ عقلی حکمتیں و مصلحتیں بھی سمجھ میں آتی

۱ (وعن أبي هريرة قال: قال رسول الله -صلى الله عليه وسلم- من خرج حاجا أو معتمرا أو غازیاً) أى قاصدا للغزو، (ثم مات فى طريقه) أى قبل العمل (كتب الله له أجر الغازی والحاج والمعتمر) لقوله تعالى: (ومن ینخرج من بیتہ مهاجرا إلى الله ورسوله ثم یدرکه الموت فقد وقع أجره على الله) قيل فمن قال إن من وجب علیه الحج وآخره ثم قصد بعد زمان فمات فى الطريق كان عاصیا، فقد خالف هذا النص، وذكره الطیبی وفيه بحث، إذ لیس نص فى الحدیث على مطلوبه فإنه مطلق، فیحمل على ما إذا خرج حاجا فى أول ما وجب علیه وخرج أهل بلده للحج، أو على ما إذا تأخر لحدوث عارض من مرض أو حیس أو عدم أمن فى الطريق ثم خرج فمات فإنه یموت مطیعا، وأما إذا تأخر من غیر عذر حتى فاتته الحج فإنه یكون عاصیا بلا خلاف عندنا، على اختلاف فى أن وجوب الحج على الفور أو التراخی، والصحیح هو الأول ومع هذا یمکن أن نقول له أجر الحاج فى الجملة فإن الله لا یضیع أجر من أحسن عملا، ولا مانع من أن یكون عاصیا من وجه، ومطیعا من وجه، والله ولى التوفیق.

ثم رأیت ابن حجر اعترض علیه بأن هذا من سوء أدبه على إمامه الشافعی وأهل مذهبه، وعلى مالک وغیرہ من بقية علماء السلف وفضلاء الخلف رحمهم الله تعالى (رواه البیهقی فى شعب الإيمان) (مرقاۃ المفاتیح، ج ۵ ص ۷۵، ۷۶، کتاب المناسک)

ہیں، مگر حج کے کاموں میں محبوبانہ شان پائی جاتی ہے، پہلے ہوئے کپڑوں کے بجائے ایک کفنِ نمالِ لباس پہن لینا، ننگے سر رہنا، حجامت نہ بنوانا بلکہ جسم کے کسی حصے کے بھی بال نہ کاٹنا، ناخن نہ ترشوانا، بالوں میں کنگھانہ کرنا، تیل نہ لگانا، خوشبو کا استعمال نہ کرنا، جسم سے میل کچیل صاف نہ کرنا، بلکہ جوں تک نہ مارنا، کسی خشکی کے جانور کا شکار نہ کرنا، درخت نہ کاٹنا، پکار پکار کر لبیک کہتے پھرنا، بیت اللہ کے گرد مستانہ وار چکر کاٹنا، حجرِ اسود کو چومنا، بیت اللہ کے در و دیوار سے چمٹنا اور آہ و زاری کرنا، صفا و مروہ کے چکر لگانا۔

پھر مکہ شہر سے نکل کر منیٰ، کبھی عرفات اور کبھی مزدلفہ کے صحراؤں اور میدانوں میں جا پڑنا، تپتی ہوئی دھوپ اور گرمی میں پھرنا، جمرات پر بار بار کنکریاں مارنا وغیرہ وغیرہ، یہ سارے اعمال وہی ہیں جو انتہائی محبت رکھنے والوں سے سرزد ہوا کرتے ہیں۔

حج کے اعمال میں انسان کو عملی طور پر سادگی اختیار کرنے اور تکلفات، تکبر، نمود و نمائش چھوڑنے اور موت کی تیاری کا سبق دیا جاتا ہے۔

اور اسی وجہ سے حج کے سارے ارکان و اعمال تکبر و بڑائی کے دشمن اور ان کو ختم کرنے والے ہیں۔ دور دراز کا سفر اختیار کرنا، رشتہ دار اور دوست احباب کو چھوڑ دینا، نفس پروری، اور سستی و کاہلی کا دور ہو جانا اور احرام پہن کر کفن اور اپنی موت کا یاد آ جانا، اور اس کے نتیجہ میں دنیا کی محبت کا دل سے نکل جانا اور اس کے مقابلے میں آخرت سے محبت کا ہو جانا، یہ سب چیزیں اخلاص کے ساتھ صحیح طور پر حج کرنے سے حاصل ہو جاتی ہیں۔

اس اعتبار سے حج کا عمل دوسرے اعمال کے مقابلہ میں ایک خاص امتیازی شان رکھتا ہے، بلکہ یوں کہنا چاہئے کہ حج، اللہ تعالیٰ اور آخرت کی محبت کا بہت بڑا مظہر ہے۔

حج مبرور کیا ہے؟

کئی احادیث میں حج کی فضیلت بیان کرتے ہوئے حج مبرور کی قید لگائی گئی ہے۔ اور مبرور کا لفظ دراصل عربی کے لفظ ”بر“ سے بنا ہے، اور ”بر“ بھلائی اور خیر کو کہتے ہیں، تو

مبرور کے لغت میں معنی بھلائی اور خیر والی چیز کے اور حج مبرور کے لغوی معنی ایسے حج کے ہوئے کہ جو خیر اور بھلائی والا ہو۔

اس اعتبار سے جو چیز نیکی اور طاعت والی ہو، اور اس میں گناہ والی بات نہ ہو، اس کو بھی مبرور کہا جاتا ہے۔ ۱۔

حج مبرور کسے کہتے ہیں؟

تو اس سلسلہ میں قرآن و احادیث میں غور کر کے محدثین و اہل علم حضرات نے حج مبرور کے مندرجہ ذیل معنی بیان کئے ہیں:

نمبر ۱..... حج مبرور وہ ہے کہ جس کے ساتھ کوئی گناہ شامل و داخل نہ ہو، اور اس کی دلیل یہ ہے کہ مبرور ”بر“ سے بنا ہے اور ”بر“ کے معنی طاعت کے ہیں اور طاعت گناہ کی ضد ہے۔

اس کے علاوہ سورہ بقرہ کی آیت میں اللہ تعالیٰ نے حج میں فسوق اور گناہوں کی نفی فرمائی ہے۔ ۲۔

مزید یہ کہ کئی احادیث و روایات میں حج کی فضیلت کو بیان کرتے ہوئے گناہوں سے بچنے کی صاف قید لگی ہوئی ہے۔

نمبر ۲..... حج مبرور وہ ہے کہ جس کے بعد گناہ نہ ہو (اور حج سے پہلے گناہوں سے بچے

۱۔ (باب فضل الحج المبرور) ای: هذا باب فی بیان فضل الحج المبرور ای: المقبول، قاله ابن خالويه، وقال غيره: الحج المبرور الذي لا يخالطه شيء من المأثم، وهو من البر وهو اسم جامع للخير، يقال: بر عمله وبر عمله، بفتح الباء وضمها، بريرا وبرورا، وأبره الله تعالى. قال الفراء: بر حجة، فإذا قالوا: أبر الله حجاج قالوه بالألف. وقال ثعلب: بر حجاج لأن العامة تقول: بر حجاج، بفتح الباء، يجعلون الفعل للحج، وإنما الحج مفعول به مبرور وليس ببر، وحكى أبو عبيد والليحاني وابن التيمي وأبو المعاني وأبو نصر في آخرين: بر، بفتح الباء (عمدة القاري، ج ۹ ص ۱۳۳، باب فضل الحج المبرور)

۲۔ الْحَجُّ أَشْهَرُ مَعْلُومَاتٍ، فَمَنْ قَرَضَ فِيهِنَّ الْحَجَّ فَلَا رَفَّ وَلَا فُسُوقَ وَلَا جِدَالَ فِي الْحَجِّ (سورہ بقرہ آیت نمبر ۱۹۷)

توبہ کر لی ہو ورنہ حج کے ذریعہ گناہوں سے پاک و صاف ہونے کا پورا مقصد حاصل نہ ہوگا)
نمبر ۳..... حج مبرور وہ ہے کہ جس میں کسی قسم کا دکھلاوا اور نام و نمود نہ ہو، بلکہ
اخلاص اور اللہ کی رضا کے لیے حج کیا گیا ہو۔ ۱

اور اگر چہ ان میں سے پہلے معنی کو بعض حضرات نے رائج اور مضبوط قرار دیا ہے۔
لیکن درحقیقت ان تینوں معنی میں باہم کوئی ٹکراؤ نہیں، اس لئے کہ آخر کے دونوں معنی پہلے
معنی میں داخل ہیں اور پہلے معنی ان دونوں کو شامل ہیں، کیونکہ ایسا حج کہ جس کے ساتھ کوئی
گناہ شامل اور داخل نہ ہو، اس میں نام و نمود سے بچنا اور توبہ و استغفار اور آئندہ گناہوں سے
پرہیز بھی داخل ہے۔

اور بعض حضرات نے مقبول اور مبرور دونوں کو ایک ہی معنی میں مراد لیا ہے، اور مقبول حج کی
جو پہچان و علامت بتلائی گئی ہے، اس سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے کہ مقبول اور مبرور دونوں
ہم معنی ہیں۔

اور یہ بھی کہا جاسکتا ہے کہ مبرور ایک باطن اور حقیقت ہے اور مقبول اس کی صورت اور ظاہر
ہے کہ مقبول سے مبرور ہونے کو پہچانا جاتا ہے۔ ۲

۱۔ عن أنس بن مالك، قال: حج النبي صلى الله عليه وسلم على رجل، رث، وقطيفة
تساوى أربعة دراهم، أو لا تساوى، ثم قال: اللهم حجة لا رياء فيها، ولا سمعة (ابن
ماجه، رقم الحديث ۲۸۹۰)

عن ابن عباس قال: غدا رسول الله صلى الله عليه وسلم يوم عرفة من منى، فلما انبعث
به راحلته، وعليها قطيفة قد اشترت بأربعة دراهم قال: اللهم اجعلها حجة مبرورة، لا
رياء فيها، ولا سمعة (المعجم الأوسط، رقم الحديث ۱۳۷۸؛ أخبار مكة للفاكهي، رقم
الحديث ۸۵۵)

۲۔ قوله: (والحج المبرور)، المبرور من: بره إذا أحسن إليه ثم قيل: بر الله عمله، إذا قبله كأنه
أحسن إلى عمله بأن قبله ولم يرد. واختلفوا في المراد بالحج المبرور، فقيل: هو الذي لا يخالطه
شيء من مائثم، وقيل: هو المتقبل، وقيل: هو الذي لا رياء فيه ولا سمعة ولا رث ولا فسوق، وقيل:
الذي لم يتعقبه معصية، وقد ورد تفسير الحج المبرور بغير هذه الأقوال، وهو ما روى محمد بن
المنكدر عن جابر عن النبي صلى الله عليه وسلم قال: الحج المبرور ليس له جزاء إلا الجنة،
﴿بقية حاشية اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اور حج مبرور کی پہچان یہ ہے کہ اپنے حج سے اس طرح واپس آئے کہ اس کا دل دنیا کی محبت سے فارغ اور آخرت کی طرف راغب ہو، اور حج کرنے کے بعد نیکیوں کے کرنے اور برائیوں سے بچنے کے سلسلے میں اس حالت سے بہتر حالت ہو جائے جو حالت حج سے پہلے تھی۔ ۱

﴿گزشتہ صفحہ کا بقیہ حاشیہ﴾ فقیل: یا رسول اللہ! ما بر الحج؟ قال: إفشاء السلام وإطعام الطعام. وفي رواية فيه بدل (إفشاء السلام: وطيب الكلام)، وفي رواية: (ولين الكلام) وهو في (مسند) أحمد. قوله: (ليس له جزاء إلا الجنة) أي: لا يقصر لصاحبه من الجزاء على تكفير بعض ذنوبه، بل لا بد أن يدخل الجنة (عمدة القاری، ج ۱۰ ص ۱۰۹، أبواب العمرة، وجوب العمرة وفضلها) (والحج المبرور) هو الذي لا رياء فيه ولا رث ولا فسوق، ويكون بمال حلال والله أعلم (شرح صحيح البخاری لابن بطل، ج ۴، ص ۴۳۵، أبواب العمرة، وجوب العمرة وفضلها) (حج مبرور) مقبول أو لم يخالطه إثم أو لا رياء فيه أو لا تقع فيه معصية. وفي حديث جابر عند أحمد بإسناد فيه ضعف قالوا: يا رسول الله ما بر الحج؟ قال: "إطعام الطعام وإفشاء السلام" (إرشاد الساری لشرح صحيح البخاری، ج ۳ ص ۹۶، كتاب الحج، باب فضل الحج المبرور) (حجة مبرورة) أي مقبولة أو لم يخالطها إثم من الإحرام إلى التحلل الثاني أو لا رياء فيها أقوال رجع النووي ثانیها (فیض القدير للمناوی، تحت رقم الحديث ۱۲۳۹)

قال ابن خالويه المبرور المقبول وقال غيره الذي لا يخالطه شيء من الإثم ورجحه النووي وقال القرطبي الأقوال التي ذكرت في تفسيره متقاربة المعنى وهي أنه الحج الذي وفيت أحكامه ووقع موقعاً لما طلب من المكلف على الوجه الأكمل والله أعلم وقد تقدم في ذلك أقوال أخر مع مباحث الحديث الأول في باب من قال إن الإيمان هو العمل من كتاب الإيمان منها أنه يظهر بآخره فإن رجع خيراً مما كان عرف أنه مبرور ولأحمد والحاكم من حديث جابر قالوا يا رسول الله ما بر الحج قال إطعام الطعام وإفشاء السلام وفي إسناده ضعف فلو ثبت لكان هو المتعين دون غيره (فتح الباری لابن حجر، ج ۳ ص ۳۸۲، باب فضل الحج المبرور)

(والحج المبرور ليس له جزاء إلا الجنة) الاصح الأشهر ان المبرور هو الذي لا يخالطه إثم، ماخوذ من البر وهو الطاعة وقيل هو المقبول، ومن علامة القبول ان يرجع خيراً مما كان ولا يعاود المعاصي، وقيل هو الذي لا رياء فيه، وقيل الذي لا يعقبه معصية وهما داخلان فيما قبلهما (شرح النووي على مسلم، ج ۹ ص ۱۱۸، ۱۱۹، كتاب الحج، باب فضل الحج والعمرة)

۱۔ والمبرور: هو الذي لا يخالطه إثم، ومنه: برت يمينه إذا سلم من الحنث. وقيل: هو المقبول، ومن علامات القبول أنه إذا رجع يكون حاله خيراً من الحال الذي قبله، وقيل: هو الذي لا رياء فيه، وقيل: هو الذي لا تتعقبه معصية، وهما داخلان فيما قبلهما، والبر، بالكسر: الطاعة والقبول، يقال: بر حجاج، بضم الباء وفتحها لازمين، وبر الله حجاجك، وأبر الله أي قبله، وأصله من البر، وهو اسم لجماع الخير، وبررت فلانا أبوه براء، إذا وصلته وكل عمل صالح بر، وجعل لبيد البر: التقوى،

﴿بقية حاشیہ اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں﴾

مذکورہ تفصیل کے پیش نظر اب یہ سمجھنا مشکل نہ رہا کہ حج مبرور و مقبول اور حج کے پورے فضائل حاصل کرنے لئے یہ بات انتہائی ضروری ہے کہ حج کو اخلاص کے ساتھ صحیح طور پر غلطیوں سے بچ کر ادا کیا جائے اور گناہوں سے سچی توبہ کر لی جائے۔

اور گناہوں کی دو قسمیں ہیں:

(۱)..... ایک کبیرہ (بڑے) گناہ (۲)..... دوسرے صغیرہ (چھوٹے) گناہ۔

صغیرہ گناہ تو حج جیسے نیک اعمال سے بھی معاف ہو جاتے ہیں لیکن کبیرہ گناہوں کے بارے میں اصولی و تحقیقی بات یہ ہے کہ وہ بغیر توبہ و ندامت کے معاف نہیں ہوتے اور حقوق العباد حق ادا کئے بغیر یا صاحب حق سے معاف کرائے بغیر معاف نہیں ہوتے۔

اور سچی توبہ کے لئے تین باتوں کو ملحوظ رکھنا ضروری ہے۔

(۱)..... پہلی یہ کہ گزرے ہوئے گناہوں پر افسوس اور شرمندگی کا ہونا اور ساتھ ہی

جن چیزوں کی قضاء ضروری ہے، خواہ وہ اللہ کے حقوق ہوں (جیسے قضاء نمازیں،

قضا روزے، زکاۃ، حج، قربانی، صدقہ فطر، قسم کا کفارہ، جائز منت وغیرہ) ان کو

حسب قدرت ادا کرنا اور خواہ بندوں کے حقوق ہوں (جیسے قرض و دین، تقسیم

میراث، کسی بھی قسم کا جانی، مالی نقصان اور ایذا رسانی وغیرہ) ان کو کم نہ حد تک ادا

کرنے کی کوشش کرنا یا حقدار سے اس کی خوشدلی کا لحاظ کر کے معافی حاصل کرنا۔

(۲)..... دوسری یہ کہ اس وقت فوراً ان گناہوں کو چھوڑ دینا اور ان سے الگ ہو جانا۔

﴿گزشتہ صفحہ کا بقیہ حاشیہ﴾ فقال: (وما البر إلا مضمرات من التقى... وما المال إلا معمرات

ودائع) (عمدة القاری، ج ۱، ص ۱۸۸، کتاب الایمان)

والمبرور هو الذى لا يخالطه اثم ومنه "برت يمينه" اذا سلم من الحنث وقيل هو المقبول ومن

علامات القبول انه اذا رجع يكون حاله خيرا من حال الذى قبله وقيل هو الذى لا رياء فيه وقيل

هو الذى لا تتبعه معصية وهما داخلان فيما قبلهما اه والذى رجحه النووى انه الذى لا يخالطه شئ

من الاثم وقال القرطبى الاقوال فى تفسيره متقاربة وهى ان الحج الذى وفيت احكامه ووقع موقعا

لماطلب من المكلف على الوجه الاكمل حكاه فى الفتح (۳۰۲/۳) والذى يظهر لى ان يفسر الحج

المبرور بقوله تعالى فلا رث ولا فسوق ولا جدال فى الحج . فمن كان حجه بهذه الصفة

فهو المبرور ويؤيده حديث الباب (معارف السنن ج ۶ ص ۱۲)

(۳)..... تیسری یہ کہ آئندہ کے لئے ان گناہوں کو نہ کرنے کا پختہ ارادہ کر لینا

(کذا فی معارف القرآن ج ۲ تحت سورۃ نساء آیت ۳۱) ۱

اب لاکھوں کی تعداد میں آج کل ذوق و شوق کے ساتھ حج کرنے والے مرد اور خواتین گزشتہ تفصیل کی روشنی میں اپنے حالات کا جائزہ لے لیں کہ ان کا حج مقبول و مبرور ہے یا نہیں؟

اگر نہیں، تو اس کو مقبول و مبرور بنانے کی کوشش و اہتمام کریں۔

۱۔ لأن حد التوبة الرجوع عن الذنب والعزم ان لا يعود إليه والاقلاع عنه والاستغفار بمجرد لا يفهم منه ذلك انتهى وقال غيره شروط التوبة ثلاثة الاقلاع والندم والعزم على ان لا يعود والتعبير بالرجوع عن الذنب لا يفيد معنى الندم بل هو إلى معنى الاقلاع أقرب وقال بعضهم يكفي في التوبة تحقق الندم على وقوعه منه فإنه يستلزم الاقلاع عنه والعزم على عدم العود فهما ناشتان عن الندم لا أصلان معه ومن ثم جاء الحديث الندم توبة وهو حديث حسن من حديث ابن مسعود أخرجه ابن ماجة وصححه الحاكم وأخرجه ابن حبان من حديث أنس وصححه وقد تقدم البحث في ذلك في باب التوبة من أوائل كتاب الدعوات مستوفى (فتح الباری لابن حجر، ج ۱ ص ۱۷۱، کتاب التوحيد، قوله باب قول الله تعالى يريدون ان يبذلوا كلام الله)

ثم اعلم ان التوبة اما من الكفر واما من الذنب فتوبة الكافر مقبولة قطعاً وتوبة العاصي مقبولة بالوعد الصادق ومعنى القبول الخلاص من ضرر الذنوب حتى يرجع كمن لم يعمل ثم توبة العاصي اما من حق الله واما من حق غيره فحق الله تعالى يكفي في التوبة منه الترك على ما تقدم غير ان منه ما لم يكتف الشريعة فيه بالترك فقط بل اضاف إليه القضاء أو الكفارة وحق غير الله يحتاج إلى ايصالها لمستحقها والا لم يحصل الخلاص من ضرر ذلك الذنب لكن من لم يقدر على الايصال بعد بذله الوسع في ذلك فعفو الله مأمول فإنه يضمن التبعات ويبدل السيئات حسنات والله اعلم (فتح الباری لابن حجر، ج ۱ ص ۱۰۳، کتاب الدعوات، باب التوبة)

باب التوبة قال العلماء: التوبة واجبة من كل ذنب، فإن كانت المعصية بين العبد وبين الله تعالى لا تتعلق بحق آدمي، فلها ثلاثة شروط: أحدها: أن يقلع عن المعصية. والثاني: أن يندم على فعلها. والثالث: أن يعزم أن لا يعود إليها أبداً، فإن فقد أحد الثلاثة لم تصح توبته. وإن كانت المعصية تتعلق بآدمي فشروطها أربعة: هذه الثلاثة، وأن يبرأ من حق صاحبها: فإن كانت مالا أو نحوه رده إليه، وإن كانت حد قذف ونحوه مكنه منه أو طلب عفوهِ وإن كانت غيبة استحله منها ويجب أن يتوب من جميع الذنوب فإن تاب من بعضها صحت توبته عند أهل الحق من ذلك الذنب وبقي عليه الباقي وقد تظاهرت دلائل الكتاب، والسنة، وإجماع الأمة على وجوب التوبة (شرح رياض الصالحين للعثيمين، باب التوبة)

حج مبرور اور چند رائج گناہ و منکرات

گزشتہ تفصیل سے معلوم ہو چکا کہ حج مبرور کی فضیلت اور حج کے فضائل و برکات کا حاصل کرنا اسی وقت ممکن ہے جبکہ حج کے فرائض، واجبات وغیرہ کی رعایت کے ساتھ جو چیزیں حج کو خراب کرنے والی ہیں ان سے پرہیز کرے ورنہ اگر فرض سے سبکدوشی ہو بھی گئی تو فضائل و برکات سے محروم رہنا تو یقینی ہے، حج و زیارت کو جانے والے حضرات اس معاملے میں اکثر غفلت کرتے ہیں، حج و زیارت کے احکام اور مسائل معلوم کرنے کا اہتمام نہیں کرتے، اور نہ صرف یہ کہ حج و عمرہ کی عین ادائیگی کے دوران کئی گناہ کرتے ہیں، بلکہ حرمین شریفین پہنچنے سے پہلے ہی کئی خرابیوں اور گناہوں میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔

اور یہ بے خبر لوگ حج کر کے یہ حساب لگاتے ہیں کہ ہم گناہوں سے پاک ہو کر آئے ہیں، اور آخرت کے ثواب کا بڑا ذخیرہ کر کے لائے ہیں، حالانکہ یہ لوگ ایک طرف تو حج مبرور و مقبول کے ثواب سے اپنے آپ کو محروم کرتے ہیں، اور دوسری طرف گناہوں کی دلدل میں اپنے آپ کو دھنسا لیتے ہیں، جو کہ سخت توجہ و اصلاح طلب بات ہے۔

اس کی بنیادی وجہ تو دین و آخرت سے غفلت، یا حج کو ایک رسمی و رواجی چیز سمجھنا اور حج کو نام و نمود و شہرت کے لئے اختیار کرنا ہے، لیکن بعض دین کے قدر شناسوں اور مخلص لوگوں میں بھی رسم و رواج اور عام معاشرے میں بگاڑ کے باعث اس قسم کی خرابیاں پیدا ہو گئی ہیں، کہ دوسروں کی دیکھا دیکھی وہ بھی دین سمجھ کر بہت سی خرابیوں میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔

یوں تو خاص حج و عمرے کی ادائیگی کے دوران ہونے والے گناہ اور خرابیاں بہت زیادہ ہیں، جن کو ”مناسک حج“ کی کتابوں میں ملاحظہ کیا جاسکتا ہے۔

لیکن کچھ غلطیاں یا غلط فہمیاں ایسی ہیں کہ جو حج کی ادائیگی سے پہلے یا حج و عمرے کے سفر سے متعلق ہیں۔

یہاں اسی قسم کی چند خرابیوں کا ذکر کیا جاتا ہے۔

نام و نمود کے لئے حج کرنا

بعض لوگ حج و عمرہ نام و نمود، نیک نامی اور اپنی مالداری ظاہر کرنے کے لئے کرتے ہیں۔ اور اسی لئے جانے سے پہلے ان کی طرف سے اپنے حج کا عام اعلان کر دیا جاتا ہے، دعوتوں کی پارٹیاں شروع ہو جاتی ہیں۔ کوئی آ رہا ہے کوئی جا رہا ہے، گھر میں بھی بے پردہ عورتوں اور مردوں کا ہجوم ہوتا ہے (جس میں بد نظری اور بے پردگی کا گناہ بھی عام ہوتا ہے) اور ایک شور ہنگامہ آرائی کا سماں برپا ہوتا ہے۔

آخر حج ایک فریضہ ہے جیسے نماز، روزہ اور زکاۃ وغیرہ ایک فریضہ ہے، اس میں شور، ہنگامہ کی کیا ضرورت ہے، پھر جو لوگ اس قسم کی ہنگامہ آرائی میں مبتلا ہوتے ہیں ان لوگوں کی عام طور پر یہ حالت ہوتی ہے کہ نہ نماز کا اہتمام ہے۔ نہ روزے اور زکاۃ کا اور نہ ہی دوسرے گناہوں سے بچنے کا۔

اگر حج کو اللہ کا حکم سمجھ کر اور اللہ کو راضی کرنے کے لئے کیا جا رہا ہے تو کیا نماز، روزہ، زکاۃ وغیرہ کی ادائیگی اور گناہوں سے بچنا یہ سب چیزیں اللہ تعالیٰ کا حکم نہیں ہیں؟ پھر کیا وجہ ہے کہ ان چیزوں پر عمل نہیں۔

اور اگر عمل ہے تو کیا نماز، روزہ اور زکاۃ کا عمل انجام دینے سے پہلے بھی اسی طرح کی ہنگامہ آرائی ہوتی ہے، اور اگر کوئی اس طرح کی ہنگامہ آرائی کرے، تو کیا اس کو نیک عمل کہا جاسکتا ہے؟ ظاہر ہے کہ نہیں۔

بات دراصل یہ ہے کہ جو نام و نمود اور شہرت حاجی، الحاج وغیرہ جیسے القاب سے ملتی ہے، نماز، روزہ اور زکاۃ کی ادائیگی اور گناہوں سے بچنے میں نہیں ملتی اور نہ ہی ان نیک کاموں کے کرنے سے مالدار ہونے کی شہرت ہوتی ہے، اور یہ دوسرے اعمال خاموشی سے ادا ہو جاتے

ہیں اس لئے ان احکام کی وہ حیثیت نہیں سمجھی جاتی۔

حالانکہ دکھلاوے اور ریاکاری سے ثواب سے محرومی، عذاب میں گرفتاری انسان کا مقدر بن جاتی ہے اور وہ دنیا جس کی تلاش میں دکھلاوا کیا گیا وہ بھی نہیں ملتی اور اگر ملتی بھی ہے تو وہ بھی چند روز کے بعد موت اور فناء کے گھاٹ اتر جاتی ہے، اور پھر انسان اس کا مصداق ہو جاتا ہے کہ:

نہ خدا ہی ملانہ وصالِ صنم نہ ادھر کے رہے نہ ادھر کے رہے

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد مروی ہے کہ:

إِنَّمَا الْأَعْمَالُ بِالنِّيَّةِ، وَإِنَّمَا لِامْرِءٍ مَّا نَوَىٰ، فَمَنْ كَانَتْ هِجْرَتُهُ إِلَى اللَّهِ وَرَسُولِهِ، فَهِيَ حِجْرَتُهُ إِلَى اللَّهِ وَرَسُولِهِ، وَمَنْ كَانَتْ هِجْرَتُهُ إِلَى دُنْيَا يُصِيبُهَا أَوْ امْرَأَةٍ يَتَزَوَّجُهَا، فَهِيَ حِجْرَتُهُ إِلَىٰ مَا هَاجَرَ إِلَيْهِ (بخاری) ۱

ترجمہ: اعمال (کے عبادت بننے کا اعتبار) نیت کے ساتھ ہے، اور بس آدمی کو وہی حاصل ہوگا، جس کی وہ نیت کرے گا، پس جس کی ہجرت (کی نیت) اللہ اور اس کے رسول کی طرف ہو، تو اس کی ہجرت اللہ اور اس کے رسول کی طرف ہی کہلائے گی، اور جس کی ہجرت (کی نیت) دنیا کو پانے یا کسی عورت سے نکاح کرنے کی طرف ہو، تو اس کی ہجرت اسی چیز کی طرف ہونا کہلائے گی، جس کی طرف اس نے ہجرت (کی نیت) کی ہو (بخاری: مسلم)

اور جب نیتوں میں اخلاص نہ رہا بلکہ اپنی شہرت اور نامِ طلبی پیدا ہو گئی تو پھر حج و عمرہ کی مقبولیت کہاں سے حاصل ہوگی؟

کئی احادیث میں ریا اور دکھلاوے کو شرک فرمایا گیا ہے۔

چنانچہ حضرت محمود بن لبید سے روایت ہے کہ:

۱۔ رقم الحدیث ۲۶۸۹، کتاب الایمان والندور، باب النية فی الایمان، واللفظ له، مسلم، ج ۳ ص ۱۵۱۵۔

أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: إِنَّ أَخَوْفَ مَا أَخَافُ عَلَيْكُمُ الشِّرْكَ الْأَصْغَرَ، قَالُوا: وَمَا الشِّرْكَ الْأَصْغَرُ يَا رَسُولَ اللَّهِ؟ قَالَ: الرِّيَاءُ، يَقُولُ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ لَهُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ: إِذَا جُزِيَ النَّاسُ بِأَعْمَالِهِمْ: اذْهَبُوا إِلَى الَّذِينَ كُنْتُمْ تُرَاءُونَ فِي الدُّنْيَا فَاَنْظُرُوا هَلْ تَجِدُونَهُمْ جَزَاءً (مسند احمد، رقم الحديث ۲۳۶۳۰) ۱

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم پر (یعنی امت پر) میں سب سے زیادہ شرک اصغر (یعنی چھوٹے شرک) کا خوف کرتا ہوں، صحابہ نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! شرک اصغر (یعنی چھوٹا شرک) کیا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ریا کاری (یعنی دکھلاوا) اللہ عزوجل ان (ریا کار) لوگوں سے قیامت کے دن جب ان کے اعمال کا بدلہ دیں گے، فرمائیں گے کہ تم ان لوگوں کی طرف جاؤ، جن کے لئے تم دنیا میں ریا کاری کرتے تھے، اور دیکھو کہ کیا ان کے پاس تم کوئی بدلہ (و ثواب) پاتے ہو (مسند احمد)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: قَالَ اللَّهُ تَبَارَكَ وَتَعَالَى: أَنَا أَغْنَى الشُّرَكَاءِ عَنِ الشِّرْكَ، مَنْ عَمِلَ عَمَلًا أَشْرَكَ فِيهِ مَعِيَ غَيْرِي، تَرَكْتُهُ وَشِرْكُهُ (مسلم) ۲

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تبارک و تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میں شرکاء کے شرک سے بے نیاز ہوں، جس نے کوئی عمل ایسا کیا کہ جس میں میرے کسی غیر کو شریک کر لیا تو اس کو اس کے عمل کے ساتھ چھوڑ دوں گا (یعنی اس عمل کا کوئی اجر و ثواب نہ دوں گا) (مسلم)

۱۔ فی حاشیہ مسند احمد: حدیث حسن۔

۲۔ رقم الحديث ۲۹۸۵ ”۴۶“ کتاب الزهد والرفاق، باب من اشرك في عمله غير الله.

اور حضرت ابوسعید بن ابوفضلہ انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: إِذَا جَمَعَ اللَّهُ
الْأَوَّلِينَ وَالْآخِرِينَ، لِيَوْمٍ لَا رَيْبَ فِيهِ، نَادَى مُنَادٍ: مَنْ كَانَ أَشْرَكَ
فِي عَمَلٍ عَمِلَهُ لِلَّهِ أَحَدًا، فَلْيَطْلُبْ ثَوَابَهُ مِنْ عِنْدِ غَيْرِ اللَّهِ، فَإِنَّ اللَّهَ
أَغْنَى الشُّرَكَاءِ عَنِ الشِّرْكَ (مسند احمد، رقم الحديث ۷۸۸۸) ۱

ترجمہ: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ جب اللہ تعالیٰ اول اور آخر
کے سب لوگوں کو اس دن میں جمع فرمائیں گے، جس میں کوئی شک نہیں (یعنی
قیامت کے دن) تو ایک بندہ دینے والا ندا دے گا کہ جس نے کسی ایسے عمل میں جو
اللہ کے لئے کرنا تھا، کسی کو شریک کیا، تو وہ اس کا ثواب اس غیر اللہ سے ہی طلب
کر لے، کیونکہ اللہ تعالیٰ شریکوں کے شرک سے بری ہیں (مسند احمد)

اس قسم کی احادیث سے ریاکاری کرنے والے کے لئے سخت عذاب کا ہونا معلوم ہوتا ہے۔
اس لئے حج کرنے والے اشخاص کو اپنی نیتوں میں اخلاص پیدا کرنا چاہئے اور نام و نمود، اور
دکھلاوے سے بڑے اہتمام کے ساتھ بچنا چاہئے۔

قرآن و سنت کی تعلیمات سے معلوم ہوتا ہے کہ انسان کے عمل میں وزن پیدا کرنے والی
بنیادی چیزیں دو ہیں ایک اخلاص، دوسرے صدق۔

اخلاص کا مطلب یہ ہے کہ جو عمل کیا جائے اس کا مقصد اللہ تعالیٰ کی رضا اور آخرت کی بھلائی
ہو اور صدق یہ ہے کہ جو عمل کیا جا رہا ہے وہ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے بتائے
ہوئے طریقہ کے مطابق ہو، لہذا نیت میں اخلاص پیدا کرنے کے ساتھ ساتھ یہ بھی ضروری
ہوگا کہ حج کرنے سے پہلے حج کے مسائل اور احکام اچھی طرح سیکھ لئے جائیں اور پھر ان
کے مطابق صحیح طریقہ پر گناہوں سے بچتے ہوئے حج کیا جائے۔

۱۔ فی حاشیہ مسند احمد: صحیح لغیرہ، و هذا إسناد حسن من أجل زياد بن مينا.

حج کے لئے بھیک مانگنا یا بھیک مانگنے کی غرض سے حج کرنا

بعض لوگوں کے پاس نہ تو حج کا سامان ہوتا ہے نہ دل غنی ہوتا ہے اور نہ ہی اللہ تعالیٰ پر صحیح توکل ہوتا ہے، وہ صرف اپنے شوق اور جذبہ کی تکمیل و تسکین کے لئے بھیک مانگ مانگ کر اور چندہ کر کے حج پر جاتے ہیں، حالانکہ اس طرح حج پر جانا گناہ کا کام ہے، کیونکہ بلا سخت ضرورت کے سوال کرنا حرام ہے اور اس طرح حج کرنے کے لئے سوال کرنا شرعی لحاظ سے سخت ضرورت میں داخل نہیں۔

اور بعض لوگ ایسے بھی ملتے ہیں کہ جن کا کام اور پیشہ ہی مانگنا اور لوگوں سے سوال کرنا ہوتا ہے، حج کے موقع پر یہ لوگ حج کرنے کے بجائے بھیک مانگنے اور چندہ کرنے کی نیت سے سفر کرتے ہیں، اور اپنے وطن سے حج وغیرہ کے ویزے پر سفر کرتے ہیں۔ پھر دوسرے لوگ تو وہاں جا کر اپنے اپنے اعمال اور عبادت میں مشغول ہوتے ہیں، مگر ان لوگوں کو نہ مسجد حرام اور مسجد نبوی کی عظمت کا احساس ہوتا ہے اور نہ ہی منیٰ، مزدلفہ، اور عرفات وغیرہ کی قدر و قیمت کا لحاظ ہوتا ہے۔ جہاں دیکھو، بھیک مانگتے ہوئے ہی نظر آتے ہیں۔

حج کے نام پر بھیک مانگنے کی غرض سے اتنا لمبا سفر کرنا اور اتنی جدوجہد کرنا کتنا بڑا دھوکہ اور خیانت ہے، ایسے لوگ کل قیامت میں اللہ تعالیٰ کو کیا منہ دکھائیں گے، جبکہ ان کے خلاف مسجد حرام، مسجد نبوی، منیٰ، مزدلفہ اور عرفات وغیرہ کے متبرک مقامات گواہی دیں گے اور ساری دنیا کے لوگوں کے سامنے رسوائی ہوگی۔

حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: لَأَنْ يَأْخُذَ أَحَدُكُمْ حَبْلَهُ، فَيَأْتِيَ بِحُزْمَةِ الْحَطَبِ عَلَى ظَهْرِهِ، فَيَبِيعَهَا، فَيَكْفِيَ اللَّهُ بِهَا وَجْهَهُ خَيْرٌ لَهُ مِنْ أَنْ يَسْأَلَ النَّاسَ أَعْطَوْهُ أَوْ مَنَعُوهُ (بخاری) ۱

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم میں سے کوئی رسی لے، پھر لکڑیوں کی گٹھڑی اپنی پشت پر لاد کر لائے اور پھر اسے فروخت کر دے اور اس کے ذریعے سے اللہ تعالیٰ اس کی ضرورت پوری کر دیں تو یہ اس سے بہتر ہے کہ لوگوں سے سوال کرے (اور پھر) وہ چاہیں تو دیدیں اور چاہیں تو منع کر دیں (بخاری)

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: مَنْ أَصَابَتْهُ فَاقَةٌ فَأَنْزَلَهَا بِالنَّاسِ لَمْ تُسَدِّ فَاقَتُهُ وَمَنْ أَنْزَلَهَا بِاللَّهِ أَوْشَكَ اللَّهُ لَهُ بِالْغِنَى إِمَّا بِمَوْتٍ عَاجِلٍ أَوْ غِنَى عَاجِلٍ (ابوداؤد) ۱
ترجمہ: جس کو فاقہ پہنچا اور اس نے اس کو لوگوں کے سامنے رکھا (یعنی سوال کیا) تو اس کا فاقہ بند نہیں کیا جائے گا، اور جس نے اس کو اللہ تعالیٰ کے سامنے رکھا (اور لوگوں سے سوال نہیں کیا) تو قریب ہے کہ اللہ تعالیٰ اسے غنی بنا دیں گے، یا تو جلدی موت دے کر یا جلدی مالدار بنا کر (ابوداؤد)

اس سے معلوم ہوا کہ معمولی ضرورت کے وقت صبر نہ کرنے اور لوگوں سے سوال کرنے سے فقر و فاقہ میں مزید اضافہ ہوتا ہے، اور صبر کرنے اور اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرنے سے اس سے نجات حاصل ہوتی ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: مَنْ سَأَلَ النَّاسَ أَمْوَالَهُمْ تَكْثُرًا فَإِنَّمَا يَسْأَلُ جَمْرًا فَلْيَسْتَقِلَّ أَوْ لِيَسْتَكْثِرْ (مسلم) ۲

ترجمہ: جو لوگوں سے ان کے مال کا سوال کرے، تاکہ اپنے پاس مال بڑھ جائے،

۱۔ رقم الحدیث ۱۶۴۵، کتاب الزکاة، باب فی الاستعفاف، واللفظ لہ؛ ترمذی، رقم الحدیث ۲۳۲۶، باب ما جاء فی الهم فی الدنيا وحیہا.

۲۔ رقم الحدیث ۱۰۳۱ "۱۰۵" کتاب الزکاة، باب کراهة المسألة للناس، واللفظ لہ، سنن ابن ماجہ حدیث نمبر ۱۸۳۸.

تو وہ درحقیقت آگ کے انگارے کا سوال کر رہا ہے، اب اس کی مرضی ہے کہ وہ آگ کو کم کرے یا زیادہ کرے (صحیح مسلم)

مطلب یہ ہے کہ مال کی حرص و ہوس اور مال کو بڑھانے کے لئے سوال کرنے والا اپنے لئے آگ کا عذاب جمع کرتا ہے، اور جتنا بھی زیادہ سوال کرتا ہے، اتنا ہی آگ کا عذاب اکٹھا کرتا ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

مَا يَزَالُ الرَّجُلُ يَسْأَلُ النَّاسَ حَتَّى يَأْتِيَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَلَيْسَ فِي وَجْهِهِ
مُزْعَةٌ لَحْمٍ (مسلم) ۱

ترجمہ: آدمی لوگوں سے سوال کرتا رہتا ہے، یہاں تک کہ وہ قیامت کے دن اس حال میں آئے گا، کہ اس کے چہرے میں گوشت کا کوئی حصہ نہیں ہوگا (صحیح مسلم)

اس حال میں اس شخص کو لوگ دور سے پہچان لیں گے کہ یہ سوال کرنے اور بھیک مانگنے والا تھا، دنیا میں اس نے اپنی عزت و آبرو کھوئی تو آخرت میں بھی سب کے سامنے اس عذاب میں مبتلا ہو کر بے آبرو ہوگا۔

اس لئے حج کرنے کے لئے لوگوں سے بھیک مانگنا اور چندہ کرنا یا بھیک مانگنے کے لئے حج و عمرہ کے نام سے سفر کرنا گناہ ہے، اور ایسے لوگوں کو دینا بھی جائز نہیں کیونکہ یہ گناہ کا تعاون ہے اور گناہ کا تعاون بھی گناہ ہے۔

تجارت یا سیر و تفریح کی نیت سے حج کرنا

بعض لوگ تجارت کو مقصود بنا کر یا سیر و تفریح کی نیت سے حج کے سفر پر جاتے ہیں اور اسی وجہ

۱۔ رقم الحدیث ۱۰۴۱، ۱۰۴۲، کتاب الزکاة، باب کراهة المسألة للناس، واللفظ لہ، بخاری
رقم الحدیث ۱۴۷۴۔

سے یہ لوگ وہاں جا کر حج و عبادات سے زیادہ خرید و فروخت اور گھومنے پھرنے کا اہتمام اور مشغلہ اختیار کرتے ہیں، اور ان لوگوں کے قیمتی اور مبارک اوقات اسی کی نظر ہو جاتے ہیں جو بہت خسارے کی بات ہے۔

خوب سمجھ لینا چاہئے کہ بے شک حج کے دوران کاروبار کی تو اللہ تعالیٰ نے اجازت دی ہے، چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ أَنْ تَبْتَغُوا فَضْلًا مِّن رَّبِّكُمْ (سورة البقرة، آية ۱۹۸)

ترجمہ: تم پر حرج نہیں کہ اپنے رب کے فضل کو تلاش کرو (سورة بقرہ)

مگر اس کا یہ مطلب نہیں کہ اسی کو اصل مقصد بنا لیا جائے، البتہ اگر اصل نیت حج کی ہے اور اسی کے شوق میں گھر سے نکلنا ہوا لیکن حج کے اخراجات یا گھر کی ضروریات میں تنگی ہے اس کو پورا کرنے کے لئے تجارت یا مزدوری کر لی، تو یہ اخلاص کے خلاف نہیں۔ ۱

گذشتہ تفصیل سے یہ بھی ظاہر ہو گیا کہ اگر سیر و تفریح کو مقصد بنا کر حج کا سفر کیا جائے، یہ بھی اخلاص کے خلاف ہے۔

آج کل جس طرح لوگ دنیا کے دوسرے تفریحی مقامات پر سیر و تفریح کے لئے جاتے ہیں، اسی غرض کو مقصد بنا کر بہت سے حج کے سفر پر بھی جاتے ہیں، یہ بہت بھاری غلطی ہے۔

۱۔ ثم اعلم أن من حج بقصد الحج والتجارة كان ثوابه دون ثواب التخلي عن التجارة، وكان القياس أن لا يكون للحاج التاجر ثواب لقوله -عليه الصلاة والسلام- من حج لله أى خالصا لرضاه إلا أنه صح عن ابن عباس -رضى الله عنهما- أن الناس تحرجوا من التجارة وهم حرم بالحج، فأنزل الله (ليس عليكم جناح أن تبتغوا فضلا من ربكم) وصرح عن ابن عمر أن رجلا سأل أن يكرى جماله للحج ويحج، وأن ناسا يقولون له لا حج لك، فقال إن رجلا جاء إلى النبي -صلى الله عليه وسلم- فسأله عما سألتني عنه حتى نزلت هذه الآية (ليس عليكم جناح أن تبتغوا فضلا من ربكم) فأرسل إليه فقرأها عليه وقال لك حج وجاء بسند حسن عن ابن عباس أن رجلا سأل فقال لو أجر نفسي من هؤلاء القوم فأنسك ألى أجر قال أولئك لهم نصيب مما كسبوا والله سريع الحساب والله الملهم بالصواب (مرواة المفاتيح، ج ۵ ص ۷۳۲، ۱، كتاب المناسك)

حج کے لئے حرام مال کا استعمال

بعض لوگوں کو حج کرنے کا تو بہت شوق ہوتا ہے اور اس کے لئے بڑی جدوجہد اور بھاگ دوڑ کرتے ہیں اور ایک مرتبہ نہیں بلکہ کئی کئی مرتبہ حج و عمرے کا اہتمام کرتے ہیں، لیکن حج میں استعمال کرنے کے لئے حلال اور پاکیزہ مال تلاش نہیں کرتے، حالانکہ یہ لوگ تھوڑی سی محنت اور فکر سے حلال مال سے حج کے اخراجات کا انتظام کر سکتے ہیں، اور بعض لوگوں کے ذہنوں میں یہاں تک غلط بات بیٹھ گئی ہے کہ نعوذ باللہ حج سے تمام گناہ یہاں تک کہ حرام مال کا گناہ بھی ختم ہو جاتا ہے اور دوسرا مال بھی پاک و صاف ہو جاتا ہے، اسی وجہ سے ایسے لوگ سال بھر خوب ناجائز طریقہ سے مال حاصل کرتے ہیں اور پھر حج و عمرہ کر آتے ہیں۔

جبکہ شریعت کا حکم تو یہ ہے کہ حج پر جانے سے پہلے سب پچھلے گناہوں سے توبہ کر لی جائے، اپنے ذمہ جو کسی کا حق واجب ہو اس سے سبکدوشی حاصل کر لی جائے، کسی کا مال ظلم سے لے رکھا ہو تو اس کو واپس کر دیا جائے، کسی کی چیز غصب کر رکھی ہو تو وہ مالک کو لوٹا دی جائے، کسی کا حق دبا رکھا ہو تو اس کو ادا کر دیا جائے، اگر کچھ قرضہ اپنے ذمہ ہو تو اس کو ادا کر دیا جائے، یا ادائیگی کا کوئی مناسب انتظام کر دیا جائے، جو امانتیں لوگوں کی اپنے پاس ہوں، وہ مالکان کو واپس کر دی جائیں یا امانت رکھنے والوں کی رضامندی سے کوئی مناسب انتظام کر دیا جائے، کسی پر ظلم کیا ہو تو اس سے قاعدہ کے مطابق معاف کرا لیا جائے، وغیرہ وغیرہ۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَيُّهَا النَّاسُ، إِنَّ اللَّهَ طَيِّبٌ لَا يَقْبَلُ إِلَّا طَيِّبًا، وَإِنَّ اللَّهَ أَمَرَ الْمُؤْمِنِينَ بِمَا أَمَرَ بِهِ الْمُرْسَلِينَ، فَقَالَ (يَا أَيُّهَا الرُّسُلُ كُلُّوا مِنَ الطَّيِّبَاتِ وَاعْمَلُوا صَالِحًا، إِنِّي بِمَا تَعْمَلُونَ عَلِيمٌ) وَقَالَ (يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُلُوا مِنْ طَيِّبَاتِ مَا رَزَقْنَاكُمْ) ثُمَّ

ذَكَرَ الرَّجُلُ يُطِيلُ السَّفَرَ أَشْعَثَ أَغْبَرَ، يَمُدُّ يَدَيْهِ إِلَى السَّمَاءِ، يَا رَبِّ، يَا رَبِّ، وَمَطْعَمُهُ حَرَامٌ، وَمَشْرَبُهُ حَرَامٌ، وَمَلْبَسُهُ حَرَامٌ، وَغَدَىٰ بِالْحَرَامِ، فَأَنَّى يُسْتَجَابُ لِذَلِكَ (مسلم) ۱

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے لوگو! بے شک اللہ تعالیٰ پاکیزہ ہیں، پاکیزہ چیز ہی کو قبول فرماتے ہیں، اور بے شک اللہ تعالیٰ نے مومنوں کو اسی چیز کا حکم دیا ہے، جس کا رسولوں کو حکم دیا ہے، پس فرمایا کہ اے رسولو! پاکیزہ چیزوں میں سے کھاؤ، اور نیک عمل کرو، بے شک میں تمہارے اعمال کو اچھی طرح جانتا ہوں، اور فرمایا کہ اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ نے جو تم کو رزق دیا، اس میں سے پاکیزہ چیزوں کو کھاؤ، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک آدمی کا ذکر فرمایا جو دور سے لمبا سفر کر کے (بیت اللہ وغیرہ کے لئے) جاتا ہے اس کے سر کے بال بکھرے ہوئے ہیں بدن پر گرد و غبار اٹا ہوا ہے اور وہ آسمان کی طرف ہاتھ پھیلائے ہوئے یارب یارب کہہ کر دعا کرتا ہے (یہ شخص دعا تو کر رہا ہے) اور حال یہ ہے کہ اس کا کھانا حرام ہے، اور پینا حرام ہے اور پہننا حرام ہے اور اس کی غذا حرام ہے پس ان حالات کی وجہ سے اس کی دعا کیوں کر قبول ہوگی (مسلم)

لہذا خوب سمجھ لیجئے کہ اگرچہ ظاہری اعتبار سے حج کا فرض حرام مال سے ادا ہو جاتا ہے (بشرطیکہ حج کے تمام ارکان اور واجبات صحیح ادا کر لئے) لیکن یہ حج قبول نہیں ہوتا اور اس حرام کا گناہ مستقل ذمہ میں رہتا ہے، لوگ اس میں بہت تساہل اور غفلت کرتے ہیں اپنی قوت اور زور کے گھمنڈ پر دوسروں کے مال پر ظلم سے قبضہ کر لیتے ہیں، دوسرے وارثوں کے حصہ کو دبا لیتے ہیں اور دل میں خوش ہوتے ہیں کہ کس کی مجال ہے جو ہم سے مطالبہ کر سکے یا ہم پر الزام قائم کر دے؟ لیکن کل جب ہر مظلوم قوی ہوگا اس وقت اپنے اس ظلم کی حقیقت واضح

۱۔ رقم الحدیث ۱۰۱۵ "۶۵" کتاب الزکاة، باب قبول الصدقہ من الکسب الطیب وتر بیتھا۔

ہوگی، جب قیامت کے دن حق دبانے والے ظالم کی نیکیاں حق کے بدلے میں لے لی جائیں گی اور اگر ظالم کے پاس نیک عمل نہ ہو تو ظالم پر مظلوم کے گناہوں کا بار ڈال دیا جائے گا۔ ۱

اس لئے نہایت اہتمام سے ایسی حرکتوں سے بچنا چاہئے اور ہر وقت اس کی فکر کرنی چاہئے کہ نہ معلوم کب موت آجائے اور حرام مال کا وبال سر پر رہے خاص طور پر حج کے سفر کو جاتے وقت بہت اہتمام سے حرام مال اور دوسروں کے حقوق سے پاکی حاصل کرنی چاہئے کہ لمبا سفر درپیش ہے، نہ معلوم واپسی مقدر ہے یا نہیں۔

لیکن یہ بات بھی یاد رکھنی چاہئے کہ اگر کسی شخص کے پاس اتنا مال ہو کہ اتنی مقدار پر حج فرض ہو جاتا ہے، اور وہ مال مشکوک ہے یا کسی غیر شرعی طریقہ پر حاصل کیا ہے، اور اس کے علاوہ پاکیزہ اور حلال مال اپنے پاس اتنی مقدار میں موجود نہیں جس سے حج کر سکے تو وہ اسی طرح نہ بیٹھا رہے اور ساری زندگی اسی حالت میں نہ گزار دے، بلکہ ایسی صورت میں اپنی صورت حال مستند مفتیانِ عظام و علمائے کرام کو بتلا کر اس کا حکم معلوم کرنا چاہئے (ملاحظہ ہو: اصلاح انقلاب امت حصہ اول ص ۱۵۹)

۱ عن ابي هريرة، أن رسول الله صلى الله عليه وسلم، قال: أتدرون ما المفلس؟ قالوا: المفلس فينا من لا درهم له ولا متاع، فقال: إن المفلس من أمتي يأتي يوم القيامة بصلاة، وصيام، وزكاة، ويأتي قد شتم هذا، وقذف هذا، وأكل مال هذا، وسفك دم هذا، وضرب هذا، فيعطى هذا من حسناته، وهذا من حسناته، فإن فئيت حسناته قبل أن يقضى ما عليه أخذ من خطاياهم فطرح عليه، ثم طرح في النار (مسلم، رقم الحديث ۲۵۸۱ "۵۹")

عن سلمان، أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: يجيء الرجل يوم القيامة الحسنات بما يظن أنه ينجو بها، فلا يزال رجل يجيء قد ظلمه بمظلمة، فيؤخذ من حسناته فيعطى المظلوم حتى لا يبقى له حسنة، ثم يجيء من يطلبه، ولم يبق من حسناته شيء، فيؤخذ من سيئات المظلوم، فيوضع على سيئاته (المعجم الكبير للطبراني، رقم الحديث ۵۳، ۶۱، واللفظ له، مسند البزار، رقم الحديث ۲۵۲۳)

قال الهيثمي:

رواه الطبراني، والبزار عن عبد الله بن إسحاق العطار، عن خالد بن حمزة، ولم أعرفهما، وبقيّة رجاله رجال الصحيح (مجمع الزوائد، ج ۱ ص ۳۵۳)

حج کی آڑ میں حقوق العباد سے بے توجہی اور گناہوں پر جرات

بہت سے لوگ اس خیال میں رہتے ہیں کہ ہم نے حج کر لیا ہے اور سب گناہ معاف ہو گئے ہیں، بلکہ وہ اس خیال کی وجہ سے گناہوں پر زیادہ جری ہو جاتے ہیں کہ حج کر کے سارے گناہ معاف ہو جائیں گے اور حج کی آڑ میں حقوق اللہ کے علاوہ حقوق العباد بھی ضائع کرتے ہیں؛ اور دلیل میں ایک حدیث ذکر کرتے ہیں، جس کے الفاظ یہ ہیں کہ:

أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَعَا لِأُمَّتِهِ عَشِيَّةَ عَرَفَةَ، بِالْمَغْفِرَةِ فَاجْتَبَى: إِنِّي قَدْ غَفَرْتُ لَهُمْ، مَا خَلَا الظَّالِمَ، فَإِنِّي آخِذٌ لِلْمَظْلُومِ مِنْهُ قَالَ: أَيُّ رَبِّ إِن شِئْتَ أُعْطِيَ الْمَظْلُومُ مِنَ الْجَنَّةِ، وَغَفَرْتُ لِلظَّالِمِ فَلَمْ يُجِبْ عَشِيَّتَهُ، فَلَمَّا أَصْبَحَ بِالْمَزْدَلِفَةِ، أَعَادَ الدُّعَاءَ، فَاجْتَبَى إِلَيَّ مَا سَأَلَ (سنن ابن ماجہ) ۱

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کے لئے عرفہ کی رات میں دعا کی، جو کہ قبول کر لی گئی (اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ) میں نے ظالم کے علاوہ لوگوں کی مغفرت کر دی، میں مظلوم کے لئے ظالم کا مواخذہ کروں گا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عرض کیا کہ اے میرے رب! اگر آپ چاہیں تو مظلوم کو جنت عطا فرمادیں، اور ظالم کی مغفرت فرمادیں، تو اس رات یہ دعا قبول نہیں کی گئی، پھر جب مزدلفہ میں صبح کی، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دوبارہ دعا کی، تو آپ کی دعا قبول کر لی گئی (ابن ماجہ)

اس حدیث کے پیش نظر یہ لوگ سمجھتے ہیں کہ اگر حقوق کی ادائیگی نہ کی تو کچھ حرج نہیں، اللہ تعالیٰ کی طرف سے معافی کا اعلان ہو چکا ہے، العیاذ باللہ؛ حدیث کا یہ مطلب سمجھ لینا نفس و

شیطان کا پُر فریب جال ہے۔

حدیث کا یہ مطلب نہیں ہے کہ حج کرنے سے سارے حقوق العباد ختم ہو جاتے ہیں، اگر ایسا ہوتا تو حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور خاص کر وہ صحابہ جنہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حج کیا تھا حج کے بعد وہ حضرات لوگوں کے مال مار لیا کرتے اور بے جا لوگوں کے حقوق تلف کیا کرتے، لیکن حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے تو حدیث کا مطلب یہ نہیں سمجھا کہ دیدہ دانستہ لوگوں کا حق مار لو اور قدرت ہوتے ہوئے نہ حقوق کی ادائیگی کرو اور نہ شرعی اصولوں کے مطابق معافی مانگ کر معاملہ صاف کرو، علاوہ ازیں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بعد سے لے کر آج تک محدثین نے یا ائمہ مجتہدین نے یا فقہائے کرام اور اولیائے عظام نے یہ نہیں فرمایا کہ حقوق العباد اور مظالم سے چھٹکارا حاصل کرنے کے لئے حج کر لو، اس کے بعد نہ کسی کو کچھ دینا پڑے گا اور نہ معافی مانگنی پڑے گی، اور نہ ہی قرضوں وغیرہ کی ادائیگی کی ضرورت ہوگی۔

اگر کسی ناواقف نے حدیث کا یہ مطلب سمجھا ہے کہ حقوق دباؤ اور مال غصب کرو، اور لوگوں پر اچھی طرح پیٹ بھر کر ظلم کرو، پھر حج کر کے سب سے پاک و صاف ہو جاؤ تو یہ اس کی اپنی نادانی ہے ایسا ہو تو پھر تو ہر شخص لاکھوں روپے مختلف ناجائز طریقوں (غبن، چوری وغیرہ) کے ذریعے حاصل کر لیا کرے پھر اس رقم میں سے کچھ پیسہ خرچ کر کے حج کر لیا کرے اور آخرت کی گرفت سے بالکل مطمئن ہو کر ہر سال اس طرح پیسہ جمع کرتا رہا کرے؟ یاد رکھئے اولاً تو کئی محدثین کو اس مذکورہ حدیث کی سند پر ہی کلام ہے۔

دوسری طرف بے شمار احادیث حقوق العباد ادا کرنے کے بارے میں آئی ہیں وہ سند کے اعتبار سے قوی اور صحیح ہیں، اتنی کثیر تعداد میں صحیح احادیث کو چھوڑ کر ایک حدیث سے اپنا مقصد نکالنا کیسے جائز ہو سکتا ہے۔

دوسرے اس حدیث کا مطلب بھی غلط مراد لیا گیا ہے، کیونکہ اس حدیث سے صرف اتنی بات

ثابت ہوتی ہے کہ عرفات میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ سے یہ دعا کی کہ:

”اگر آپ چاہیں تو مظلوم کو جنت عطا فرمادیں، اور ظالم کی مغفرت فرمادیں“

یہ دعا عرفات میں قبول نہیں ہوئی، پھر صبح کو مزدلفہ میں یہ دعا کی تو دعا قبول ہو گئی۔

جس سے صاف ظاہر ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ظلم والے کی معافی کے لئے یہ دعا کی اور قبول ہوئی کہ اللہ تعالیٰ چاہیں تو مظلوم کو اپنے پاس سے دے دیں اور ظالم کی مغفرت فرمادیں۔

معلوم ہوا کہ دار و مدار اللہ تعالیٰ کی مشیت پر ہے، حج کرنے پر نہیں اور یہ بات توجہ نہ کرنے والے کے لئے بھی ہے، حاجی کی اس میں کیا خصوصیت ہے۔ ۱

۱۔ ظاہرہ اُنہ سأل مغفرة مظالم المؤمنين بخلاف مظالم أهل الذمة إلا أن يقال قوله: (من الجنة) أى مثلا، أو تخفيف العذاب والله تعالى أعلم بالصواب، وفي الزوائد في إسناد عبد الله بن كنانة قال البخاري: لم يصح حديثه اهـ. ولم أر من تكلم فيه بجرح ولا توثيق اهـ. وقال السيوطي في حاشية الكتاب هذا الحديث أورده ابن الجوزي في الموضوعات وأعله بكنانة فإنه منكر الحديث جدا، أورده عليه الحافظ ابن حجر بمؤلف سماه "فذة الحجاج في عموم المغفرة للحجاج قال: فيه: حكم ابن الجوزي على هذا الحديث بأنه موضوع مردود فإن الذي ذكره لا ينتهض دليلا على كونه موضوعا، وقد اختلف قول ابن حبان في كنانة فذكره في الثقات وذكره من الضعفاء وذكره ابن منده أنه قيل: إن له رواية عن النبي -صلى الله عليه وسلم-، ولده عبد الله مختلف فيه في كلام ابن حبان أيضا، وكل ذلك لا يقتضي الحكم على الحديث بالوضع، بل غايته أن يكون ضعيفا ويعتضد بكثرة طرقه وهو بمفرده يدخل في حد الحسن على رأى الترمذى ولا سيما بالنظر في مجموع طرقه، وقد أخرج أبو داود في سننه طرفا منه وسكت عليه فهو صالح عنده، وأخرجه الحافظ ضياء الدين المقدسي في الأحاديث المختارة مما ليس فى الصحيحين، وقال البيهقي بعد أن أخرجه فى شعب الإيمان: هذا الحديث له شواهد كثيرة فذكرناها فى كتاب البعث فإن صح شواهد فيه الحجة وإن لم تصح فقد قال تعالى: (ويغفر ما دون ذلك لمن يشاء) وظلم بعضهم بعضا دون الشرك وقد جاء هذا الحديث أيضا من حديث أنس بن مالك وابن عمر وعبادة بن الصامت وزيد جد عبد الرحمن بن عبد الله بن زيد وكثرة الطرق إن اختلفت المخارج تزيد المتن قوة وبعض ما فى هذا الحديث له شواهد فى أحاديث صحاح (حاشية السندى على سنن ابن ماجه، ج ۲ ص ۲۳۷، ۲۳۸، باب الدعاء بعرفة)

وظاهر الحديث عموم المغفرة، وشمولها حق الله وحق العباد، إلا أنه قابل للتقييد بمن كان معه -صلى الله عليه وسلم- فى تلك السنة، أو بمن قبل حجه، بأن لم يرفث، ولم يفسق، ومن جملة

﴿بقية حاشية اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

لہذا حدیث سے اپنے مقصد کا غلط مطلب نکال کر دھوکہ کھانا درست نہیں۔

حج کے سفر میں نماز چھوڑ دینا یا قضاء کر دینا

بہت سے لوگوں کو حج کے سفر میں دیکھا جاتا ہے کہ نماز بالکل چھوڑ دیتے ہیں اور بعض پڑھتے تو ہیں مگر پابندی کے ساتھ اہتمام نہیں کرتے، جبکہ بعض لوگ کم ہمتی اور سستی سے کئی کئی نمازیں قضاء کر دیتے ہیں یا مکروہ وقت میں پڑھتے ہیں، بعض لوگ اس خیال سے نماز چھوڑ دیتے ہیں کہ آرام سے رہائش گاہ پر یا گھر پہنچ کر پڑھیں گے، بعض لوگوں کو سفر کے دوران یہ کہتے ہوئے بھی سنا گیا ہے کہ ریل یا جہاز وغیرہ میں نماز نہیں ہوتی (حالانکہ یہ سوچ صحیح نہیں)

خوب سمجھ لیجئے کہ نماز کا چھوڑنا بڑا سخت گناہ ہے، ایک فرض یعنی حج ادا کرنے کے لئے جارہے ہیں اور روزانہ کے پانچ فرضوں سے غفلت اختیار کر رہے ہیں، جو لوگ نماز کا اہتمام نہیں کرتے وہ حج کی برکات سے محروم رہتے ہیں، اور ایسے لوگوں کا حج مبرور و مقبول بھی نہیں ہوتا، حاجی کو تو نماز کا بہت اہتمام کرنا چاہئے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے دربار میں حاضر ہو رہا ہے وہاں ایسی حالت میں جانا بلکہ وہاں پہنچ کر بھی ایسی حالت میں مبتلا رہنا بڑی بدنصیبی کی بات ہے۔

بعض فقہاء نے تو یہاں تک فرمایا ہے کہ یہ چیز حج فرض ہونے کی شرائط میں سے ہے کہ نماز کو

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

الفسق الإصرار على المعصية، وعدم التوبة، ومن شرطها: أداء حقوق الله الفائتة؛ كالصلاة، والزكاة، وغيرهما، وقضاء حقوق العباد المالية، والبدنية، والعرضية، اللهم إلا أن يحمل على حقوق لم يكن عالماً بها، أو يكون عاجزاً عن أدائها، وقد تقدم هذا المبحث في كتاب الإيمان مفصلاً فراجع، ولا تغتر بكون هذا الحديث مجملاً مع اعتقاد أن فضل الله واسع، وقد قال -تعالى: (إن الله لا يغفر أن يشرك به ويغفر ما دون ذلك لمن يشاء) لذا قال -صلى الله عليه وسلم: "أى رب، إن شئت" "فما شاء الله كان وما لم يشأ لم يكن، ولا يسأل عما يفعل وهم يسألون"، وقد جمعت هذه الرواية في رسالة مستقلة. (رواه ابن ماجه) أى: بهذا اللفظ (وروى البيهقي في كتاب البعث والنشور نحوه) أى: بمعناه، وضعفه غير واحد من الحفاظ (مرواة المفاتيح، ج ۵ ص ۱۸۰۵، ۱۸۰۶، كتاب الحج، باب الوقوف بعرفة)

اپنے اوقات میں ادا کرنے پر راستہ میں قدرت ہو، اگر کسی وقت راستہ کی حالت ایسی ہو کہ نماز ادا کرنے کا وقت نہیں مل سکتا، تو حج کی فرضیت نہیں ہوتی۔ ۱۔

اس لئے حج کے سفر میں نمازوں کا بہت اہتمام رکھنا چاہئے۔

یہ تفصیل تو فرض حج کے بارے میں تھی اور ایسے لوگ بھی سننے اور دیکھنے میں آئے ہیں کہ جنہوں نے حج کی خاطر سفر میں نمازوں کو ضائع کر دیتے ہیں ان لوگوں کے بارے میں ہر شخص خود فیصلہ کر سکتا ہے کہ نفلی عمل کی خاطر فرض کو ضائع کرنا کتنے نقصان اور خسارے کی بات ہے (ضمیمہ معلم الحجاج، و فضائل حج، بتخیر)

صاحب استطاعت کو زندگی میں ایک مرتبہ حج کرنا فرض ہے

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

خَطَبَنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: أَيُّهَا النَّاسُ قَدْ فَرَضَ اللَّهُ عَلَيْكُمُ الْحَجَّ، فَحُجُّوا، فَقَالَ رَجُلٌ: أَكُلَّ عَامٍ يَا رَسُولَ اللَّهِ؟ فَسَكَتَ حَتَّى قَالَهَا ثَلَاثًا، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَوْ قُلْتُ: نَعَمْ لَوَجِبْتُ، وَلَمَّا اسْتَطَعْتُمْ، ثُمَّ قَالَ: ذَرُونِي مَا تَرَكْتُكُمْ، فَإِنَّمَا هَلَكَ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ بِكَثْرَةِ سَوَالِهِمْ وَاخْتِلَافِهِمْ عَلَى أَنْبِيَائِهِمْ، فَإِذَا أَمَرْتُكُمْ بِشَيْءٍ فَأَتُوا مِنْهُ مَا اسْتَطَعْتُمْ، وَإِذَا نَهَيْتُكُمْ عَنْ شَيْءٍ فَدَعُوهُ (مسلم) ۲۔

۱۔ (تسمہ) ذکر صاحب اللباب فی منسکہ الکبیر أن من الشرائط إمكان السیر وهو أن یبقی وقت یمکنہ الذهاب فیہ إلى الحج علی السیر المعتاد فإن احتاج إلى أن یقطع کل یوم أو فی بعض الأيام أكثر من مرحلة لا یجب الحج اھ۔ و ذکر شارح اللباب أن منها أن یتمکن من أداء المکتوبات فی أوقاتها قال الکرمانی: لأنه لا یلیق بالحکمة ایجاب فرض علی وجه یفوت به فرض آخر اھ و تمامہ ہناک (رد المحتار، ج ۲، ص ۴۶۵، ۴۶۶، کتاب الحج)

۲۔ رقم الحدیث ۱۳۳۷، ۳۱۲، کتاب الحج، باب فرض الحج مرة فی العمر، واللفظ لہ، سنن نسائی، رقم الحدیث ۲۶۱۹، مسند احمد، رقم الحدیث ۱۰۶۰۷۔

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں (ایک دن) خطبہ دیا اور فرمایا کہ اے لوگو! تم پر اللہ تعالیٰ نے حج فرض کر دیا ہے، لہذا تم حج کرو، یہ سن کر ایک آدمی نے کہا کہ اے اللہ کے رسول! کیا ہر سال (حج کرنا فرض ہے؟) تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خاموش رہے، یہاں تک کہ اس شخص نے تین مرتبہ اسی سوال کو دہرایا، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر میں ہاں کہہ دیتا تو (حکم الہی ہر سال حج) واجب ہو جاتا، اور تم ہر سال حج کرنے کی استطاعت (وطاقت) نہ رکھتے، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں جس چیز کو تمہارے لئے چھوڑ دوں (یعنی اس کی کوئی قید و شرط بیان نہ کروں، بلکہ اس کو عام بیان کروں) تو تم بھی اس کو چھوڑ دو (اور اس کے متعلق کھود کرید اور بے جا سوالات نہ کرو) کیونکہ تم سے پہلے لوگ کثرت سے سوال کرنے، اور اپنے نبیوں کے ساتھ اختلاف کرنے کی وجہ سے ہلاک ہو چکے ہیں، جب میں تمہیں کسی چیز کا حکم کروں، تو اپنی استطاعت (وطاقت) کے مطابق اس پر عمل کرو، اور جب میں تمہیں کسی چیز سے منع کروں، تو تم اسے چھوڑ دو (صحیح مسلم)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَامَ، فَقَالَ: إِنَّ اللَّهَ تَعَالَى كَتَبَ عَلَيْكُمُ الْحَجَّ فَقَالَ الْأَقْرَعُ بْنُ حَابِسٍ التَّمِيمِيُّ كُلُّ عَامٍ يَا رَسُولَ اللَّهِ؟ فَسَكَتَ، فَقَالَ: لَوْ قُلْتُ نَعَمْ، لَوَجِبَتْ، ثُمَّ إِذَا لَا تَسْمَعُونَ، وَلَا تُطِيعُونَ، وَلَكِنَّهُ حَجَّةٌ وَاحِدَةٌ (سنن نسائی) ۱

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوئے، پھر فرمایا کہ بے شک اللہ تعالیٰ نے تم پر حج فرض کر دیا ہے، تو اقرع بن حابس تمہیں نے کہا کہ اے اللہ کے رسول!

کیا ہر سال فرض کر دیا ہے؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خاموش رہے، پھر فرمایا کہ اگر میں ہاں کہہ دیتا، تو (اللہ کے حکم سے ہر سال حج) واجب ہو جاتا، پھر ایسی صورت میں تم نہ تو بات سنتے، اور نہ عمل کر پاتے، اور حج (زندگی میں) ایک ہی (مرتبہ فرض) ہے (سنن نسائی)

اور ایک روایت کے آخر میں یہ الفاظ ہیں کہ:

الْحَجُّ مَرَّةً، فَمَنْ زَادَ فَهُوَ تَطَوُّعٌ (مسند احمد) ۱

ترجمہ: حج (زندگی میں) ایک مرتبہ فرض ہے، جو ایک مرتبہ سے زیادہ کرے، وہ نفل ہے (مسند احمد: ابن ماجہ)

اور بعض روایات میں یہ بھی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس موقع پر ہر سال حج کی فرضیت کا بار بار سوال کرنے پر سورہ مائدہ کی یہ آیت نازل ہوئی کہ:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَسْأَلُوا عَنْ أَشْيَاءٍ إِن تُبَدَّ لَكُمْ تَسْأَلُكُمْ (سورہ

المائدہ آیت ۱۰۱)

ترجمہ: اے ایمان والو! ایسی چیزوں کے بارے میں سوال نہ کرو کہ اگر (وہ) تم پر ظاہر کر دی جائیں تو تمہیں بری لگیں (سورہ مائدہ) ۲

۱۔ رقم الحدیث ۲۳۰۴، سنن ابن ماجہ، رقم الحدیث ۲۸۸۶، مستدرک حاکم، رقم الحدیث ۳۱۵۵۔

فی حاشیہ مسند احمد: حدیث صحیح۔

قال الحاکم: هذا حدیث صحیح علی شرط الشیخین ولم یخرجاه، هكذا رواه سفیان بن حسین الواسطی، عن الزهري.

وقال الذهبي في التلخيص: على شرط البخاري ومسلم.

۲۔ عن صفوان بن عمرو، حدثني سليم بن عامر، قال: سمعت أبا أمامة الباهلي، يقول: قام رسول الله صلى الله عليه وسلم في الناس، فقال: إن الله كتب عليكم الحج فقام رجل من الأعراب فقال: أفي كل عام قال: فغلق كلام رسول الله صلى الله عليه وسلم وأسكت واستغضب ومكث طويلاً ثم تكلم فقال: من هذا السائل؟ فقال ﴿بقية حاشية اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

فقہائے اصولیین نے فرمایا کہ حج کے واجب ہونے کا سبب بیٹ اللہ ہے، جو کہ ایک ہے، اور اس سبب کے ایک ہونے کے وجہ سے صاحب استطاعت پر زندگی میں صرف ایک مرتبہ حج فرض ہے۔ ۱۔

گذشتہ تفصیل سے معلوم ہوا کہ حج زندگی میں صاحب استطاعت و حیثیت پر صرف ایک مرتبہ فرض ہے، اگر کسی نے ایک سے زیادہ حج کئے تو ایک حج فرض ہوگا اور باقی نفل ہوں گے۔ ۲۔
اللہ تعالیٰ عمل کی توفیق عطا فرمائیں۔
آمین۔

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

الأعرابی: أنا ذا، فقال: ويحك، ماذا يؤمنك أن أقول نعم، واللہ، لو قلت نعم لوجبت ولو وجبت (لتركتكم، ولو تركتم) لكفرتم، ألا إنه إنما (أ) هلك الذين قبلكم أئمة الحرج، واللہ، لو أنى أحللت لكم جميع ما فى الأرض من شيء وحرمت عليكم موضع (مثل) خف بعير لوقعتم فيه قال: فأنزل الله عز وجل عند ذلك (يا أيها الذين آمنوا لا تسألوا عن أشياء إن تبد لكم تسؤكم) إلى آخر الآية (مسند الشاميين للطبراني، رقم الحديث ۹۵۵، المعجم الكبير للطبراني، رقم الحديث ۷۷۱)

قال الهيثمي:

رواه الطبراني فى الكبير، وإسناده حسن جيد (مجمع الزوائد ج ۳ ص ۲۰۴)

۱۔ وإضافة الحج الى البيت يقتضى ان سبب وجوب الحج هو البيت ولذا لا يتكرر الحج فى العمر لعدم تكرار البيت - قال رسول الله صلى الله عليه وسلم الحج مرة فمن زاد فطوع - رواه احمد والنسائي (التفسير المظهرى، ج ۲ ص ۱۰۱، تحت سورة آل عمران)

۲۔ ہاں اگر حج فرض نہ ہو، بلکہ واجب ہو تو اس میں تکرار ہو سکتا ہے، مثلاً حنفیہ کے نزدیک کسی بھی نیت سے اور بعض دیگر فقہائے کرام کے نزدیک بیٹ اللہ یا عمرہ حرم میں داخل ہونے والے آفاقی کے لئے میقات سے گزرنے پر حج یا عمرہ کا احرام واجب ہو جاتا ہے۔

اسی طرح اگر کسی نے ایک سے زیادہ مرتبہ حج کی اس طرح نذرمانی کہ اس کے حق میں ایک سے زیادہ مرتبہ حج کا وجوب لازم ہو گیا، تو بھی تکرار ہو سکتا ہے۔

حج فرض ہونے کی شرائط اور ان کے احکام

زندگی میں ایک مرتبہ حج کرنا ہر عاقل، بالغ مسلمان پر فرض نہیں ہے، بلکہ اُسی پر فرض ہے، جس میں حج فرض ہونے کی شرائط پائی جائیں۔

حج بنیادی طور پر اگرچہ بدنی عبادت ہے، مگر یہ عبادت نماز، روزے کی طرح ہر جگہ ادا نہیں کی جاسکتی، بلکہ اس کے لئے مخصوص مقام پر جا کر مناسک حج کی ادائیگی ضروری ہے، اور دنیا میں لوگ مختلف خطوں میں آباد ہیں، کوئی قریب، اور کوئی دور، جس کی وجہ سے ہر شخص کو پیدل جا کر حج کرنا ممکن نہیں۔

اس لئے حج فرض ہونے کے لئے بدنی قدرت حاصل ہونے کے ساتھ ساتھ اتنی مالی قدرت کا حاصل ہونا بھی ضروری ہے کہ جس کے ذریعہ سے مناسک حج کی ادائیگی کے مقام تک پہنچنا ممکن ہو۔ ۱۔

۱۔ حج بنیادی طور پر بدنی عبادت ہے، البتہ اس عبادت کے وجوب کے لئے مالی استطاعت موضح اداء تک وصول کے ممکن کے لئے شرط ہے، اس وجہ سے اس کو بدنی و مالی عبادت سے مرکب عبادت بھی کہہ دیا جاتا ہے، یہی وجہ ہے کہ اگر کوئی فقیر کسی طرح اپنی طرف سے حج کر لے، تو رائج یہ ہے کہ اس کا فریضہ ادا ہو جاتا ہے، اور حج کے مال کے ساتھ تعلق ہونے کی وجہ سے حج میں مخصوص شرائط کے ساتھ نیابت جائز ہوتی ہے۔

(کالحج) ش: وقد ذکرنا فی أول الباب أن الصواب أن الحج من العبادات البدنية؛ لأن المال شرط الوجوب (البنایة شرح الهدایة، ج ۴ ص ۷۰، کتاب الحج، باب الحج عن الغير)
الحج عبادة بدنية لها تعلق بالمال، والزكاة عبادة مالية لا تعلق لها بالبدن (بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع، ج ۷، ص ۳۷۹، کتاب الوصایا)

أما الحج وإن كان عبادة بدنية فلها تعلق بالمال لا تجب بدونه فالحق التسبیب فیها بالمباشرة كما فی الزكاة (فتاویٰ قاضیخان، کتاب الحج)
الحج عبادة بدنية وجبت للإبلاء (الاختیار لتعلیل المختار، ج ۱ ص ۷۰، کتاب الحج، باب الحج عن الغير)

(قوله والمرکبة منهما) قال فی غایة السروجی وفی المبسوط: جعل المال فی الحج شرط الوجوب فلم یکن الحج مرکبا من البدن والمال.

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَيْهِ سَبِيْلًا (سورہ آل عمران

رقم الآیہ ۹۷)

ترجمہ: اور اللہ کے لئے لوگوں پر بیٹ اللہ کا حج کرنا (فرض) ہے، جو اس کی طرف

راستے کی استطاعت رکھتا ہو (آل عمران)

قرآن مجید کی مذکورہ آیت میں حج فرض ہونے کی شرط ”مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَيْهِ سَبِيْلًا“ بتائی گئی ہے کہ حج اس پر فرض ہے جو بیت اللہ کی طرف راستہ کی استطاعت رکھتا ہو۔

اس آیت میں ایک تو استطاعت کی قید لگائی گئی ہے، اور ایک ”سبیل“ کی قید لگائی گئی ہے، عربی لغت کے اعتبار سے ”استطاعت“ ایسی قدرت حاصل ہونے کو کہا جاتا ہے کہ جس کے

﴿ گزشتہ صفحے کا نتیجہ حاشیہ ﴾

قلت: وهو أقرب إلى الصواب، ولهذا لا يشترط المال في حق المكي إذا قدر على المشى إلى عرفات. وفي قاضي خان: الحج عبادة بدنية كالصوم والصلاة اهـ وكون الحج يشترط له الاستطاعة وهي ملك الزاد والراحلة لا يستلزم أن الحج مركب من المال، لأن الشرط غير المشروط، والشيء لا يتركب من شرطه؛ كما أن صحة الصلاة يشترط لها ستر العورة والماء للطهارة وهما بالمال، ولم يقل أحد بأنها مركبة من المال اهـ كذا ذكره بعض المحشين وقدمنا جوابه في أول الحج (رد المحتار، ج ۲ ص ۵۹۸، كتاب الحج، باب الحج عن الغير) هو عبادة بدنية محضة والمال إنما هو شرط في وجوبه لا أنه جزء مفهومه (منحة الخالق على البحر الرائق ج ۲، ص ۳۳۰، كتاب الحج)

وكذلك الاستطاعة بالمال ليس بسبب للوجوب فإن هذه عبادة بدنية وإنما كان البيت سببا لوجوبها لأنها عبادة هجرة وزيارة تعظيما لتلك البقعة فلا يصلح المال سببا لوجوبها ولا هو شرط لجواز الأداء أيضا فالأداء من الفقير صحيح وإن كان لا يملك شيئا وإنما المال شرط وجوب الأداء فإن السفر الذي يوصله إلى الأداء لا يتهيأ له بدون الزاد والراحلة إلا بحرج عظيم والحرج مدفوع فعرفنا أن المال شرط وجوب الأداء وهو نظير عدة من أيام آخر في باب الصوم (أصول السرخسي، لشمس الأئمة السرخسي، ج ۱، ص ۱۰۵، فصل في بيان أسباب الشرائع) وكذلك يشترط عند أبي حنيفة ومالك الصحة فلا يجب عندهما على الضعيف والزمن وإن كان له مال يمكن أن يستتب من يحج عنه لانه غير مستطيع بنفسه والحج عبادة بدنية والمقصود من العبادات البدنية اتعاب النفس فلا يحصل مقصوده بالاستتابة (التفسير المظهر، ج ۲، ص ۹۶، سورة آل عمران)

ذریعہ سے حج کے فعل کو بجالانا ممکن ہو۔ ۱

۱۔ امام راغب اصفہانی نے استطاعت کو قدرت سے انحصار دیا ہے، اور فرمایا ہے کہ استطاعت طوع سے ماخوذ ہے، اور استطاعت محققین کے نزدیک اُن امور کا نام ہے، جن کے ذریعہ سے انسان اپنی منشاء کے مطابق فعل کو وجود میں لانے پر ممکن حاصل کرتا ہے، اور وہ چار اشیاء ہیں، ایک قائل کی مخصوص جسمانی ساخت، دوسرے فعل کا تصور، تیسرے ایسا مادہ جو اس کی تاثیر کو قبول کرتا ہو، چوتھے اگر فعل آلی ہو، تو اس کا آلہ۔

اور استطاعت کے مقابلہ میں عجز کا لفظ استعمال ہوتا ہے، جب مذکورہ چار اشیاء یا ان میں سے کوئی ایک موجود نہ ہو تو اس کو عجز کہا جاتا ہے۔

پھر جب یہ چاروں اشیاء پائی جائیں تو اس کو مستطیع مطلق کہا جاتا ہے، اور جب چاروں مفقود ہوں تو اس کو عاجز مطلق کہا جاتا ہے، اور جب بعض موجود ہوں اور بعض مفقود ہوں، تو اگرچہ اُسے من وجہ مستطیع اور من وجہ عاجز کہا جاتا ہے، لیکن درحقیقت وہ عاجز ہی کہلاتا ہے۔

اور بعض روایات میں جو استطاعت حج میں زاد اور احل کا ذکر کیا گیا ہے، تو وہ ایک آلہ کا ذکر ہے، اور بقیہ چیزوں کا ذکر اس لئے نہیں کیا گیا کہ وہ عقل کی جہت اور شریعت کے مقتضی سے معلوم تھیں، کیونکہ دوسری چیزوں کے بغیر مکلف بنانا درست نہیں، صاحب روح المعانی نے بھی یہی تفصیل ذکر فرمائی ہے، جیسا کہ آگے آتا ہے۔

والاستطاعة استفعالة من الطوع وذلك وجود ما يصير به الفعل متأتيا وهي عند المحققين اسم للمعاني التي بها يتمكن الانسان مما يريد من إحداث الفعل وهي أربعة أشياء: بنية مخصوصة للفاعل. وتصور للفعل، ومادة قابلة لتأثيره، وآلة إن كان الفعل آليا كالكتابة فإن الكاتب يحتاج إلى هذه الأربعة في إيجاده للكتابة، وكذلك يقال فلان غير مستطيع للكتابة إذا فقد واحدا من هذه الأربعة فصاعدا، وبضاده العجز وهو أن لا يجد أحد هذه الأربعة فصاعدا، ومتى وجد هذه الأربعة كلها فمستطيع مطلقا ومتى فقدها فعاجز مطلقا، ومتى وجد بعضها دون بعض فمستطيع من وجه عاجز من وجه، ولان يوصف بالعجز أولى. والاستطاعة أخص من القدرة، قال (لا يستطيعون نصر أنفسهم - فما استطاعوا من قيام - من استطاع إليه سبيلا) فإنه يحتاج إلى هذه الأربعة، وقوله عليه السلام "الاستطاعة الزاد والراحلة" فإنه بيان ما يحتاج إليه من الآلة وخصه بالذكر دون الآخر إذ كان معلوما من حيث العقل ومقتضى الشرع أن التكليف من دون تلك الآخر لا يصح (المفردات في غريب القرآن للأصفهاني، ج ۱ ص ۵۳۰، مادة طوع)

مذکورہ تفصیل سے یہ بھی معلوم ہوا کہ حسی اور بدنی و شرعی موانع ہونے کی صورت میں استطاعت صحیحہ حاصل نہیں ہوتی، اور موانع شرعی میں عورت کے لئے محرم کا نہ ہونا، اور عورت کا عدت میں ہونا، اور حسی رکاوٹ میں راستہ کا مامون نہ ہونا، اور حکومت کی رکاوٹ نہ ہونا داخل ہے، جس کی تفصیل آگے آتی ہے۔

الاستطاعة: هي عرض يخلفه الله تعالى في الحيوان، يفعل أو يفعل به الأفعال الاختيارية، والاستطاعة والقدرة والقوة والوسع والطاقة متقاربة في المعنى في اللغة، وأما في عرف المتكلمين فهي عبارة عن صفة بها يتمكن الحيوان من الفعل والترك. الاستطاعة الحقيقية: هي القدرة التامة التي يجب عندها صدور الفعل، فهي لا تكون إلا مقارنة للفعل. الاستطاعة الصحيحة: هي أن ترفع الموانع من المرض وغيره (التعريفات للجرجاني، مادة الاستطاعة)

اور لغت میں ”سبیل“ راستے کو کہا جاتا ہے، اور بعض حضرات نے فرمایا کہ سہل راستے کو کہا جاتا ہے، اس کے علاوہ سبیل ان چیزوں کو بھی کہا جاتا ہے جو کسی چیز کی طرف پہنچنے یا کسی چیز کو حاصل کرنے کا وسیلہ اور ذریعہ ہوں، جس طرح سے کہ راستہ اور سواری منزل تک پہنچنے کا ذریعہ اور وسیلہ ہوتے ہیں، پس جب تک کسی کو حج کے لئے سفر کرنے اور جانے کی استطاعت حاصل نہیں ہوگی، اور مالی، بدنی یا شرعی وحشی مانع موجود ہوگا، اس وقت تک اس پر حج فرض نہیں ہوگا۔ ۱

حج فرض ہونے میں صاحب استطاعت کی حیثیت کی تعیین کے لئے فقہائے کرام نے سورہ آل عمران کی مذکورہ آیت کو ہی بنیاد بنایا ہے۔

اس آیت میں کیونکہ بیٹ اللہ تک سبیل کی استطاعت و قدرت کا ذکر ہے، اور کسی شرعی عمل کو انجام دینے کے لئے فی نفسہ استطاعت و قدرت یا تو بدن کے ذریعہ سے ہوتی ہے، یا مال کے ذریعہ سے ہوتی ہے، یا بدن اور مال دونوں کے ذریعہ سے ہوتی ہے۔

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک ظاہر روایت کے مطابق حج فرض ہونے کے لئے بدنی اور مالی دونوں قسم کی استطاعت و قدرت ضروری ہے، کیونکہ صحت بدن کے بغیر سبیل کی بدنی استطاعت کا تصور نہیں کیا جاسکتا، جس طرح سے کہ سواری اور کھانے پینے کے اخراجات کے بغیر مالی استطاعت حاصل نہیں ہوتی، اور اسی وجہ سے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک جو چیزیں بدن کے بیٹ اللہ تک پہنچنے میں رکاوٹ ہوں، خواہ شرعاً (جیسے محرم کے بغیر اور عدت

۱۔ قال ابن الأثير وقد تكرر في الحديث ذكر سبيل الله وابن السبيل والسبيل في الأصل الطريق (لسان العرب، مادة، سبل)

سبل: السبيل الطريق الذي فيه سهولة وجمعه سبل قال (وأنهارا وسبلا - وجعل لكم فيها سبلا - ليصدونهم عن السبيل) يعني به طريق الحق لان اسم الجنس إذا أطلق يختص بما هو الحق وعلى ذلك (ثم السبيل يسره) وقيل لسانك سابل وجمعه سابلة وسبيل سابل نحو شعر شاعر، وابن السبيل المسافر البعيد عن منزله، نسب إلى السبيل لممارسته إياه، ويستعمل السبيل لكل ما يتوصل به إلى شيء خيرا كان أو شرا (المفردات في غريب القرآن للأصفهاني، ج ۱ ص ۳۹۵، ۳۹۶، مادة ”سبل“)

میں عورت کا جانا) اور خواہ حصار کاٹ ہوں (جیسے راستہ کا پُر امن نہ ہونا، حکومت کی طرف سے رُکاوٹ کا ہونا وغیرہ) ان کے ہوتے ہوئے حج فرض نہیں ہوتا۔ ۱

۱۔ مالی استطاعت کا ہونا حج کی شرط واجب ہے، اور خود حج بدنی عبادت ہے، جیسا کہ پہلے گزرا؛ لہذا بدنی استطاعت تو خود اس وجہ سے شرط ہوئی کہ حج بدنی عبادت ہے، اور مالی استطاعت اس کے واجب ہونے کے اعتبار سے شرط ہوئی، اور بعض روایات میں جو استطاعت کی تفسیر زاد اور احلہ سے کی گئی ہے، وہ مکمل تفسیر نہیں ہے، بلکہ صرف مالی عبادت ہونے کی جہت سے ہے، اور صحیح بدن کی نفی کو مستلزم نہیں ہے۔

پس اس لئے حج کے لئے بدنی استطاعت کو شرط واجب اداء کا درجہ دے کر اپنا حج اور معذور پر حج فرض قرار دینا اور مالی استطاعت کو شرط واجب کا درجہ دینا عکس نقیض کہلائے جانے کا مستحق ہے۔

والقدرة إما بالبدن أو بالمال أو بهما. وإلى الأول ذهب الإمام مالك فيجب الحج عنده على من قدر على المشى والكسب في الطريق، وإلى الثاني ذهب الإمام الشافعي ولذا أوجب الاستنابة على الزمّن إذا وجد أجرة من ينوب عنه، وإلى الثالث ذهب إمامنا الأعظم رضى الله تعالى عنه، ويؤيده ما أخرجه البيهقي، وغيره عن ابن عباس رضى الله تعالى عنهما أنه قال: السبيل أن يصح بدن العبد ويكون له ثمن زاد وراحلة من غير أن يحجف به. واستدل الإمام الشافعي رضى الله تعالى عنه بما أخرجه الدارقطني عن جابر بن عبد الله قال: لما نزلت هذه الآية وَلِلَّهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ إِلَيْهِ سَبِيلًا قام رجل فقال: يا رسول الله ما السبيل؟ قال: الزاد والراحلة. وروى هذا من طرق شتى وهو ظاهر فيما ذهب إليه الشافعي حيث قصر الاستطاعة على المالية دون البدنية، وهو مخالف لما ذهب إليه الإمام مالك مخالفة ظاهرة، وأما إمامنا فيؤول ما وقع فيه بأنه بيان لبعض شروط الاستطاعة بدليل أنه لو فقد أمن الطريق مثلاً لم يجب الحج عليه، والظاهر أنه صلى الله تعالى عليه وسلم لم يتعرض لصحة البدن لظهور الأمر كيف لا والمفسر في الحقيقة هو السبيل الموصل لنفس المستطيع إلى البيت وهذا لا يتصور بدون الصحة، ومما يؤيد أن ما في الحديث بيان لبعض الشروط أنه ورد في بعض الروايات الاقتصار على واحد مما فيه، فقد أخرج الدارقطني أيضاً عن علي كرم الله تعالى وجهه أن النبي صلى الله عليه وسلم سئل عن السبيل فقال: أن تجد ظهر بعير ولم يذكر الزاد. وهذا استدلال بالآية على أن الاستطاعة قبل الفعل وفساد القول بأنها معه، ووجه الاستدلال ظاهر، وأجيب بأن الاستطاعة التي ندعى أنها مع الفعل هي حقيقة القدرة التي يكون بها الفعل وتطلق الاستطاعة على معنى آخر هو سلامة الأسباب والآلات والجوارح أى كون المكلف بحيث سلمت أسبابه وآلاته وجوارحه ولا نزاع لنا في أن هذه الاستطاعة قبل الفعل وهي مناط صحة التكليف وماى الآية بهذا المعنى كذا قالوا (روح المعاني، ج ۲، ص ۲۵، سورة آل عمران) الاستطاعة بملك الزاد، والراحلة، ومنافع البدن شرط الوجوب؛ لأن الحج يقام بالمال، والبدن جميعاً (بدائع الصنائع في ترتيب الشرائع، ج ۲، ص ۱۲۰، كتاب الحج، فصل شرائط فرضية الحج) وأصله أن صحة البدن شرط للوجوب عنده، ولو وجوب الأداء عندهما وقدما أول الحج اختلاف التصحيح وأن قول الإمام هو المذهب (رد المحتار على الدر المختار، ج ۲، ص ۵۹۸، كتاب الحج، باب الحج عن الغير)

پس جس کو بیت اللہ تک جانے کی بدنی یا مالی قدرت نہ ہو، اس پر ہرے سے حج فرض نہیں ہوتا، بدنی قدرت نہ ہونے سے مراد یہ ہے کہ مثلاً وہ اپانچ ہو، اور مالی قدرت نہ ہونے سے مراد یہ ہے کہ وہ مالدار نہ ہو، بلکہ غریب ہو، جس کی وجہ سے اُسے بیت اللہ و عرفات تک پہنچنا ممکن نہ ہو۔ ا

۱۔ مَنِ اسْتَطَاعَ إِلَيْهِ اى الى البيت سَبِيلًا الموصول بدل من الناس بدل البعض خصص له فلا يجب الحج على غير المستطيع والسبيل الطريق منصوب على المفعولية واليه حال منه مقدم عليه والمراد به الذهاب على طريقة جرى النهر یعنی من استطاع ذهابا الى البيت ولاجل قصر الحكم على المستطيع اجمع العلماء على انه يشترط لوجوب الحج ان يكون الطريق أمنا والمنازل المأهولة معمورة يوجد فيه الزاد والماء وعند فوات الا ان لا يجب الحج وكون البحر بينه وبين مكة إذا كانت السلامة غالبية لا يمنع وجوب الحج عندهم خلافا لاحد قول الشافعى وكذلك يشترط عند ابى حنيفة ومالك الصحة فلا يجب عندهما على الضعيف والزمن وان كان له مال يمكن ان يستتب من يحج عنه لانه غير مستطيع بنفسه والحج عبادة بدنية والمقصود من العبادات البدنية اتعاب النفس فلا يحصل مقصوده بالاستتابة وقال الشافعى واحمد هو مستطيع بماله قال البغوى يقال فى العرف فلان مستطيع لبناء دار وان كان لا يفعل بنفسه وانما يفعله بماله وباعوانه- قلنا هو غير مستطيع على الحج الذى هو عبارة عن ارکان مخصوصة وانما هو مستطيع على الاتفاق والمقصود فى البناء ليس إتيانه بنفسه بخلاف العبادات البدنية فلا يجرى فيه ذلك العرف واحتج الشافعى واحمد بحديث ابن عباس رضى الله عنهما قال كان الفضل ردف النبى صلى الله عليه وسلم فجات امرأة من خثعم فجعل الفضل ينظر إليها وتنظر اليه وجعل النبى صلى الله عليه وسلم يصرف وجه الفضل الى الشق الاخر فقالت يا رسول الله ان فريضة الله على عباده فى الحج أدركت ابى شيخا كبيرا لا يستطيع ان يمسك على الرحل أفأحج عنه قال نعم وفى رواية لا يستطيع ان يستوى على الرحلة فهل تقضى عنه ان أحج عنه قال نعم وذلك فى حجة الوداع -متفق عليه والجواب انه حديث احاد لا يجوز به نسخ الكتاب المقتضى لاشتراط الاستطاعة وقد قيل فى الجواب ان معناه فريضة الله على عباده فى الحج الذى وقع بشرط الاستطاعة صادف ابى بصفة عدم الاستطاعة افأحج عنه اى هل يجوز لى ذلك او هل فيه اجر ومنفعة له فقال نعم وتعقب بان فى بعض ألفاظه والحج مكتوب عليه ونحوه وأجيب بانه لو صح تلك الألفاظ فهو ظن من امرأة ظنت ظنا وتعقب بان النبى صلى الله عليه وسلم أجابها عن سوالها ولو كان ظنها غلطا لبينه لها وأجيب بانه انما أجابها عن سوالها الفأحج عنه فقال حجى عنه لما رأى من حرصها على إيصال الخير والشواب لابيها ويؤيده ما رواه عبد الرزاق من حديث ابن عباس فزاد فى الحديث حجى عن أبيك فان لم تزده خيرا لم تزده شرا - لكن جزم الحفاظ بانها رواية شاذة والاولى ان يحمل الحديث على من استقر فى ذمته صحيحا ثم طرا عليه ضعف وزمانة فانه لا يسقط عنه الحج بل يجب عليه ان

﴿بقية حاشية الگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اور بعض احادیث میں جو استطاعت کی تفسیر سواری اور سفر کے سامان سے کی گئی ہے، تو اولاً تو وہ بطور حصر کے نہیں ہے، بلکہ استطاعت کی ایک مخصوص صورت کو بیان کیا گیا ہے، دوسرے ان میں سے بعض روایات سند کے اعتبار سے مستند بھی نہیں ہیں، تیسرے وہ خبر و آحاد ہیں،

﴿ گزشتہ صفحے کا نتیجہ حاشیہ ﴾

یحج عنہ غیرہ من مالہ ما دام حیاً او یوصی بہ عند موتہ و إذا مات ولم یحج یحج عنہ وارثہ او یحج عنہ أجنبیاً من مالہ ان شاء فالحج عن الغير قضاء بمثل غیر معقول ثبت بهذا الحدیث كما ثبت الفدية عن الصوم فی حق الشيخ الفانی بنص الكتاب - و افترض الحج کان عام الحدیث سنہ بقوله تعالى وَاتِمُّوا الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ لِلَّهِ و هذه قصة حجة الوداع فلعل أباه ضعف فی تلك السنین بعد الوجوب والله اعلم وكذا يشترط البصارة عند ابی حنیفة فلا یجب الحج علی الأعمی وان وجد قائداً لأنه غیر مستطیع بنفسه والاستطاعة بالغير غیر معتبر عنده وقال ابو یوسف ومحمد والجمهور الأعمی إذا وجد قائداً یجب علیه الحج وكذا الخلاف فی وجوب الجمعة علی الأعمی ولاجل اشتراط الاستطاعة يشترط عند ابی حنیفة فی حق المرأة ان یكون معها زوجها او ذو محرم منها إذا كان بینها وبين مكة ثلاثة مراحل وقال احمد يشترط ذلك مطلقاً طال المسافة او قصرت فان لم یكن لها رجل كذلك او كان ولا یخرج معها او كان لا یخرج معها الا بأجرة وهی لا تقدر علی الاجرة لا یجب علیها الحج وذلك لانها ممنوعة عن السفر الا ومعها زوجها او ذو محرم منها والمهجور شرعاً كالمهجور عادة فصارت غیر مستطیعة - وجه قول ابی حنیفة فی اشتراط مسافة ثلاثة ایام حدیث ابن عمر عن النبی صلی الله علیه وسلم قال لا تسافر المرأة ثلاثاً الا معها ذو محرم - متفق علیه وفي رواية لمسلم لا یحل لامرأة تؤمن بالله والیوم الآخر تسافر مسيرة ثلاث لیال الا ومعها ذو محرم - وفي رواية فوق ثلاث وفي الباب مقیداً بثلاثة ایام حدیث ابی هريرة رواه مسلم والطحاوی - وفي رواية للطحاوی فوق ثلاث لیال - وحديث عمرو بن شعيب عن أبيه عن جده بلفظ ثلاثة ایام رواه الطحاوی - وحديث ابی سعيد الخدري رواه مسلم والطحاوی بلفظ ثلاثة ایام فصاعداً - وفي رواية لمسلم بلفظ فوق ثلاث و بلفظ اكثر من ثلاث.....

والمراد بالاستطاعة الاستطاعة علی سفر معتاد بحيث لا یلحقه حرج ومن ثم يشترط عند الجمهور ان یكون له زاد وراحلة فاضلاً عما لا بد منه وعن الديون وعن نفقة عیالہ الى حين عودہ فان المشغول بالحاجة الاصلية كالمعدوم ولذا لا یجب فیہ الزکوة ومن لا زاد له او لا راحلة له لا یستطیع السفر غالباً والخرج مدفوع فی الشرع وقال داود لا يشترط لوجوب الحج زاد ولا راحلة - وقال مالک ان كان هو ممن له عادة بالسؤال او كان یمكنه ان یتكسب فی الطريق لا يشترط له الزاد وان كان قادراً علی المشی لا يشترط له الراحلة وقد قال الله تعالى وَادْنُ فِی النَّاسِ بِالْحَجِّ يَأْتُوكَ رِجَالًا وَعَلَى كُلِّ ضَامِرٍ يَأْتِينَ مِنْ كُلِّ فَجٍّ عَمِيقٍ قلنا الواقع فی جواب الأمر یكون اخباراً عن الواقع ولا یكون دليلاً علی وجوب الحج بلا راحلة والقدرة علی المشی امر خفی وقد یزول القدرة فی أثناء الطريق فلا بد من اشتراط زاد وراحلة من ابتداء السفر کیلا یفضی الی الهلاك (التفسیر المظهری، ج ۲، ۹۸، ۹۹، سورة آل عمران)

جن سے کتاب اللہ پر زیادتی نہیں ہو سکتی۔ ۱

۱۔ وقوله عليه السلام "الاستطاعة الزاد والراحلة" فإنه بيان ما يحتاج إليه من الالة وخصه بالذكر دون الآخر إذ كان معلوما من حيث العقل ومقتضى الشرع أن التكليف من دون تلك الآخر لا يصح (المفردات في غريب القرآن للأصفهاني، ج ۱ ص ۵۳۰، مادة طوع)
قال أبو بكر فوجود الزاد والراحلة من السبيل الذي ذكره الله تعالى ومن شرائط وجوب الحج وليست الاستطاعة مقصورة على ذلك لأن المريض الخائف والشيخ الذي لا يثبت على الرحلة والزمنى وكل من تعذر عليه الوصول إليه فهو غير مستطيع السبيل إلى الحج وإن كان واجدا للزاد والراحلة فدل ذلك على أن النبي صلى الله عليه وسلم لم يرد بقوله الاستطاعة الزاد والراحلة أن ذلك جميع شرائط الاستطاعة وإنما أفاد ذلك بطلان قول من يقول إن من أمكنه المشى إلى بيت الله ولم يجد زادا وراحلة فعليه الحج فبين صلى الله عليه وسلم أن لزوم فرض الحج مخصوص بالركوب دون المشى وأن من لا يمكنه الوصول إليه إلا بالمشى الذي يشق ويعسر فلا حج عليه (أحكام القرآن للجصاص، ج ۲، ص ۳۰۸، سورة آل عمران، باب فرض الحج)
وقال آخرون: السبيل التي إذا استطاعها المرء كان عليه الحج: الطاقة للوصول إليه. قالوا: وذلك قد يكون بالمشى والركوب، وقد يكون مع وجودهما العجز عن الوصول إليه: بامتناع الطريق من العدو الحائل، وبقلة الماء، وما أشبه ذلك. قالوا: فلا بيان في ذلك أبين مما بينه الله عز وجل، بأن يكون مستطعا إليه السبيل، وذلك: الوصول إليه بغير مانع ولا حائل بينه وبينه، وذلك قد يكون بالمشى وحده وإن أعوزه المركب، وقد يكون بالمركب وغير ذلك.
ذكر من قال ذلك:

حدثنا محمد بن بشار قال، حدثنا عبد الرحمن بن مهدي قال، حدثنا سفيان، عن خالد بن أبي كريمة، عن رجل، عن ابن الزبير قوله: "ولله على الناس حج البيت من استطاع إليه سبيلا" قال: على قدر القوة.

حدثنا يحيى بن أبي طالب قال، أخبرنا يزيد قال، أخبرنا جوير، عن الضحاك في قوله: "من استطاع إليه سبيلا"، قال: الزاد والراحلة، فإن كان شابا صحيحا ليس له مال، فعليه أن يؤاجر نفسه بأكله وغفته حتى يقضى حجه به، فقال له قائل: كلف الله الناس أن يمشوا إلى البيت؟ فقال: لو أن لبعضهم ميراا بمكة، أكان تاركه؟ والله لا نطلق إليه ولو خبوا!! كذلك يجب عليه الحج.

حدثنا محمد بن بشار قال، حدثنا محمد بن بكر قال، أخبرنا ابن جريج قال، قال عطاء: من وجد شيئا يلقه، فقد وجد سبيلا كما قال الله عز وجل: "من استطاع إليه سبيلا"

..... قال أبو جعفر: وأولى الأقوال في ذلك عندنا بالصواب، قول من قال بقول ابن الزبير وعطاء: إن ذلك على قدر الطاقة. لأن "السبيل" في كلام العرب: الطريق، فمن كان واجدا طريقا إلى الحج لا مانع له منه من زمانة، أو عجز، أو عدو، أو قلة ماء في طريقه، أو زاد، أو ضعف عن المشى، فعليه فرض الحج، لا يجزيه إلا أدؤه. فإن لم يكن واجدا سبيلا = أعني بذلك: فإن لم يكن مطيقا الحج، بتعذر بعض هذه المعاني التي وصفناها عليه = فهو ممن لا يجد إليه طريقا ولا

﴿بقية حاشيا اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد مروی ہے کہ:

مَنْ لَمْ يَمْنَعْهُ عَنِ الْحَجِّ حَاجَةٌ ظَاهِرَةٌ، أَوْ سُلْطَانٌ جَائِرٌ، أَوْ مَرَضٌ حَاسِبٌ فَمَاتَ وَلَمْ يَحُجَّ، فَلَيْمُتْ إِنْ شَاءَ يَهُودِيًّا، وَإِنْ شَاءَ نَصْرَانِيًّا

(سنن الدارمی) ۱

ترجمہ: جس شخص کے لئے کوئی ظاہری ضرورت حج سے مانع و رکاوٹ نہ ہو، یا ظالم بادشاہ کی طرف سے روک نہ ہو، یا ایسا مرض نہ ہو جو حج سے روک دے پھر وہ بغیر حج کئے مر جائے تو چاہے یہودی ہو کر مرے یا نصرانی ہو کر مرے (داری: بیہقی)

اس حدیث میں جسمانی مرض اور حکومت کی رکاوٹ کا بھی ذکر کیا گیا ہے، جس سے معلوم ہوا کہ اگر کوئی اپنا حج ہو، یا حکومت کی طرف سے اُسے رکاوٹ ہو، اس پر بھی حج فرض نہیں، کیونکہ

﴿گزشتہ صفحہ کا نتیجہ حاشیہ﴾

يستطيعه. لأن الاستطاعة إلى ذلك، هو القدرة عليه. ومن كان عاجزاً عنه ببعض الأسباب التي ذكرنا أو بغير ذلك، فهو غير مطيق ولا مستطيع إليه السبيل. وإنما قلنا: هذه المقالة أولى بالصحة مما خالفها، لأن الله عز وجل لم يخص، إذ ألزم الناس فرض الحج، بعض مستطيعي السبيل إليه بسقوط فرض ذلك عنه. فذلك على كل مستطيع إليه سبيلاً بعموم الآية. فاما الأخبار التي رويت عن رسول الله صلى الله عليه وسلم في ذلك بأنه "الزاد والراحلة"، فإنها أخبار: في أسانيدھا نظراً، لا يجوز الاحتجاج بمثلها في الدين (جامع البيان للطبري، ج ۵ ص ۶۱۳، تا ۶۱۷ ملخصاً، سورة آل عمران)

۱۔ رقم الحديث ۱۸۲۶، كتاب المناسك، باب من مات ولم يحج؛ اخبار مكة للفاكهي، رقم الحديث ۸۰۱؛ شعب الايمان، رقم الحديث ۳۶۹۳؛ سنن كبرى للبيهقي، رقم الحديث ۸۶۶۰؛ حلية الاولياء، ج ۹، ص ۲۵۱.

قال البيهقي في السنن الكبرى:

وهذا وإن كان إسناده غير قوي فله شاهد من قول عمر بن الخطاب رضي الله عنه.

وقال في شعب الايمان:

قال الشيخ أحمد: وهذا إن صح فإنما أراد والله أعلم إذا لم يحج وهو لا يرى تركه مأثماً، ولا فعله براً.

وقال الحافظ العسقلاني:

هذا الحديث ذكره ابن الجوزي في الموضوعات وقال العقيلي والدارقطني لا يصح فيه شيء. قلت: وله طرق (التلخيص الحبير كتاب الحج، رقم الحديث ۹۵۸)

ایسا شخص بھی حج کے بارے میں صاحب استطاعت نہیں کہلاتا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے سورہ آل عمران کی آیت کی تفسیر میں مروی ہے کہ:

(وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَيْهِ سَبِيْلًا) قَالَ : السَّبِيْلُ اَنْ يَّصِحَّ بَدَنُ الْعَبْدِ وَيَكُوْنُ لَهُ ثَمَنُ زَادٍ وَرَاحِلَةٍ مِنْ غَيْرِ اَنْ يُجَحِّفَ بِهِ (السنن الكبرى للبيهقي) ۱

ترجمہ: اور اللہ کے لئے لوگوں پر بیٹ اللہ کا حج کرنا (فرض) ہے، جو اس کی طرف سبیل (یعنی راستے) کی استطاعت رکھتا ہو، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ سبیل یہ ہے کہ بندہ کا بدن صحیح ہو، اور اُس کے پاس سواری اور سفر کے سامان کی قیمت ہو، اور اُس کے لئے کوئی روک بھی نہ ہو (یعنی، بٹری)

اس روایت میں بھی سبیل کی تفسیر میں بدن کے صحیح ہونے اور زکاوت نہ ہونے کا ذکر کیا گیا ہے، جس سے امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے ظاہر قول کی تائید ہوتی ہے۔ ۲

۱۔ رقم الروایة ۸۶۴۱، کتاب الحج، باب الرجل يطيق المشى ولا يجد زادا ولا راحلة فلا يبين أن يوجب عليه الحج، واللفظ له، جامع البيان للطبري، رقم الحديث ۷۷۷۷۔

۲۔ شرائط وجوب الحج: العقل، والبلوغ، والحرية، والاستطاعة، وتكلموا في تفسير الاستطاعة.

قال أبو حنيفة رحمه الله في ظاهر الرواية: تفسيرها ملائمة البدن وملك الزاد والراحلة، وهو رواية عن أبي يوسف ومحمد رحمهما الله.

وقال أبو يوسف ومحمد في ظاهر الرواية: تفسيرها ملك الزاد والراحلة لا غير، وهو رواية الحسن عن أبي حنيفة رحمه الله، حتى إن في ظاهر الرواية عن أبي حنيفة رحمه الله: لا يجب الحج على الزَّمن، والمفلوج، والمقطوع الرجلين، وإن ملكوا الزاد والراحلة وهو رواية عنهما، وفي ظاهر روايتهما يجب الحج على هؤلاء، وهو رواية الحسن عن أبي حنيفة إذا كان ملكه من الزاد والراحلة قدر ما يحج به، ويحج معه من يرفعه ويقوده إلى المناسك وإلى حاجته، وفائدة هذا الخلاف إنما تظهر فيما إذا ملك هؤلاء الزاد والراحلة، ففي ظاهر رواية أبي حنيفة رحمه الله: أنه لا يجب عليهم الإحجاج بمالهم؛ لأن الإحجاج بالمال بدل عن الحج بالبدن ولم يجب عليهم الحج بالبدن لمكان العجز فكيف يجب عليهم البدل؟ وفي ظاهر روايتهما يجب؛ لأنه لزمهم الأصل وهو الحج بالبدن في الذمة، وقد عجزوا عنه فيلزمهم البدل (المحيط البرهاني، ج ۲، ص ۱۷۷، الفصل الأول: في بيان شرائط الوجوب)

فقہائے کرام نے قرآن و سنت کے اسی قسم کے مذکورہ دلائل میں غور و فکر کر کے حج فرض ہونے کی کچھ شرائط بیان فرمائی ہیں۔ ۱۔

۱۔ مثل حج احناف نے بطور خاص حج کے باب میں بعض شرائط کو تو شرائط وجوب سے تعبیر فرمایا ہے۔ اور بعض شرائط کو شرائط وجوب اداء سے تعبیر فرمایا ہے۔

اور بعض شرائط کو شرائط اداء یا شرائط صحیح اداء سے تعبیر فرمایا ہے۔

اور بعض شرائط کو شرائط وقوع حج عن الفرض سے تعبیر فرمایا ہے۔

اور اس طرح مثل حج احناف نے حج کے باب میں یہ کل چار قسم کی شرائط بیان فرمائی ہیں۔

اور مثل حج احناف کی حج کے باب میں بطور خاص شرائط وجوب سے مراد یہ ہے کہ اُن کے بغیر حج ذمہ میں فرض ہی نہیں ہوتا، اور حج کو بجالانے اور ادا کرنے کا انسان کو امر نہیں ہوتا اور جب وہ شرائط پائی جائیں، تو نفس حج تو ذمہ میں فرض ہو جاتا ہے، لیکن حج کی ادائیگی کا انسان اُس وقت مکلف ہوتا ہے، جبکہ شرائط وجوب اداء بھی پائی جائیں، اور اگر شرائط وجوب اداء نہ پائی جائیں تو خود حج ادا کرنا فرض نہیں ہوتا، بلکہ دوسرے سے حج بدل کرانا، یا موت سے پہلے حج بدل کی وصیت کرنا واجب ہوتا ہے۔ اور فقہائے کرام کے نزدیک شرائط صحیح اداء وہ کہلاتی ہیں کہ جب وہ شرائط پائی جائیں، تو حج کا ادا کرنا صحیح اور معتبر کہلاتا ہے، ورنہ نہیں۔

اور شرائط وقوع حج عن الفرض وہ کہلاتی ہیں کہ جب وہ شرائط پائی جائیں، تو حج بطور فرض (نہ کہ بطور نفل) واقع ہوتا ہے۔

(قوله علی مسلم النخ) شروع فی بیان شروط الحج وجعلها فی اللباب أربعة أنواع.

الأول: شروط الوجوب وهي التي إذا وجدت بتمامها وجب الحج وإلا فلا وهي سبعة: الإسلام، والعلم بالوجوب لمن في دار الحرب والبلوغ والعقل والحرية والاستطاعة والوقت أي القدرة في أشهر الحج أو في وقت خروج أهل بلده على ما يأتي.

والنوع الثاني: شروط الأداء وهي التي إن وجدت بتمامها مع شروط الوجوب، وجب أداءه بنفسه، وإن فقد بعضها مع تحقق شروط الوجوب، فلا يجب الأداء بل عليه الإحجاج أو الإيضاء عند الموت وهي خمسة: سلامة البدن، وأمن الطريق وعدم الحبس، والمحرم أو الزوج للمرأة وعدم العدة لها.

النوع الثالث: شرائط صحة الأداء وهي تسعة: الإسلام والإحرام، والزمان، والمكان، والتميز، والعقل ومباشرة الأفعال إلا بعذر وعدم الجماع والأداء من عام الإحرام.

النوع الرابع: شرائط وقوع الحج عن الفرض وهي تسعة أيضا: الإسلام، وبقاؤه إلى الموت، والعقل، والحرية والبلوغ والأداء بنفسه إن قدر، وعدم نية النفل، وعدم الإفساد، وعدم النية عن الغير (قوله على مسلم) فلو ملك الكافر ما به الاستطاعة ثم أسلم بعد ما افتقر لا يجب عليه شيء بتلك الاستطاعة بخلاف ما لو ملكه مسلما فلم يحج حتى افتقر حيث يتقرر وجوبه ديناً في ذمته فتج، وهو ظاهر على القول بالفورية لا التراخي نهر.

قلت: وفيه نظر لأن على القول بالتراخي يتحقق الوجوب من أول سني الإمكان (رد المحتار على الدر المختار، ج ۲، ص ۵۸، كتاب الحج)

ان شرائط میں کچھ تفصیل ہے، اس لئے آگے ان کو الگ الگ ذکر کیا جاتا ہے۔ ۱۔

۱۔ حج کی شرائط و وجوب اور شرائط و وجوب اداء میں متعدد فقہاء کا اختلاف ہے کہ کون کون سی شرائط و وجوب میں داخل ہیں، اور کون کون سی شرائط اداء میں داخل ہیں، بعض فقہائے کرام نے ان سب کو شرائط و وجوب میں داخل مانا ہے، ہمارے نزدیک دلائل کی رو سے ان میں سے اکثر شرائط کا شرائط و وجوب ہونا راجح ہے، البتہ بعض شرائط و وجوب کے ساتھ شرائط صحت میں بھی داخل ہیں، جیسے مسلمان ہونا، جن میں سے ہر ایک کے مختلف پہلو ہم نے اس شرط کے ضمن میں ذکر کر دیئے ہیں۔

ملاحظہ رہے کہ فقہائے اُصولیین نے جو اُصولی اور فقہی تقسیم و تعریف فرمائی ہے، وہ یہ ہے کہ شرط و وجوب کے بغیر عبادت سرے سے ذمہ میں واجب نہیں ہوتی، اور شرط و وجوب اداء کے بغیر اس عبادت کو عملاً ادا کرنا واجب نہیں ہوتا، نہ خود اور نہ دوسرے سے کرنا؛ جبکہ بطور خاص حج کے باب میں وجوب اداء کی اس کے برعکس یہ تعریف کی جاتی ہے کہ خود ادا کرنا تو واجب نہیں ہوتا، مگر دوسرے سے کرنا واجب ہو جاتا ہے، اور عام طور پر فقہائے کرام نے وجوب کی دو انواع بیان فرمائی ہیں، ایک اصلی وجوب، جو کہ سب سے ثابت ہوتا ہے، اور اسی لئے اس کو سبب وجوب کہا جاتا ہے، اور حج کا سبب وجوب بیعت اللہ ہے۔ دوسرے وجوب اداء، جس کے لئے قدرت شرط ہوتی ہے، اور اس کے بغیر اس فعل کی ادائیگی اصالتاً و نیابتاً واجب نہیں ہوتی۔

اس اصولی تقسیم کا تقاضا یہ تھا کہ اگر کسی شرط کو حج کی شرط وجوب اداء بھی مانا جائے تب بھی اس کے بغیر حج اصالتاً و نیابتاً فرض نہیں ہونا چاہئے تھا۔ لیکن مشائخ احناف نے حج کے باب میں یہ مراہض لیا، جس کا پہلہ ذکر گزرا۔

الوجوب نوعان: أحدهما: أصل الوجوب وهو اشتغال الذمة بالواجب وأنه ثبت بالأسباب لا بالخطاب، ولا تشترط القدرة لثبوته بل ثبت جبراً من الله تعالى شاء العبد، أو أبى. والثاني: وجوب الأداء وهو إسقاط ما فى الذمة وتفرغها من الواجب، وأنه ثبت بالخطاب وتشترط له القدرة على فهم الخطاب وعلى أداء ما تناوله الخطاب، لأن الخطاب لا يتوجه إلى العاجز عن فهم الخطاب ولا إلى العاجز عن فعل ما تناوله الخطاب، والمجنون لعدم عقله، أو لاستتاراه، والمغمى عليه، والنائم لعجزهما عن استعمال عقليهما عاجزون عن فهم الخطاب وعن أداء ما تناوله الخطاب، فلا يثبت وجوب الأداء فى حقهم ويثبت أصل الوجوب فى حقهم، لأنه لا يعتمد القدرة بل يثبت جبراً.

وتقرير هذا الأصل معروف فى أصول الفقه، وفى الخلافيات، وقال أهل التحقيق من مشايخنا بما وراء النهر: إن الوجوب فى الحقيقة نوع واحد وهو وجوب الأداء فكل من كان من أهل الأداء كان من أهل الوجوب ومن لا فلا وهو اختيار أستاذى الشيخ الأجل الزاهد علاء الدين رئيس أهل السنة محمد بن أحمد السمرقندى - رضى الله عنه - لأن الوجوب المعقول هو وجوب الفعل (بدائع الصنائع، ج ۲، ص ۸۸، كتاب الصوم، فصل شرائط أنواع الصيام)

حج کی شرائط و وجوب اور شرائط و وجوب اداء کے مذکورہ اختلاف کی وجہ سے ان سب شرائط کو ہم نے بالترتیب ذکر کیا ہے، اور کسی شرط کے شرط وجوب یا شرط وجوب اداء ہونے کے اختلاف کو ساتھ ہی ذکر کر دیا ہے۔

جبکہ بہت سے حضرات نے مناسک حج کی کتب میں ان کو الگ الگ ذکر کیا ہے۔ محمد رضوان

(۱)..... مسلمان ہونا (غیر مسلم، نو مسلم اور مرتد کے حج کا حکم)

حج کے عملی طور پر فرض بلکہ صحیح ہونے کے لئے مسلمان ہونا بنیادی شرط ہے۔

اللہ تعالیٰ کا قرآن مجید میں ارشاد ہے کہ:

إِنَّمَا الْمُشْرِكُونَ نَجَسٌ فَلَا يَقْرَبُوا الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ بَعْدَ عَامِهِمْ

هَذَا (سورة التوبة، آية ۲۸)

ترجمہ: بس مشرکین نجس ہیں تو وہ مسجد حرام کے قریب نہ جائیں، اس سال کے

بعد (سورہ توبہ)

بعض فقہائے کرام نے فرمایا کہ اس آیت میں مشرکین کو درحقیقت حج و عمرہ سے منع کرنا

مقصود ہے، جیسا کہ بعض احادیث میں آیا ہے؛ اور بعض فقہائے کرام نے اس آیت کے

ظاہر سے مشرکین کے مسجد حرام میں داخلے ہی سے منع کیا ہے۔ ۱

لیکن اس بات پر سب متفق ہیں کہ مشرک و کافر کا حج کرنا درست نہیں ہے۔

حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

لَا يَحُجُّ بَعْدَ الْعَامِ مُشْرِكٌ (مسند احمد) ۲

ترجمہ: اس سال کے بعد کوئی مشرک حج نہیں کرے گا (مسند احمد، بخاری)

زمانہ جاہلیت میں مشرک حج کیا کرتے تھے، اور حج کے لئے مسلمان ہونا ضروری ہے، اس

لئے اسلام کی آمد کے بعد مشرکوں کو حج کرنے سے منع کر دیا گیا۔

۱۔ قالت الحنفية المراد به النهي عن الحج والعمرة لا عن الدخول مطلقا بدليل ان النبي صلى

الله عليه وسلم بعث عليا رضى الله عنه ينادى فى الموسم لا يحج بعد العام مشرك فظهر ان

المراد منعهم عن الحج والعمرة فيجوز عنده دخول الكافر المسجد الحرام ودخول غيره بالطريق

الاولى وورد النهي عن الاقتراب للمبالغة وقالت الشافعية هو نهى عن دخولهم الحرم لانهم اذا

دخلوا بالحرم فقد اقترابوا من المسجد الحرام (التفسير المظهرى، ج ۳ ص ۷۶، ۱، سورة التوبة،

تحت رقم الآية ۲۸)

۲۔ رقم الحديث ۴، واللفظ لهُ؛ بخارى، رقم الحديث ۳۱۷۷، باب: كيف ينبذ إلى أهل العهد.

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:
وَأَيُّمَا أَعْرَابِيٍّ حَجَّ ثُمَّ هَاجَرَ فَعَلَيْهِ أَنْ يَحُجَّ حَجَّةَ أُخْرَى (المعجم

الأوسط للطبرانی، رقم الحديث ۲۷۳۱، ج ۳ ص ۱۴۰، باب الالف) ۱

ترجمہ: جس اعرابی نے (کفر کی حالت میں) حج کر لیا، پھر اُس نے ہجرت کی
(یعنی اسلام قبول کیا) تو اُس پر (دیگر شرائط پائے جانے کی صورت میں) دوبارہ
حج کرنا فرض ہے (طبرانی)

خلاصہ یہ کہ حج ایک عبادت ہے، اور عبادت کے عملاً فرض اور صحیح ہونے کے لئے مسلمان ہونا
شرط ہے۔

اب اس شرط سے متعلق چند اہم مسائل ملاحظہ فرمائیں۔

مسئلہ نمبر ۱..... اگر کوئی کافر حج کرے، تو اس کا حج صحیح نہیں ہوتا۔ ۲

۱۔ قال الہیثمی:

رواہ الطبرانی فی الأوسط، ورجالہ رجال الصحیح (معجم الزوائد، تحت رقم الحديث

۵۲۵۴، باب حج الصبی قبل البلوغ والعبد قبل العتق)

۲۔ کافر کے عبادت کا مکلف ہونے کے سلسلہ میں حنفیہ کے تین مؤقف ہیں، پہلا یہ کہ کافر عبادت کا ادا اور اعتقاد
دونوں کے اعتبار سے مکلف نہیں (پس کافر کو آخرت میں عبادت کی فرضیت کے اعتقاد اور اس کے عملاً ترک کی وجہ سے
عذاب نہ ہوگا) یہ علمائے سمرقند کا مؤقف ہے؛ دوسرا یہ کہ کافر عبادت کا فقط اعتقاد کے اعتبار سے مکلف ہے (پس کافر کو
آخرت میں عبادت کی فرضیت کے صرف ترک اعتقاد کی وجہ سے عذاب ہوگا) یہ علمائے بخاری کا مؤقف ہے؛ تیسرا یہ کہ کافر
عبادت کا ادا اور اعتقاد دونوں کے اعتبار سے مکلف ہے (پس کافر کو آخرت میں عبادت کی فرضیت کے اعتقاد اور اس کے
عملاً ترک دونوں کی وجہ سے عذاب ہوگا) یہ علمائے عراق کا مؤقف ہے۔

علامہ ابن نجیم نے اس تیسرے و آخری مؤقف کو مستند قرار دیا ہے؛ لیکن یہ سب بحش آخرت کے عذاب کے اعتبار سے ہے،
اور اس پر سب کا اتفاق ہے کہ کافر کے اسلام لانے کے بعد جب تک اُس میں دیگر شرائط نہ پائی جائیں، اُس وقت تک اُس
پر حج کرنا فرض نہیں ہوتا۔

(علی مسلم) لأن الکافر غیر مخاطب بفروع الإیمان فی حق الأداء وقد حققناه فیما علقناه علی
المنار (حر مکلف) عالم بفرضیۃ الدر المختار، ج ۲، ص ۵۸، کتاب الحج

(قولہ وقد حققناه الخ) حاصل ما ذکرہ ہناک: أن فی تکلیفہ بالعبادات ثلاثۃ مذاهب مذهب
السمرقندیین غیر مخاطب بہا أداء واعتقادا والبخاریین مخاطب اعتقادا فقط والعراقیین مخاطب

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

مسئلہ نمبر ۲..... کافر کا جس طرح خود حج کرنا درست نہیں، اسی طرح کافر کا کسی مسلمان کو اپنی طرف سے حج کرانا بھی درست نہیں؛ لہذا اگر کافر نے کسی مسلمان کو بھیج کر اپنی طرف سے حج کرایا تو وہ بھی اس کافر کی طرف سے ادا نہ ہوگا۔ ۱

مسئلہ نمبر ۳..... اگر کفر کی حالت میں کوئی حج کر لے اور پھر حج کرنے کے بعد مسلمان ہو تو کفر کی حالت میں کئے ہوئے اس حج کا کوئی اعتبار نہ ہوگا، بلکہ مسلمان ہونے کے بعد اگر حج فرض ہونے کی شرائط پائی جائیں گی، تو دوبارہ حج کرنا فرض ہوگا۔ ۲

مسئلہ نمبر ۴..... اگر کسی نے مسلمان ہونے کی حالت میں ایک یا کئی حج کئے، اور پھر نعوذ باللہ

﴿ گزشتہ صفحے کا نتیجہ حاشیہ ﴾

بہما فیعاقب علیہما قال : وهو المعتمد كما حرره ابن نجيم لأن ظاهر النصوص يشهد لهم وخلافه تأويل ولم ينقل عن أبي حنيفة وأصحابه شيء ليرجع إليه اهـ ولا يخفى أن قوله في حق الأداء يفهم أنه مخاطب بها اعتقاداً فقط كما هو مذهب البخاريين وهو ما صححه صاحب المنار لكن ليس في كلام الشارح أن ما هنا هو ما اعتمده هناك وما قيل إن ما هنا خلاف المذهب فيه نظر لما علمت من أنه لا نص عن أصحاب المذهب فافهم (رد المحتار، ج ۲، ص ۴۵۸، كتاب الحج)

وأما شرائط أركانه فمنها الإسلام فإنه كما هو شرط الوجوب، فهو شرط جواز الأداء؛ لأن الحج عبادة، والكافر ليس من أهل العبادة (بدائع الصنائع، ج ۲، ص ۱۶۰، كتاب الحج، فصل شرائط أركان الحج)

۱۔ فلا يقع حج الكافر عن الفرض ولا عن النفل إذا أسلم ولا المسلم إذا ارتد بعد الحج وإن تاب ولا المجنون والصبي والعبد وإن أفاق وبلغ وعق بعده ولا بأداء الغير قبل العذر ولا بنية النفل أو عن الغير أو مع الفساد فهو لا لو حجوا ولو بعد الاستطاعة لا يسقط عنهم الفرض ويجب عليهم ثانياً إذا استطاعوا اهـ۔ (منحة الخائف على البحر الرائق، ج ۲، ص ۳۳۱، كتاب الحج)

فلا يصح حج الكافر أصالة ولا نيابة، فإن حج أو حج عنه ثم أسلم، وجبت عليه حجة الإسلام (الموسوعة الفقهية، ج ۱، ص ۳۹، و ۴۰، شروط صحة الحج، مادة "حج")

۲۔ ومنها الإسلام في حق أحكام الدنيا بالإجماع حتى لو حج الكافر ثم أسلم يجب عليه حجة الإسلام، ولا يعتد بما حج في حال الكفر (بدائع الصنائع، ج ۲، ص ۱۶۰، كتاب الحج، فصل شرائط فرضية الحج)

شروط صحة الحج: شروط صحة الحج أمور تتوقف عليها صحة الحج وليست داخلية فيه. فلو اختل شيء منها كان الحج باطلاً، وهى: الشرط الأول: الإسلام: يشترط الإسلام لأن الكافر ليس أهلاً للعبادة ولا تصح منه، فلا يصح حج الكافر أصالة ولا نيابة، فإن حج أو حج عنه ثم أسلم، وجبت عليه حجة الإسلام (الموسوعة الفقهية، ج ۱، ص ۳۹، و ۴۰، شروط صحة الحج، مادة "حج")

تعالیٰ کافر و مرتد ہو جائے، تو اس کا حج باطل ہو جاتا ہے۔

اگر کسی مسلمان نے حج کیا لیکن (نعوذ باللہ تعالیٰ) پھر کافر ہو گیا، اس کے بعد پھر مسلمان ہو گیا تو اب اگر حج فرض ہونے کی شرائط موجود ہیں تو حنفیہ کے نزدیک اس پر دوبارہ حج کرنا فرض ہو جائے گا، اور پہلا کیا ہوا حج کافی نہ ہوگا۔ ۱

مسئلہ نمبر ۵..... اگر کوئی شخص کفر کی حالت میں اتنا مال دار تھا کہ اگر وہ مسلمان ہوتا تو اس پر حج فرض ہو جاتا لیکن کفر ہی کی حالت میں غریب ہو گیا اور پھر غریب ہونے کے بعد مسلمان ہو گیا تو حالت کفر میں مال دار ہونے کی وجہ سے مسلمان ہونے کے بعد اس پر حج فرض نہیں ہوگا جب تک بحالت اسلام صاحب استطاعت نہ ہو۔ ۲

مسئلہ نمبر ۶..... اگر کوئی عاقل بالغ شخص کفر کی حالت میں حج کے لئے چلا، اور اسی حال میں

۱۔ البتہ شافیہ کے نزدیک مرتد ہونے سے حج باطل نہیں ہوتا۔ وہ روایت عن احمد۔

ومنها الإسلام في حق أحكام الدنيا بالإجماع حتى لو حج الكافر ثم أسلم يجب عليه حجة الإسلام، ولا يعتد بما حج في حال الكفر (بدائع الصنائع، ج ۲، ص ۱۲۰، كتاب الحج، فصل شرائط فريضة الحج) شروط إجزاء الحج عن الفرض ثمانية وهي: أ - الإسلام: وهو شرط لوقوعه عن الفرض والنفل، بل لصحته من أساسه كما هو معلوم.

ب - بقاؤه على الإسلام إلى الموت من غير ارتداد عياداً بالله تعالى، فإن ارتد عن الإسلام بعد الحج ثم تاب عن رذته وأسلم وجب عليه الحج من جديد عند الحنفية والمالكية، ورواية عن أحمد. وقال الشافعية وهو رواية عن أحمد: لا تجب عليه حجة الإسلام مجدداً بعد التوبة عن الردة استدلال الحنفية والمالكية ومن معهم بقوله تعالى: (لئن أشركت ليحيطن عملك) فقد جعلت الآية الردة نفسها محبطة للعمل. واستدل الشافعي بقوله تعالى: (ومن يرتدد منكم عن دينه فيمت وهو كافر فأولئك حبطت أعمالهم في الدنيا والآخرة وأولئك أصحاب النار هم فيها خالدون) فقد دلت الآية على أن إحباط الردة للعمل مشروط بالموت كافراً (الموسوعة الفقهية، ج ۷، ص ۳۱، شروط إجزاء الحج عن الفرض، مادة "حج")

۲۔ قوله: "الإسلام" فلا يجب على الكافر حتى لو ملك ما به الاستطاعة ثم أسلم بعد ما افتقر لا يجب عليه شيء بترك الاستطاعة (حاشية الطحطاوى على المراقي، ج ۱، ص ۷۷، كتاب الحج) الشرط الأول: الإسلام: أ - لو حج الكافر ثم أسلم بعد ذلك تجب عليه حجة الإسلام، لأن الحج عبادة، بل هو من أعظم العبادات والقربات، والكافر ليس من أهل العبادة. ب - ولو أسلم وهو معسر بعد استطاعته في الكفر، فإنه لا أثر لها (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج ۷، ص ۲۷، مادة "حج")

احرام بھی باندھ لیا، تو کفر کی وجہ سے اس کا احرام باندھنا معتبر نہیں؛ پھر اگر وہ وقوفِ عرفہ کا وقت فوت ہونے (یعنی دس ذی الحجہ کی طلوع فجر) سے پہلے مسلمان ہو جائے، اور مسلمان ہونے کے بعد احرام کی تجدید کر لے، اور دس ذی الحجہ کی طلوع فجر سے پہلے وقوفِ عرفہ کر لے اور حج کے باقی مناسک بھی پورے کر لے، تو اس کا حج صحیح ہو جائے گا۔ ۱

مسئلہ نمبر ۷..... اگر کسی نے مسلمان ہونے کی حالت میں حج کا احرام باندھا، اور پھر حج کرنے سے پہلے نعوذ باللہ تعالیٰ وہ مرتد ہو گیا، تو اس کا احرام باطل ہو جائے گا۔

پھر اگر وہ (گزشتہ مسئلہ کی تفصیل کے مطابق) وقوفِ عرفہ کا وقت فوت ہونے سے پہلے اسلام قبول کر کے احرام کی تجدید کر لے، اور وقوفِ عرفہ اور حج کے دیگر مناسک پورے کر لے تو اس کا حج صحیح ہو جائے گا۔ ۲

۱۔ کیونکہ حالت کفر میں احرام منعقد نہیں ہوتا، اسی وجہ سے کافر کے احرام شروع کر کے اس کے فسخ کرنے سے اس پر کچھ لازم نہیں ہوتا، لہذا اس پر وقوفِ عرفہ کا مرتب ہونا بھی معتبر نہیں ہوگا۔

خلاصہ یہ کہ اگر کسی کافر نے احرام باندھ کر وقوفِ عرفہ کیا، اور وقوفِ عرفہ کے دوران ہی وقت ختم ہونے سے پہلے اسلام قبول کر کے احرام کی تجدید کر لی، یا وقوفِ عرفہ کرنے کے بعد مگر وقت فوت ہونے (یعنی دس ذی الحجہ کی طلوع فجر) سے پہلے احرام کی تجدید کر کے دوبارہ وقوفِ عرفہ کر لیا، اور حج کے باقی مناسک پورے کر لیے، تو اس کا حج ادا ہو جائے گا، اس کی مزید تفصیل آگے بالغ ہونے کے بیان میں آتی ہے۔

وأما الكافر إذا دخل مكة بغير إحرام ثم أسلم فإنه لا يلزمه شيء كالصبي إذا جاوزه بغير إحرام ثم بلغ لعدم أهلية الوجوب (البحر الرائق شرح كنز الدقائق، ج ۳، ص ۴۵، كتاب الحج) وكذا المجنون إذا أفاق، والكافر إذا أسلم قبل الوقوف بعرفة فجدد الإحرام، ولو أحرم العبد ثم عتق فأحرم بحجة الإسلام بعد العتق لا يكون ذلك عن حجة الإسلام بخلاف الصبي، والمجنون، والكافر، والفرق أن إحرام الكافر، والمجنون لم ينقصد أصلاً لعدم الأهلية، وإحرام الصبي العاقل وقع صحيحاً، لكنه غير لازم لكونه غير مخاطب فكان محتملاً للانقضاء فإذا جدد الإحرام بحجة الإسلام انتقض فأما إحرام العبد، فإنه وقع لازماً لكونه أهلاً للمخاطبة فانهقد إحرامه تطوعاً فلا يصح إحرامه الثاني إلا بفسخ الأول، وإنه لا يحتمل الانفساخ (بدائع الصنائع، ج ۲، ص ۲۱، كتاب الحج، فصل شرائط فرضية الحج)

۲۔ ویتفرع علیہ ایضاً ما فی شرح اللباب من أنه لو أحرم ثم ارتد والعياذ بالله تعالیٰ بطل إحرامه (رد المحتار، ج ۲، ص ۴۶، كتاب الحج، مطلب فی فروض الحج وواجباته) الكافر إذا أحرم للحج ثم أسلم فجدد الإحرام يجوز يقتضي أن لا يكون مسلماً بالإحرام لكن محله ﴿بقية حاشية اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

(۲)..... بالغ ہونا (نابالغ اور قریب البلوغ کے حج کا حکم)

حج فرض ہونے کے لئے بالغ ہونا بھی شرط ہے، نابالغ پر حج فرض نہیں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: يُرْفَعُ الْقَلَمُ عَنِ الصَّغِيرِ،

وَعَنِ الْمَجْنُونِ، وَعَنِ النَّائِمِ (ابن ماجہ) ۱

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ (نابالغ) بچے سے اور مجنون سے

اور سونے والے سے قلم (یعنی احکام کے مکلف ہونے) کو اٹھالیا گیا ہے (ابن ماجہ)

حضرت ابن عباس اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہما کی سند سے بھی اس قسم کی احادیث مروی

ہیں۔ ۲

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

ما إذا لبى ولم يشهد المناسك أما إذا لبى وشهد المناسك كلها مع المسلمين ، فإنه يكون مسلماً كما صرح به في المحيط والأصل أن الكافر متى فعل عبادة، فإن كانت موجودة في سائر الأديان، فإنه لا يكون به مسلماً كالصلاة منفرداً والصوم والحج الذي ليس بكامل والصدقة ومتى فعل ما هو مختص بشريعتنا، فإن كان من الوسائل كالتيمة لا يكون به مسلماً، وإن كان من المقاصد أو من الشعائر كالصلاة بجماعة والحج على الهيئة الكاملة والأذان في المسجد وقراءة القرآن، فإنه يكون به مسلماً إليه أشار في المحيط وغيره من كتاب السير (البحر الرائق، ج ۱، ص ۱۵۹، ۱۶۰، كتاب الطهارة، باب التيمم، نواقض التيمم)

۱۔ رقم الحديث ۲۰۴۲، كتاب الطلاق، باب طلاق المعتوه والصغير والنائم، واللفظ له؛ ابوداؤد، باب في المجنون يسرق أو يصيب حداً، مستدرک حاکم، رقم الحديث ۸۱۷۰ مسند احمد، رقم الحديث ۹۵۶.

في حاشية مسند احمد: صحيح لغيره.

۲۔ عن ابن عباس، قال: مر على بن أبي طالب رضي الله عنه بمعنى عثمان، قال: أو ما تذكر أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: رفع القلم عن ثلاثة، عن المجنون المغلوب على عقله حتى يفارق، وعن النائم حتى يستيقظ، وعن الصبي حتى يحتلم، قال: صدقت، قال: فخلع عنها (سنن أبي داؤد، رقم الحديث ۴۴۰۱، واللفظ له، مستدرک حاکم، رقم الحديث ۹۴۹)

قال الحاكم: هذا حديث صحيح على شرط الشيخين، ولم يخرجاه.

﴿بقية حاشية اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَيُّمَا صَبِيٍّ حَجَّ ثُمَّ بَلَغَ الْحِنْتَ

عَلَيْهِ أَنْ يَحُجَّ حَجَّةً أُخْرَى (المعجم الأوسط للطبرانی) ۱

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو (نابالغ) بچہ حج کر لے، پھر وہ

بلوغ کی عمر کو پہنچ جائے (یعنی بالغ ہو جائے) تو اُس پر (دیگر شرائط پائی جانے کی

صورت میں) دوبارہ حج کرنا فرض ہے (طبرانی)

ان احادیث سے معلوم ہوا کہ نابالغ پر حج فرض نہیں ہوتا، اور اگر وہ حج کرے، تو اس سے حج کا

فریضہ ادا نہیں ہوتا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

رَفَعَتْ امْرَأَةٌ صَبِيًّا لَهَا، فَقَالَتْ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، أَلِهَذَا حَجٌّ؟ قَالَ: نَعَمْ،

وَلَكِ أَجْرُ (مسلم) ۲

ترجمہ: ایک عورت نے اپنے بچہ کو اٹھا کر عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! کیا اس کا

حج ہے؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بے شک، اور آپ کو اجر حاصل

ہوگا (مسلم)

﴿گزشتہ صفحہ کا بقیہ حاشیہ﴾

وقال الذهبي في التلخيص: على شرطهما.

عن عائشة، عن النبي صلى الله عليه وسلم، قال: "رفع القلم عن ثلاثة: عن الصبي حتى يحتلم، وعن النائم حتى يستيقظ، وعن المعنوة حتى يعقل" (مسند احمد، رقم الحديث ۲۴۷۰۳، واللفظ له، سنن النسائي، رقم الحديث ۳۴۳۲)

في حاشية مسند احمد: إسناده جيد.

۱۔ رقم الحديث ۲۷۳۱، ج ۳ ص ۱۴۰، باب الالف.

قال الهيثمي:

رواه الطبرانی في الأوسط، ورجاله رجال الصحيح (مجمع الزوائد، تحت رقم الحديث

۵۲۵۴، باب حج الصبي قبل البلوغ والعبد قبل العتق)

۲۔ رقم الحديث ۱۳۳۶، ۴۱۰ "كتاب الحج، باب صحة حج الصبي وأجر من حج به.

والدہ کو بچہ کے حج کا اجر حاصل ہونے کی وجہ یہ تھی کہ والدہ بچہ کے نیک عمل اور اس کو حج کی تعلیم دینے کا سبب بنی، اور اگر وہ نا سمجھ ہے تو اس کے احرام اور دوسری چیزوں میں نیابت کی وجہ سے بھی ثواب حاصل ہوا۔ ۱

حضرت سائب بن یزید سے روایت ہے کہ:

حَجَّ بَنِي أَبِي مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي حَجَّةِ الْوَدَاعِ

وَأَنَا ابْنُ سَبْعٍ سِنِينَ (ترمذی) ۲

ترجمہ: میرے والد نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حجۃ الوداع میں مجھے

ساتھ لے کر حج کیا، اور میں (اس وقت) سات سال کا تھا (ترمذی)

ان احادیث سے معلوم ہوا کہ اگر کوئی نابالغ بچہ حج کرے، تو اس کا حج درست تو ہو جاتا ہے، لیکن اس کا حج نفل واقع ہوتا ہے۔

احادیث و روایات کے بعد اب اس سلسلہ میں چند مسائل ملاحظہ فرمائیں:

مسئلہ نمبر ۱..... حج فرض ہونے کے لئے بالغ ہونا شرط ہے، نابالغ پر حج فرض نہیں ہوتا خواہ وہ

کتنا ہی سمجھ دار اور مالدار کیوں نہ ہو۔ ۳

مسئلہ نمبر ۲..... اگر کوئی نابالغ بچہ یا بچی حج کرے، تو اس کا حج صحیح ہو جاتا ہے، لیکن اس کا حج

نفل واقع ہوتا ہے، اور بالغ ہونے کے بعد اگر حج فرض ہونے کی شرائط پائی جائیں، تو اس پر

۱ (فَقَالَتْ أَلْهَذَا) أَى يَحْصُلُ لِهَذَا الصَّغِيرِ (حَج) أَى ثَوَابُهُ (قَالَ نَعَمْ) أَى لَهُ حَجُّ النَّفْلِ (وَلَكِ أَجْرٌ) أَى أَجْرُ السَّبَبَةِ وَهُوَ تَعْلِيمُهُ إِنْ كَانَ مَمِيزًا أَوْ أَجْرُ النِّيَابَةِ فِي الْإِحْرَامِ وَالرَّمْيِ وَالْإِيقَافِ وَالْحَمْلِ فِي الطَّوَافِ وَالسَّعْيِ إِنْ لَمْ يَكُنْ مَمِيزًا (مِرْقَاةُ الْمِفَاتِيحِ، ج ۵ ص ۴۲۲، ۱، كِتَابُ الْمَنَاسِكِ) ۲ رَقْمُ الْحَدِيثِ ۹۲۵، أَبْوَابُ الْمَنَاسِكِ، بَابُ مَا جَاءَ فِي حَجِّ الصَّبِيِّ.

قال الترمذی: هذا حديث حسن صحيح.

۳ الشرط الثالث: البلوغ: يشترط البلوغ، لأن الصبي ليس بمكلف، وعن ابن

عباس رضي الله عنهما قال: رفعت امرأة صبيا لها فقالت: يا رسول الله ألهذا حج؟ قال:

نعم ولك أجر (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج ۱، ص ۲۷، ۲۸، شروط فرضية

الحج، مادة "حج")

فرض حج کرنا ضروری ہوتا ہے، اور نابالغی کی حالت میں کیا ہواج کافی نہیں ہوتا۔ ۱۔
مسئلہ نمبر ۳۸..... اگر کوئی نابالغ بچہ یا بچی سمجھدار ہے، جو بات کو سمجھتا ہے، اور جواب بھی دیتا ہے، تو اس کا خود سے حج کا احرام باندھنا اور حج کے مناسک ادا کرنا صحیح ہے، خواہ اس کا ولی و سرپرست اجازت دے یا اجازت نہ دے، اور اس کی طرف سے اس کے ولی اور سرپرست کا احرام باندھنا صحیح نہیں۔ ۲۔

۱۔ وقد أجمع أهل العلم: أن الصبي إذا حج قبل أن يدرک فعلیه الحج إذا أدرك، لا تجزئ عنه تلك الحجة عن حجة الإسلام، وكذلك المملوك إذا حج في رقه ثم اعتق فعلیه الحج إذا وجد إلى ذلك سبيلا، ولا يجزئ عنه ما حج في حال رقه، وهو قول سفيان الثوري، والشافعي، وأحمد، وإسحاق (ترمذی، ج ۳ ص ۲۵۶، ابواب الحج، باب ما جاء في حج الصبي)
لو حج يلزمه الحج ثانيا بعد البلوغ لأن حجة الإسلام من شرطها البلوغ والحرية، بخلاف الحج النفل (ردالمحتار، ج ۱، ص ۵۷۸، باب الامامة)
مشروعية حج الصبي وصحة إحرامه:

اتفق العلماء على صحة حج الصبي، وعمرته، وأن ما يؤديه من عبادة أو من حج أو من عمرة يكون تطوعا، فإذا بلغ وجب عليه حجة فرض الإسلام. وإذا كان أداء الصبي للنسك صحيحا كان إحرامه صحيحا قطعاً (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج ۲، ص ۱۷۸، مادة "إحرام" إحرام الصبي)
فلو حج الصبي صح حجه وكان تطوعا، فإذا بلغ الصبي وجب عليه حجة الفريضة، بإجماع العلماء، لأنه أدى ما لم يجب عليه، فلا يكفيه عن الحج الواجب بعد البلوغ، لما روى ابن عباس قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: إذا حج الصبي فهى له حجة حتى يعقل، وإذا عقل فعلیه حجة أخرى، وإذا حج الأعرابي فهى له حجة، فإذا هاجر فعلیه حجة أخرى (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج ۱، ص ۲۸، شروط فرضية الحج، مادة "حج")

۲۔ مگر جیسا کہ پہلے گزر چکا کہ نابالغی کی حالت میں فرض حج ادا نہیں ہوتا، لہذا مندرجہ بالا صورت میں نابالغ سمجھدار بچہ کے خود سے احرام باندھ کر حج کرنے سے اس کا حج نفل واقع ہوگا۔

(قوله وظاهره) أى ظاهر قول المبسوط أو أحرم عنه أبوه بإعادة الضمير إلى الصبي العاقل لكن تأمله مع قول اللباب، وكل ما قدر الصبي عليه بنفسه لا تجوز فيه النيابة اهـ وكذا ما فى جامع الأسروشنى عن الذخيرة قال محمد فى الأصل والصبي الذى يحج له أبوه يقضى المناسك ويرمى الجمار وأنه على وجهين الأول إذا كان صبيلا لا يعقل الأداء بنفسه، وفى هذا الوجه إذا أحرم عنه أبوه جاز وإن كان يعقل الأداء بنفسه يقضى المناسك كلها يفعل مثل ما يفعله البالغ اهـ فهو كالصريح فى أن إحرامه عنه إنما يصح إذا كان لا يعقل (ردالمحتار، ج ۲، ص ۴۶۶، كتاب الحج)

وينبغى الجمع بينهما بحمل الأول على معنون ليس له قابلية النيابة فى الإحرام كالصبي الذى لا يعقل والثانى على الذى له بعض الإدراكات الشرعية وعلى صحة حج الصبي الغير المميز إذا ناب عنه ولیه فى النية كذا فى شرح لباب المناسك لمنلا على القارى (منحة الخالق على البحر الرائق، ج ۲، ص ۳۳۲، و ص ۳۳۵، كتاب الحج، واجبات الحج)

اور شافعیہ اور حنابلہ کے نزدیک نابالغ سمجھ دار بچہ کا احرام اس کے ولی و سرپرست کی اجازت سے ہی منعقد و معتبر ہوتا ہے، بلکہ شافعیہ کے نزدیک زیادہ صحیح قول کے مطابق بچہ کے ولی کا اس بچہ کی طرف سے احرام باندھنا بھی درست ہوتا ہے۔ ۱

مسئلہ نمبر ۴..... جو بچہ نابالغ ہونے کے ساتھ ساتھ ناسمجھ ہو، تو اس کا خود احرام باندھنا تو درست و معتبر نہیں، البتہ اس کے ولی کا اس کی طرف سے احرام باندھنا صحیح ہے، مثلاً ولی تبلیہ کے ساتھ یہ نیت کرے کہ میں نے اس بچہ کو حج یا عمرہ (جو بھی پیش نظر ہو) کے احرام میں داخل کر دیا، اور اس کے بعد ولی بچہ کو ساتھ لے کر حج کے مناسک ادا کرے، اور اگر وہ بچہ، لڑکا ہو، تو اس کے سہلے ہوئے کپڑے بھی اتار دے۔ ۲

۱۔ ينقسم الصبي بالنسبة إلى مرحلة صباه إلى قسمين: صبي ممیز، وصبي غير ممیز. وضابط المميز: هو الذي يفهم الخطاب ويرد الجواب، دون اعتبار للسن. أما الصبي المميز: فعند الحنفية والمالكية ينعقد إحرامه بنفسه، ولا تصح النيابة عنه في الإحرام، لعدم جواز النيابة عند عدم الضرورة. ولا توقف صحة إحرامه على إذن الولي، بل يصح إحرامه بإذن الولي، وبغير إذن الولي، لكن إذا أحرم بغير إذن الولي فقد صرح المالكية أن للولي تحليله، وله إجازة فعله وإيقاؤه على إحرامه بحسب ما يرى من المصلحة. فإن كان يرتجى بلوغه فالأولى تحليله ليحرم بالفرض بعد بلوغه. فإن أحرم بإذنه لم يكن له تحليله، أما إذا أراد الولي الرجوع عن الإذن قبل الإحرام فقال الحنابلة: "الظاهر أن له الرجوع، لا سيما إذا كان لمصلحته. ولم يصرح بذلك الحنفية. ولعله يدخل في الإحصار بمنع السلطان عندهم.

وذهب الشافعية والحنابلة إلى أنه لا ينعقد إحرامه إلا بإذن وليه، بل قال الشافعية: يصح إحرام وليه عنه، على الأصح عندهم في المسألتين. أما عند الحنابلة فلا يحرم عنه وليه لعدم الدليل. ويفعل الصبي الصغير المميز كل ما يستطيع أن يفعله بنفسه، فإن قدر على الطواف علمه فطاف، وإلا طيف به، وكذلك السعي وسائر المناسك. ولا تجوز النيابة عنه فيما قدر عليه بنفسه، وكل ما لا يقدر الصبي على أدائه ينوب عنه وليه في أدائه (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج ۲، ص ۸۷، مادة "إحرام" إحرام الصبي، صفة إحرام الصبي)

۲۔ الصبي الغير المميز لا يصح إحرامه ولا أداءه، بل يصحان من وليه له، فيحرم عنه من كان أقرب إليه، فلو اجتمع والد وأخ يحرم الوالد ومثله المجنون، إلا أنه إذا جن بعد الإحرام يلزمه الجزاء ويصح منه الأداء وتمامه في الباب (رد المحتار، ج ۲، ص ۵۲، كتاب الحج، مطلب في طواف الزيارة)

وَأما الصبي غير المميز -ومثله المجنون جنونا مطبقا- فيحرم عنه وليه، بأن يقول: نويت إدخال

﴿بقية حاشية اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

مسئلہ نمبر ۵..... اگر کسی نابالغ بچہ کا والد یا ولی بچہ کو احرام بندھوا کر اس کو حج کرائے، تو بچہ کے ولی یا والد کو چاہئے کہ بچہ کو احرام کی ممنوع چیزوں سے بچائے، لیکن اگر بچہ احرام یا حج کی کوئی خلاف ورزی کرے، تو حنفیہ کے نزدیک اس بچہ پر یا اس بچہ کی طرف سے اس کے ولی یا والد پر کچھ واجب نہیں ہوتا، خواہ وہ بچہ سمجھدار ہو یا نا سمجھ ہو، مگر نابالغ ہو۔ ۱

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

هذا الصبي في حرمت الحج، مثلا. وليس المراد أن الولي يحرم في نفسه ويقصد النيابة عن الصبي. ولا ينعقد إحرام الصبي غير المميز بنفسه اتفاقا.

ويؤدى الولي بالصبي غير المميز المناسك، فيجوده من المحيط والمحيط إن كان ذكرا، ويكشف وجه الأنثى وكفها كالكبيرة على ما سبق فيه يطوف به ويسعى، ويقف به بعرفة والمزدلفة، ويرمي عنه، ويجنبه محظورات الإحرام، وهكذا. لكن لا يصلى عنه ركعتي الإحرام أو الطواف، بل تسقطان عنه عند الحنفية والمالكية، أما عند الشافعية فيصليهما الولي عنه، وهو ظاهر كلام الحنابلة.

إلا أن المالكية خففوا في الإحرام والتجرد من الثياب، فقالوا "يحرم الولي بالصغير غير المميز، ويجوده من ثيابه قرب مكة، لخوف المشقة وحصول الضرر. فإن كانت المشقة أو الضرر يتحقق بتجريد قرب مكة أحرم بغير تجريده، كما هو الظاهر من كلامهم - ويفدى (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج ۲، ص ۱۷۸ و ۱۷۹، مادة "إحرام" إحرام الصبي، صفة إحرام الصبي) ۱ اور شوافع وحنابلہ کے نزدیک اس مسئلہ میں تفصیل ہے۔

(قال) : صبي أحرم عنه أبوه وجنبه ما يجنب المحرم فلبس ثوبا أو أصاب طيبا أو صيدا فليس عليه شيء عندنا والشافعي - رحمه الله تعالى - يوجب الكفارة المالية على الصبي كالبالغ بناء على أصله في إيجاب الزكاة عليه ويأمر الولي بأدائه من ماله، وعندنا المالي والبدني سواء في أن وجوب ذلك ينبنى على الخطاب. والصبي غير مخاطب ثم إحرام الصبي للتخلق فلا تتحقق جنايته في الإحرام بهذه الأفعال، وهذا؛ لأنه ليس للأب عليه ولاية الإلزام فيما يضره، ولو جعلنا إحرامه ملزمًا بإياه في الاجتناب عن المحظورات وموجبا للكفارة عليه لم يكن تصرف الأب في الإحرام واقعا بصفة النظر له فلهذا جعلنا تخطئا غير ملزم بإياه فلا يلزمه الجزاء بارتكاب المحظور غير أن الأب يمنعه من ذلك لتحقيق معنى التخلق والاعتقاد (المبسوط لشمس الأئمة السرخسي، ج ۳، ص ۱۳۰، كتاب المناسك، يضرب المحرم فسطا لا يستظل به)

وإذا ارتكب الصبي محظورا من محظورات الإحرام فلا فدية عليه مطلقا، وإذا فعل الولي أو غيره به ذلك فعليه الفدية (حاشية البجيرمي على تحفة الحبيب على شرح الخطيب، ج ۲، ص ۳۳۱، كتاب الحج)

ولو فرط الصبي في شيء من أعمال الحج كان وجوب الدم في مال الولي، ويجب عليه منعه من

﴿بقيہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

مسئلہ نمبر ۶..... اگر کوئی نابالغ بچہ میقات سے بغیر احرام کے حرم میں داخل ہوا، اور وہ پھر حرم کی حدود میں پہنچ کر بالغ ہو گیا، اور اس نے حرم کی حدود ہی سے حج کا احرام باندھ کر حج کر لیا، تو اس کا حج ادا ہو جائے گا، اور اس بچہ یا اس کے ولی پر بچہ کے میقات سے بغیر احرام کے گزرنے سے کچھ واجب نہیں ہوگا۔ ۱

مسئلہ نمبر ۷..... نابالغی کی حالت میں اگر کوئی حج کرے، تو وہ نفل حج کہلاتا ہے، اس وجہ سے اگر کسی نابالغ بچہ نے حج کا احرام باندھا، پھر وہ وقوف عرفہ سے پہلے بالغ ہو گیا، اور اسی احرام کے ساتھ اس نے وقوف عرفہ اور حج کے دیگر مناسک ادا کیے، تو حنفیہ کے نزدیک اس کا یہ حج نفل واقع ہوگا، کیونکہ اس کا احرام نابالغی کی حالت میں شروع ہونے کی وجہ سے نفل واقع ہوا تھا، لہذا اس احرام سے جو حج کیا جائے گا، وہ بھی نفل ہوگا۔

﴿گزشتہ صفحہ کا بقیہ حاشیہ﴾

محظورات الإحرام ، فإن ارتكب منها شيئا وهو مميز وتعمد فعل ذلك فالفدية في مال الولي في الأظهر.

أما غير المميز فلا فدية في ارتكابه محظورا على أحد (مغني المحتاج إلى معرفة ألفاظ المنهاج، ج ۵، ص ۳۸۸، كتاب الحج)

الفصل الثالث، في محظورات الإحرام : وهي قسمان؛ ما يختلف عمدته وسهوه، كاللباس والطيب، وما لا يختلف، كالصيد، وحلق الشعر، وتقليم الأظفار . فالأول، لا فدية على الصبي فيه؛ لأن عمدته خطأ . والثاني، عليه فيه الفدية.

وإن وطء أفسد حجه، ويمضي في فاسده . وفي القضاء عليه وجهان، أحدهما، لا يجب؛ لثلاث تجب عبادة بدنية على من ليس من أهل التكليف . والثاني، يجب؛ لأنه إفساد موجب للفدية، فأوجب القضاء، كوطء البالغ، فإن قضى بعد البلوغ بدأ بحجة الإسلام . فإن أحرم بالقضاء قبلها، انصرف إلى حجة الإسلام . وهل تجزئ عنه القضاء؟ ينظر، فإن كانت الفاسدة قد أدرك فيها شيئا من الوقوف بعد بلوغه، أجزأ عنهما جميعا، وإلا لم يجزئه، كما قلنا في العبد على ما مضى (المغني لابن قدامة، ج ۳، ص ۲۴۳، كتاب الحج، الفصل الثالث في محظورات إحرام الصبي)

۱۔ ولو جاوز الميقات بغير إحرام ثم احتلم بمكة، وأحرم من مكة أجزأه عن حجة الإسلام، ولم يكن عليه لمجاوزة الميقات بغير إحرام شيء كذا في فتاوى قاضي خان (الفتاوى الهندية، ج ۳، ص ۲۱۷، كتاب المناسك، الباب الأول)

(قوله وينبغي إلخ) قال في اللباب وشرحه : وينبغي لوليه أن يجنبه من محظورات الإحرام كلبس المخيط والطيب وإن ارتكبها الصبي لا شيء عليهما (رد المحتار، ج ۲، ص ۴۶۶، كتاب الحج)

جبکہ شافعیہ اور حنابلہ کے نزدیک اس کا یہ حج بطور فرض ادا ہو جائے گا، کیونکہ اُن کے نزدیک نفل کی نیت سے بھی فرض حج ادا ہو جاتا ہے۔ ۱

مسئلہ نمبر ۸..... اگر نابالغ بچہ، یا بچی حج کا احرام باندھ لے، تو اس کو احرام کا توڑنا اور ختم کرنا

۱۔ حنفیہ کے نزدیک نابالغ کی حالت میں شروع کئے گئے احرام کے بعد فرض حج ادا ہونے کے لئے دو شرطیں ہیں، ایک یہ کہ وہ بلوغ کے بعد احرام کی نیت سے تلبیہ پڑھ کر احرام کی تجدید کر لے، کیونکہ حنفیہ کے نزدیک نفل حج کے احرام سے فرض حج ادا نہیں ہوتا؛ اور دوسرے یہ کہ وقت کے اندر (یعنی دس ذی الحجہ کی طلوع فجر ہونے سے پہلے پہلے) بلوغ کی حالت میں وقوفِ عرفہ کر لے، کیونکہ وقوفِ عرفہ حج کا بنیادی رکن ہے۔

جبکہ شافعیہ و حنابلہ کے نزدیک صرف ایک شرط ہے، وہ یہ کہ بلوغ کی حالت میں وقت کے اندر وقوفِ عرفہ کر لے، جس کی مزید تفصیل اگلے مسئلہ کے ذیل میں آتی ہے۔

ولو أحرم الصبی ثم بلغ قبل الوقوف بعرفة فإن مضى على إحرامه، يكون حجه تطوعا عندنا، وعند الشافعي: يكون عن حجة الإسلام إذا وقف بعرفة، وهو بالغ، وهذا بناء على أن من عليه حجة الإسلام إذا نوى النفل يقع عن النفل عندنا، وعنده يقع عن الفرض، والمسألة تأتي في موضعها إن شاء الله تعالى، ولو جدد الإحرام بأن لبى أو نوى حجة الإسلام، ووقف بعرفة وطاف طواف الزيارة يكون عن حجة الإسلام بلا خلاف وكذا المجنون إذا أفق، والكافر إذا أسلم قبل الوقوف بعرفة فجدد الإحرام، ولو أحرم العبد ثم عتق فأحرم بحجة الإسلام بعد العتق لا يكون ذلك عن حجة الإسلام بخلاف الصبی، والمجنون، والكافر، والفرق أن إحرام الكافر، والمجنون لم ينعقد أصلا لعدم الأهلية، وإحرام الصبی العاقل وقع صحيحا، لكنه غير لازم لكونه غير مخاطب فكان احتمالا للانتقاض في إذا جدد الإحرام بحجة الإسلام انتقض فأما إحرام العبد، فإنه وقع لازما لكونه أهلا للخطاب فانهقد إحرامه تطوعا فلا يصح إحرامه الثاني إلا بفسخ الأول، وإنه لا يحتمل الانفساخ (بإدعاء الصنائع، ج ۲، ص ۱۲۱، كتاب الحج، فصل شرائط فرضية الحج)

قال - رحمه الله - (فلو أحرم الصبی أو عبد فبلغ أو عتق فمضى لم يجز عن فرضه) ؛ لأن إحرامه انعقد لأداء النفل فلا ينقلب للفرض كالضرورة إذا أحرم للنفل لا يؤدي به الفرض وإحرام الصلاة إذا عقد للنفل ليس له أن يؤدي به الفرض فإن قيل الإحرام شرط عندكم فوجب أن يجوز أداء الفرض به كالصبی إذا توضع ثم بلغ جاز له أن يؤدي بذلك الوضوء قلنا الإحرام يشبه الركن من وجه من حيث اتصال الأداء به فأخذنا بالاحتياط في العبادة وقال الشافعي - رحمه الله - إذا مضى يكون عن الفرض وأصل الخلاف في الصبی إذا بلغ في أثناء الصلاة بالسن يكون عن الفرض عندنا ولا يكون عنه ولو جدد الصبی الإحرام قبل الوقوف بعرفة ونوى حجة الإسلام أجره ولو فعل العبد ذلك لم يجزه عنه ؛ لأن إحرام الصبی غير لازم لعدم الأهلية فيمكنه الخروج بالشروع في غيره وإحرام العبد لازم فلا يمكنه ذلك ألا ترى أن الصبی لو أحصر وتحلل لا قضاء عليه ولا دم ولا يلزمه الجزاء بارتكاب محظوراته وفي المبسوط الصبی لو أحرم بنفسه ، وهو يعقل أو أحرم عنه أبوه صار محرما وينبغي له أن يجرده ويلبسه إزارا ورداء (تبیین الحقائق، ج ۲، ص ۶، كتاب الحج)

جائز ہوتا ہے، اس لئے نابالغ بچہ نے اگر حج کا احرام باندھا، اور حج کا وقت فوت ہونے سے پہلے وہ بالغ ہو گیا، تو اُس کو احرام کی تجدید کر کے (یعنی احرام کی نیت سے تلبیہ پڑھ کر) حج کا فریضہ ادا کرنا جائز ہوتا ہے۔ ۱

لہذا اگر کسی بچہ نے نابالغی کی حالت میں حج کا احرام باندھا، اور وہ وقوف عرفہ کا وقت فوت ہونے سے پہلے بالغ ہو گیا، اور اُس نے تلبیہ و نیت کے ساتھ احرام کی تجدید کر کے وقوف عرفہ کر لیا، تو اُس کا فرض حج ادا ہو جائے گا، کیونکہ نابالغی کی حالت کا احرام اس پر لازم نہیں تھا، اس لئے بالغ ہونے کے بعد احرام کی تجدید کر کے وقوف عرفہ کرنے سے اس کا حج فرض واقع ہو جائے گا۔ ۲

۱ (قوله لأن إحرام الصبي غير لازم) لعدم أهلية اللزوم عليه، ولذا لو أحصر الصبي وتحلل لا دم عليه ولا قضاء ولا جزاء عليه لارتكاب المحظورات (فتح القدير، ج ۲، ص ۲۲۳، كتاب الحج) وإذا بلغ الصبي بعدما أحرم أو عتق العبد) يعني بعدما أحرم (فمضيا لم يجزهما عن حجة الإسلام، لأن إحرامهما انعقد لأداء النفل) لعدم الخطأ وشرط الوجوب في حقهما (فلا ينقلب لأداء الفرض) واعتراض بأن الإحرام شرط على ما ذكره كالطهارة، والشرط يراعى وجوده لا وجوده قصدا؛ ألا ترى أن الصبي إذا توضع ثم بلغ بالسن فصلى بتلك الطهارة جازت صلاته، فما بال الحج لم يجز بذلك الإحرام. والجواب أن الإحرام عندنا إنما يكون بالنية على ما سيأتي، وبها يصير شارعا في أفعال الحج، فصار كصبي توضع في الصلاة وبلغ بالسن فنوى أن تكون تلك الصلاة فرضا لا تنقلب إليها (ولو جدد الصبي الإحرام قبل الوقوف ونوى حجة الإسلام جاز والعبد لو فعل ذلك لم يجز لأن إحرام الصبي غير لازم لعدم الأهلية) ولهذا لو تناول محظورا لم يلزمه شيء، وإذا كان كذلك جاز الفسخ والشروع في غيره (العناية شرح الهداية، ج ۲، ص ۲۲۳، كتاب الحج)

۲ اگر کوئی نابالغ بچہ وقوف عرفہ کے دوران ہی وقت ختم ہونے سے پہلے بالغ ہو گیا، اور اس نے احرام کی تجدید کر لی، یا وقوف عرفہ کرنے کے بعد مگر وقت فوت ہونے (یعنی دس ذی الحجہ کی طلوع فجر) سے پہلے بالغ ہوا، اور احرام کی تجدید کر کے وقت کے اندر دوبارہ وقوف عرفہ کر لیا، اور حج کے باقی مناسک پورے کر لیے، تو ہمارے نزدیک راجح یہ ہے کہ اس کا حج ادا ہو جائے گا، کیونکہ نابالغی کی حالت میں شروع کئے گئے احرام کو ختم کرنا اور اس کی تجدید کرنا جائز ہے۔

ولما كان الصبي غير مخاطب كان إحرامه غير لازم ولذا لو أحصر وتحلل لا دم عليه ولا جزاء ولا قضاء، ولو جدد بعد بلوغه قبل الوقوف ونوى الفرض أجزأه؛ لأنه يمكنه الخروج عنه لعدم اللزوم بخلاف العبد لا يمكنه الخروج عنه للزوم فلو جدد بعد عتقه لا يصح والكافر والمجنون كالصبي ﴿بقيہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اور اگر وہ وقوف عرفہ کا وقت ختم ہونے کے بعد بالغ ہوا، یا اُس نے بلوغ کے بعد احرام کی تجدید کر کے وقت کے اندر (یعنی دس ذی الحجہ کی طلوع فجر سے پہلے) وقوف عرفہ نہیں کیا، تو اُس کا فرض حج ادا نہیں ہوگا، کیونکہ پہلی صورت میں اس کے حج کا بنیادی رکن (وقوف عرفہ) فوت ہو چکا ہے، اور دوسری صورت میں اس کا احرام نابالغی کی حالت میں شروع ہونے کی وجہ سے نفل واقع ہوا ہے۔ ۱

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

فلو حج کافر، أو مجنون فافاق، أو أسلم فجدد الإحرام أجزأهما (البحر الرائق، ج ۲، ص ۳۳۰، کتاب الحج)

(ومنها البلوغ) فلا يجب على الصبي كذا في فتاوى قاضى خان ولو أن الصبي إذا حج قبل البلوغ فلا يكون ذلك عن حجة الإسلام ويكون تطوعاً، ولو أحرم ثم بلغ قبل الوقوف بعرفة إن مضى على إحرامه يكون تطوعاً، وإن جدد التلبية أو استأنف الإحرام بعد الإدراك ثم وقف بعرفة يكون عن حجة الإسلام بالإجماع كذا فى شرح الطحاوى، وكذا المجنون إذا أفاق، والكافر إذا أسلم قبل الوقوف بعرفة فجدد الإحرام كذا فى البدائع ولو جاوز الميقات بغير إحرام ثم احتلم بمكة، وأحرم من مكة أجزأه عن حجة الإسلام، ولم يكن عليه لمجاوزة الميقات بغير إحرام شيء كذا فى فتاوى قاضى خان (الفتاوى الهندية، ج ۷، ص ۲۱، كتاب المناسك، الباب الأول)

۱۔ علامہ شامی رحمہ اللہ نے رد المحتار اور منہ الخالق میں صبی کے وقوف عرفہ سے پہلے بالغ ہونے اور مجنون کے افاق ہونے اور کافر کے اسلام قبول کرنے کے مسئلہ پر بحث کرتے ہوئے فرمایا کہ صبی کے وقوف عرفہ سے پہلے بالغ ہونے میں دو احتمال ہیں، یا تو یہ مراد ہو کہ وقوف کرنے سے پہلے بالغ ہو جائے، یا یہ مراد ہو کہ وقوف کا وقت فوت ہونے سے پہلے بالغ ہو جائے؛ پھر فرمایا کہ دوسرے احتمال کو ملا علی قاری نے شرح مناسک اور شرح نقایہ میں اختیار کیا ہے، اور پہلے قول کی تائید امام سرخسی کے مسوط کے قول سے ہوتی ہے۔

اور پھر علامہ شامی رحمہ اللہ نے پہلے احتمال کی طرف اپنا رجحان ظاہر کیا ہے۔

مگر ہمیں علامہ شامی کے اس رجحان سے اتفاق نہیں ہوا، بلکہ ملا علی قاری رحمہ اللہ کے موقف سے اتفاق ہوا، کیونکہ کافر کا تو احرام سرے سے معتبر ہی نہیں ہوتا، لہذا اس کا وقوف بھی معتبر نہیں، اور وقوف عرفہ کا وقت فوت ہونے سے پہلے جب بھی وہ اسلام قبول کر کے احرام کی تجدید کے ساتھ وقوف عرفہ کرے گا، تو اس کا حج درست ہونے میں کوئی شبہ نہیں، اور مجنون بھی عبادت کا اہل نہیں، لہذا اس کا حکم بھی یہی ہوگا؛ اور بعض حضرات کے نزدیک اس کا حکم صبی کی طرح ہے، اور صبی کا احرام کیونکہ اس پر لازم نہیں ہوتا، اسی وجہ سے اس کو نسخ کرنا بھی جائز ہوتا ہے، لہذا صبی بلوغ کے بعد احرام کی تجدید کر کے وقت کے اندر جب وقوف کر لے، تو اس سے اس کا پہلا احرام نسخ ہو جائے گا، اور دوسرا احرام جائز ہو جائے گا، اور اس کا یہ حج چٹا الاسلام بن جائے گا؛ حنا بلہ اور شوافع کے قول سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے کہ وقوف عرفہ کا وقت فوت ہونا مراد ہے، جس کا

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اور امام شافعی اور امام احمد رحمہما اللہ کے نزدیک اگر کوئی بچہ وقوف عرفہ کا وقت نکلنے (یعنی دس ذی الحجہ کی طلوع فجر) کے بعد بالغ ہوا، یا عرفات میں وقوف سے جدا نیگی کے بعد بالغ ہوا، لیکن وہ وقت کے اندر عرفات میں وقوف کے لئے لوٹ کر نہیں آیا، تو اس کا حج فرض ادا نہیں ہوگا۔

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

ذکر آگے آتا ہے، برخلاف عاقل بالغ غلام کے، کہ حنفیہ کے نزدیک اس کا احرام فتح کرنا جائز نہیں، جس کی تفصیل آگے آتی ہے۔

جہاں تک اس شبہ کا تعلق ہے کہ وقوف عرفہ کرنے کے بعد حج پورا ہو جاتا ہے، لہذا وہ نقض کو قبول نہیں کرتا، نیز ایک سال میں دو حج ادا کرنا منع ہے، تو اس کا جواب پیچھے ذکر کیا جا چکا ہے کہ اؤ لا تو صبی کے لئے نقض جائز ہے، دوسرے بعض امور اصلاً تو ممتنع ہوا کرتے ہیں، لیکن ضمناً و تبعاً جائز ہو جایا کرتے ہیں۔

(فلو أحرَم صبي عاقل أو أحرَم عنه أبوه صار محرماً) وينبغي أن يجزئَه قبله ويلبسَه إزاراً ورداءً مبسوطين وظاهر أن إحرامه عنه مع عقله صحيح فمع عدمه أولى (فبلغ أو عبد فعتق) قبل الوقوف (فمضى) كل على إحرامه (لم يسقط فرضهما) لانعقاده نفلاً فلو جدد الصبي الإحرام قبل وقوفه بعرفة ونوى حجة الإسلام أجزأه (الدر المختار مع رد المحتار، ج ۲، ص ۴۶۶، كتاب الحج)

(قوله قبل وقوفه بعرفة) قيل عبارة المبتغي: ولو أحرَم الصبي أو المجنون أو الكافر ثم بلغ أو أفاق ووقت الحج باق فإن جددوا الإحرام يجزيهم عن حجة الإسلام اهـ مقتضاه أن المراد بما قبل الوقوف قبل فوت وقته كما عبر به من لا على القار في شرحه على الوقاية واللباب، لكن نقل القاضى عيّد في شرحه على اللباب عن شيخه العلامة الشيخ حسن العجيمى المكي أن المراد به الكينونة بعرفة حتى لو وقف بها بعد الزوال لحظة فبلغ ليس له التجديد، وإن بقى وقت الوقوف وأيده الشيخ عبد الله العفيف في شرح منسكه بقوله - صلى الله عليه وسلم - من وقف بعرفة ساعة من ليل أو نهار فقد تم حجه وقال وقد وقع الاختلاف في هذه المسألة في زماننا فمنهم من أفتى بصحة تجديده الإحرام بعد ابتداء الوقوف ومنهم من أفتى بعدمها ولم نر فيها نصاً صريحاً اهـ ملخصاً. قلت: وظاهر قول المصنف تبعاً للدرر قبل وقوفه أن المراد حقيقة الوقوف لا وقته فهو مؤيد لكلام العجيمى (رد المحتار، ج ۲، ص ۴۶۶، كتاب الحج)

(قوله: ولو جددہ بعد بلوغہ قبل الوقوف إلخ) کذا عبارة أغلب كتب المذهب بصيغة قبل الوقوف وهي محتملة لأن يراد قبل أن يقف أو قبل فوات وقت الوقوف وعلى الثانى مشى من لا على في شرح المناسك وشرح النقاية ويؤيد الأول قول الإمام السرخسى في مبسوطه في آخر باب المواقيت ولو أن الصبي أهل بالحج قبل أن يحتلم ثم احتلم قبل أن يطوف بالبيت أو قبل أن يقف بعرفة لم يجزه عن حجة الإسلام عندنا إلا أن يجدد إحرامه قبل أن يقف بعرفة فحينئذ يجزئه عن حجة الإسلام اهـ. فلو وقف بعد الزوال ولو لحظة ثم بلغ ليس له التجديد وإن بقى وقت الوقوف لتمام

﴿بقية حاشية اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

لیکن اگر وہ وقوفِ عرفہ کرنے کی حالت میں بالغ ہو گیا، یا وہ وقوفِ عرفہ کرنے کے بعد بالغ ہوا، مگر وہ بلوغ کے بعد دس ذی الحجہ کی طلوع فجر سے پہلے عرفات میں وقوف کے لئے لوٹ کر آ گیا، تو اس کا پہلے احرام سے ہی فرض حج ادا ہو جائے گا۔ ۱

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

حجہ إذ الحج بعد التمام لا يقبل النقص ولا يصح أداء حجتين في عام واحد بالإجماع كذا ذكره القاضی محمد عید فی شرحه خلاصة الناسک علی لباب المناسک المختصر من شرحه الكبير عباب المسالک عن شيخه العلامة الشيخ حسن العجمی و ذکر مثله الشيخ عبد الله العفيف فی شرح منسكه مستدلا بقوله -صلى الله عليه وسلم -من وقف بعرفة ساعة من ليل أو نهار فقد تم حجه فمن من صبغ العموم فيشمل الصبي وقد قلنا بأن حجه نفلا صحيح ويمتنع أداء حجتين نفل وفرض في سنة واحدة ثم قال وقد وقع الاختلاف في الإفتاء في هذه المسألة في زماننا فمن العصريين من أفتى بعدم صحة تجديد الصبي الإحرام بعد أن دخل عليه وقت الوقوف وهو بأرض عرفة محرم بالحج النفل ومنهم من أفتى بصحة ذلك وقد بسطت الكلام عليها في التذكرة العفيفية في فقه الحنفية اهـ. ملخصا من حاشية المدنی علی الدر المختار (منحة الخالق علی البحر الرائق، ج ۲، ص ۳۲۰، کتاب الحج، واجبات الحج)

۱۔ اور جن صورتوں میں شوافع اور حنابلہ کے نزدیک فرض حج ادا ہوتا ہے، اُن صورتوں میں حنفیہ کے نزدیک احرام کی تجدید کے ساتھ بھی فرض حج ادا ہوتا ہے۔ ہمارے نزدیک رائج یہی ہے، جیسا کہ پہلے گزرا۔ مگر ضوان فیذا أحرم الصبي بالحج ثم بلغ أو العبد ثم عتق فلهما أربعة أحوال (أحدها) أن يكون البلوغ والعتق بعد فراغ الحج فلا يعجز نهما عن حجة الإسلام بل يكون تطوعا فإن استطاعا بعد ذلك لزهما حجة الإسلام وهذا لا خلاف فيه عندنا وبه قال العلماء كافة ونقل ابن المنذر فيه إجماع من يعتد به للحديث المذكور لأن حجه وقع تطوعا فلا يعجزه عن الواجب بعده (الثاني) أن يكون البلوغ والعتق قبل الفراغ من الحج لكنه بعد خروج وقت الوقوف بعرفات فلا يعجز نهما عن حجة الإسلام بلا خلاف لأنه لم يدرك وقت العبادة فأشبهه من أدرك الإمام بعد فوات الركوع فإنه لا تحسب له تلك الركعة (الثالث) أن يكون قبل الوقوف بعرفات أو في حال الوقوف فيعجز نهما عن حجة الإسلام بلا خلاف عندنا.

وقال أبو حنيفة ومالك لا يعجز نهما والخلاف يتصور مع أبي حنيفة في العبد دون الصبي فإنه قال لا يصح إحرامه. دليلنا أنه وقف بعرفات كاملا فأجزأه عن حجة الإسلام كما لو كمل حالة الإحرام (الرابع) أن يكون بعد الوقوف بعرفات وقبل خروج وقت الوقوف بأن وقف يوم عرفات ثم فارقه ثم بلغ أو عتق قبل طلوع الفجر ليلة النحر فإن رجع إلى عرفات فحصل فيها ووقت الوقوف باق أجزأه عن حجة الإسلام بلا خلاف كما لو بلغ وهو واقف وإن لم يعد فوجهان مشهوران ذكر المصنف دليلهما (الصحيح) باتفاق الأصحاب لا يعجزه وهو المنصوص (المجموع شرح المذهب، ج ۷، ص ۵۷، کتاب الحج)

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

مسئلہ نمبر ۹..... بچے اور بچی کی عمر قمری سالوں یعنی چاند کی تاریخوں کے حساب سے جب پندرہ سال کی مکمل ہو جائے تو وہ شرعی اعتبار سے بہر حال بالغ (Adult) سمجھے جاتے ہیں اور اگر پندرہ سال کی عمر سے پہلے احتلام ہو جائے، یا بچی کو ماہواری آجائے، تو بھی بالغ ہونے کا آغاز (Puberty) ہو جاتا ہے۔ ۱

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

إن بلغ الصبی الحلم بعد ما أحرم، فمضى فی نسكه علی إحرامه الأول، لم یجزه حجه عن فرض الإسلام عند الحنفیة والمالکیة. وقال الحنفیة: لو جدد الصبی الإحرام قبل الوقوف بعرفة، ونوی حجة الإسلام، جاز عن حجة الإسلام؛ لأن إحرام الصبی غیر لازم لعدم أهلیته للزوم علیه. وقال المالکیة لا یرتفع إحرامه السابق، ولا یجزیه إرداف إحرام علیه، ولا ینقلب إحرامه عن الفرض، لأنه اختل شرط الوقوع فرضاً، وهو ثبوت الحریة والتکلیف، وقت الإحرام. وهذا لم یکن مکلفاً وقت الإحرام، فلا یقع نسكه هذا إلا نفلاً. أما الشافعیة والحنابلة فقالوا: إن بلغ الصبی فی أثناء الحج ینظر إلى حاله من الوقوف فینقسم إلى قسمین:

الأول: أن یبلغ بعد خروج وقت الوقوف، أو قبل خروجه وبعد مفارقة عرفات لکن لم یعد إليها بعد البلوغ، فهذا لا یجزیه حجه عن حجة الإسلام.

الثانی: أن یبلغ فی حال الوقوف، أو یبلغ بعد وقوفه بعرفة، فیرود ویقف بها فی وقت الوقوف، أی قبل طلوع فجر يوم النحر، فهذا یجزیه حجه عن حجة الإسلام. لکن یجب علیه إعادة السعی إن کان سعی عقب طواف القدوم قبل البلوغ، ولا دم علیه.

أما فی العمرة: فالطواف فی العمرة كالوقوف بعرفة فی الحج، إذا بلغ قبل طواف العمرة أجزأه عن عمرة الإسلام، عند من یقول بوجوبها (الموسوعة الفقهیة الكويتیة، ج ۲، ص ۱۷۹، بلوغ الصبی فی أثناء النسک، مادة "أحرام")

۱۔ شافعیہ، حنابلہ اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے شاگرد، صاحبین رحمہما اللہ کے نزدیک لڑکے اور لڑکی کے لئے بلوغ کی انتہائی عمر پندرہ سال قمری ہے، اور حنفیہ کا اسی پر فتویٰ ہے۔

اور مالکیہ کے نزدیک اٹھارہ سال کا پورا ہونا یا اٹھارہ سال میں داخل ہونا ہے، اور ایک قول انیس سال کا بھی ہے، اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک بلوغ کی انتہائی عمر لڑکے کے لئے اٹھارہ سال، اور لڑکی کے لئے سترہ سال ہے۔

اور لڑکے کے لئے بلوغ کی ادنیٰ عمر مالکیہ اور شافعیہ کے نزدیک نو سال قمری کی تکمیل ہے، اور حنفیہ کے نزدیک بارہ سال، اور حنابلہ کے نزدیک دس سال ہے، اور لڑکی کے لئے حنفیہ اور شافعیہ کے اظہر قول کے مطابق اور حنابلہ کے نزدیک نو سال قمری ہے۔

اور غالباً یہ اختلاف اپنے اپنے مشاہدہ اور مختلف علاقوں اور آب و ہوا اور نسل و غذا کے اختلاف پر مبنی ہے، جس کا موجودہ

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

(۳)..... عاقل ہونا (مجنون، بیہوش وغیرہ کے حج کا حکم)

حج فرض ہونے کے لئے بالغ ہونے کے ساتھ ساتھ عاقل ہونا بھی شرط ہے، اور جس طرح نابالغ بچہ حج کا مکلف نہیں ہوتا، اسی طرح مجنون اور پاگل بھی حج کا مکلف نہیں ہوتا۔

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

ماہرین نے بھی اعتراف کیا ہے۔

عن نافع، عن ابن عمر قال: عرضت على رسول الله صلى الله عليه وسلم في جيش وأنا ابن أربع عشرة فلم يقبلني، فعرضت عليه من قابل في جيش وأنا ابن خمس عشرة فقبلني قال نافع: وحديث بهذا الحديث عمر بن عبد العزيز، فقال: هذا حد ما بين الصغير والكبير، ثم كتب أن يفرض لمن يبلغ الخمس عشرة حدثنا ابن أبي عمر قال: حدثنا سفيان بن عيينة، عن عبيد الله بن عمر، عن نافع، عن ابن عمر، عن النبي صلى الله عليه وسلم نحو هذا، ولم يذكر فيه أن عمر بن عبد العزيز كتب أن هذا حد ما بين الصغير والكبير وذكر ابن عيينة في حديثه: حدثت به عمر بن عبد العزيز، فقال: هذا حد ما بين الذرية والمقاتلة: هذا حديث حسن صحيح والعمل على هذا عند أهل العلم، وبه يقول سفيان الثوري، وابن المبارك، والشافعي، وأحمد، وإسحاق يرون أن الغلام إذا استكمل خمس عشرة سنة فحكمه حكم الرجال، وإن احتلم قبل خمس عشرة فحكمه حكم الرجال وقال أحمد، وإسحاق: البلوغ ثلاثة منازل بلوغ خمس عشرة، أو الاحتلام فإن لم يعرف سنه ولا احتلامه فالإنابات يعني العانة (سنن الترمذی، رقم الحديث ۱۳۶۱، ابواب الاحکام، باب ما جاء في حد بلوغ الرجل والمرأة)

(بلوغ الغلام بالاغتلام والإحبال والإنزال) والأصل هو الإنزال (والجارية بالاغتلام والحيض والحبل) ولم يذكر الإنزال صريحاً لأنه قلما يعلم منها (فإن لم يوجد فيهما) شيء (فحتى يتم لكل منهما خمس عشرة سنة به يفتي) (الدر المختار مع شرحه رد المحتار، ج ۶، ص ۱۵۳، كتاب الحجر)

البلوغ بالسن: جعل الشارع البلوغ أمانة على أول كمال العقل؛ لأن الاطلاع على أول كمال العقل معتذر، فأقيم البلوغ مقامه.

والبلوغ بالسن: يكون عند عدم وجود علامة من علامات البلوغ قبل ذلك، واختلف الفقهاء في سن البلوغ. فيرى الشافعية، والحنابلة، وأبو يوسف ومحمد من الحنفية أن البلوغ بالسن يكون بتمام خمس عشرة سنة قمرية للذكر والأنثى، كما صرح الشافعية بأنها تحديدية؛ لخبر ابن عمر عرضت على النبي صلى الله عليه وسلم يوم أحد، وأنا ابن أربع عشرة سنة فلم يجزني، ولم يرني بلغت، وعرضت عليه يوم الخندق وأنا ابن خمس عشرة سنة فأجازني، ورآني بلغت.

قال الشافعي: رد النبي صلى الله عليه وسلم سبعة عشر من الصحابة، وهم أبناء أربع عشرة سنة،

﴿بقية حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

احادیث میں نابالغ بچہ کے ساتھ مجنون کو بھی مرفوع القلم قرار دیا گیا ہے۔
حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ:

عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: رُفِعَ الْقَلَمُ عَنْ ثَلَاثَةٍ: عَنِ
الصَّبِيِّ حَتَّى يَحْتَلِمَ، وَعَنِ النَّائِمِ حَتَّى يَسْتَيْقِظَ، وَعَنِ الْمَعْتُوهِ حَتَّى
يَعْقِلَ (مسند احمد) ۱

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قلم (یعنی مکلف ہونے کے حکم) کو تین

﴿گزشتہ صفحے کا نتیجہ حاشیہ﴾

لأنه لم يرههم بلغوا، ثم عرضوا عليه وهم من أبناء خمس عشرة فأجازهم، منهم: زيد بن ثابت ورافع بن خديج وابن عمر.

ویری المالکیہ أن البلوغ يكون بتمام ثمانی عشرة سنة، وقيل بالدخول فيها، وقد أورد الحطاب خمسة أقوال في المذهب، ففي رواية: ثمانية عشر، وقيل: سبعة عشر، وزاد بعض شراح الرسالة: ستة عشر، وتسعة عشر، وروی عن ابن وهب خمسة عشر، لحديث ابن عمر السابق.

ویری أبو حنيفة: أن البلوغ بالسن للغلام هو بلوغه ثمانی عشرة سنة، والجارية سبع عشرة سنة لقوله تعالى: (ولا تقرّبوا مال الیتیم إلا بالتي هي أحسن حتى يبلغ أشده قال ابن عباس رضي الله عنه: الأشد ثمانی عشرة سنة. وهي أقل ما قيل فيه، فأخذ به احتياطاً، هذا أشد الصبي، والأنثى أسرع بلوغاً فنقصت سنة.

السن الأدنى للبلوغ الذي لا تصح دعوى البلوغ قبله:

السن الأدنى للبلوغ في الذكر: عند المالكية والشافعية باستكمال تسع سنين قمرية بالتمام، وفي وجه آخر للشافعية: مضي نصف التاسعة، ذكره النووي في شرح المذهب.

وعند الحنفية: اثنتا عشرة سنة، وعند الحنابلة: عشر سنين. ويقبل إقرار الولي بأن الصبي بلغ بالاحتلام، إذا بلغ عشر سنين.

والسن الأدنى للبلوغ في الأنثى: تسع سنين قمرية عند الحنفية، والشافعية على الأظهر عندهم، وكذا الحنابلة لأنه أقل سن تحيض له المرأة، ولحديث: إذا بلغت الجارية تسع سنين فهي امرأة والمراد حكمها حكم المرأة، وفي رواية للشافعية: نصف التاسعة، وقيل: الدخول في التاسعة؛ ولأن هذا أقل سن لحيض الفتاة.

والسن الأدنى للبلوغ في الخنثى: تسع سنين قمرية بالتمام، وقيل نصف التاسعة، وقيل: الدخول فيها (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج ۸ ص ۹۱ تا ۹۳، مادة "بلوغ")

۱۔ رقم الحديث ۲۴۷۰۳، واللفظ له، سنن النسائي، رقم الحديث ۳۴۳۲.
في حاشية مسند احمد: إسناده جيد.

افراد سے اٹھالیا گیا ہے، ایک بچہ سے جب تک کہ وہ بالغ نہ ہو جائے، دوسرے سونے والے سے جب تک کہ وہ بیدار نہ ہو جائے، تیسرے پاگل سے جب تک کہ وہ صاحب عقل نہ ہو جائے (مسند احمد، نسائی)

اس قسم کی احادیث کے پیش نظر فقہائے کرام نے غیر عاقل اور مجنون کے حج کے جو احکام بیان فرمائے ہیں، اب ان کا ذکر کیا جاتا ہے۔

مسئلہ نمبر ۱..... حج فرض ہونے کے لئے عاقل ہونا شرط ہے، جو شخص پاگل و مجنون ہو، اُس پر حج فرض نہیں، خواہ اس کی ملکیت میں کتنا ہی مال ہو۔ ۱

۱۔ البتہ اس میں اختلاف ہے کہ عاقل ہونا صرف حج فرض ہونے کی شرط ہے، یا حج صحیح ہونے کی بھی شرط ہے؛ بندہ کے نزدیک رائج یہ ہے کہ حنفیہ کے نزدیک مجنون کا حکم صبی غیر متمیز کی طرح ہے، لہذا مجنون اگر خود سے حج کا احرام باندھے، تو صحیح نہیں، اور اگر اس کا ولی اس کی طرف سے نیلۃ احرام باندھے تو صحیح ہو جاتا ہے، جیسا کہ آگے آتا ہے۔ جبکہ بعض فقہاء کے نزدیک مجنون کی طرف سے حج میں نیابت جائز نہیں۔

فمنہا: البلوغ، ومنہا العقل فلا حج علی الصبی، والمجنون؛ لأنه لا خطاب علیہما فلا یلزمہما الحج حتی لو حجاً، ثم بلغ الصبی، وأفاق المجنون فلیہما حجة الإسلام، وما فعله الصبی قبل البلوغ یكون تطوعاً (بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع، ج ۲، ص ۱۲۰، کتاب الحج، فصل شرائط فرضیۃ الحج)

ومنہا العقل فلا یجوز أداء الحج من المجنون والصبی الذی لا یعقل کما لا یجب علیہما، فأما البلوغ والحرية فلیسا من شرائط الجواز، فیجوز حج الصبی العاقل بإذن ولیہ، والعبد الکبیر بإذن مولاه لکنہ لا یقع عن حجة الإسلام لعدم الوجوب (بدائع الصنائع، ج ۲، ص ۱۲۰، کتاب الحج، فصل شرائط أركان الحج)

الشرط الثانی: العقل: یشترط لفرضیۃ الحج العقل، لأن العقل شرط للتکلیف والمجنون لیس مکلفاً بفروض الدین، بل لا تصح منه إجماعاً، لأنه لیس أهلاً للعبادة، فلو حج المجنون فحجه غیر صحیح، فإذا شفی من مرضه وأفاق إلى رشده تجب علیہ حجة الإسلام.

روی علی بن أبی طالب عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال: رفع القلم عن ثلاثة: عن المجنون المغلوب علی عقله حتی یفیک، وعن النائم حتی یتیقظ، وعن الصبی حتی یحتلم (الموسوعة الفقهیۃ الکریمیۃ، ج ۱، ص ۲، شروط فرضیۃ الحج، مادة "حج")

(وأما المجنون فلا یصح منه لانه لیس من أهل العبادات فلم یصح حجه ولا یجب علیہ لقوله صلی اللہ علیہ وسلم (رفع القلم عن ثلاثة عن الصبی حتی یبلغ وعن المجنون حتی یفیک وعن النائم حتی یتیقظ) (الشرح) هذا الحدیث صحیح رواه علی وعائشة رضی اللہ عنہما وسبق بیانہ فی أول

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

مسئلہ نمبر ۲..... جس شخص کے اکثر اقوال و افعال میں خلل ہو، اور اس کی اکثر حرکات و سکنات عقل مندوں والی نہ ہوں، بلکہ پاگلوں والی ہوں، وہ شریعت کی نظر میں پاگل و مجنون شمار ہوتا ہے۔ ۱

مسئلہ نمبر ۳..... جو شخص پاگل و مجنون تو نہیں ہے، البتہ بے وقوف یا کم عقل ہے، مگر وہ حج کی حقیقت اور اس کے احکام کو سمجھتا ہے، تو اس کا حکم عاقل کی طرح ہے، پاگل و مجنون کی طرح

﴿ گزشتہ صفحے کا نتیجہ حاشیہ ﴾

کتاب الصیام و أجمعت الأمة على أنه لا يجب الحج على المجنون (وأما صحته ففيها وجهان (جزم المصنف وآخرون بأنه لا يصح منه (وجزم) البغوی والمتولی والرافعی وآخرون بصحته منه كالصبي الذي لا يميز في العبادات (المجموع شرح المذهب، ج ۷، ص ۲۰، کتاب الحج) وكذا المجنون لا يجوز استنابته في حج الفرض عندنا وبه قال أحمد وداود (المجموع شرح المذهب، ج ۷، ص ۱۱۶، کتاب الحج)

ولا يجب على المجنون ولا يصح منه إن عقده بنفسه أم عقده له ولية (الإقناع في فقه الإمام أحمد بن حنبل، ج ۱، ص ۳۳۴، ۳۳۵، کتاب الحج وشروطه)

وأما غير العاقل فاختلف فيه ففي البدائع ولا يجوز أداء الحج من المجنون والصبي الذي لا يعقل كما لا يجب عليهما وقال ابن أمير حاج قال مشايخنا وغيرهم بصحة حج الصبي ولو كان غير مميز وكذا بصحة حج المجنون اهـ.

وينبغي الجمع بينهما بحمل الأول على مجنون ليس له قابلية النية في الإحرام كالصبي الذي لا يعقل والثاني على الذي له بعض الإدراكات الشرعية وعلى صحة حج الصبي الغير المميز إذا ناب عنه ولية في النية كذا في شرح لباب المناسك لمنلا على القاري أقول: المتمتعين حمل ما في البدائع على أداء المجنون والصبي بنفسهما بلا ولي وحمل ما نقله ابن أمير حاج على ما إذا أحرم عنهما وليهما فإن المجنون كالصبي في ذلك كما سنذكره قريبا عن الذخيرة والولوالجبة وغيرهما (منحة الخالق على البحر الرائق، ج ۲، ص ۳۳۴، و ص ۳۳۵، کتاب الحج، واجبات الحج)

۱۔ العاقل من يستقيم كلامه وأفعاله إلا نادرا، والمجنون ضده. وأيضا فإن بعض المجانين يعرف ما يقول ويريد ما يشهد الجاهل به بأنه عاقل ثم يظهر منه في مجلسه ما ينافيه، فإذا كان المجنون حقيقة قد يعرف ما يقول ويقصده فغيره بالأولى، فالذي ينبغي التعويل عليه في المدهوش ونحوه إناطة الحكم بغلبة الخلل في أقواله وأفعاله الخارجة عن عادته، وكذا يقال فيمن اختل عقله لكبر أو لمرض أو لمصيبة فاجأته: فما دام في حال غلبة الخلل في الأقوال والأفعال لا تعتبر أقواله وإن كان يعلمها ويريدها لأن هذه المعرفة والإرادة غير معتبرة لعدم حصولها عن الإدراك صحيح كما لا تعتبر من الصبي العاقل (رد المحتار، ج ۳، ص ۲۴۴، کتاب الطلاق، مطلب في تعريف السكران وحكمه)

نہیں ہے۔ ۱

مسئلہ نمبر ۴..... اگر کوئی مرد یا عورت پوری طرح مجنون اور پاگل تو نہیں ہے، البتہ کبھی کبھی وہ مجنون و پاگل ہو جاتا ہے، تو جس وقت وہ مجنون و پاگل ہو، اُسی وقت اُس پر مجنون و پاگل ہونے کا حکم لگایا جائے گا، اور افاقہ ہونے کے اوقات میں اُس کو عاقل کا حکم حاصل ہوگا، لہذا اگر ایسا شخص عاقل ہونے کی حالت میں حج کرے، تو اس کا حج درست ہو جائے گا۔ ۲

مسئلہ نمبر ۵..... اگر کوئی مجنون و پاگل مرد یا عورت خود حج کا احرام باندھ لے، تو اس کا احرام معتبر نہیں، اس لئے اگر وہ احرام باندھنے کے بعد احرام کی خلاف ورزی کرے، یا احرام فاسد کر دے، یا حج کے مناسک ادا نہ کرے، تو اس پر کچھ واجب نہیں۔ ۳

مسئلہ نمبر ۶..... اگر کسی عاقل، بالغ مرد یا عورت نے حج کا احرام باندھا، اور پھر اُس کو حج سے پہلے جنون اور پاگل پن لاحق ہو گیا، لیکن پھر وقف عرفہ سے پہلے اس کو افاقہ ہو گیا، اور ہوش و حواس لوٹ آئے، اور اس نے افاقہ کی حالت میں وقف عرفہ اور حج کے باقی مناسک ادا کر لیے، تو اس کا حج بالاتفاق ادا ہو جاتا ہے۔

اور اگر کسی نے جنون و پاگل پن کی حالت میں حج کا احرام باندھا تھا، اور پھر وقف عرفہ سے

۱۔ والسفہ لا یبطل حق اللہ تعالیٰ ولا حق الناس (مجمع الانہر، ج ۲، ص ۴۳۰، کتاب الحج)
۲۔ المعتبرہ إذا کان یفیق أحياناً ففی حال إفاقته هو کالعاقل سواء کان لإفاقته وقت معلوم
أولاً (الفتاویٰ البزازیة، ج ۳، ص ۲۷)

۳۔ البتہ اگر احرام عاقل ہونے کی حالت میں باندھا، اور پھر اس کے بعد جنون و پاگل پن لاحق ہو گیا، تو ایسی صورت میں حنفیہ کے نزدیک احرام کی خلاف ورزی پر کفارہ لازم ہوتا ہے۔ بخلاف احرام الصبی۔

ومنها العقل فلا يجوز أداء الحج من المجنون والصبی الذی لا یعقل کما لا یجب علیہما، فأما البلوغ والحرية فلیسا من شرائط الجواز، فیحوز حج الصبی العاقل یا ذن ولیه، والعبد الکبیر یا ذن مولاه لکنه لا یقع عن حجة الإسلام لعدم الوجوب (بدائع الصنائع، ج ۲، ص ۱۶۰، کتاب الحج، فصل شرائط أركان الحج)

البالغ إذا جن بعد الإحرام، ثم ارتكب شيئاً من المحظور، فإن علیه فيها الکفارة. ففرق بینہ وبين الصبی؛ لأن ابتداء إحرام المجنون قبل أن یجن کان صحیحاً لازماً؛ بخلاف إحرام الصبی (المحیط البرہانی، ج ۲، ص ۴۹۴، کتاب المناسک، الفصل العشرون فی المتفرقات)

پہلے اس کو افاقہ ہو گیا، اور اس نے احرام کی تجدید کر کے وقوف عرفہ اور دیگر مناسک ادا کر لیے، تو تب بھی اس کا حج ادا ہو جاتا ہے، جیسا کہ نابالغ بچہ کے اس حالت میں بالغ ہونے کے بیان میں تفصیل سے گزرا۔ ۱

مسئلہ نمبر ۷..... اگر کوئی مرد یا عورت مسلمان اور بالغ ہو، لیکن وہ مجنون ہو، اور اس کا ولی اس کی طرف سے احرام باندھے، تو فقہائے احناف کے نزدیک ولی کی طرف سے ایسا کرنا صحیح ہے۔ مگر یہ بات یاد رکھنی چاہئے کہ مجنون کا ولی اگر مجنون کی طرف سے احرام باندھ کر اس کی طرف سے حج کرے، تو وہ حج نفل واقع ہوتا ہے۔ ۲

۱۔ وكذا المجنون إذا أفاق، والكافر إذا أسلم قبل الوقوف بعرفة فجدد الإحرام (بدائع الصنائع، ج ۲، ص ۱۲۱، كتاب الحج، فصل شرائط فرضية الحج)
وإفاقة المجنون بعد الإحرام عنه كبلوغ الصبي وعق الرقيق في جميع ما ذكر (إعانة الطالبين على حل ألفاظ فتح المعين، ج ۲، ص ۳۱۸، باب الحج)
(أو يفيق) المجنون ثم يحرم قبل الدفع من عرفة، أو بعده إن عاد فوقف في وقته ثم أتم حجه (كشاف القناع عن متن الإقناع لمنصور بن يونس البهوتي الحنبلي، ج ۲، ص ۳۷۹، كتاب الحج)
من أحرم بالحج، وطراً عليه جنون أو إغماء ثم أفاق منه قبل الوقوف بعرفة، ووقف، أجزاء الحج باتفاق. وكذلك من لم يحرم بالحج لجنون أو إغماء، ولكنه أفاق من قبل الوقوف، وأحرم ووقف بعرفة أجزاءه، على تفصيل في وجوب الجزاء عليه (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج ۱۱، ص ۱۱۲ و ص ۱۱۳، تدارك المجنون والمغمى عليه للعبادات، مادة "تدارك")
۲۔ اور متاבלہ و ثانیہ کے نزدیک مجنون کی طرف سے بہر حال نیابت ہی درست نہیں، جیسا کہ گزرا۔

(قوله: وكون وليه أحرم عنه يحتاج إلى نقل صريح) قال في النهر ظاهر أن مقتضى صحة إحرام الولي عن الصبي الذي لا يعقل صحته عن المجنون بجامع عدم العقل في كل اهـ.
وقال المقدسي في شرحه أقول: وفي البحر العميق لا حج على مجنون مسلم ولا يصح منه إذا حج بنفسه ولكن يحرم عنه وليه كما سيأتي إن شاء الله تعالى اهـ.
قلت وفي الذخيرة قال في الأصل وكل جواب عرفته في الصبي يحرم عنه الأب فهو الجواب في المجنون اهـ. وفي الولو الحية قبيل الإحصار وكذا الصبي يحج به أبوه وكذا المجنون يقضى المناسك ويرمي الجمار؛ لأن إحرام الأب عنهما وهما عاجزان كإحرامهما بنفسهما اهـ.
فهذه النقول صريحة في أن المجنون كالصبي (منحة الخالق على البحر الرائق، ج ۲، ص ۳۳۱، كتاب الحج)

وفي شرح المقدسي عن البحر العميق لا حج على مجنون مسلم، ولا يصح منه إذا حج بنفسه ولكن ﴿بقيہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

مسئلہ نمبر ۸..... اگر کسی شخص نے ہوش و حواس کی حالت میں احرام باندھا، اور پھر احرام کی حالت میں راستے میں ہی یا مکہ مکرمہ پہنچ کر بے ہوش ہو گیا، اور اس کے ساتھیوں نے بے ہوشی کی حالت میں اس کو عرفات میں وقف کرایا، اور اس کو کاندھے وغیرہ پر اٹھا کر یا سواری وغیرہ پر بٹھا کر طواف وغیرہ بھی کرایا، تو اس شخص کا حج ادا ہو جائے گا۔ ۱

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

یحرم عنه ولیہ اھ۔ فہذہ النقول صریحۃ فی أن المجنون یحرم عنه ولیہ کالصبی وبہ اندفع ما فی البحر من قوله کیف یتصور إحرام المجنون بنفسه وكون ولیہ أحرم عنه یتحتاج إلی نقل صریح یفید أنه کالصبی اھ۔ (رد المحتار، ج ۲، ص ۴۶۷، کتاب الحج) وکذا المجنون لا یجوز استنابته فی حج الفرض عندنا وبہ قال أحمد وداود (المجموع شرح المہذب، ج ۷، ص ۱۱۶، کتاب الحج)

ومثل ذلك أيضا المجنون الذی أحرم عنه ولیہ، أو المغمی علیہ - عند من یقول بجواز الإحرام عنه کالحنفية وبعض الشافعية - إذا أفاقا قبل الوقوف ووفقا أجزأهما الحج، ومن وقف بعرفة وهو مجنون أو مغمی علیہ بعد أن أحرم وهو مفیق، أو أحرم ولیہ عنه فعند المالکیة وبعض الشافعية : کان حجہما صحیحاً، مع الاختلاف بین وقوعہ فرضاً أو نفلاً.

وعند الحنفية کان حج المغمی علیہ صحیحاً، وفی المجنون خلاف (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج ۱۱، ص ۱۱۲ و ص ۱۱۳، تدارک المجنون والمغمی علیہ للعبادات، مادة "تدارک")

العقل: فإن المجنون وإن صح إحرام ولیہ عنه ومباشرته أعمال الحج عنه، فإنه یقع نفلاً لا فرضاً. نعم، لو کان حال الإحرام مفیقاً یعقل النية والتلبية وأتى بهما، ثم أوقفه ولیہ، وبأشرف سائر أمورہ صح حجہ فرضاً، إلا أنه یبقى علیہ طواف الزيارة حتی یفیق فیؤدیہ بنفسه (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج ۱، ص ۴۱، مادة "حج" شروط أجزاء الحج عن الفرض)

۱۔ ثانیاً: من أغمی علیہ بعد إحرامه بنفسه: الإغماء بعد الإحرام لا یؤثر فی صحته، باتفاق الأئمة. وعلى ذلك فہذا حملہ متعین علی رفقائه، ولا سیما للوقوف بعرفة، فإنه یصح ولو کان نائماً أو مغمی علیہ، علی تفصیل فی أداء المناسک لہ یطلب فی موضعه من مصطلح "حج" ومصطلح "عمرة" (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج ۲، ص ۱۸۰، مادة "إحرام" إحرام المغمی علیہ)

فی المنتقى: عیسی بن أبان عن محمد رحمہم اللہ: رجل أحرم بالحج، وهو صحیح ثم أصابه عتہ، فقضى بہ أصحابہ المناسک ووقفوا بہ، فلبث كذلك سنين، ثم أفاق أجزأه ذلك عن حجة الإسلام، قال: وكذلك الرجل إذا قدم مكة أو صحیح أو مریض، إلا أنه یعقل أغمی علیہ بعد ذلك، فحملہ أصحابہ وهو مغمی علیہ، وطاقوا بہ فلما قضاوا الطواف أو بعضه أفاق، وقد أغمی علیہ ساعة من نهار لم یتم ذلك يوماً، أجزأه ذلك عن طوافه، قال: لأنه حين ما أغمی علیہ فصار فی حالة من نحو من یجزئہ أن یطاف بہ من غیر نية، فهو بمنزلة ما لو أصابه وجع، واعجزه عن

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

مسئلہ نمبر ۹..... اگر کوئی عاقل بالغ شخص حج کرنے کے لئے چلا، مگر وہ احرام میں داخل ہونے سے پہلے ہی کسی بیماری وغیرہ کی وجہ سے بے ہوش ہو گیا، تو اگر اس نے بے ہوش ہونے سے پہلے اپنے کسی ساتھی کو یہ کہہ دیا تھا کہ اگر وہ بے ہوش ہو گیا، تو وہ اس کی طرف سے احرام باندھ لے، اور پھر وہ احرام باندھنے سے پہلے بے ہوش ہو گیا تو اس کے ساتھی کا اس کی طرف سے احرام کی نیت کر کے تلبیہ پڑھنے سے اس کا احرام شروع ہو جائے گا۔

اور اگر اس نے بے ہوش ہونے سے پہلے اپنے کسی ساتھی کو احرام باندھنے کا نہیں کہا تھا، تو بھی امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک اس کے ساتھیوں اور رفیقوں کا اس کی طرف سے احرام کی نیت کر کے تلبیہ پڑھنے سے اس کا احرام شروع ہو جاتا ہے، کیونکہ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک حج کے سفر کے ساتھیوں کو ایک دوسرے کی اس طرح نیابت و اعانت کی دلالتِ اجازت حاصل ہوتی ہے۔ ۱

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

القیام فصلی قاعداً، فلما فرغ منها قدر علی القیام (المحیط البرہانی فی الفقہ النعمانی، ج ۲ ص ۴۸۰، کتاب المناسک، الفصل الخامس عشر) فی المنتقی . روی عیسیٰ بن أبان عن محمد -رحمہ اللہ -رجل أحرم وهو صحیح ثم أصابه عتہ فقضى به أصحابه المناسک ووقفوا به فلبث بذلك سنين ثم أفاء أجزأه ذلك عن حجة الإسلام . قال : وكذلك الرجل إذا قدم مكة وهو صحیح أو مريض إلا أنه يعقل فأغمی عليه بعد ذلك فحمله أصحابه وهو مغمی عليه فطافوا به فلما قضی الطواف أو بعضه أفاء وقد أغمی عليه ساعة من نهار ولم يتم يوماً أجزأه عن طوافه (فتح القدیر، ج ۲، ص ۵۱۲، کتاب الحج) ۱۔ جبکہ صاحبین کے نزدیک بغیر امر کے نیابت صحیح نہیں ہوتی، اور مالکیہ، شوافع اور حنبلیہ کے نزدیک بیہوش کے احرام کی بہر حال نیابت درست نہیں، خود امر بھی موجود ہو۔

ولو حدث ذلك قبل الإحرام فأهل عنه رفيقه جاز عند "ح" رحمہ اللہ لا عندهما ولو أمره بذلك قبل نومه أو إغمائه جاز وفاقاً ولو أحرم بالحج ثم أغمی عليه فطافوا به حول البيت علی بعیر وأوقفوه بعرفة ومزدلفة ووضعوا الأحجار فی یدیه ورموا بها وسعوا به بین الصفا والمروة جاز (جامع الفصولین للشہیر بابن قاضی، ج ۲، ص ۱۲۶، کتاب الحج)

ومما يتصل بهذا الفصل ما ذكر فی الجامع الصغير : رجل توجه يريد حجة الإسلام، فأغمی (عليه) فأهل عنه أصحابه أجزأه، ويصير المغمی عليه محرماً حتى لو وقفوا به وطافوا به جاز، وسقط عنه

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

مسئلہ نمبر ۱..... جن فقہائے کرام کے نزدیک کسی شخص کے بیہوش ہونے کی وجہ سے جس صورت میں اس کی طرف سے دوسرے کا احرام باندھنا درست ہے، اس صورت میں اگر اُس کو بعد میں ہوش آجائے، تو اس کا احرام برقرار رہتا ہے، اس لئے اس کو دوبارہ احرام کی تجدید کی ضرورت نہیں ہوتی، لہذا وہ ہوش میں آنے کے بعد سابقہ احرام سے ہی اپنے حج کے افعال و مناسک ادا کر سکتا ہے۔

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

حجة الإسلام، وهذا قول أبي حنيفة، وقال أبو يوسف ومحمد: لا يجوز، واختلفت عبارة المشايخ في تخريج المسألة، قال بعضهم: لا خلاف بين أصحابنا أن الإحرام يتأدى بالنائب، حتى أن من أمر أهل رفقته أن يحرموا عنه متى عجز عن الإحرام بنفسه، فأغى عليه، وأحرم عنه واحد من أهل رفقته يجوز، ويصير المغمى عليه محرماً، وإنما وقع الخلاف في هذه المسألة لاختلافهم في أنه هل وجدت الإنابة من المغمى عليه في الإحرام عنه؟ فهما تمسكا بالحقيقة والصريح، وقالوا: لم توجد الإنابة من حيث الحقيقة والصريح، وأبو حنيفة رحمه الله يتمسك بالدلالة، وقال الناس فيما بينهم: إنما يقصدون عقد الرفقة للإستعانة بعضهم ببعض فيما يحتاج إليه في سفره، هذا هو الكلام في الإحرام، وأما سائر المناسك هل تتأدى بأهل رفقته، فمن المشايخ من قال: تتأدى، إلا أن الأولى أن يطوفوا به ويقفوا به ليكون أقرب إلى أدائه لو كان مقيماً وإليه مال شمس الأئمة السرخسي، فعلى هذا القول لا يقع الفرق بين سائر المناسك وبين الإحرام.

ومنهم من فرق بين الإحرام وسائر المناسك، والفرق أن الاستعانة بتحقيق عند العجز، وفي أصل الإحرام تحقق العجز، فأما في الأعمال لم يتحقق العجز، فإنهم إذا حضروه المواقف كان هو الواقف والطائف بمنزلة ما لو طاف ركباً بعذر، ومن المشايخ من قال: لا خلاف بين العلماء أن عقد الرفقة استعانة من كل واحد منهم بأصحابه فيما يعجز عن الفعل بنفسه.

والخلاف في هذه المسألة بناءً على اختلافهم في أن الإحرام هل يتأدى بالنائب؟ على قول أبي حنيفة يتأدى، وعلى قولهما: لا يتأدى وهذا القائل يقول: لا رواية عنهما فيما إذا أمر أصحابه بالإحرام عنهما صريحاً، وإنما الرواية في بدنة بين سبعة نفر قلدها واحد منهم بأمر أصحابه محرمين، فالرواية عنهما في التقليد، والرواية في التقليد لا تكون رواية في التلبية فيما يقولان بأن الإحرام فعل من أفعال الحج، فلا تجرى فيه النيابة قياساً على الطواف وسائر الأفاعيل، والمعنى في الكل أن أفعال الحج عبادة بدنية، وهذا بخلاف ما لو أغمى عليه بعد الشروع، وطافوا ووقفوا به؛ لأن ذلك إعانة وليس بنياية؛ لأن المغمى عليه يصير طائفاً وواقفاً لكن بإعانتهم، والإعانة جائزة، وبخلاف النفل؛ لأنه فعل مأتى والنيابة تجرى في نفيه.

وأبو حنيفة يقول: الإحرام عنه ليس بمقصود تحريم المحظورات، وهذا المقصود يحصل بالنائب، فتصح النيابة كما في باب الزكاة بخلاف الوقوف والطواف؛ لأن المقصود من الطواف والوقوف

﴿بقية حاشية اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اور اگر وہ وقوفِ عرفہ کے وقت تک بھی بے ہوش رہا، تو جن صورتوں میں بے ہوش کا احرام درست تھا، اس کے ساتھیوں کا اسے بے ہوشی کی حالت میں عرفات میں وقوف کرانا اور اپنے ساتھ (اٹھا کر یا سواری پر بٹھا کر) طواف وغیرہ کرانا بھی معتبر ہو جاتا ہے۔ ۱

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

تعظیم البیت و حصولہ فی ذلک المكان، هذا المقصود لا يحصل بفعل النائب وأما إذا أحرم عنه من ليس من رفقته، لا شك أن على قولهما لا يجوز، وأما على قول أبي حنيفة، اختلف المشايخ، بعضهم قالوا: يجوز لوجود الإذن دلالة؛ لأنه أنفق مالا عظيماً حتى بلغ الميقات، فالظاهر أنه يكون مستعينا بكل واحد من آحاد الناس بالإحرام عنه إذا لم يحرم عنه أهل رفقته (المحيط البرهاني في الفقه النعماني، ج ۲ ص ۴۷۹، ۴۸۰، كتاب المناسك، الفصل الخامس عشر) للمغمى عليه حالان: أن يغمی عليه قبل الإحرام، أو يغمی عليه بعد الإحرام.

أولاً: من أغمی عليه قبل الإحرام:

فی المذاهب الثلاثة المالکی والشافعی والحنبلی: لا إحرام له، ولا يحرم عنه أحد من رفقته ولا غیرهم، سواء أمرهم بذلك قبل أن يغمی عليه أو لم يأمرهم، ولو خيف فوات الحج عليه؛ لأن الإغماء مظنة عدم الطول، ويرجى زواله عن قرب غالباً.

وذهب الحنفية إلى جواز الإحرام عن المغمى عليه، على تفصيل بين الإمام وصاحبيه:

أ - من توجه إلى البيت الحرام يريد الحج فأغمی عليه قبل الإحرام، أو نام وهو مريض فنوى عنه ولبي أحد رفقته، وكذا من غير رفقته وكان قد أمرهم بالإحرام عنه قبل الإغماء، صح الإحرام عنه، ويصير المغمى عليه محرماً بنية رفيقه وتلبيته عنه اتفاقاً بين أئمة الحنفية. ويجزيه عن حجة الإسلام.

ب - إن أحرم عنه بعض رفقته أو غيرهم بلا أمر سابق على الإغماء صح كذلك عند الإمام أبي حنيفة، ولم يصح عند صاحبيه أبي يوسف ومحمد (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج ۲ ص ۱۷۹، مادة إحرام، إحرام المغمى عليه)

۱۔ اور جن فقہائے کرام کے نزدیک بیہوشی کی احرام میں نیابت صحیح نہیں، اُن کے نزدیک وقوفِ عرفہ سے پہلے ہوش میں آنے کے بعد احرام کی تجدید ضروری ہے، اور بے ہوشی کی حالت میں اس کے ساتھی کا احرام باندھنے سے وہ احرام میں داخل نہیں ہوتا۔ کرامر۔

أ - إن أفاق المغمى عليه بعدما أحرم عنه غيره، فهو عند الحنفية محرم يتابع النسك.

وعند غيرهم لا عبرة بإحرام غيره عنه، فإن كان بحيث يدرك الوقوف بعرفة أحرم بالحج، وأدى المناسك، وإلا فإنه يحرم بعمره. ولا ينطبق عليه حكم الفوات عند الثلاثة؛ لأنه لم يكن محرماً.

ب - لا يجب على من أحرم عن المغمى عليه تجريد من المحيط والباسه غير المحيط لصحة الإحرام؛ لأن ذلك ليس هو الإحرام، بل كف عن بعض محظورات الإحرام. حتى إذا أفاق وجب

﴿بقية حاشية اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

مسئلہ نمبر ۱۱..... اگر کسی شخص نے عاقل بالغ ہونے کی حالت میں اپنا فرض حج ادا کر لیا تھا، اور اس کے بعد پھر وہ مجنون و پاگل ہو گیا، تو اس کا حج باطل نہیں ہوگا، لہذا مذکورہ صورت میں اس پر عاقل ہونے کے بعد دوبارہ حج کرنا فرض نہیں ہوگا۔

(۴)..... آزاد ہونا (غلام اور باندی کے حج کا حکم)

حج فرض ہونے کے لئے آزاد ہونا بھی شرط ہے، شرعی غلام و باندی پر حج فرض نہیں۔
حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

وَأَيُّمَا عَبْدٍ حَجَّ ثُمَّ عَتَقَ فَعَلَيْهِ أَنْ يَحُجَّ حَجَّةَ أُخْرَى (المعجم الأوسط

لطبرانی، رقم الحديث ۲۷۳۱، ج ۳ ص ۱۴۰، باب الالف) ۱

ترجمہ: اور جو غلام حج کر لے، پھر وہ آزاد کر دیا جائے، تو اُس پر (دیگر شرائط پائے جانے کی صورت میں) دوبارہ حج کرنا فرض ہے (طبرانی)

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

علیہ أفعال النسك، والكف عن المحظورات.

ج - لو ارتكب المغمی علیہ الذی أحرم عنه غیره محظورا من محرّمات الإحرام لزمه وجبه، أى كفارته، وإن كان غیر قاصد للمحظور. ولا يلزم الرفیق الذی أحرم عنه؛ لأن هذا الرفیق أحرم عن نفسه بطریق الأصالة، وعن المغمی علیہ بطریق النيابة، كالولی یحرم عن الصغیر. فینتقل إحرامه إلیه، فیصیر محرما كما لو نوى هو ولی، ولذا لو ارتكب هو أيضا - أى الولی - محظورا لزمه جزاء واحد لإحرام نفسه، ولا شيء علیہ من جهة إهلاله عن غیره عند الحنفیة كما سبق.

د - إذا لم یفك المغمی علیہ فهل یشهد به رفقته المشاهد، علی أساس الإحرام عنه الذی قال به الحنفیة؟ هنا قولان عند الحنفیة: قیل: لا یجب علی الرفقاء أن یشهدوا به المشاهد، كالطواف والوقوف والرمی والوقوف بمزدلفة، بل مباشرتهم عنه تجزیه، لكن إحضاره أولى، علی ما صرح به بعض أصحاب هذا القول. وهذا الأصح علی ما أفاد فی رد المحتار المعتمد فی الفتوى فی مذهب الحنفیة، لكن لا بد للإجزاء عنه من نية الوقوف عنه، والطواف عنه بعد طواف النائب عن نفسه، وهكذا (الموسوعة الفقهیة الكويتیة، ج ۲، ص ۱۸۰، مادة "إحرام" - إحرام المغمی علیہ) ۱

رواه الطبرانی فی الأوسط، ورجاله رجال الصحیح (مجمع الزوائد، تحت رقم الحديث ۵۲۵۴، باب حج الصبی قبل البلوغ والعبد قبل العتق)

اس سے معلوم ہوا کہ شرعی غلام و باندی حج کے مکلف نہیں۔

مسئلہ نمبر ۱..... شرعی اعتبار سے آزاد کے مقابلے میں غلام اُس فرد کو کہا جاتا ہے، جو شرعی جہاد کے نتیجے میں قتل کرنے سے محفوظ رکھا جائے، اور مسلمانوں کی قید میں آجائے، شریعت نے غلاموں کے مخصوص احکام رکھے ہیں، اور اُن کے لئے احکام میں بہت سی رخصتیں اور رعایتیں دی ہیں۔

مسئلہ نمبر ۲..... غلام پر کیونکہ اُس کے آقا کی ملکیت قائم ہوتی ہے، اس لئے غلام ہونے کی حالت میں جس طرح حج فرض نہیں ہوتا، اسی طرح اگر کوئی غلام حج کر لے، تو اُس کا فرض حج ادا نہیں ہوتا، اور آزاد ہونے کے بعد اگر اُس میں حج فرض ہونے کی دیگر شرائط پائی جائیں، تو اُس پر حج کرنا فرض ہوتا ہے۔ ۱۔

مسئلہ نمبر ۳..... اگر کوئی غلام حج کا احرام باندھنے سے پہلے (خواہ حج کا سفر شروع کرنے کے بعد) آزاد ہو جائے، اور پھر وہ آزاد ہونے کے بعد احرام باندھ کر اپنا حج کرے، تو اس کا حج ادا ہو جاتا ہے۔

اور اگر احرام باندھنے کے بعد آزاد ہو تو حنفیہ کے نزدیک سابق احرام سے اس کا فرض حج ادا

۱۔ اور حنفیہ کے نزدیک اگر کوئی غلام اپنے آقا کی اجازت سے حج کرے، تو وہ حج نفل واقع ہوتا ہے۔

(ومنها الحرية) فلا حج على عبد، ولو مدبراً أو أم ولد مكاتباً أو مبعوضاً أو مأذوناً له في الحج، ولو كان بمكة لعدم ملكه كذا في البحر الرائق، ولو حج قبل العتق مع المولى لا يجزيه عن حجة الإسلام، وعليه حجة الإسلام إذا عتق (الفتاوى الهندية، ج ۱ ص ۲۱، كتاب المناسك، الباب الاول)

الشرط الرابع: الحرية: العبد المملوك لا يجب عليه الحج، لأنه مستغرق في خدمة سيده، ولأن الاستطاعة شرط ولا تتحقق إلا بملك الزاد والراحلة، والعبد لا يتملك شيئاً، فلو حج المملوك ولو بإذن سيده صح حجه و كان تطوعاً لا يسقط به الفرض، ويأثم إذا لم يأذن له سيده بذلك . ويجب عليه أن يؤدي حجة الإسلام عندما يعتق، للحديث السابق (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج ۱، ص ۲۸، شروط فرضية الحج)

(وان حج الصبي ثم بلغ أو حج العبد ثم اعتق لم يجزئه ذلك عن حجة الاسلام لما روى ابن عباس قَالَ (قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَيُّمَا صَبِيٍّ حَجَّ ثُمَّ بَلَغَ فَعَلِيهِ حُجَّةُ أُخْرَى وَأَيُّمَا عَبْدٍ حَجَّ ثُمَّ اعْتَقَ فَعَلِيهِ حُجَّةُ أُخْرَى) (المجموع شرح المذهب، ج ۷، ص ۵۶، كتاب الحج)

نہیں ہوتا، خواہ وہ وقف عرفہ سے پہلے احرام کی تجدید بھی کیوں نہ کر لے۔ ۱۔
اور شافعیہ اور حنابلہ کے نزدیک اگر غلام و باندی آزاد ہونے کے بعد احرام کی تجدید کر کے
اپنے وقت میں وقف عرفہ کر لے، تو اس کا حج ادا ہو جاتا ہے۔ ۲۔

۱۔ کیونکہ حنفیہ کے نزدیک غلام کا احرام اگرچہ نقلی واقع ہوتا ہے، لیکن وہ اس پر عاقل بالغ ہونے کی وجہ سے لازم
ہو جاتا ہے، اس لئے اس کو فتح و ثتم کرنا جائز نہیں ہوتا؛ برخلاف نابالغ کے، کہ اس کا احرام اس پر لازم نہیں ہوتا، اس لئے اس
کو فتح و ثتم کرنا اور بالغ ہونے پر تجدید کرنا جائز ہوتا ہے۔

ولو أعتق في الطريق قبل الإحرام، وأحرم وحج أجزأه عن حجة الإسلام، ولو أحرم قبل العتق ثم
جدد الإحرام بعد العتق لا يجزيه ذلك عن حجة الإسلام كذا في فتاوى قاضى خان (الفتاوى
الهندية، ج ۱ ص ۲۱۷، كتاب المناسك، الباب الاول)
(فبلغ أو عبد فعتق) قبل الوقوف (فمضى) كل على إحرامه (لم يسقط فرضهما) لا انعقاده نفلا فلو
جدد الصبي الإحرام قبل وقوفه بعرفة ونوى حجة الإسلام أجزأه (الدرا المختار مع رد المحتار، ج ۲،
ص ۲۶۶، كتاب الحج)

ولو أحرم العبد ثم عتق فأحرم بحجة الإسلام بعد العتق لا يكون ذلك عن حجة الإسلام بخلاف
الصبي، والمجنون، والكافر، والفرق أن إحرام الكافر، والمجنون لم ينعقد أصلا لعدم الأهلية،
وإحرام الصبي العاقل وقع صحيحا، لكنه غير لازم لكونه غير مخاطب فكان محتملا للانتقاض فإذا
جدد الإحرام بحجة الإسلام انتقض فأما إحرام العبد، فإنه وقع لازما لكونه أهلا للخطاب فانهقد
إحرامه تطوعا فلا يصح إحرامه الثانى إلا بفسخ الأول، وإنه لا يحتمل الانفساخ (بدائع الصنائع،
ج ۲، ص ۱۲۱، كتاب الحج، فصل شرائط فرضية الحج)

۲۔ فصل: فإن بلغ الصبي، أو عتق العبد بعرفة، أو قبلها، غير محرمين، فأحراما ووقفا بعرفة، وأتما
المناسك، أجزأهما عن حجة الإسلام. لا نعلم فيه خلافا؛ لأنه لم يفتهم شيء من أركان الحج، ولا
فعلا شيئا منها قبل وجوبه.

وإن كان البلوغ والعتق وهما محرمان، أجزأهما أيضا عن حجة الإسلام. كذلك قال ابن عباس .
وهو مذهب الشافعى، وإسحاق. وقاله الحسن فى العبد.

وقال مالك: لا يجزئهما. واختاره ابن المنذر. وقال أصحاب الرأى: لا يجزئ العبد، فأما الصبي،
فإن جدد إحراما بعد أن احتلم قبل الوقوف، أجزأه، وإلا فلا؛ لأن إحرامهما لم ينعقد واجبا، فلا
يجزئ عن الواجب، كما لو بقيا على حالهما.

ولنا، أنه أدرك الوقوف حرا بالغا فأجزأه، كما لو أحرم تلك الساعة. قال أحمد: قال طاوس، عن
ابن عباس: إذا عتق العبد بعرفة، أجزأت عنه حجته؛ فإن عتق بجمع، لم تجزئ عنه. وهؤلاء
يقولون: لا تجزئ. ومالك يقوله أيضا، وكيف لا يجزئ، وهو لو أحرم تلك الساعة كان حجه
تاماً، وما أعلم أحدا قال لا يجزئ إلا هؤلاء. والحكم فيما إذا عتق العبد وبلغ الصبي بعد خروجهما
من عرفة، فعاد إليها قبل طلوع الفجر ليلة النحر، كالحكم فيما إذا كان ذلك فيها؛ لأنهما قد

﴿بقية حاشية اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

(۵)..... حج کا علم ہونا (حج کی فرضیت کے علم سے متعلق احکام)

اللہ تعالیٰ کا قرآن مجید میں ارشاد ہے کہ:

فَاسْأَلُوا أَهْلَ الذِّكْرِ إِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُونَ (سورة النحل آیت ۴۳، سورة

الانبیاء، آیت ۷)

ترجمہ: تم کو اگر علم نہیں، تو اہل ذکر (واہل علم) سے سوال کرو (سورہ نحل، سورہ انبیاء)

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

اد رکا من الوقت ما یجزء ولو کان لحظة.

وان لم یعدوا، أو کان ذلك قبل طلوع الفجر من يوم النحر، لم یجزئهما عن حجة الإسلام، ویتمان حجهما تطوعا؛ لفوات الوقوف المفروض، ولا دم علیهما؛ لأنهما حجا تطوعا یا حرام صحیح من المیقات، فأشبهها البالغ الذی یحج تطوعا. فإن قیل: فلم لا قلتم إن الوقوف الذی فعلاه یصیر فرضا، كما قلتم فی الإحرام الذی أحرم به قبل البلوغ یصیر بعد بلوغه فرضا؟ قلنا: إنما اعتدنا له یا حرامه الموجود بعد بلوغه، وما قبل بلوغه تطوع لم ینقلب فرضا، ولا اعتد له به، فالوقوف مثله، فنظیره أن ینلغ وهو واقف بعرفة، فإنه یعتد له بما أدرك من الوقوف، ویصیر فرضا دون ما مضی (المغنی لابن قدامة، ج ۳، ص ۲۳۸، فصل بلغ الصبی أو عتق العبد بعرفة أو قبلها غیر محرمین فأحرما ووقفا بعرفة وأتما المناسک)

فان بلغ الصبی أو عتق العبد فی الاحرام نظرت فان کان قبل الوقوف بعرفة أو فی حال الوقوف بعرفة اجزأه عن حجة الاسلام لانه اتی بأفعال النسک فی حال الکمال فاجزأه وان کان ذلك بعد فوات الوقوف لم یجزئه لانه لم یدرک وقت العبادة وان کان بعد الوقوف وقبل فوات وقته ولم یرجع إلى الموقف فقد قال أبو العباس یجزئه لان ادراک العبادة فی حال الکمال کفعلها فی حال الکمال والدلیل علیه أنه لو أحرم ثم کمل جعل کانه بدأ بالاحرام فی حال الکمال وإذا صلی فی أول الوقت ثم بلغ فی آخر الوقت جعل کانه صلی فی حال البلوغ (والمذهب) أنه لا یجزئه لانه لم یدرک الوقوف فی حال الکمال فاشبه إذا اکمل فی يوم النحر ویتخالف الاحرام لان هناك ادرك الکمال والاحرام قائم فوزانه من مسألتنا أن یدرک الکمال وهو واقف بعرفة فیجزئه وههنا أدرك الکمال وقد انقضی الوقوف فلم یجزئه كما لو أدرك الکمال بعد التحلل عن الاحرام ویتخالف الصلاة فان الصلاة تجزئه بادرک الکمال بعد الفرغ منها ولو فرغ من الحج ثم أدرك الکمال لم یجزئه (المجموع شرح المذهب، ج ۷، ص ۵۶، ۵۷، کتاب الحج)

فإن عتق العبد وکان بعرفة غیر محرم، ثم أحرم وحج أجزاءه عن حجة الإسلام. قال ابن قدامة: لا نعلم فی ذلك خلافا. وإن أحرم بالحج یاذن سیده ثم عتق بعرفة أو قبلها وأنتم مناسکة أجزاءه عن

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

مطلب یہ ہے کہ دین کا علم نہ ہو تو اہل علم سے سوال کرنا ضروری ہے۔ ۱
حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: طَلَبُ الْعِلْمِ فَرِيضَةٌ عَلَى كُلِّ مُسْلِمٍ (سنن ابن ماجہ) ۲

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ علم کا طلب کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے (ابن ماجہ)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ علم کے طلب کرنے کا شریعت کی طرف سے حکم ہے، اور اس میں کوتاہی کرنا منع ہے۔

اور قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

لَا يُكَلِّفُ اللَّهُ نَفْسًا إِلَّا وُسْعَهَا (سورة البقرة، آية ۲۸۶)

ترجمہ: اللہ کسی بھی جان کو اس کی وسعت کے مطابق ہی مکلف کرتا ہے (سورہ بقرہ)

اس سے معلوم ہوا کہ جو چیز انسان کی وسعت میں نہ ہو، اس کا انسان مکلف نہیں ہوتا۔

اس قسم کی آیات اور احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ جو چیزیں انسان پر فرض ہیں، ان کا علم حاصل کرنا بھی انسان پر فرض ہے، بشرطیکہ علم حاصل کرنے کی وسعت ہو۔ ۳

﴿گزشتہ صفحہ کا بقیہ حاشیہ﴾ حجة الإسلام؛ لكونه أتى بأركان الحج كلها. وهذا عند الشافعي وأحمد، ويجب عليه إعادة السعي إن كان قد سعى بعد طواف القدوم. وقال أبو حنيفة ومالك: لا يجزئهما عن حجة الإسلام وحكمه في حال إتيانه شيئا من محظورات الإحرام كحكمه في الكفارات كما تقدم، فيفدى بالصوم لا غير، ويصوم عن الهدى الواجب، وفي دم الإحصار خلاف (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج ۲۳، ص ۴۵، مادة "رق" حج الرقيق)

۱۔ وفي الآية دليل على وجوب المراجعة الى العلماء للجهال فيما لا يعلمون (التفسير المظهری، سورة النحل، تحت رقم الآية ۴۳، الناشر: مكتبة الرشدية - الباكستان)

۲۔ رقم الحديث ۲۲۲، باب فضل العلماء والحث على طلب العلم.

۳۔ وأما علم الفروع: فهو علم الفقه، ومعرفة أحكام الدين، فينقسم إلى فرض عين، وفرض كفاية، أما فرض العين، فمثل علم الطهارة والصلاة والصوم، فعلى كل مكلف معرفته، قال النبي صلى الله عليه وسلم: طلب العلم فريضة على كل مسلم. ﴿بقية حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اس لئے اگر کسی کو حج کی فرضیت کا علم نہ ہو، تو وہ معذور نہیں ہے، بلکہ اسے اس کا علم حاصل کرنا ضروری ہے۔

البتہ اگر کوئی ایسی جگہ اسلام لایا، جہاں حج کی فرضیت کا سرے سے حکم پہنچا ہی نہیں، جس کی وجہ سے اسے حج کی فرضیت کا علم نہ ہوا، اور نہ ہی کوئی بتانے والا موجود ہے، مثلاً کوئی بیابان جنگل میں ہے، اور نہ وہاں کسی سے رابطہ کر کے علم حاصل کرنے کی کوئی صورت ہے، تو وہاں وہ علم حاصل ہونے تک معذور شمار ہوگا۔ ۱۔

اب اس سلسلہ میں چند مسائل ملاحظہ فرمائیں:

مسئلہ نمبر ۱..... جو شخص مسلمانوں کے ملک میں رہتا سہتا ہو، اُس پر حج کے فرض ہونے کی شرائط پائی جانے پر حج فرض ہو جاتا ہے، اور اس کا مسلمانوں کے ملک میں ہونا حج کے فریضہ کا علم ہونے کے لئے کافی ہے اور اس کے لئے مسلمانوں کے ملک میں رہتے ہوئے حج کی فرضیت سے ناواقف ہونا عذر نہیں ہے، کیونکہ مسلمانوں کے ملک میں حج کی فرضیت کا حکم پہنچ چکا ہوتا ہے، اور جس کو علم نہ ہو، اس کے لئے معلوم کرنے کے ذرائع بھی موجود ہوتے ہیں۔ ۲۔

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

و كذلك كل عبادة أوجبها الشرع على كل واحد، فعليه معرفة علمها، مثل علم الزكاة إن كان له مال، وعلم الحج إن وجب عليه.

وأما فرض الكفاية، فهو أن يتعلم ما يبلغ به رتبة الاجتهاد، ودرجة الفتيا، فإذا قعد أهل بلد عن تعلمه، عصوا جميعاً، وإذا قام واحد منهم بتعلمه، فتعلمه، سقط الفرض عن الآخرين، وعليهم تقليده فيما يعن لهم من الحوادث، قال الله تعالى: (فاسألوا أهل الذكر إن كنتم لا تعلمون)

قال سفيان الثوري: أما العلم عندنا الرخص عن الثقات، أما التشديد، فكل إنسان يحسنه (شرح السنة للبغوي، ج ۱ ص ۲۹۰، كتاب العلم، باب التفقيه في الدين)

۱۔ (ومنها العلم بكون الحج فرضاً) (الفتاوى الهندية، ج ۱ ص ۲۱۸، كتاب المناسك، الباب الاول)

۲۔ والعلم المذكور يثبت لمن في دار الإسلام بمجرد الوجود فيها سواء علم بالفرضية، أو لم يعلم ولا فرق في ذلك بين أن يكون نشأ على الإسلام فيها، أو لا فيكون ذلك علماً حكماً (البحر الرائق، ج ۲، ص ۳۳۱، كتاب الحج)

﴿بقيہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

البتہ جو شخص دارالحرب میں مسلمان ہوا، اُس پر اُس وقت تک حج فرض نہیں ہوتا، جب تک اُسے حج کی فرضیت کا علم نہ ہو۔

اور دارالحرب وہ ملک کہلاتا ہے، جو کافروں کے زیر تسلط ہو، اور وہاں کفر کا دور دورہ ہو۔ ۱۔
دارالحرب میں چونکہ اسلامی ماحول نہیں ہوتا، اس لئے اگر کوئی دارالحرب میں مسلمان ہوا، اس کو جب تک حج کے حکم کا علم نہ ہو، اس وقت تک اس پر حج فرض نہیں ہوتا۔
اس لئے ایسے شخص کو جب تک کسی ذریعہ سے حج کے حکم کا علم نہ ہو، اس وقت تک اس پر حج کرنا فرض نہ ہوگا۔ ۲۔

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

والعلم المذكور يثبت لمن في دار الإسلام بمجرد الوجود فيها سواء علم بالفرضية أو لم يعلم، ولا فرق في ذلك بين أن يكون نشأ على الإسلام أو لا فيكون علماً حكماً (الفتاوى الهندية، ج ۱ ص ۲۱۸، كتاب المناسك، الباب الاول)

(قوله: أو عالم بالوجوب) أى أو كائن فى غير دارنا عالم بالوجوب فالكون بدار الإسلام موجب للصوم، وإن لم يعلم بوجوبه إذ لا يعذر بالجهل فى دار الإسلام (رد المحتار ج ۲ ص ۳۷۱، كتاب الصوم)

(قوله أو دليله) أى دليل العلم وهو الكون فى دار الإسلام لاشتغال الفرائض فيها، فمن أسلم فيها لزمه قضاء ما ترك (رد المحتار على الدر المختار، ج ۲ ص ۷۵، كتاب الصلاة)
۱۔ دار الحرب هى: كل بقعة تكون فيها أحكام الكفر ظاهرة (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج ۲ ص ۲۰۱، مادة "دار")

۲۔ فالعلم بوجوبها حال الفوات شرط لوجوب قضائها، حتى أن الحربى إذا أسلم فى دار الحرب ومكث فيها سنة ولم يعلم أن عليه الصلاة فلم يصل ثم علم -لا يجب عليه قضاؤها فى قول أصحابنا الثلاثة وقال زفر: عليه قضاؤها۔
ولو كان هذا ذمياً أسلم فى دار الإسلام فعليه قضاؤها استحساناً، والقياس أن لا قضاء عليه، وهو قول الحسن

(وجه) قول زفر: أنه بالإسلام التزم أحكامه، ووجوب الصلاة من أحكام الإسلام فيلزمه، ولا يسقط بالجهل، كما لو كان هذا فى دار الإسلام۔

(ولنا) أن الذى أسلم فى دار الحرب منع عنه العلم لانعدام سبب العلم فى حقه، ولا وجوب على من منع عنه العلم كما لا وجوب على من منع عنه القدرة بمنع سببها، بخلاف الذى أسلم فى دار الإسلام؛ لأنه ضيع العلم حيث لم يسأل المسلمين عن شرائع الدين مع تمكنه من السؤال،

﴿بقية حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

مسئلہ نمبر ۴..... جو شخص دار الحرب میں اسلام لایا، اور اسے حج کی فرضیت کا علم نہیں تھا، پھر اس کو دو عام مردوں یا ایک مرد اور دو عورتوں نے حج کی فرضیت کی خبر دے دی، یا ایک عادل اور ثقہ آدمی نے خبر دے دی، تب بھی وہ حج کا مکلف ہو جائے گا۔

جبکہ بعض حضرات کے نزدیک اگر ایک عام فرد بھی خبر دے دے، چاہے اس کا حال معلوم نہ ہو کہ وہ ثقہ اور عادل بھی ہے یا نہیں، اور خواہ وہ بالغ اور آزاد بھی نہ ہو، تب بھی وہ حج کا مکلف ہو جاتا ہے۔ ۱

﴿گزشتہ صفحے کا نتیجہ حاشیہ﴾

والوجوب متحقق فی حق من ضیع العلم کما یتحقق فی حق من ضیع القدرة، ولم یوجد التضييع ههنا إذ لا یوجد فی الحرب من یسأله عن شرائع الإسلام، حتی لو وجد ولم یسأله یجب علیه، ویؤخذ بالقضاء إذا علم بعد ذلك؛ لأنه ضیع العلم وما منع منه کالذی أسلم فی دار الإسلام. وقد خرج الجواب عما قاله زفر أنه ألزم أحكام الإسلام؛ لأننا نقول: نعم لکن حکما له سبیل الوصول إلیه ولم یوجد (بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع، ج ۱، ص ۱۳۵، کتاب الصلاة، فصل شرائط ارکان الصلاة)

الحربی إذا أسلم فی دار الحرب، ولم یعلم بفرضية رمضان ثم علم لیس علیه قضاء ما مضی (البحر الرائق، ج ۲، ص ۲۷۷، کتاب الصوم)

(ويعذر بالجهل حربی أسلم ثمة ومكث مدة فلا قضاء علیه) لأن الخطاب إنما يلزم بالعلم أو دليله ولم یوجد (كما لا یقضى مرتد ما فاته زمنها) ولا ما قبلها إلا الحج، لأنه بالردة یصیر کالکافر الأصلي (الدر المختار مع رد المحتار، ج ۲، ص ۷۵، کتاب الصلاة، باب قضاء الفوائت)

بخلاف من أسلم فی دار الحرب ولم یعلم به فإنه لا یجب علیه ما لم یعلم فإذا علم لیس علیه قضاء ما مضی إذ لا تکلیف بدون العلم ثمة للعذر بالجهل (رد المحتار ج ۲، ص ۳۷۱، کتاب الصوم)

۱۔ ولمن فی دار الحرب بإخبار رجلین أو رجل وامرأتین، ولو مستورین أو واحد عدل وعندهما لا تشترط العدالة والبلوغ والحرية فيه (البحر الرائق، ج ۲، ص ۳۳۱، کتاب الحج)

ولمن فی دار الحرب بإخبار رجلین أو رجل وامرأتین، ولو مستورین أو واحد عدل وعندهما لا تشترط العدالة والبلوغ والحرية فيه کذا فی البحر الرائق (الفتاویٰ الہندیہ، ج ۱، ص ۲۱۸، کتاب المناسک، الباب الاول)

فإن بلغه فی دار الحرب رجل واحد فعليه القضاء فيما یتروک بعد ذلك فی قول أبی یوسف ومحمد، وهو إحدى الروایتین عن أبی حنیفة، وفي رواية الحسن عنه لا یلزمه ما لم یخبره رجلان أو رجل وامرأتان.

(وجه) هذه الرواية أن هذا خبر ملزم، ومن أصله اشتراط العدد فی الخبر الملزم، كما فی الحجر

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

ملحوظ رہے کہ آج کل دنیا کے مختلف اطراف سے فاصلے سمٹ جانے اور گلوبلائزیشن (GLOBALIZATION) ہو جانے کی وجہ سے اکثر دائرہ الحریوں اور غیر اسلامی ملکوں میں سفر و اسفار اور ذرائع ابلاغ کے واسطے سے حج کا حکم پہنچ چکا ہے، بلکہ وہاں مختلف شکلوں میں تبلیغ و تدریس کے سلسلے و حلقے بھی قائم ہیں، نیز ذرائع ابلاغ کے واسطے سے دیگر علاقے کے اہل علم سے شریعت کے حکم کا علم حاصل کرنا بھی اس دور میں ممکن اور سہل ہو گیا ہے۔

جبکہ فقہائے کرام کے نزدیک ایک دو ثقہ و عادل اور بعض حضرات کے نزدیک عام افراد کی طرف سے بھی حج کی فرضیت کی خبر پہنچنا مکلف ہونے کے لئے کافی ہے۔

اس لئے اس طرح کے ممالک میں کوئی شخص اسلام لے آئے، تو وہ حج کا مکلف ہو جائے گا۔ مسئلہ نمبر ۴۰۰..... جو شخص مسلمانوں کے ملک میں اسلام لایا، تو وہ اسلام لاتے ہی حج فرض ہونے کی شرائط پائے جانے کے بعد حج کا مکلف ہو جائے گا، اور اس کا حج کی فرضیت سے ناواقف ہونا عذر شمار نہیں کیا جائے گا۔ ۱

﴿ گزشتہ صفحہ کا بقیہ حاشیہ ﴾

علی المأذون، وعزل الوکیل، والإخبار بجنایة العبد.

(وجہ) الروایة الأخری وهی الأصح أن کل واحد مأمور من صاحب الشرع بالتبلیغ، قال النبی - صلی اللہ علیہ وسلم -: ألا فلیبلغ الشاهد الغائب وقال - صلی اللہ علیہ وسلم -: نضر اللہ امرءا سمع منا مقالة فوعاها كما سمعها ثم أداها إلى من لم یسمعها، فهذا المبلغ نظیر الرسول من المولی والموکل، وخبر الرسول هناک ملزم فہمنا کذلک واللہ أعلم (بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع، ج ۱، ص ۱۳۵، کتاب الصلاة، فصل شرائط ارکان الصلاة)

(قوله بالعلم) فإذا بلغه فی دار الحرب رجل واحد فعليه قضاء ما ترکہ بعده عندهما، وهو إحدى الروایتین عن الإمام وفي رواية الحسن عنه لا یلزمه حتی یخبره رجلان عدلان مسلمان أو رجل وامرأتان؛ وأما العدالة ففي المبسوط أنها شرط عندهما. وروی أبو جعفر فی غریب الروایة أنها غیر شرط عندهما، حتی إذا أخبره رجل فاسق أو صبی أو امرأة أو عبد فإن الصلاة تلزمه تارخانیة (رد المحتار علی الدر المختار، ج ۲، ص ۷۵، کتاب الصلاة)

۱۔ وزاد فی فتح القدير العلم بالوجوب أو الكون فی دار الإسلام (البحر الرائق، ج ۲، ص ۷۷، کتاب الصوم)

(۲)..... اپنا حج اور محتاج نہ ہونا (معذور، مفلوج، نابینا وغیرہ کے حج کے احکام)

یہ بات پہلے گزر چکی ہے کہ حج فرض ہونے کے لئے بدنی استطاعت و قدرت بھی ضروری ہے، اسی وجہ سے حج فرض ہونے کی ایک شرط بدن کا ایسی بیماری یا معذوری سے صحیح و سلامت ہونا بھی ہے کہ جو حج کے سفر یا حج کے اعمال کی ادائیگی میں ٹھل ہو، جیسے اپنا حج، کوڑھی ہونا یا ہاتھ پیر کا ٹھل ہونا، یا اسی طرح کی کسی بیماری یا معذوری کا لاحق ہونا۔

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے حج فرض ہونے کا حکم بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ:

وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَيْهِ سَبِيْلًا (سورۃ آل عمران

رقم الآیۃ ۹۷)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ کی (رضا) کے واسطے بیٹ اللہ کا حج کرنا فرض ہے ان لوگوں پر جو

اس تک سبیل (راستے) کی استطاعت رکھتے ہوں (سورۃ آل عمران)

اس آیت میں جس استطاعت کا ذکر ہے، اس میں بدنی استطاعت بھی داخل ہے، جیسا کہ تفصیلاً پہلے گزرا۔

اور یہ حدیث بھی پہلے گزر چکی ہے کہ:

مَنْ لَّمْ يَمْنَعْهُ عَنِ الْحَجِّ حَاجَةٌ ظَاهِرَةٌ، أَوْ سُلْطَانٌ جَائِزٌ، أَوْ مَرَضٌ

حَابِسٌ فَمَاتَ وَلَمْ يَحْجَّ، فَلَيَمُتْ إِنْ شَاءَ يَهُودِيًّا، وَإِنْ شَاءَ نَصْرَانِيًّا

(سنن الدارمی) ۱

ترجمہ: جس شخص کے لئے کوئی ظاہری ضرورت حج سے مانع ورکاوٹ نہ ہو، یا ظالم

بادشاہ کی طرف سے روک نہ ہو، یا ایسا مرض نہ ہو جو حج سے روک دے پھر وہ بغیر

حج کئے مر جائے تو چاہے یہودی ہو کر مرے یا نصرانی ہو کر مرے (دارمی بیہقی)

۱ رقم الحدیث ۱۸۲۶، کتاب المناسک، باب من مات ولم یحج.

اور اسی طرح حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کا یہ ارشاد بھی پہلے گزر چکا ہے کہ:

(وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَيْهِ سَبِيْلًا) قَالَ : السَّبِيْلُ اَنْ يَصِحَّ بَدَنُ الْعَبْدِ وَيَكُوْنَ لَهُ ثَمَنُ زَادٍ وَرَاحِلَةٍ مِنْ غَيْرِ اَنْ يُجَحِّفَ بِهٖ (السنن الكبرى للبيهقي) ۱

ترجمہ: اور اللہ کے لئے لوگوں پر بیٹ اللہ کا حج کرنا (فرض) ہے، جو اس کی طرف سبیل (یعنی راستے) کی استطاعت رکھتا ہو، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ سبیل یہ ہے کہ بندہ کا بدن صحیح ہو، اور اُس کے پاس سواری اور سفر کے سامان کی قیمت ہو، اور اُس کے لئے کوئی روک بھی نہ ہو (بیہقی، طبری)

اس قسم کی احادیث و آثار میں حج نہ کرنے کی وعید میں بدن کے صحیح اور بیماری سے سلامت ہونے کا ذکر ہے۔

اب اس سلسلہ میں چند مسائل ملاحظہ فرمائیں۔

مسئلہ نمبر ۱..... امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی ظاہر الروایت کے مطابق اگر کوئی شخص اپنا حج اور چلنے پھرنے سے معذور ہو، اگرچہ کتنا ہی مال دار کیوں نہ ہو، اس پر سرے سے حج فرض ہی نہیں ہوتا؛ نہ تو اُس پر خود حج کرنا فرض ہوتا ہے، اور نہ ہی دوسرے کے ذریعہ سے حج بدل کرانا یا فوت ہونے سے پہلے حج بدل کی وصیت کرنا ضروری ہوتا ہے۔ ۲

۱۔ رقم الروایۃ ۸۶۴۱، کتاب الحج، باب الرجل يطيق المشى ولا يجد زاداً ولا راحلة فلا يبين أن يوجب عليه الحج، واللفظ له، جامع البيان للطبري، رقم الحديث ۷۷۷۷۔

۲۔ جہاں تک حدیث شعم کا تعلق ہے، تو اس کے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی طرف سے اہل علم حضرات نے مختلف جوابات دیے ہیں، جن میں سے ایک جواب یہ ہے کہ یہ حدیث اُس پر محمول ہے کہ بحالت صحت حج فرض ہو گیا، اور بعد میں عذر لاحق ہوا۔ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی ایک دلیل یہ ہے کہ حج بنیادی طور پر بدنی عبادت ہے، اور مال صرف اس عبادت کی ادائیگی کے مقام تک وصول کے لئے شرط ہے، تاکہ اس بدنی عبادت کو ادا کرنا ممکن و ہل ہو، اور جب کوئی خود وہاں پہنچ کر حج ادا کرنے پر قادر نہ ہو، تو اس پر حج ادا کرنا فرض نہیں، لہذا دوسرے کی طرف اس کی نیابت منتقل کرنے کا بھی حکم نہ ہونا چاہئے۔

شرائط وجوب الحج: العقل، والبلوغ، والحرية، والاستطاعة، وتكلموا في تفسير الاستطاعة.

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اور ہمارے نزدیک دلائل کے لحاظ سے یہی رائج ہے، جیسا کہ نماز اور روزہ وغیرہ کا معاملہ ہے کہ جب تک ان کے ادا کرنے کی قدرت نہ ہو، تو برے سے ان کا ادا کرنا فرض ہی نہیں ہوتا، اور حج فرض ہونے کے لئے قرآن مجید سے استطاعت کا ہونا شرط ہے، اور جب تک

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

قال أبو حنيفة رحمه الله في ظاهر الرواية: تفسيرها ملائمة البدن وملك الزاد والراحلة، وهو رواية عن أبي يوسف ومحمد رحمهما الله.

وقال أبو يوسف ومحمد في ظاهر الرواية: تفسيرها ملك الزاد والراحلة لا غير، وهو رواية الحسن عن أبي حنيفة رحمه الله، حتى إن في ظاهر الرواية عن أبي حنيفة رحمه الله: لا يجب الحج على الزَّمن، والمفلوج، والمقطوع الرجلين، وإن ملكوا الزاد والراحلة وهو رواية عنهما، وفي ظاهر روايتهما يجب الحج على هؤلاء، وهو رواية الحسن عن أبي حنيفة إذا كان ملكه من الزاد والراحلة قدر ما يحج به، ويحج معه من يرفعه ويقوده إلى المناسك وإلى حاجته، وفائدة هذا الخلاف إنما تظهر فيما إذا ملك هؤلاء الزاد والراحلة، ففي ظاهر رواية أبي حنيفة رحمه الله: أنه لا يجب عليهم الإحجاج بمالهم؛ لأن الإحجاج بالمال بدل عن الحج بالبدن ولم يجب عليهم الحج بالبدن لمكان العجز فكيف يجب عليهم البدل؟ وفي ظاهر روايتهما يجب؛ لأنه لزمهم الأصل وهو الحج بالبدن في الذمة، وقد عجزوا عنه فيلزمهم البدل (المحيط البرهاني، ج ۲، ص ۴۱۷، كتاب المناسك، الفصل الأول: في بيان شرائط الوجوب)

وكذلك يشترط عند أبي حنيفة ومالك الصحة فلا يجب عندهما على الضعيف والزمن وإن كان له مال يمكن أن يستتيب من يحج عنه لأنه غير مستطيع بنفسه والحج عبادة بدنية والمقصود من العبادات البدنية اتعاب النفس فلا يحصل مقصوده بالاستتابة وقال الشافعي وأحمد هو مستطيع بماله قال البغوي يقال في العرف فلان مستطيع لبناء دار وإن كان لا يفعله بنفسه وإنما يفعله بماله وباعوانه - قلنا هو غير مستطيع على الحج الذي هو عبارة عن أركان مخصوصة وإنما هو مستطيع على الانفاق والمقصود في البناء ليس إتيانه بنفسه بخلاف العبادات البدنية فلا يجري فيه ذلك العرف وأجيب بانه إنما أجابها عن سواها فالحج عنه فقال حجى عنه لما رأى من حرصها على إيصال الخير والثواب لابیها ويؤيده ما رواه عبد الرزاق من حديث ابن عباس فزاد في الحديث حجى عن أبيك فإن لم تزده خيرا لم تزده شرا - لكن جزم الحفاظ بانها رواية شاذة والاولى ان يحمل الحديث على من استقر في ذمته صحيحا ثم طرا عليه ضعف وزمانة فانه لا يسقط عنه الحج بل يجب عليه ان يحج عنه غيره من ماله ما دام حيا او يوصى به عند موته وإذا مات ولم يحج يحج عنه وارثه او يحج عنه أجنبي من ماله ان شاء (التفسير المظهر، ج ۲، ۹۸، ۹۹، سورة آل عمران) قال في الروضة ذكره في مناسك ابن شجاع وفي المحيط عند فقد سلامة البدن لا يلزمه الإحجاج عنه بالمال عند أبي حنيفة بخلاف الفدية في الصوم؛ لأنها وجبت حالة اليأس بالنص انتهى غاية (حاشية الشلبلي على تبیین الحقائق شرح كنز الدقائق، ج ۲، ص ۴، كتاب الحج)

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

مال کے ساتھ بدنی قدرت نہ ہو، اس وقت تک حج کی استطاعت کو جو نہیں ملتا۔ ۱

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

وظاهر کلامہ أن الصحة شرط الوجوب وهو الأصح لكن الصحيح أنه شرط الأداء فعلى هذا يلزم على المريض الإيصاء لا على الأول كما في النهاية (مجمع الانهر، ج ۱، ص ۲۶۱، كتاب الحج، شروط الحج)

(قوله: فلا يجب أداء الحج على مقعد إلخ) الأصوب أن يقول فلا يجب الحج إلخ ويسقط لفظة أداء ليوافق قوله بعده لا يجب عليهم الحج بأنفسهم ولا الإحجاج عنهم؛ لأن هذا بناء على أن الصحة من شرائط الوجوب فينافيه التعبير بالأداء، تأمل (منحة الخالق على هامش البحر الرائق، ج ۲، ص ۳۳۵، كتاب الحج)

۱۔ اتفق الفقهاء على أن سلامة البدن من الأمراض والعاهات التي تعوق عن الحج شرط لوجوب الحج. واختلفوا هل هي شرط لأصل الوجوب كما قال به أبو حنيفة ومالك وهو رواية عن محمد وأبي يوسف أو شرط للأداء بالنفس كما قال به الشافعية والحنابلة وهو ظاهر الرواية عن الصحابين. وعلى هذا فمن وجدت فيه شروط وجوب الحج، ولكن كان عاجزا عنه لمانع لا يرجي زواله، كزمانة أو مرض لا يرجي برؤه، أو كان مهزول الجسم لا يقدر على الثبوت على الرحلة إلا بمشقة غير محتملة. فلذهب جمهور الفقهاء إلى أنه يلزمه أن يقيم من يحج عنه ويعتمر إذا وجد من ينوب عنه، ومالا يستتيبه به. واستدلوا بما روى عن ابن عباس: رضي الله عنهما أن امرأة من خثعم قالت يا رسول الله صلى الله عليه وسلم: إن فريضة الله على عباده في الحج أدركت أبي شيخا كبيرا لا يثبت على الرحلة أفأحج عنه؟ قال: نعم وذلك في حجة الوداع. وقال مالك وأبو حنيفة في رواية: لا حج عليه إلا أن يستطيع بنفسه، واستدلوا بقوله تعالى: (من استطاع إليه سبيلا، وهذا غير مستطيع، ولأن هذه عبادة لا تدخلها النيابة مع القدرة، فلا تدخلها مع المعجز كالصوم والصلاة (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج ۳۶، ص ۳۲۳، و ص ۳۶۲ مادة، مرض، الاستتابة في الحج والعمره للمرض) وحجتنا في ذلك قوله تعالى (من استطاع إليه سبيلا) فإنما أوجب الله تعالى الحج على من يستطيع الوصول إلى بيت الله تعالى والزمن لا يستطيع الوصول إلى بيت الله تعالى فلا يتناول هذا الخطاب، ثم رسول الله -صلى الله عليه وسلم- جعل الشرط ما لا يوصله إلى البيت بقوله من وجد زادا وراحلة يبلغانه بيت الله تعالى وزاد المعصوب وراحلته لا يبلغانه بيت الله تعالى (المبسوط للسرخسي، ج ۴، ص ۱۵۳، كتاب الحج، باب الحج عن الميت وغيره)

ومنها صحة البدن فلا حج على المريض والزمن، والمقعد، والمفلوج، والشيخ الكبير الذي لا يثبت على الرحلة بنفسه، والمحجوس، والممنوع من قبل السلطان الجائر عن الخروج إلى الحج؛ لأن الله تعالى شرط الاستطاعة لوجوب الحج، والمراد منها استطاعة التكليف، وهي سلامة الأسباب، والآلات، ومن جملة الأسباب سلامة البدن عن الآفات المانعة عن القيام بما لا بد منه في سفر الحج؛ لأن الحج عبادة بدنية، فلا بد من سلامة البدن، ولا سلامة مع المانع، وعن ابن عباس -رضي الله عنه- في قوله عز وجل: (من استطاع إليه سبيلا) أن السبيل أن يصح بدن العبد، ويكون له

﴿بقيہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

جبکہ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے علاوہ بعض دیگر فقہائے کرام کے نزدیک اگر دوسری شرائط پائی جائیں، مثلاً کوئی شخص مال دار ہو، اور حج کی مالی استطاعت رکھتا ہو، مگر اپنا حج ہو، اور حج کا سفر کرنے کی استطاعت نہ رکھتا ہو، تو ایسے شخص پر نفس حج تو فرض ہو جاتا ہے، لیکن خود حج کا ادا کرنا فرض نہیں ہوتا؛ بلکہ دوسرے کے ذریعہ سے حج بدل کرانا یا فوت ہونے سے پہلے حج بدل کی وصیت کرنا ضروری ہوتا ہے، اور حج بدل کا ذکر آگے آتا ہے۔ ۱

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

ثمن زاد، وراحلة من غیر أن یحجب، ولأن القرب، والعبادات، وجبت بحق الشکر لما أنعم الله على المكلف فإذا منع السبب الذى هو النعمة، وهو سلامة البدن أو المال كيف يكلف بالشکر، ولا نعمة. وأما الأعمى فقد ذكر فى الأصل عن أبى حنیفة: أنه لا حج عليه بنفسه، وإن وجد زادا، وراحلة، وقائدا، وإنما یجب فى ماله إذا كان له مال، وروى الحسن عن أبى حنیفة فى الأعمى، والمقعد والزمن أن علیهم الحج بأنفسهم، وقال أبو یوسف، ومحمد: یجب على الأعمى الحج بنفسه إذا وجد زادا، وراحلة، ومن یكفيه مؤنة سفره فى خدمته، ولا یجب على الزمن، والمقعد، والمقطوع وجه رواية الأصل لأبى حنیفة أن الأعمى لا یقدر على أداء الحج بنفسه؛ لأنه لا یهتدى إلى الطريق بنفسه، ولا یقدر على ما لا بد منه فى الطريق بنفسه من الركوب، والنزول، وغیر ذلك. وكذا الزمن، والمقعد فلم یكونا قادرین على الأداء بأنفسهم بل بقدرة غیر مختار، والقادر بقدرة غیر مختار لا یكون قادرا على الإطلاق؛ لأن فعل المختار یتعلق باختیاره، فلم تثبت الاستطاعة على الإطلاق، ولهذا لم یجب الحج على الشیخ الكبير الذى لا یستمسك على الراحلة، وإن كان ثمة غیره یمسكه لما قلنا كذا هذا، وإنما فسر النبى - صلى الله علیه وسلم - الاستطاعة بالزاد، والراحلة لكونهما من الأسباب الموصلة إلى الحج لا لاقتصار الاستطاعة علیهما. (لا ترى) : أنه إذا كان بینہ، و بین مكة بحر زاخر لا سفينة ثمة، أو عدو حائل یحول بینہ، و بین الوصول إلى البیت لا یجب علیه الحج مع وجود الزاد، والراحلة فثبت أن تخصیص الزاد، والراحلة لیس لاقتصار الشرط علیهما بل للتنبيه على أسباب الإمكان، فكل ما كان من أسباب الإمكان یدخل تحت تفسیر الاستطاعة معنی، ولأن فى إيجاب الحج على الأعمى والزمن، والمقعد، والمفلوج، والمريض، والشیخ الكبير الذى لا یثبت على الراحلة بأنفسهم حرجا بینا، ومشقة شديدة. وقد قال الله (عز وجل) : (وما جعل علیکم فى الدین من حرج) (بدائع الصنائع، ج ۲ ص ۱۲۱، ۱۲۲، کتاب الحج، فصل شرائط فرضية الحج)

۱۔ صاحبین کی ظاہر الراویۃ یہی ہے، اور صاحبین کی ایک روایت امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کی ظاہر الراویۃ کے مطابق ہے، علامہ ابن ہمام رحمہ اللہ نے صاحبین کی ظاہر الراویۃ کو قوی قرار دیا ہے، اور بعد کے بیشتر حنفیہ نے اسی کو اختیار کیا ہے۔

مگر ہمارے نزدیک امام صاحب کی ظاہر الراویۃ والا قول ہی دلائل کے لحاظ سے رائج ہے، اگرچہ حائرین کی کئی کتب اور

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

مسئلہ نمبر ۴..... جس شخص کا ایک یا دونوں پاؤں یا ہاتھ کٹے ہوئے یا ٹھل و مفلوج ہوں، اور ایسا بوڑھا ضعیف جو خود سے سواری پر سوار نہ ہو سکتا ہو، اس قسم کے افراد امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کی ظاہر روایت کے مطابق حج کے اعتبار سے معذور ہیں، اور اگر کسی کو ان اعذار و بیماریوں کے علاوہ کوئی اور ایسی بیماری یا معذوری لاحق ہو، جس کی وجہ سے وہ سفر کی استطاعت نہ رکھتا ہو،

﴿ گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ ﴾

خاص کر موجودہ اکثر اردو کتابوں میں صاحبین کے قول کو اختیار کیا گیا ہے۔

یہ بات پہلے گزر چکی ہے کہ بدنی استطاعت کے بغیر ”مَنْ اسْتَطَاعَ إِلَيْهِ سَبِيلًا“ کا تحقق نہیں ہوتا، جس طرح سے کہ مالی استطاعت یعنی زاد اور اہلہ کے بغیر اس کا تحقق نہیں ہوتا، بالخصوص جبکہ بنیادی طور پر حج بدنی عبادت ہے، اور مال اس عبادت کی تسہیل کے لئے شرط ہے۔

لہذا ہمارے نزدیک امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کی ظاہر روایت کی دلیل کے انتہائی محکم و مضبوط ہونے کی وجہ سے اس سے عدول کر کے صاحبین کی ظاہر روایت کو رائج قرار دینے کے کوئی معنی نہیں۔

لأن الله تعالى شرط الاستطاعة لوجوب الحج، والمراد منها استطاعة التكليف، وهي سلامة الأسباب، والآلات، ومن جملة الأسباب سلامة البدن عن الآفات المانعة عن القيام بما لا بد منه في سفر الحج؛ لأن الحج عبادة بدنية، فلا بد من سلامة البدن، ولا سلامة مع المانع (بدائع الصنائع، ج ۲ ص ۱۲۱، و ۱۲۲، كتاب الحج، فصل شرائط فرضية الحج)

(ومنها سلامة البدن) حتى إن المقعد والزمن والمفلوج، ومقطوع الرجلين لا يجب عليهم حتى لا يجب عليهم الإحجاج إن ملكوا الزاد والراحلة، ولا الإيصاء في المرض، وكذلك الشيخ الذي لا يثبت على الراحلة، وكذلك المريض كذا في فتح القدير، وهذا ظاهر المذهب عن أبي حنيفة - رحمه الله تعالى -، وهو رواية عنهما وظاهر الرواية عنهما أنه يجب عليهم فإن أحجوا أجزأهم ما دام العجز مستمرا بهم فإن زال فعليهم الإعادة بأنفسهم وظاهر ما في التحفة اختياره فإنه اقتصر عليه، وكذا الإيسيجابي وقواه المحقق في فتح القدير كذا في البحر الرائق وألحق بهم المحبوس والخائف من السلطان الذي يمنع الناس من الخروج إلى الحج، وكذا لا يجب الإحجاج عنهم كذا في النهر الفائق (الفتاوى الهندية، ج ۱ ص ۲۱۸، كتاب المناسك، الباب الاول)

(قوله صحيح البدن) أي سالم عن الآفات المانعة عن القيام بما لا بد منه في السفر، فلا يجب على مقعد ومفلوج وشيخ كبير لا يثبت على الراحلة بنفسه وأعمى، وإن وجد قائدا، ومحبوس، وخائف من سلطان لا بأنفسهم، ولا بالنياية في ظاهر المذهب عن الإمام وهو رواية عنهما وظاهر الرواية عنهما وجوب الإحجاج عليهم، ويجزيهم إن دام العجز وإن زال أعادوا بأنفسهم.

والحاصل: أنه من شرائط الوجوب عنده ومن شرائط وجوب الأداء عندهما وثمرة الخلاف تظهر في وجوب الإحجاج والإيصاء كما ذكرنا وهو مقيد بما إذا لم يقدر على الحج وهو صحيح فإن

﴿ بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں ﴾

اس کا بھی یہی حکم ہے کہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی ظاہر الروایت کے مطابق اس پر نہ تو خود حج کرنا فرض ہے، اور نہ اپنی طرف سے کسی کو حج بدل کرانا یا فوت ہونے سے پہلے حج بدل کی وصیت کرنا ضروری ہے، بشرطیکہ حج فرض ہونے کی دیگر شرائط مثلاً مالدار ہونا، اس طرح کا مرض و عذر لاحق ہونے سے پہلے نہ پائی گئی ہوں، اور نہ ہی اس مرض و عذر کے زائل ہونے کے بعد پائی جائیں۔ ۱۔

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

قدر ثم عجز قبل الخروج إلى الحج تقرر دینا فی ذمتہ، فیلزمہ الإحجاج، فلو خرج ومات فی الطريق لم یجب الإیضاء لأنه لم یؤخر بعد الإیجاب ولو تکلّفوا الحج بأنفسهم سقط عنهم وظاهر التحفة اختیار قولهما وكذا الإسیجابی وقواه فی الفتح ومشی علی أن الصحة من شرائط وجوب الأداء اھـ من البحر والنهر، وحکی فی اللباب اختلاف التصحیح وفي شرحه أنه مشی علی الأول فی النہایة وقال فی البحر العمیق إنه المذهب الصحیح وأن الثانی صححہ قاضی خان فی شرح الجامع واختاره كثير من المشايخ ومنهم ابن الھمام (رد المحتار علی الدر المختار، ج ۲، ص ۴۵۹، کتاب الحج)

والمراد بالصحة صحة الجوارح فلا یجب أداء الحج علی مقعد ولا علی زمن ولا مفلوج ولا مقطوع الرجلین ولا علی المریض والشیخ الذی لا یثبت بنفسه علی الرحلة والأعمی والمجبوس والخائف من السلطان الذی یمنع الناس من الخروج إلى الحج لا یجب علیهم الحج بأنفسهم ولا الإحجاج عنهم إن قدروا علی ذلك هذا ظاہر المذهب عن أبی حنیفة وهو رواية عنهما وظاهر الروایة عنهما أنه یجب علیهم الإحجاج فإن أحجوا أجزأهم ما دام العجز مستمرا بهم فإن زال فعلیهم الإعادة بأنفسهم وظاهر ما فی التحفة اختیاره فإنه اقتصر علیه وكذا الإسیجابی وقواه المحقق فی فتح القدير ومشی علی أن الصحة من شرائط وجوب الأداء فالحاصل أنها من شرائط الوجوب عنده ومن شرائط وجوب الأداء عندهما وفائدة الخلاف تظهر فی وجوب الإحجاج كما ذكرنا فی وجوب الإیضاء (البحر الرائق، ج ۲، ص ۲۳۵، کتاب الحج، باب واجبات الحج)

۱۔ (قوله وكذا صحة الجوارح) حتی إن المقعد والزمن والمفلوج ومقطوع الرجلین لا یجب علیهم الإحجاج إذا ملكوا الزاد والراحلة، ولا الإیضاء به فی المرض، وكذا الشیخ الذی لا یثبت علی الرحلة: یعنی إذا لم یسبق الوجوب حالة الشیخوخة بأن لم یملك ما یوصله إلا بعدها، وكذا المریض لأنه بدل الحج بالبدن، وإذا لم یجب المبدل لا یجب البدل.

وظاهر الروایة عنهما یجب الحج علی هؤلاء إذا ملكوا الزاد والراحلة ومؤنة من یرفعهم ویضعهم ویقودهم إلى المناسك، وهو رواية الحسن عن أبی حنیفة -رضی اللہ عنہ-، وهی الروایة التي أشار إليها المصنف بقوله: وأما المقعد إلا أنه خص المقعد، ويقابل ظاهراً الروایة عنهما ما نسبہ المصنف إلى محمد بقوله: فرق محمد فی هذه الروایة بین المقعد والأعمی.

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

مسئلہ نمبر ۳۸..... امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک ظاہر روایت کے مطابق ناپیدنا شخص بھی معذور کی فہرست میں داخل ہے، اور اس پر نہ تو خود حج کرنا فرض ہے، اور نہ کسی دوسرے سے حج بدل کرنا یا فوت ہونے سے پہلے حج بدل کی وصیت کرنا ضروری ہے۔ ۱۔

﴿ گزشتہ صفحے کا نتیجہ حاشیہ ﴾

وإذا وجب على هؤلاء الإحجاج للزومهم الأصل وهو الحج بالبدن فيجب عليهم البدل، فلو أحجوا عنهم وهم آيسون من الأداء بالبدن ثم صحوا وجب عليهم الأداء بأنفسهم، وظهرت نفلية الأول لأنه خلف ضروري فيسقط اعتباره بالقدرة على الأصل، كالشيخ الفاني إذا فدى ثم قدر، وكذا من كان بينه وبين مكة عدو فأحج عنه، فإن أقام العدو على الطريق إلى موت المحجوج عنه جاز الحج عنه، وإن لم يبق حتى مات لا يجوز لزوال العذر قبل الموت، فيجب الأصل وهو الحج بنفسه (فتح القدیر، ج ۲ ص ۵۱۵، کتاب الحج)

۱۔ والأعمى إذا وجد من يكفيه مؤنة سفره ووجد زادا وراحلة لا يجب عليه الحج عند أبي حنيفة رحمه الله خلافا لهما (الهداية، ج ۱، ص ۱۳۲، کتاب الحج، وجوب الحج) وكذلك الأعمى إذا وجد قائداً يقوده إلى الحج لا يفترض عليه الحج عنده، وعندهما يفترض (المحيط البرهاني، ج ۱، ص ۱۴۷، کتاب الطهارات، الفصل الخامس) القادر بقدرة الغير هل يصير قادراً؟ قال أبو حنيفة رحمه الله: لا يصير قادراً، وقالوا: يصير قادراً حتى أن الأعمى لا يجب (عليه الحج والجمعة، وإن كان له ألف قائد عند أبي حنيفة رحمه الله، وعندهما: يجب الحج والجمعة) (المحيط البرهاني، ج ۲، ص ۱۲۸، کتاب الصلاة، الفصل الحادى والثلاثون فى صلاة المريض)

وعلى الأصل الذى قلنا أن المعتبر استطاعة توصله إلى البيت يتضح الكلام فى هذه المسألة، وعلى هذا الأصل قال أبو حنيفة -رحمه الله تعالى-: الأعمى لا يلزمه الحج، وإن وجد مالا وقائداً، وعلى قول أبي يوسف ومحمد -رحمهما الله تعالى- يلزمه ذلك وهو رواية الحسن عن أبي حنيفة -رحمهما الله تعالى- وجه قولهما أن الأعمى متمكن من الأداء ببدنه، ولكنه محتاج إلى قائد يهديه إلى ذلك فيكون بمنزلة الضال الذى ضل الطريق إذا وجد من يهديه إلى الطريق يلزمه الحج وأبو حنيفة -رحمه الله تعالى- يقول: هو عاجز عن الوصول إلى البيت، والمال هنا لا يوصله إليه وبذل القائد والطاعة غير معتبر فكان وجود ذلك كعدمه فلهذا لا يلزمه الحج (المبسوط للسرخسى، ج ۲، ص ۱۵۴، کتاب المناسك)

ولا فرق فى الأعمى بين أن يجد قائداً، أو لا وهو المشهور عن أبي حنيفة؛ لأن القادر بقدرة غيره ليس بقادر (البحر الرائق، ج ۲ ص ۳۳۵، کتاب الحج، واجبات الحج) والأعمى إذا ملك الزاد والراحلة إن لم يجد قائداً لا يلزمه الحج بنفسه فى قولهم، وهل يجب الإحجاج بالمال فعند أبي حنيفة -رحمه الله تعالى- لا يجب وعندهما يجب، وإن وجد قائداً عند أبي حنيفة -رحمه الله تعالى- لا يجب الحج بنفسه وعن صاحبيه فيه روايتان كذا فى فتاوى قاضى خان (الفتاوى الهندية، ج ۱ ص ۲۱۸، کتاب المناسك، الباب الاول)

مسئلہ نمبر ۴..... اگر کسی شخص میں حج واجب ہونے کی شرائط صحت و تندرستی اور بدن کی سلامتی کی حالت میں پائی گئی تھیں، اور پھر بعد میں وہ اپنا حج و معذور ہوا، تو اُس پر بالاتفاق حج واجب ہو جائے گا۔ ۱

مسئلہ نمبر ۵..... اگر کوئی معذور و اپنا حج شخص جدوجہد کر کے حج کر لے، اور وہ حج کے مناسک ادا کر لے، تو سب کے نزدیک اُس کا حج ادا ہو جاتا ہے۔ ۲

مسئلہ نمبر ۶..... اگر کوئی عاقل بالغ مسلمان شخص ایسی سخت بیماری میں مبتلا ہو گیا کہ چلنے پھرنے اور سفر کرنے کے قابل نہ رہا، مثلاً اسے فالج ہو گیا، یا ہاتھ پاؤں شل ہو گئے، اور اُسے اس بیماری کے علاج معالجہ کے لئے غیر معمولی رقم کی ضرورت ہے۔

پھر اس شخص نے علاج معالجہ کے لئے کسی طرح سے رقم کا انتظام کر لیا، مگر ابھی اس بیماری کا علاج نہ کرا پایا تھا کہ حج کا زمانہ آ گیا، اور یہ رقم اتنی مقدار میں ہے کہ جو حج کے مصارف کے لئے کافی ہو سکتی ہے، پھر اس نے اگلے سال حج کا زمانہ شروع ہونے سے پہلے اس رقم کو اپنے علاج معالجہ میں خرچ کر لیا، اور صحت یاب ہو کر چلنے پھرنے کے قابل ہو گیا، مگر اس کی ملکیت میں حج کے مصارف کے بقدر مال نہیں ہے، تو امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی ظاہر الروایۃ کے مطابق اس پر حج فرض نہ ہوگا، کیونکہ جس وقت اس کی ملکیت میں حج کے

۱۔ ولو ملک الزاد والراحلة، وهو صحيح البدن، ولم يحج حتى صار زمنا أو مفلوجا لزمه الإحجاج بالمال بلا خلاف، كذا في المحيط ولو تكلف هؤلاء الحج بأنفسهم سقط عنهم حتى لو صحوا بعد ذلك لا يجب عليهم الأداء هكذا في فتح القدير (الفتاوى الهندية، ج ۱ ص ۲۱۸، كتاب المناسك، الباب الاول)

۲۔ ومحل الخلاف فيما إذا لم يقدر على الحج وهو صحيح أما إن قدر عليه وهو صحيح ثم زالت الصحة قبل أن يخرج إلى الحج فإنه يتقرر ديناً في ذمته فيجب عليه الإحجاج اتفاقاً أما إن خرج فمات في الطريق فإنه لا يجب عليه الإيصاء بالحج؛ لأنه لم يؤخر بعد الإيجاب كذا في التجنيس ولا فرق في الأعمى بين أن يجد قائداً، أو لا وهو المشهور عن أبي حنيفة؛ لأن القادر بقدرة غيره ليس بقادر ولو تكلف هؤلاء الحج بأنفسهم سقط عنهم حتى لو صحوا بعد ذلك لا يجب عليهم الأداء؛ لأن سقوط الوجوب عنهم لدفع الحرج فإذا تحملوه وقع عن حجة الإسلام كالفقير إذا حج (البحر الرائق، ج ۲، ص ۲۳۵، كتاب الحج، باب واجبات الحج)

مصارف کے بقدر مال تھا، اس وقت وہ حج پر جانے کے قابل نہ تھا، اور اس وجہ سے اس پر حج فرض نہیں ہوا تھا۔

جبکہ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے علاوہ بعض دیگر حضرات کے نزدیک اس پر حج فرض ہو جائے گا، اور اس کو کسی بھی طرح سے حج ادا کرنے کی کوشش کرنا ضروری ہوگا، اور خود حج نہ کر سکا، تو دوسرے سے حج بدل کرانا یا فوت ہونے سے پہلے حج بدل کی وصیت کرنا ضروری ہوگا، اور اگر زندگی میں حج بدل کرانے کے بعد دوبارہ خود حج کرنے پر قادر ہو گیا، تو خود حج کرنا ضروری ہو جائے، اور حج بدل کا لعدم ہو جائے گا۔ ۱

(۷)..... قانونی رُکاوٹ و محبوس نہ ہونا (قانونی اجازت نہ ملنے وغیرہ پر حج کا حکم)

حج فرض ہونے کے لئے حکومت وغیرہ کی طرف سے رُکاوٹ نہ ہونا بھی شرط ہے۔
بادشاہ وغیرہ کی طرف سے رُکاوٹ نہ ہونے کا بعض احادیث میں ذکر آیا ہے۔

۱۔ المقعد ومقطوع الرجلین والمریض والشیخ الذی لا یتیت بنفسه علی الراحلة والأعمی والمحبوس والخائف من السلطان الذی یمنع الناس من الخروج إلى الحج لا یجب علیهم الحج بأنفسهم ولا الإحجاج عنهم إن قدروا علی ذلك ظاهر المذهب عند أبی حنیفة -رحمه الله -، وهو رواية الصحابین وروی الحسن عنه ، وهو قولهما أنه یجب علیهم وعلیهم أن یأمروا من یحج عنهم بمالهم ویكون ذلك مجزیا عن حجة الإسلام ما دام العجز مستمرا بهم فإن زال فعلیهم الإعادة بأنفسهم (حاشیة الشلبی علی تبیین الحقائق، ج ۲، ص ۵، کتاب الحج)
(قوله وكذا صحة الجوارح) حتی إن المقعد والزمن والمفلوج ومقطوع الرجلین لا یجب علیهم الإحجاج إذا ملكوا الزاد والراحلة، ولا الإیضاء به فی المرض، وكذا الشیخ الذی لا یتیت علی الراحلة :یعنی إذا لم یسبق الوجوب حالة الشیخوخة بأن لم یملك ما یوصله إلا بعدها، وكذا المریض لأنه بدل الحج بالبدن، وإذا لم یجب المبدل لا یجب البدل. وظاهر الروایة عنهما یجب الحج علی هؤلاء إذا ملكوا الزاد والراحلة ومؤنة من یرفعهم ویضعهم ویقودهم إلى المناسك، وهو رواية الحسن عن أبی حنیفة -رضی الله عنه -، وهی الروایة التي أشار إليها المصنف بقوله: وأما المقعد إلا أنه خص المقعد، ويقابل ظاهر الروایة عنهما ما نسبته المصنف إلى محمد بقوله: فرق محمد فی هذه الروایة بین المقعد والأعمی. وإذا وجب علی هؤلاء الإحجاج للزومهم الأصل وهو الحج بالبدن فیجب علیهم البدل، فلو أحجوا عنهم وهم آیسون من الأداء بالبدن ثم صحوا وجب علیهم الأداء بأنفسهم، وظهرت نفلیة الأول لأنه خلف ضروری فیسقط اعتباره بالقدرة علی الأصل، كالشیخ الفانی إذا فدی ثم قدر (فتح القدر لابن الهمام، ج ۲، ص ۵، کتاب الحج)

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد مروی ہے کہ:

مَنْ لَمْ يَمْنَعْهُ عَنِ الْحَجِّ حَاجَةٌ ظَاهِرَةٌ، أَوْ سُلْطَانٌ جَائِرٌ، أَوْ مَرَضٌ حَاسِسٌ فَمَاتَ وَلَمْ يَحُجَّ، فَلَيْمُتْ إِنْ شَاءَ يَهُودِيًّا، وَإِنْ شَاءَ نَصْرَانِيًّا

(سنن الدارمی) ۱

ترجمہ: جس شخص کے لئے کوئی ظاہری ضرورت حج سے مانع و رکاوٹ نہ ہو، یا ظالم بادشاہ کی طرف سے روک نہ ہو، یا ایسا مرض نہ ہو جو حج سے روک دے پھر وہ بغیر حج کئے مر جائے تو چاہے یہودی ہو کر مرے یا نصرانی ہو کر مرے (دارمی)

اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ:

السَّبِيلُ أَنْ يَصْحَبَ بَدَنُ الْعَبْدِ وَيَكُونَ لَهُ ثَمَنٌ زَادَ وَرَاحِلَةٌ مِنْ غَيْرِ أَنْ يُجَحِّفَ بِهِ (السنن الكبرى للبيهقي) ۲

ترجمہ: سبیل یہ ہے کہ بندہ کا بدن صحیح ہو، اور اُس کے پاس سواری اور سفر کے سامان کی قیمت ہو، اور اُس کے لئے کوئی روک بھی نہ ہو (بیہقی)

پس اگر کسی شخص میں حج فرض ہونے کی دیگر شرائط تو پائی جاتی ہیں، لیکن اُس کو حج کا سفر کرنے یا حج کرنے میں حکومت کی طرف سے رکاوٹ کا سامنا ہے (مثلاً تمام قانونی تقاضے پورے کرنے کے باوجود حج کی درخواست منظور نہیں ہوئی، یا کسی مخصوص بیماری وغیرہ کی وجہ سے اُسے قانونی طور پر سفر کی اجازت نہ ملی) یا وہ قید خانہ (اور جیل) میں ہے، اور وہاں سے چھوٹ کر جانا ممکن نہیں، تو اُس پر حج کرنا فرض نہیں ہوتا۔

مسئلہ نمبر ۱..... امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے ظاہر مذہب کے مطابق اپنا حج کی طرح اگر کسی مال دار شخص کو حکومت کی طرف سے حج کے لئے جانے کی اجازت نہ ملے، یا وہ قید خانہ اور جیل

۱۔ رقم الحدیث ۱۸۲۶، کتاب المناسک، باب من مات ولم یحج.

۲۔ رقم الروایۃ ۸۶۴۱، کتاب الحج، باب الرجل یطیق المشی ولا یجد زاداً ولا راحلۃ فلا یبین أن یوجب علیہ الحج.

میں ہو تو ایسے شخص پر سرے سے حج ہی فرض نہیں ہوتا، یعنی نہ اُس پر خود حج کرنا فرض ہوتا ہے، اور نہ حج بدل کر انایا فوت ہونے سے پہلے حج بدل کی وصیت کرنا فرض ہوتا ہے، تا آنکہ یہ رکاوٹ دُور نہ ہو، اور ہمارے نزدیک دلائل کے لحاظ یہی رائج ہے۔ ۱۔

۱۔ فقہائے کرام نے مجبوس اور خائف من السلطان کو معذور و اپاہج کے ساتھ ذکر کیا ہے بلکہ مجبوس کو ان ہی کے ساتھ لاحق کیا ہے اور اس کے شرط و وجوب ہونے کو سلامتِ بدن کی طرح امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا ظاہر مذہب قرار دیا ہے اور صاحبین کی ایک روایت بھی اس کے مطابق ہے، علامہ ابن ہام رحمہ اللہ نے اس کے شرط ادا ہونے کو اولیٰ قرار دیا ہے، جس کی بعد میں متعدد مشائخ احناف نے یکے بعد دیگرے پیروی کی ہے، اور موجودہ اکثر حنفی کتب میں اسی قول کو نقل کیا گیا ہے۔ مگر اس سلسلہ میں غور کرنے سے ہمیں سلامتِ بدن کی شرط کی طرح امام صاحب رحمہ اللہ کا ظاہر مذہب ہی رائج معلوم ہوا، کیونکہ حکومت کی اجازت کے بغیر بالخصوص آج کے دور میں ایک ملک سے دوسرے ملک کا سفر کرنا تقریباً ناممکنات میں سے ہے، اور بغیر قانونی اجازت کے سرحد پار کرنے کی صورت میں قتل، جیس و قید اور جان مال کے مختلف خطرات لاحق ہوتے ہیں، اور جیل سے قیدی کا غیر قانونی طریقہ پر نکلنا بھی اختیار سے باہر ہے، اور اگر کسی طرح سے مفروز ہو جائے تو قانونی تقاضوں کے پیش نظر اس کو حج کا سفر بھی مشکل ہے، اس حیثیت سے یہ شرط جس طرح امام صاحب رحمہ اللہ کے نزدیک سلامتِ بدن کے ساتھ ملحق ہے، اسی طرح ایک حیثیت سے امن طریق کے ساتھ بھی ملحق ہے۔

جہاں تک اس کے مقابلہ میں بعض حضرات کی اس دلیل کا تعلق ہے کہ حج ایسی عبادت ہے جو نیابت کو قبول کرتی ہے، تو اس سے اختلاف نہیں، اصل بحث اس میں ہے کہ جب خود کوئی عمل واجب نہ ہو، تو نیابت کا حکم کیسے واجب ہو سکتا ہے؟ جہاں تک صاحبین کے قول کا تعلق ہے، تو ان کی ظاہر روایت کے مطابق تو سلامتِ بدن بھی شرط و وجوب نہیں، پھر یہ ان کے نزدیک کیونکر شرط و وجوب میں داخل ہو سکتی ہے، لہذا اس سلسلہ میں صاحبین کے قول کے مختلف ہونے سے امام صاحب کی ظاہر روایت والے قول پر اثر نہیں پڑتا۔

البتہ اس موقع پر یہ اشکال ہوتا ہے کہ کئی دیگر احکام میں فقہائے کرام نے عذر من جہۃ اللہ اور عذر من جہۃ العباد میں فرق کیا ہے، جبکہ اپاہج ہونا پہلی اور حکومت کی طرف سے رکاوٹ ہونا دوسری قسم سے تعلق رکھتا ہے، پھر اس کو متعدد فقہائے کرام نے پہلی قسم کے ساتھ ملحق کر کے حکم کیوں بیان فرمایا؟

اس کے جواب میں عرض ہے کہ حج میں ”من استطاع الیہ سبیلاً“ کی قید کی وجہ سے اس قسم کے یعنی من جہۃ العباد عذر ابھی حج فرض نہ ہونے میں معتبر ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

ومنها صحة البدن فلا حج على المريض والنزول، والمقعد، والمفلوج، والشيخ الكبير الذي لا يثبت على الرحلة بنفسه، والمحبوس، والممنوع من قبل السلطان الجائر عن الخروج إلى الحج؛ لأن الله تعالى شرط الاستطاعة لوجوب الحج، والمراد منها استطاعة التكليف، وهي سلامة الأسباب، والآلات، ومن جملة الأسباب سلامة البدن عن الآفات المانعة عن القيام بما لا بد منه في سفر الحج؛ لأن الحج عبادة بدنية، فلا بد من سلامة البدن، ولا سلامة مع المانع، وعن ابن عباس -

﴿بقية حاشية اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

جبکہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے علاوہ بعض دیگر حضرات کے نزدیک دوسری شرائط پائی جانے کی صورت میں ایسے شخص کے ذمہ نفس حج فرض تو ہو جاتا ہے، لیکن اُس کو خود حج کرنا فرض نہیں ہوتا، بلکہ کسی دوسرے کے ذریعے سے حج بدل کرانا یا فوت ہونے سے پہلے حج بدل کی وصیت کرنا ضروری ہو جاتا ہے۔ ۱

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

رضی اللہ عنہ -فی قوله عز وجل: (من استطاع إليه سبيلاً) أن السبيل أن يصح بدن العبد، ويكون له ثمن زاد، وراحلة من غير أن يحجب، ولأن القرب، والعبادات، وجبت بحق الشكر لما أنعم الله على المكلف فإذا منع السبب الذي هو النعمة، وهو سلامة البدن أو المال كيف يكلف بالشكر، ولا نعمة (بدائع الصنائع، ج ۲ ص ۱۲۱، كتاب الحج، فصل شرائط فرضية الحج) والمراد بالصحة صحة الجوارح فلا يجب أداء الحج على مقعد ولا على زمن ولا مفلوج ولا مقطوع الرجلين ولا على المريض والشيخ الذي لا يثبت بنفسه على الرحلة والأعمى والمحبوس والخائف من السلطان الذي يمنع الناس من الخروج إلى الحج لا يجب عليهم الحج بأنفسهم ولا الإحجاج عنهم إن قدروا على ذلك هذا ظاهر المذهب عن أبي حنيفة وهو رواية عنهما.

وظاهر الرواية عنهما أنه يجب عليهم الإحجاج فإن أحجوا أجزأهم ما دام العجز مستمرا بهم فإن زال فعليهم الإعادة بأنفسهم وظاهر ما في التحفة اختياره فإنه اقتصر عليه وكذا الإسيباجي وقواه المحقق في فتح القدير ومشى على أن الصحة من شرائط وجوب الأداء فالحاصل أنها من شرائط الوجوب عنده ومن شرائط وجوب الأداء عندهما وفائدة الخلاف تظهر في وجوب الإحجاج كما ذكرنا في وجوب الإيصاء ومحل الخلاف فيما إذا لم يقدر على الحج وهو صحيح أما إن قدر عليه وهو صحيح ثم زالت الصحة قبل أن يخرج إلى الحج فإنه يتقرر ديناً في ذمته فيجب عليه الإحجاج اتفاقاً أما إن خرج فمات في الطريق فإنه لا يجب عليه الإيصاء بالحج؛ لأنه لم يؤخر بعد الإيجاب كذا في التجنيس (البحر الرائق، ج ۲، ص ۲۳۵، كتاب الحج، باب واجبات الحج)

(قوله: وظاهر ما في التحفة اختياره) قال الرملى تقدم في تعداد الشرائط أن من شرائط الوجوب الصحة على الأصح تأمل اهـ. وذكر من لا على في شرح الباب أنه مشى عليه في النهاية وأنه قال في البحر العميق هو المذهب الصحيح وأن الثاني صححه قاضى خان في شرح الجامع واختاره كثير من المشايخ ومنهم ابن همام اهـ. فقد اختلف الترجيح (منحة الخالق على البحر الرائق، ج ۲، ص ۳۳۵، كتاب الحج، باب واجبات الحج)

۱۔ والمقعد والمفلوج والزمن ومقطوع الرجلين والشيخ الذي لا يثبت على الرحلة بنفسه والمحبوس والأعمى إذا وجد زادا وراحلة ولم يجد من يهديه لا يجب عليهم الحج عند أبي حنيفة، وهو رواية عنهما وعلى ظاهر الرواية عنهما يجب، وهو رواية الحسن عن أبي حنيفة وثمرة الخلاف تظهر في وجوب الإحجاج فمن أبي حنيفة لا يجب عليهم الإحجاج؛ لأنه بدل عن الحج

﴿بقية حاشيا گئے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں﴾

مسئلہ نمبر ۴..... اگر کسی شخص کے پاس حج کے زمانے میں اتنا مال یا روپیہ پیسہ جمع ہو گیا کہ جو حج کے مصارف کے لئے کافی تھا، اور اس نے قانونی تقاضوں کے مطابق حج پر جانے کی پوری کوشش کی، اور اپنی طرف سے کوتاہی کا مظاہرہ نہیں کیا، لیکن حکومت کی طرف سے اس کو اجازت نہ مل سکی، یعنی اس کی حج کی درخواست قبول نہیں کی گئی، پھر بعد میں اگلے سال حج کا زمانہ شروع ہونے سے پہلے اس شخص نے اس روپیہ پیسہ کو اپنی ضرورت میں خرچ کر لیا، مثلاً کھانے پینے کی ضروریات میں استعمال کر لیا، یا اپنی ضرورت کے لئے مکان خرید لیا، اور اب وہ اتنا مال دار نہیں رہا کہ حج کے مصارف برداشت کر سکے، تو امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے ظاہر

﴿گزشتہ صفحے کا نتیجہ حاشیہ﴾

بالبدن والأصل لم يجب فلا يجب البدل وعندهما يجب ؛ لأنهم لزمهم الأصل ، وهو الحج بالبدن في الذمة وقد عجزوا عنه فيجب البدل عليهم (تبیین الحقائق ، ج ۲، ص ۴، کتاب الحج)
 صحة البدن وزوال الموانع الحسية على الذهاب إلى الحج حتى أن المقعد ومقطوع الرجلين والمريض والشيخ الذي لا يثبت بنفسه على الرحلة والأعمى والمحبوس والخائف من السلطان الذي يمنع الناس من الخروج إلى الحج لا يجب عليهم الحج بأنفسهم ولا الإحجاج عنهم إن قدروا على ذلك ظاهر المذهب عند أبي حنيفة - رحمه الله - ، وهو رواية الصحابين وروى الحسن عنه ، وهو قولهما أنه يجب عليهم وعليهم أن يأمرؤا من يحج عنهم بمالهم ويكون ذلك مجزيا عن حجة الإسلام ما دام العجز مستمرا بهم فإن زال فعليهم الإعادة بأنفسهم (حاشية الشلبی علی تبیین الحقائق شرح كنز الدقائق، ج ۲، ص ۵، کتاب الحج)
 قوله: وزوال المانع الحسي عن الذهاب "كالحبس وكذا يشترط أن لا يكون خائفا من سلطان يمنع منه (حاشية الطحطاوى على مراقي الفلاح شرح نور الإيضاح، ص ۷۲۸، کتاب الحج)
 وفي الغاية : المحبوس والخائف من السلطان كالمريض لوجود المانع . انتهى . وكذا حُكْمُ السلطان إذا خيف على ملكه أو ملك غيره (شرح النقاية، لعلی بن سلطان محمد القاری، ج ۲، ص ۲۴۶، کتاب الحج)

(قوله غير محبوس) هذا من شروط الأداء كما مر والظاهر أنه لو كان حبسه لمنعه حقا قادرا على أدائه لا يسقط عنه وجوب الأداء .

(تنبیه) ذکر فی شرح الباب عن شمس الإسلام أن السلطان ومن بمعناه من الأمراء ملحق بالمحبوس فيجب الحج في ماله الخالي عن حقوق العباد وتماه فيه ولا يخفى أن هذا إن دام عجزه إلى الموت وإلا فيجب عليه الحج بنفسه بعد زوال عذره وهو مقيد أيضا بما إذا كان قادرا على الحج ثم عجز وإلا فلا يلزمه الإحجاج على الخلاف المذكور آنفا (قوله يمنع منه) أى من الحج أى الخروج إليه ط (رد المحتار على الدر المختار، ج ۲، ص ۴۵۹، کتاب الحج)

مذہب کے مطابق اس پر حج فرض نہیں ہوگا۔

جبکہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے ظاہر مذہب کے علاوہ بعض حضرات کے نزدیک اس پر حج فرض ہو جائے گا، اور اس کو کسی بھی طرح سے حج ادا کرنے کی کوشش کرنا ضروری ہوگا، اور خود حج نہ کر سکا، تو دوسرے سے حج بدل کرانا یا فوت ہونے سے پہلے حج بدل کی وصیت کرنا واجب اور ضروری ہوگا۔ ۱

مسئلہ نمبر ۸..... کوئی شخص قید خانہ (یعنی جیل) میں مجبوس اور قید ہے، اور وہاں سے نکلنے کے لئے اس کو غیر معمولی رقم درکار ہے، اس شخص نے کسی طرح سے قید خانہ سے رہائی پانے کے لئے لوگوں سے کہہ سُن کر یا کوئی اپنی ضرورت کی چیز فروخت کر کے رقم کا انتظام کیا، یا اس کو کسی شخص نے مذکورہ ضرورت پوری کرنے کے لئے رقم عطیہ و صدقہ کی، جس کی مقدار حج کے مصارف کے لئے کافی ہے، اور اسی دوران حج کا زمانہ شروع ہو گیا، پھر اس نے اس رقم کو صرف کر کے رہائی حاصل کی، اور اب اس کی ملکیت میں حج کے مصارف کے بقدر مال نہ رہا، تو امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے ظاہر مذہب کے مطابق اس پر اس مال کی وجہ سے سرے سے حج فرض نہیں ہوگا۔

جبکہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے علاوہ بعض دیگر حضرات کے نزدیک اس پر حج فرض ہو جائے گا، اور اس کو کسی بھی طرح سے حج ادا کرنے کی کوشش کرنا ضروری ہوگا، اور خود حج نہ کر سکا، تو دوسرے سے حج کرانا یا فوت ہونے سے پہلے حج بدل کی وصیت کرنا واجب ہوگا۔

۱ (ومنها سلامة البدن) حتى إن المقعد والزمن والمفلوج، ومقطوع الرجلين لا يجب عليهم حتى لا يجب عليهم الإحجاج إن ملكوا الزاد والراحلة، ولا الإيصاء في المرض، وكذلك الشيخ الذي لا يثبت على الراحلة، وكذلك المريض كذا في فتح القدير، وهذا ظاهر المذهب عن أبي حنيفة - رحمه الله تعالى -، وهو رواية عنهما وظاهر الرواية عنهما أنه يجب عليهم فإن أحجوا أجزأهم ما دام المعجز مستمرا بهم فإن زال فعليهم الإعادة بأنفسهم وظاهر ما في التحفة اختياره فإنه اقتصر عليه، وكذا الإسيبجاسي وقواه المحقق في فتح القدير كذا في البحر الرائق والحق بهم المحبوس والخائف من السلطان الذي يمنع الناس من الخروج إلى الحج، وكذا لا يجب الإحجاج عنهم كذا في النهر الفائق (الفتاوى الهندية، ج ۱ ص ۲۱۸، كتاب المناسك، الباب الاول)

مسئلہ نمبر ۸..... اگر کوئی شخص مثلاً رمضان میں یا اس سے پہلے عمرہ کرنے یا کسی اور کام کی غرض سے حرم شریف یا اس کے قُرب وجوار میں چلا گیا، اور اس کے وہاں قیام کے دوران شوال کا مہینہ شروع ہو گیا، یا کوئی شخص شوال یا ذوالقعدہ کے مہینے میں عمرہ وغیرہ کرنے کی غرض سے حرم شریف چلا گیا، اور اس کے پاس وہاں حج کرنے تک قیام و طعام کے اخراجات موجود ہیں، مگر حکومت کی طرف سے اس کو حج کرنے تک قیام کی اجازت نہ ملی، اور اسے قانونی مجبوری کی وجہ سے واپس آنا پڑا، تو مذکورہ صورت میں امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے ظاہر مذہب کے مطابق اس پر خود حج کرنا یا کسی دوسرے کے ذریعہ سے حج بدل کرانا فرض نہ ہوگا۔ جبکہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے علاوہ بعض دیگر حضرات کے نزدیک اس پر حج فرض ہو جائے گا، اور سابقہ مسئلہ کی طرح کسی بھی طرح حج کرنا یا دوسرے کے ذریعہ سے حج بدل کرنا یا نفوت ہونے سے پہلے حج بدل کی وصیت کرنا ضروری ہوگا۔

(۱)..... راستے کا مامون ہونا (راستہ میں جان، مال وغیرہ کے خطرہ پر حج کا حکم)

حج فرض ہونے کے لئے راستے کا مامون اور امن والا ہونا بھی ضروری ہے۔ اگر راستے میں جان یا مال کا خطرہ غالب ہو تو حج فرض نہیں ہوتا، کیونکہ اس کے بغیر منزل مقصود تک رسائی کی استطاعت حاصل نہیں ہوتی۔

مسئلہ ۸..... امام شافعی اور امام مالک رحمہما اللہ سمیت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک اگر کسی شخص میں حج فرض ہونے کی دیگر شرائط تو پائی گئیں، مثلاً سواری اور کھانے پینے کا خرچہ موجود ہے، لیکن راستہ مامون نہیں ہے، جس میں جان، مال کے قوی خطرات لاحق ہیں، تو جب تک راستہ پر امن نہ ہو جائے، اس وقت تک اس پر سرے سے حج فرض ہی نہیں ہوگا۔ ۱

۱ (الثالث) من شروط الاستطاعة (أمن الطريق) ولو ظننا بحسب ما يليق به (فلو خاف) في طريقه (على نفسه) أو عضو أو بضع (أو ماله) ولو يسيراً. نعم ينبغي كما قال الأذرعى بحثاً تقييده بما لا بد منه للنفقة والمؤمن، فلو أراد استصحاب مال خطير للتجارة وكان الخوف لأجله لم يكن بـ ﴿بقية حاشية اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اور ہمارے نزدیک دلائل کے لحاظ سے یہی قول راجح ہے، لہذا جب کسی شخص میں حج فرض ہونے کی دیگر (مثلاً مالدار وغیرہ ہونے کی) شرائط پائی جائیں، لیکن اس وقت راستہ پر امن نہ ہو، اور جان مال کا خطرہ لاحق ہو، تو اس عرصہ میں اس پر نہ تو خود حج کرنا فرض ہوتا ہے، اور نہ

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

عذرا وهو ظاهر إن أمن عليه لو تركه في بلده (سبعا أو عدوا أو رصديا) بفتح الصاد المهملة وسكونها وهو من يرصد: أي يرقب من يمر ليأخذ منه شيئا (ولا طريق) له (سواء لم يجب) عليه (الحج) أو العمرة لحصول الضرر ولهذا جاز التحلل بذلك كما يأتي، والمراد بالخوف الخوف العام، وكذا الخاص في الأرجح، فلو اختص الخوف بواحد لم يقض من تركته (نهاية المحتاج إلى شرح المنهاج لشهاب الدين الرملي، ج ۳، ص ۲۴۷، كتاب الحج، شروط وجوب الحج والعمرة) (وتخليه الطريق) والمراد بالتخليه هنا أمن الطريق فثنا بحسب ما يليق بكل مكان؛ فلو لم يأمن الشخص على نفسه أو ماله أو بضعه لم يجب عليه الحج (فتح القريب المجيب في شرح ألفاظ التقريب، ج ۱، ص ۱۴۴، و ۱۴۵، كتاب أحكام الحج، شروط وجوب الحج)

(والسبيل) المذكور عبارة عن مجموع أربعة أشياء أحدها: (الطريق السابلة) أي المأمونة فإن خاف على نفسه سقط عنه اتفاقا، وإن خاف على بعض ماله وكان يحجف به سقط وإن لم يحجف به فقولان (كفاية الطالب الرباني، ج ۱ ص ۵۱۸، باب في الحج)

(بإمكان الوصول بلا مشقة عظمت وأمن على نفس ومال) ش: لما ذكر أن سبب وجوب الحج الاستطاعة أخذ يفسرها وذكر أنها إمكان الوصول إلى مكة بلا مشقة عظمت مع الأمن على النفس والمال، وهذا هو المشهور في المذهب قال مالك في كتاب محمد: وفي سماع أشهب لما سئل عن قوله تعالى (من استطاع إليه سبيلا) أذلك الزاد والراحلة، قال: والله ما ذاك إلا طاقة الناس، الرجل يجد الزاد والراحلة ولا يقدر على المسير وآخر يقدر أن يمشي على رجله ولا صفة في هذا أبين مما قال الله تعالى (من استطاع إليه سبيلا) (مواهب الجليل في شرح مختصر خليل، ج ۲، ص ۴۹۱، ۴۹۲، باب الحج)

وفي الجواهر يسقط إذا كان في الطريق عدو يطلب النفس أو من المال ما لا يتجدد أو يتجدد ويحجف وفي غير المحجف خلاف وقال أصحاب ح وش وإذا لم يمكنه السفر إلا بدفع شيء من ماله لا يلزمه الحج (الذخيرة للقرافي، ج ۳، ص ۱۷۷، كتاب الحج)

ومن يجب عليه ومتى يجب وما يجب فيه قال الله عز وجل (وَلِلَّهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ إِلَيْهِ سَبِيلًا) يجب الحج على كل من استطاع إليه سبيلا من الرجال والنساء إذا كانوا أحرارا بالغين غير مغلوب على عقولهم والاستطاعة القدرة بالبدن وما يبلغ من الزاد راجلا وراكبا إذا كان الطريق آمنا وليس وجود الزاد والراحلة عند عدم الطاقة باستطاعة عند مالك ومن عجز عنه ببذنه ولم يستمسك على راحلته سقط عنه عند مالك فرضه ولم يلزمه أن يحج عنه غيره من ماله (الكافي في فقه أهل المدينة للقرطبي، ج ۱، ص ۱۳۳، كتاب الحج، باب فرض الحج)

﴿بقية حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

دوسرے سے حج بدل کرانا ضروری ہوتا ہے، کیونکہ جب تک راستہ مامون نہ ہو، اس وقت تک حج کے لئے جانے کی استطاعت حاصل نہیں ہوتی، جو کہ قرآن مجید کے الفاظ، من استطاع الیہ سبیلاً، سے ثابت ہے، اور سواری اور سفر کے سامان کا مقصد بھی منزل تک پہنچنا اور وہاں جا کر حج کرنا ہے، اور راستہ میں جان مال کے خطرات اس راہ میں رکاوٹ ہیں۔ ۱۔

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

مَنْ اسْتَطَاعَ إِلَيْهِ اِىَ الْبَيْتِ سَبِيْلًا الْمَوْصُولُ بَدَلُ مِنَ النَّاسِ بَدَلُ الْبَعْضِ خُصَّصَ لَهُ فَلَا يَجِبُ الْحَجُّ عَلَى غَيْرِ الْمُسْتَطِيعِ وَالسَّبِيلُ الطَّرِيقُ مَنصُوبٌ عَلَى الْمَفْعُولِيَةِ وَالِيَهُ حَالٌ مِنْهُ مُقَدَّمٌ عَلَيْهِ وَالْمُرَادُ بِهِ الذَّهَابُ عَلَى طَرِيقَةٍ جَرَى النِّهَرُ يَعْنِي مِنْ اسْتَطَاعَ ذَهَابًا إِلَى الْبَيْتِ وَلَا جُلَّ قَصْرِ الْحُكْمِ عَلَى الْمُسْتَطِيعِ أَجْمَعَ الْعُلَمَاءُ عَلَى أَنَّهُ يَشْتَرُطُ لَوْجُوبِ الْحَجِّ أَنْ يَكُونَ الطَّرِيقُ أَمْنًا وَالْمَنَازِلُ الْمَاهُولَةَ مَعْمُورَةً يَوْجَدُ فِيهِ الزَّادُ وَالْمَاءُ وَعِنْدَ فَوَاتِ الْإِمْنِ لَا يَجِبُ الْحَجُّ وَكَوْنِ الْبَحْرَيْنِ وَبَيْنَ مَكَّةَ إِذَا كَانَتِ السَّلَامَةُ غَالِبَةً لَا يَمْنَعُ وَجُوبُ الْحَجِّ عِنْدَهُمْ خِلَافًا لِأَحَدِ قَوْلِ الشَّافِعِيِّ (التفسير المظهری، ج ۲، ۹۸، سورة آل عمران)

أَمَّا كَوْنُ الطَّرِيقِ أَمْنًا فَلَأَنَّهُ لَا يَتَأْتِي الْحَجَّ بَدُونَهُ فَصَارَ كَالزَّادِ وَالرَّاحِلَةِ ثُمَّ قَالَ ابْنُ شَجَاعٍ هُوَ شَرْطُ الْوُجُوبِ لَمَّا ذَكَرْنَاهُ، وَهُوَ مَرْوِيُّ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ؛ لِأَنَّ الْوُصُولَ إِلَى الْبَيْتِ بَدُونَهُ لَا يَتَصَوَّرُ إِلَّا بِمَشَقَّةٍ عَظِيمَةٍ فَصَارَ مِنْ جُمْلَةِ الْإِسْطَاعَةِ وَكَانَ الْقَاضِي أَبُو حَازِمٍ يَقُولُ هُوَ شَرْطُ الْأَدَاءِ؛ لِأَنَّهُ -عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ- لَمَّا سَأَلَ عَنِ الْإِسْطَاعَةِ فَسَرَّهَا بِالزَّادِ وَالرَّاحِلَةِ وَلَوْ كَانَ أَمْنُ الطَّرِيقِ مِنَ الْإِسْطَاعَةِ لَبَيَّنَهُ؛ لِأَنَّهُ مَوْضِعُ الْحَاجَّةِ إِلَى الْبَيَانِ فَلَا يَجُوزُ الزِّيَادَةُ فِي شَرْطِ الْعِبَادَةِ بِالرَّأْيِ؛ وَلِأَنَّ هَذَا مِنَ الْعِبَادَةِ فَلَا يَسْقُطُ بِهِ الْوَاجِبُ كَالْقَيْدِ مِنَ الظَّالِمِ لَا يَسْقُطُ بِهِ خُطَابُ الشَّرْعِ، وَإِنْ طَالَ بِخِلَافِ الْمَرَضِ (تبيين الحقائق، ج ۲، ص ۴، كتاب الحج)

۱۔ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے اس شرط کے شرط وجوب ہونے کی روایت مروی ہے، اور امام صاحب سے اس کے خلاف روایت کا کسی سند سے ہونا ہمیں دستیاب نہ ہو سکا، مگر بہت سے متاخرین نے قاضی ابو حازم کی اتباع میں اس شرط کے شرط اداء ہونے کو ترجیح دی ہے، جبکہ بعض نے شرط وجوب ہونے کو ترجیح دی ہے، اور ہمارے نزدیک دلائل کے لحاظ سے اس کا شرط وجوب ہونا رائج ہے۔

قاضی ابو حازم کی دلیل کا جواب پیچھے گزر چکا ہے کہ زاد و راحلہ کا ذکر بعض شرائط کا ذکر ہے، نہ کہ جملہ شرائط کا، کیونکہ اس حدیث میں مسلمان، عاقل، بالغ، حریت اور صحت بدن وغیرہ کا بھی ذکر نہیں۔

یہی وجہ ہے کہ امام شافعی رحمہ اللہ جو کہ زاد و راحلہ کی حدیث کو مرکزی حیثیت دیتے ہیں، وہ بھی اسن طریق کی شرط کو شرط وجوب قرار دیتے ہیں۔

وَأَمَّا إِمَامُنَا فَيُؤَوِّلُ مَا وَقَعَ فِيهِ بِأَنَّهُ بَيَانٌ لِبَعْضِ شُرُوطِ الْإِسْطَاعَةِ بِدَلِيلِ أَنَّهُ لَوْ فَقَدَ أَمْنُ الطَّرِيقِ مِثْلًا لَمْ يَجِبِ الْحَجُّ عَلَيْهِ، وَالظَّاهِرُ أَنَّهُ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمْ يَتَعَرَّضْ لَصَحَّةِ الْبَدَنِ لظَهْرَ الْأَمْرِ

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

البتہ اگر راستہ پر امن ہو جائے، اور پھر حج فرض ہونے کی دیگر (مثلاً اس وقت حج کے زمانہ میں مالدار ہونے اور معذور نہ ہونے وغیرہ کی) شرائط پائی جائیں، تو پھر بالاتفاق حج فرض ہو جائے گا۔

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

كيف لا والمفسر في الحقيقة هو السبيل الموصل لنفس المستطيع إلى البيت وذا لا يتصور بدون الصحة، ومما يؤيد أن ما في الحديث بيان لبعض الشروط أنه ورد في بعض الروايات الاقتصار على واحد مما فيه، فقد أخرج الدارقطني أيضا عن علي كرم الله تعالى وجهه أن النبي صلى الله عليه وسلم سئل عن السبيل فقال: أن تجد ظهر بعير ولم يذكر الزاد (روح المعاني ج ۲ ص ۲۲۳ تحت سورة آل عمران)

(ومنها) أمن الطريق، وإنه من شرائط الوجوب عند بعض أصحابنا بمنزلة الزاد، والراحلة، وهكذا روى ابن شجاع عن أبي حنيفة وقال بعضهم: إنه من شرائط الأداء لا من شرائط الوجوب، وفائدة هذا الاختلاف تظهر في وجوب الوصية إذا خاف الفوت فمن قال إنه من شرائط الأداء يقول إنه تجب الوصية إذا خاف الفوت، ومن قال إنه شرط الوجوب يقول: لا تجب الوصية؛ لأن الحج لم يجب عليه، ولم يصّر ديناً في ذمته فلا تلزمه الوصية، وجه قول من قال: إنه شرط الأداء لا شرط الوجوب ما روينا أن رسول الله -صلى الله عليه وسلم- فسر الاستطاعة بالزاد، والراحلة، ولم يذكر أمن الطريق، وجه قول من قال إنه شرط الوجوب، وهو الصحيح: أن الله تعالى شرط الاستطاعة، ولا استطاعة بدون أمن الطريق كما لا استطاعة بدون الزاد، والراحلة إلا أن النبي -صلى الله عليه وسلم- بين الاستطاعة بالزاد، والراحلة بيان كفاية ليستدل بالمنصوص عليه على غيره لاستوائهما في المعنى، وهو إمكان الوصول إلى البيت. ألا ترى أنه كما لم يذكر أمن الطريق لم يذكر صحة الجوارح، وزوال سائر الموانع الحسية، وذلك شرط الوجوب على أن الممنوع عن الوصول إلى البيت لا زاد له، ولا راحلة معه فكان شرط الزاد، والراحلة شرطاً لأمن الطريق ضرورة (بدائع الصنائع في ترتيب الشرائع، ج ۲ ص ۲۳، كتاب الحج، فصل شرائط فرضية الحج) (مع أمن الطريق)؛ لأنه لا يقدر على الوصول إلى المقصود بدونه والمعتبر غلبة السلامة في الطريق على المفتي به وفي الشمنى ولو كان الطريق بحراً لا يجب الحج ولو كان نهراً كسيحون والفرات يجب. وقال الكرماني إن كان الغالب في البحر السلامة في موضع جرت العادة بركوبه يجب وظاهره أن أمن الطريق شرط الوجوب. وفي الإصلاح وهو الصحيح. وفي النهاية أنه شرط الأداء وهو الصحيح فيلزمه الإيصاء (مجمع الأنهر في شرح ملتقى الأبحر، ج ۱ ص ۲۶۲، كتاب الحج)

وأما أمن الطريق، فقد روى أبو شجاع عن أبي حنيفة أنه من جملة الاستطاعة لا يثبت الوجوب بدونه كالزاد والراحلة، ومن أصحابنا من جعله شرط الأداء، وثمرة الخلاف إنما تظهر في حق وجوب الوصية بالحج، فمن جعله شرط الوجوب قال: لا تجب عليه الوصية، ومن جعله شرط الأداء يقول: تجب عليه الوصية. وجه من جعله شرط الوجوب ظاهر أنه لا وصول إلى الحج إلا بأمن الطريق، كما

﴿بقية حاشيا کے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

جبکہ بعض حضرات کے نزدیک اگر دیگر شرائط پائی جائیں، لیکن راستہ پُر امن نہ ہو، تو ایسی صورت میں خود حج کرنا تو ضروری نہیں، لیکن حج بدل کر انایافوت ہونے سے پہلے حج بدل کی وصیت کرنا ضروری ہے۔

لہذا اگر کسی شخص کے پاس حج کے زمانہ میں اتنا مال آ گیا، جو حج کی مالی استطاعت کے لئے کافی تھا، اور وہ سفر سے معذور بھی نہیں تھا، لیکن راستہ میں جان مال کے خطرات غالب تھے، اس وجہ سے یہ حج کے سفر پر نہ جاسکا، اور پھر اگلا سال آنے سے پہلے اس نے اپنا مال اپنی کھانے پینے رہنے سہنے کی ضروریات میں خرچ کر لیا، اور اب وہ مالدار نہیں رہا، تو ان حضرات کے نزدیک اس شخص پر کسی بھی طرح حج کرنا فرض رہے گا، اور خود حج کی قدرت نہ ہو تو دوسرے سے حج بدل کر انایافوت ہونے سے پہلے حج بدل کی وصیت کرنا ضروری ہوگا۔

جبکہ دیگر حضرات کے نزدیک اس پر سرے سے حج ہی فرض نہ ہوگا، لہذا نہ خود حج کرنا فرض ہوگا، اور نہ دوسرے سے حج بدل کر انایافوت ہونے سے پہلے حج بدل کی وصیت کرنا ضروری

﴿ گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ ﴾

لا وصول إليه إلا بالزاد والراحلة، ومن جعله شرط الأداء، وهو الفرق بين الزاد والراحلة أن بالزاد والراحلة يثبت التمكن من الأداء، فلا تثبت الاستطاعة بدونهما، فأما خوف الطريق مبنى بعجزهما عن الأداء، فهو فى معنى المعارض والمانع، فلا تنعدم به الاستطاعة يعتبر هذا بالمحسوسات، فإن المقيّد الممنوع عن المشى لا يكون نظير المريض الذى لا يقدر. والمحرم فى حق المرأة شرط، شابة كانت أو عجوزاً إذا كان بينها وبين مكة مسيرة ثلاثة أيام، واختلفوا فى كون المحرم شرط الوجوب، أو شرط الأداء حسب اختلافهم فى أمن الطريق (المحيط البرهاني فى الفقه النعماني، ج ۲، ص ۴۱۹، كتاب المناسك، الفصل الأول: فى بيان شرائط الوجوب)

قوله: "وأمن الطريق" بأن يكون الغالب السلامة ولو بالرشوة وقتل بعض الحجاج عذر (حاشية الطحطاوى على مرقى الفلاح شرح نور الإيضاح، ص ۲۸، كتاب الحج)
(ومنها أمن الطريق) قال أبو الليث إن كان الغالب فى الطريق السلامة يجب، وإن كان خلاف ذلك لا يجب وعليه الاعتماد كذا فى التبيين قال الكرمانى إن كان الغالب فى طريق البحر السلامة من موضع جرت العادة بركوبه يجب، وإلا فلا، وهو الأصح وسيحون وجيحون والفرات والنيل أنهار لا بحر كذا فى فتح القدير وكذا دجلة هكذا فى فتاوى قاضى خان (الفتاوى الهندية، ج ۱ ص ۲۱۸، كتاب المناسك، الباب الاول)

ہوگا، الا یہ کہ زندگی میں راستہ پر امن ہونے پر اس میں دوبارہ حج فرض ہونے کی شرائط پائی جائیں، اور ہمارے نزدیک یہی موقف رائج ہے۔ ۱

(۹)..... مالی استطاعت کا ہونا (فرضیت حج کے لئے مالدار ہونے کے احکام)

حج فرض ہونے کے لیے مالی استطاعت کا ہونا بھی شرط ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

جَاءَ رَجُلٌ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ

۱ (قوله مع أمن الطريق) أى وقت خروج أهل بلده وإن كان مخيفاً في غيره بحر وقدمنا عن الباب أنه من شروط وجوب الأداء وفي شرحه أنه الأصح ورجحه في الفتح، وروى عن الإمام أنه شرط وجوب فعلى الأول تجب الوصية به إذا مات قبل أمن الطريق أما بعده فتجب اتفاقاً بحر (قوله بغلبة السلامة) كذا اختاره الفقيه أبو الليث وعليه الاعتماد (رد المحتار، ج ۲، ص ۴۶۳، كتاب الحج) وأشار المصنف إلى أن أمن الطريق والمحرم من شرائط الوجوب؛ لأنه عطفه على ما قبله وهو أحد القولين وقيل شرط وجوب الأداء وثمرة الاختلاف تظهر في وجوب الوصية وفي وجوب نفقة المحرم وراحله إذا أبى أن يحج (البحر الرائق شرح كنز الدقائق، ج ۲، ص ۳۳۹، كتاب الحج، واجبات الحج)

(قوله: وهو أحد قولين) قال في شرح الباب وقد اختلف في أمن الطريق فمنهم من قال إنه شرط الوجوب وهو رواية ابن شجاع عن أبي حنيفة ومنهم من قال شرط وجوب الأداء على ما ذكره جماعة من أصحابنا كصاحب البدائع والمجمع والكرمانى وصاحب الهداية وغيرهم فمن خاف من ظالم أو عدو أو سبع أو غرق أو غير ذلك لم يلزمه أداء الحج بنفسه بل بماله والعبرة بالغالب برا وبحراً فإن كان الغالب السلامة يجب عليه أن يؤدي بنفسه وإلا فلا كذا قاله أبو الليث وعليه الفتوى وفى القنية وعليه الاعتماد والمراد أنه لا يجب عليه أن يؤدي بنفسه بل إما أن يحج غيره أو يوصى به (أهم منحة الخالق، ج ۲، ص ۳۳۹، كتاب الحج، واجبات الحج)

ووقع الخلاف فى أمن الطريق كما فى صحة البدن:

فمذهب المالكية والشافعية ورواية أبى شجاع عن أبى حنيفة ورواية عن أحمد أنه شرط الوجوب . لأن الاستطاعة لا تتحقق بدون أمن الطريق. وفى رواية أخرى عند أبى حنيفة وأحمد، وهو الأصح عند الحنفية ورجحه المتأخرون من الحنفية والحنابلة أن أمن الطريق شرط للأداء بالنفس لا لأصل الوجوب . واستدلوا بنحو أدلتهم فى إيجاب الحج على من فقد شرط صحة البدن وعلى هذا المذهب الأخير من استوفى شروط الحج عند خوف الطريق فمات قبل أمنه يجب عليه أن يوصى بالحج. أما إذا مات بعد أمن الطريق فتجب عليه الوصية بالحج عنه اتفاقاً (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج ۱، ص ۳۴، مادة "حج" النخلة الثالثة: أمن الطريق)

مَا يُوجِبُ الْحَجَّ قَالَ الزَّادُ وَالرَّاحِلَةُ (ترمذی) ۱

ترجمہ: ایک شخص نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، اور اس نے معلوم کیا کہ کون سی چیز حج کو واجب کر دیتی ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سفر کا سامان اور سواری (ترمذی، ابن ماجہ وغیرہ)

اور حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي قَوْلِهِ تَبَارَكَ وَتَعَالَى (وَلِلَّهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ إِلَيْهِ سَبِيلًا) قَالَ: قِيلَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ مَا السَّبِيلُ؟ قَالَ: الزَّادُ وَالرَّاحِلَةُ (مسندک حاکم) ۲

۱۔ رقم الحدیث ۸۱۳، ابواب الحج، باب ماجاء فی ایجاب الحج، ابن ماجہ، رقم الحدیث ۲۸۹۶، باب ما یوجب الحج، مصنف ابن ابی شیبہ، رقم الحدیث ۱۵۹۲۶، سنن دارقطنی، رقم الحدیث ۲۴۲۱ و رقم الحدیث ۲۴۲۲ و رقم الحدیث ۲۴۲۳، سنن البیہقی، رقم الحدیث ۸۶۲۳۔

قال الترمذی: هذا حديث حسن والعمل عليه عند أهل العلم: أن الرجل إذا ملك زاداً وراحلة وجب عليه الحج وإبراهيم هو ابن يزيد الخوزي المكي وقد تكلم فيه بعض أهل العلم من قبل حفظه.

وقال البيهقي: وقد روى هذا من حديث الحسن البصري عن النبي صلى الله عليه وسلم مرسلًا. وقال ابن الترمذی: قلت - فی هذا الكلام تقوية لهذا الحديث وكذا كلامه تقوية لهذا الحديث (الجوهر النقي، ج ۵ ص ۲۵)

وقال المنذرى: رواه ابن ماجه بإسناد حسن (الترغيب والترهيب ج ۲ ص ۱۱۸) وقال البوصیری الکثانی: هذا إسناد حسن ابن عطاء اسمه عمر بن عطاء بن وراز قال ابن معین عمر بن عطاء الذى يروى عنه ابن جريج يحدث عن عكرمة ليس هو بشيء وهو ابن وراز وهم يضعفون كل شيء عن عكرمة وقال وعمر بن عطاء بن أبى الحوار ثقة وقال أحمد ليس بقوى فى الحديث وقال أبو زرعة ثقة لين وقال النسائى ليس بثقة وقال ابن عدی قليل الحديث ولا أعلم يروى عنه غير ابن جريج، قلت روى عنه أيضا أبو بكر بن أبى سيرة كما قاله المزى فى التهذيب وله شاهد من حديث ابن عمر رواه الترمذی فى الجامع وقال حديث حسن انتهى (مصباح الزجاجة فى زوائد ابن ماجه، ج ۳ ص ۱۸۴، باب ما یوجب الحج)

۲۔ رقم الحدیث ۱۶۱۳، ج ۱ ص ۶۰۹، کتاب المناسک۔

قال الحاکم: هذا حديث صحيح على شرط الشيخين، ولم يخبرناه، وقد تابع حماد بن سلمة سعيدا على روايته، عن قتادة.

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اللہ تبارک و تعالیٰ کے اس قول کہ ”وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَيْهِ سَبِيْلًا“ کے بارے میں عرض کیا گیا کہ سبیل کی استطاعت کیا ہے؟ تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سفر کا سامان اور سواری (حاکم)

اس قسم کی حدیث اور سندوں سے بھی مروی ہے۔ ا

۱۔ حدثنا أبو نصر أحمد بن سهل بن حمدويه الفقيه ببخارى، ثنا صالح بن محمد بن حبيب الحافظ، ثنا أبو أمية عمرو بن هشام الحراني، ثنا أبو قتادة، ثنا حماد بن سلمة، عن قتادة، عن أنس، رضى الله عنه، أن رسول الله صلى الله عليه وسلم سئل عن قول الله: (من استطاع إليه سبيلا) فقيل: ما السبيل؟ قال: الزاد والراحلة هذا حديث صحيح على شرط مسلم، ولم يخبر جاه "(مستدرک حاکم، رقم الحديث، ۱۶۱۴) قال ابن الملقن: قلت: وأما أنا فأرى أن حديث أنس جيد الإسناد صالح (للاحتجاج) به كما أسلفته. وقال الحافظ ضياء الدين (المقدس) في أحكامه: لا أرى ببعض طرقه بأساً (البلد المنير، ج ۶ ص ۳۰، كتاب الحج، الحديث الرابع)

عن الحسن، عن أنس بن مالك، قال: قيل: يا رسول الله ما السبيل إليه؟ قال: الزاد والراحلة (سنن دارقطنی، رقم الحديث ۲۴۲۶) عن سفیان، عن یونس، عن الحسن، قال: سئل النبی صلی اللہ علیہ وسلم عن السبیل، قال: "الزاد والراحلة" (سنن البيهقي، رقم الحديث ۸۶۲۳) قال البيهقي: وهذا شاهد لحديث إبراهيم بن يزيد الخوزي وروى عن ابن عباس من قوله موقوفا. حدثنا هشيم، أخبرنا يونس، عن الحسن، قال: لما نزلت (ولله على الناس حج البيت من استطاع إليه سبيلا) قال: قيل: يا رسول الله ما السبيل؟ قال: الزاد والراحلة (المراسيل لابی داؤد، رقم الحديث ۱۳۳)

عن عمرو بن شعيب، عن أبيه، عن جده، قال: قال رجل: يا رسول الله ما يوجب الحج؟ قال: الزاد والراحلة (سنن دارقطنی، رقم الحديث ۲۴۱۵) عن عكرمة، عن ابن عباس، أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: الزاد، والراحلة يعني قوله (من استطاع إليه سبيلا) (سنن ابن ماجه، رقم الحديث ۲۸۹۷) عن عكرمة، عن ابن عباس، قال: قيل: يا رسول الله الحج كل عام؟ قال: لا بل حجة، قيل: فما السبيل إليه؟ قال: الزاد والراحلة (سنن دارقطنی، رقم الحديث ۲۴۲۵) عن عمر بن عطاء، عن عكرمة، عن ابن عباس، أن النبي صلى الله عليه وسلم قال: "البلاغ: الزاد، والراحلة" (المعجم الكبير للطبراني، رقم الحديث ۱۱۵۹۶) عن جابر بن عبد الله، قال: "لما نزلت هذه الآية (ولله على الناس حج البيت من

﴿بقية حاشية اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

ان روایات میں سفر کے سامان اور سواری کا ذکر اس لئے کیا گیا ہے تاکہ یہ بات معلوم ہو جائے کہ اگر کسی کے پاس سواری اور سفر کے سامان کا انتظام نہ ہو، تو اس پر پیدل چل کر حج کرنا اور راستہ میں محنت مزدوری وغیرہ کر کے اپنی ضروریات کا انتظام کرنا ضروری نہیں۔ ۱۔

اس قسم کی احادیث و روایات اور دیگر شرعی اصول و قواعد کے پیش نظر فقہائے کرام نے حج کی مالی استطاعت سے متعلق جو مسائل و احکام بیان فرمائے ہیں، اب ان کا ذکر کیا جاتا ہے۔

مسئلہ نمبر ۱..... سفر کے سامان اور سواری کے اخراجات ہر شخص کے حق میں اُس کے مقام کے اعتبار سے معتبر ہوتے ہیں، پس جو شخص جس مقام پر ہوگا، اُس مقام کے اعتبار سے آمد و رفت اور قیام طعام اور واپسی تک اپنے ذمہ جن لوگوں کا نان نفقہ واجب ہے، مثلاً بیوی بچے، اُن کے اخراجات مہیا ہونے میں وہ شخص مالی استطاعت والا کہلائے گا، اور اُس پر حج فرض ہوگا۔ ۲۔

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾ استطاع إلیہ سبیلاً قام رجل، فقال: یا رسول اللہ ما السبیل؟

قال: الزاد والراحلة (سنن دارقطنی، رقم الحدیث ۲۴۱۳)

وقد روى من طرق عديدة مرفوعاً من حديث ابن عمر وابن عباس وعائشة وجابر وعبد الله بن عمر وابن مسعود وحديث ابن عباس رواه ابن ماجه، وباقي الأحاديث بطرقها عمن ذكرنا من الصحابة عند الترمذی وابن ماجه والدارقطنی وابن عدی فی الكامل لا تسلم من ضعف، فلو لم يكن للحديث طرق صحيحة ارتفع بكثرتها إلى الحسن فكيف ومنها الصحيح اهـ. وبه بطل قول ابن حجر: وفي سنده ضعيف متفق على ضعفه، فإنه حسن الترمذی الحديث، وقد يحمل ضعف البيهقي وابن الصلاح والنووي من حيث ذاته فهو حسن لغيره والحسن قد يوصف بالصحة أيضاً فارتفع النزاع (مرقاة المفاتيح، ج ۵ ص ۷۵، ۷۶، كتاب المناسك)

۱۔ جہاں تک دیگر شرائط کا معاملہ ہے، تو وہ عقل و شریعت کی جہت و مقتضی سے معلوم تھیں، لہذا ان کے ذکر کی ان روایات میں ضرورت نہیں سمجھی گئی، جیسا کہ پہلے مفصل و باحوالہ گزر چکا۔

۲۔ بخلاف الفقیر إذا حج، ثم استغنى حيث جاز ما أدى عن الفرض؛ لأن مالک المال ليس بشرط للوجوب إنما شرط الوجوب التمكن من الوصول إلى موضع الأداء، ألا ترى أن المكي الذي هو في موضع الأداء لا يعتبر في حقه ملك المال، وفي حق الآفاقي لا يتقدر المال بالنصاب بل يختلف ذلك باختلاف قربه من موضع الأداء وبعده فعرفنا أن الشرط هو التمكن من الوصول إلى موضع الأداء فبأي طريق وصل الفقير إلى ذلك الموضع وجب الأداء لإنما حصل أداءه بعد الوجوب فكان فرضاً (المبسوط للسرخسي، ج ۴، ۵۰، ۱، كتاب المناسك)

مسئلہ نمبر ۴..... جو شخص حرم شریف یا اُس کے قرب وجوار میں ہو، اور اُسے پیدل حج کرنے کی قدرت ہو، اُس پر حج فرض ہونے کے لئے مالدار اور سواری کا مہیا ہونا ضروری نہیں، البتہ اس دوران کھانے پینے اور جن لوگوں کا نان نفقہ اپنے ذمہ ہے، مثلاً بیوی بچے، ان کے نان نفقہ کے اخراجات کا انتظام ضروری ہے۔ ۱۔

۱۔ خصال الحاجة الأصلية ثلاث:

أ - نفقة عياله ومن تلزمه نفقتهم مدة ذهابه وإيابه عند الجمهور (خلافا للمالكية كما نوضح في النخلة التالية) ، لأن النفقة حق للأدبيين، وحق العبد مقدم على حق الشرع . لما روى عبد الله بن عمرو عن النبي صلى الله عليه وسلم أنه قال : كفى بالمرء إثما أن يضيع من يقوت .

ب - ما يحتاج إليه هو وأهله من مسكن، ومما لا بد لمثله كالخادم وأثاث البيت وثيابه بقدر الاعتدال المناسب له في ذلك كله، عند الجمهور خلافا للمالكية أيضا .

وقال المالكية في هاتين الخصلتين:

يباع في زاده داره التي تباع على المفلس وغيرها مما يباع على المفلس من ماشية وثياب ولو لجمعه إن كثرت قيمتها، وخادمه، وكتب العلم ولو محتاجا إليها .

وإن كان يترك ولده وزوجه لا مال لهم، فلا يراعى ما يؤول إليه امره وأمر أهله وأولاده في المستقبل، وإن كان يصير فقيرا لا يملك شيئا، أو يترك أولاده ونحوهم للصدقة، إن لم يخش هلاكا فيما ذكر أو شديد أذى "

وهذا لأن الحج عندهم واجب على الفور كما قدمنا (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج ۱ ص ۳۱، مادة "حج" خصال الحاجة الأصلية)

ومنها ملك الزاد، والراحلة في حق النائي عن مكة (بدائع الصنائع، ج ۲، ص ۱۲۲، كتاب الحج، فصل شرائط فرضية الحج)

رسول الله - صلى الله عليه وسلم - فسر الاستطاعة: بالزاد، والراحلة جميعا فلا تثبت الاستطاعة بأحدهما، وبه تبين أن القدرة على المشي لا تكفي لاستطاعة الحج ثم شرط الراحلة إنما يراعى لوجوب الحج في حق من نأى عن مكة فأما أهل مكة، ومن حولهم فإن الحج يجب على القوى منهم القادر على المشي من غير راحلة؛ لأنه لا حرج ببلقه في المشي إلى الحج كما لا يلحقه الحرج في المشي إلى الجمعة (بدائع الصنائع، ج ۲ ص ۱۲۲، فصل شرائط فرضية الحج)

والفقير الآفاقي إذا وصل إلى ميقات فهو كالمكي . والمُعْتَمِدُ أن يشترط الزاد في حق المكي إن قَدَرَ على المشي، وإلا فهو كآلآفاقي (شرح النقاية، كتاب الحج)

في الباب: الفقير الآفاقي إذا وصل إلى ميقات فهو كالمكي قال شارحه أي حيث لا يشترط في حقه إلا الزاد والراحلة إن لم يكن عاجزا عن المشي، وينبغي أن يكون الغنى الآفاقي كذلك إذا عدم الركوب بعد وصوله إلى أحد المواقيت فالتقييد بالفقير لظهور عجزه عن المركب، وليفيد أنه يتعين

﴿بقية حاشية الگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں﴾

مسئلہ نمبر ۴..... اگر کوئی شخص اصل میں تو مکہ مکرمہ یا اس کے قرب و جوار کا رہنے والا نہیں، لیکن حج کے زمانہ میں (یعنی شوال کا چاند نظر آنے سے لے کر دس ذی الحجہ سے پہلے پہلے کے زمانہ میں کسی بھی وقت) مکہ مکرمہ یا اس کے قرب و جوار میں پہنچ گیا ہے، تو اخراجات کے اعتبار سے اس کا حکم بھی مکہ یا اس کے قرب و جوار والوں کا (جہاں کہ وہ موجود ہے) ہو جائے گا۔

اب اگر دیگر شرائط موجود ہوں، تو اس پر حج فرض ہو جائے گا۔ ۱

مسئلہ نمبر ۴..... اگر کوئی شخص بیٹ اللہ سے مسافت سفر یا اس سے زیادہ فاصلے پر ہے، تو اس کے حق میں حج کی استطاعت کا حکم عائد ہونے کے لئے اس جگہ سے سفر کرنے اور سواری

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

علیہ أن لا ينوي نفلا على زعم أنه لا يجب عليه لفقره لأنه ما كان واجبا وهو آفاقي فلما صار كالمكي وجب عليه فلو نواه نفلا لزمه الحج ثانيا . اهـ. ملخصا (رد المحتار على الدر المختار، ج ۲، ص ۲۶۰، كتاب الحج)

والقدرة على راحلة مختصة به أو على شق محمل بالملك أو الإجارة لا الإباحة والإعارة لغیر أهل مكة ومن حولهم؛ لأنهم لا يلحقهم مشقة فأشبه السعي إلى الجمعة قاله الزيلعي والكمال والمراد إذا كان قويا يمكنه المشي بالقدم وإلا فلا يجب وقيل لا يجب الحج على أهل مكة بدون الراحلة كما في المبتغي (حاشية الشرنبلالی علی درر الحکام، ج ۱ ص ۲۱۶، كتاب الحج)

۱۔ اگر حکومت کی طرف سے اس کو حج کرنے کی اجازت نہ ہو، تو امام صاحب کے ظاہر مذہب کے مطابق اس پر حج فرض نہ ہوگا، جبکہ صاحبین کے نزدیک اس پر حج فرض ہو جائے گا (للاختلاف فی منع السلطان هل هو شرط لوجوب الحج او شرط لادائه)

(تنبيه) فی الباب : الفقير الآفاقي إذا وصل إلى ميقات فهو كالمكي قال شارحه أي حيث لا يشترط في حقه إلا الزاد والراحلة إن لم يكن عاجزا عن المشي، وينبغي أن يكون الغني الآفاقي كذلك إذا عدم الركوب بعد وصوله إلى أحد المواقيت فالتقييد بالفقير لظهور عجزه عن المركب، وليفید أنه يتعين عليه أن لا ينوي نفلا على زعم أنه لا يجب عليه لفقره لأنه ما كان واجبا وهو آفاقي فلما صار كالمكي وجب عليه فلو نواه نفلا لزمه الحج ثانيا . اهـ (رد المحتار، ج ۲ ص ۲۶۰، كتاب الحج)

(قوله : كالفقير إذا حج) أي فإنه يسقط عنه الفرض حتى لو استغنى لا يجب عليه أن يحج قال في فتح القدير وهو معلل بأمرين الأول أن عدمه عليه ليس لعدم الأهلية كالعبد بل للترفيه ودفع الحرج عنه فإذا تحمله وجب ثم يسقط كالمسافر إذا صام رمضان والثاني أن الفقير إذا وصل إلى المواقيت صار حكمه حكم أهل مكة فيجب عليه وإن لم يقدر على الراحلة اهـ (منحة الخالق، شرح البحر الرائق، ج ۲ ص ۳۳۵، و ۳۳۶، كتاب الحج)

کے اخراجات مہیا ہونے کا اعتبار ہوگا۔ ۱۔

مسئلہ نمبر ۵..... سواری اور راستہ کے اخراجات کا اعتبار ہر شخص کی حیثیت کے مطابق ہوگا، کہ جس قسم کے کھانے پینے اور سفر کرنے کے اخراجات سے اس کو دقت و پریشانی لاحق نہ ہوتی ہو، اس قسم کے اخراجات معتبر ہوں گے، اور اس سلسلہ میں مختلف خطوں میں آباد لوگوں اور مختلف قبیلوں کے افراد کے مزاج مختلف ہیں۔ ۲۔

۱۔ (لَهُ زَادٌ) أَى نَفَقَةٌ مُتَوَسِّطَةٌ ذَاهِبًا وَآيَاءً، (وَرَّاحِلَةً) وَهُوَ شَيْءٌ مُحْمِلٌ لِّلذَى رَفَاهِيَةٌ وَضَعِيفٌ بَنِيَّةٌ، أَوْ رَأْسُ زَامِلَةٍ لِّلذَى قِيَّةٌ وَجَلْدٌ، لَا عُقْبَةَ، لَعَدَمِ الْقُدْرَةِ فِي جَمِيعِ السَّفَرِ حِينَئِذٍ، وَهَذَا فِي حَقِّ غَيْرِ أَهْلِ مَكَّةَ وَمَنْ حَوْلَهَا مَا دُونَ مَسَافَةِ الْقَصْرِ، وَأَمَّا هُمْ فَلَيْسَ مِنْ شَرَطِ الْوُجُوبِ عَلَيْهِمُ الرَّاحِلَةُ لَعَدَمِ الْمَشَقَّةِ فِي حَقِّهِمْ، فَأَشْبَهَ السَّعَى إِلَى الْجُمُعَةِ (شرح النقاية، كتاب الحج)

والحاصل: أن الزاد لا بد منه ولو لمكى كما صرح به غير واحد كصاحب الينابيع والسراج، وما فى الخاتمة والنهاية من أن المكى يلزمه الحج ولو فقيرا لا زاد له نظر فيه ابن الهمام إلا أن يراد ما إذا كان يمكنه الاكتساب فى الطريق، وأما الراحلة فشرط للأفاقي دون المكى القادر على المشى وقيل شرط مطلقا لأن ما بين مكة وعرفات أربع فراسخ، ولا يقدر كل أحد على مشيها كما فى المحيط وصحح صاحب الباب فى منسكه الكبير الأول، ونظر فيه شارحه القارى بأن القادر نادر ومبنى الأحكام على الغالب، وحد المكى عندنا من كان داخل المواقيت إلى الحرم كما ذكره الكرماني، وهو بعيد جدا بل الظاهر ما فى السراج وغيره أنه من بينه وبين مكة أقل من ثلاثة أيام وفى البحر الزاخر واشترط الراحلة فى حق من بينه وبين مكة ثلاثة أيام فصاعدا أما ما دونه فلا إذا كان قادرا على المشى وتماهى فى شرح الباب (ردالمحتار، ج ۲ ص ۴۶۰، كتاب الحج)

۲۔ (قوله: والناس متفاوتون فى ذلك) قال فى الفتح فليس كل من قدر على ما تيسر من خبز وجبن دون لحم قادرا على الزاد بل ربما يهلك بمداومته ثلاث أيام مرضا إذا كان مترفها معتاد اللحم والأطعمة المترفة (قوله: لو قدر على غير الراحلة الخ) قال العلامة الشيخ -رحمه الله- السندى تلميذ المحقق ابن الهمام فى منسكه الكبير واعلم أن مراد الفقهاء من الراحلة المركب من الإبل ذكرًا كان أو أنثى كما قاله الجوهري ثم هل هو شرط بخصوصه أو غيره من الدواب داخل فى حكمه لم أر تعرض الأصحاب لذلك وتعرض له بعض العلماء من الشافعية فقال المحب الطبرى وفى معنى الراحلة كل حاملة اعتيد الحمل عليها فى طريقه أى الحج من برذون أو بغل أو حمار وقال الأذرعى منهم هو صحيح فيمن بينه وبين مكة مراحل يسيرة جرت العادة بالسفر عليها فى مثل تلك المسافة دون المراحل البعيدة كاهل المشرق والمغرب مثلا؛ لأن غير الإبل لا يقوى على قطع المسافات الشاسعة غالبا اهـ. وهو تفصيل حسن جدا ولم أر فى كلام أصحابنا ما يخالفه بل ينبغى أن يكون هذا التفصيل مرادهم اهـ.

(قوله: ولم أره صريحا) قال الشيخ إسماعيل قد رأيت ولله تعالى الحمد فى المجتبى برمز شرح

﴿بقية حاشيا﴾ صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں ﴿﴾

پھر اگر اخراجات مختلف نوعیتوں کے ہوں، تو درمیانی درجے کے اخراجات کا اعتبار ہوگا، جس میں نہ تو اعلیٰ درجہ کے اخراجات کو بنیاد بنایا جائے گا، اور نہ ہی بالکل ادنیٰ درجہ کے اخراجات کو۔ پس حج فرض ہونے کے لئے مالی استطاعت حاصل ہونے کے سلسلہ میں حج کے اخراجات ومصارف میں درمیانی اور متوسط درجے کے اخراجات ومصارف کا اعتبار ہے، نہ تو اعلیٰ درجے کے اخراجات کا مہیا ہونا ضروری ہے، جن میں فضول خرچی شامل ہو، اور نہ ہی کمزور درجے کے اخراجات کا ہونا کافی ہے، کہ جو کجی میں داخل ہو۔ ۱

﴿گزشتہ صفحے کا نتیجہ حاشیہ﴾

الصباغی ما هو صريح فيه ولفظه ولو ملك كراء حمار أو كراء بعير عقبة فهو عاجز عن الرحلة اهـ. لكن في ذخيرة العقبى والراحلة قيل الناقة التي تصلح لأن ترحل والمراد هاهنا المركب مطلقا اهـ. وقال الرملى الفقه يقتضى الوجوب فى البغل والحمار والفرس إذ هو منوط بالاستطاعة وهى أعم واشترائط ذكر الإبل أو أناته لا دليل عليه تأمل اهـ. وينبغى التفصيل كما بحثه السندى فى منسكه الكبير وهو الوجوب عند قرب المسافة بخلاف المشرقى والمغربى (قوله: ويعتبر فى حق كل إنسان ما يبلغه الخ) قال منلا على القارى فى شرحه على لباب المناسك فهو إما بر كوب زاملة أو شق محمل، وأما المحفة فمن مبتدعات المترفهة فليس لها عبرة اهـ.

أقول: الظاهر أن المراد بالمحفة التخت المعروف فى زماننا الذى يحمل على جملين أو بغلين لا المحارة؛ لأنها شق المحمل كما فسرہ المؤلف، تأمل. ثم رأيت بعض الفضلاء نقل عن الشيخ عبد الله العفيف فى شرح منسكه أنه اعترض كلام منلا على فقال لا يخفى منابذته لما قررہ من أنه يعتبر فى حق كل ما يلىق بحاله عادة وعرفا إذ كثير من المترفہين لا يقدر على الركوب إلا فى المحفة لا سيما عند بعد المسافة فمن كان كذلك ينبغى أن يعتبر فى حقه بلا ارتياب وأما لو قدر على غيرها من محمل أو رأس زاملة فلا يعذر ولو كان شريفا أو وجيها أو ذا ثروة (مرحمة الخالق على البحر الرائق، ج ۲ ص ۳۳۶، كتاب الحج)

۱۔ وأما تفسير الزاد، والراحلة فهو أن يملك من المال مقدار ما يبلغه إلى مكة ذاهبا، وجائيا راكبا لا ماشيا بنفقة وسط لا إسراف فيها، ولا تقتير فاضلا عن مسكنه، وخادمه، وفرسه، وسلاحه، وثيابه، وأثاثه، ونفقة عياله، وخدمه، وكسوتهم، وقضاء ديونه (بدائع الصنائع، ج ۲ ص ۱۲۳، فصل شرائط فرضية الحج)

شروط الزاد وآلة الركوب: ذكر العلماء شروطا فى الزاد وآلة الركوب المطلوبين لاستطاعة الحج، هى تفسير وبيان لهذا الشرط، نذكرها فيما يلى: أ - أن الزاد الذى يشترط ملكه هو ما يحتاج إليه فى ذهابه وإيابه من مأكول ومشروب وكسوة بنفقة وسط لا إسراف فيها ولا تقتير، فلو كان يستطيع زادا أدنى من الوسط الذى اعتاده لا يعتبر مستطيعا للحج، ويتضمن اشتراط الزاد أيضا ما يحتاج إليه من آلات للطعام والزاد مما لا يستغنى عنه (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج ۱ ص ۳۰، مادة "حج")

مسئلہ نمبر ۲..... حج کی مالی استطاعت اپنی ملکیت والے مال سے ثابت ہوتی ہے، جو مال اپنی ملکیت میں نہ ہو، بلکہ دوسرے سے قرض لیا ہو، یا کسی دوسرے نے اس مال کو اس کے لئے مالک بنائے بغیر مباح کر دیا ہو، یعنی مثلاً یہ اجازت دے دی ہو کہ آپ اگر چاہو، تو اس سے حج کر لو، تو اس سے استطاعت ثابت نہیں ہوتی، اور اس لئے اگر کوئی دوسرا شخص کسی کو حج کے لئے مال ہدیہ و عطیہ کرے، تو اس کا قبول کرنا واجب نہیں۔

البتہ اگر قبول کر لیا، اور اس مال پر جائز ملکیت قائم ہو گئی، تو پھر اس مال کی وجہ سے مالی استطاعت کا حکم حاصل ہو جائے گا، اور دیگر شرائط پائی جانے پر حج فرض ہو جائے گا۔ ۱۔
مسئلہ نمبر ۳..... فقہائے احناف کے نزدیک قربانی کی طرح حج فرض ہونے کے لئے بھی پانچ قسم کے مالوں کا اعتبار کیا جاتا ہے، جو کہ ترتیب داریہ ہیں:

(۱)..... سونا (۲)..... چاندی (۳)..... روپیہ پیسہ (۴)..... تجارت کا مال

(۵)..... ضرورت سے زیادہ سامان۔

پس جس مسلمان، عاقل، بالغ مرد یا عورت کی ملکیت میں سونا یا چاندی یا نقدی یا تجارت کا سامان یا ضرورت سے زیادہ سامان میں سے کوئی ایک چیز یا ان پانچوں یا ان میں سے بعض چیزوں کا مجموعہ اتنی مقدار میں ہو کہ جس سے حج کے لئے آمدورفت اور قیام و طعام کے

۱۔ (قوله ولو وهب الأب لابنه إلخ) وكذا عكسه وحيث لا يجب قبوله مع أنه لا يمن أحدهما على الآخر يعلم حكم الأجنبية بالأولى ومراعاة إفادة أن القادر على الزاد والراحلة لا بد فيها من الملك دون الإباحة والعارية كما قدمناه (رد المحتار، ج ۲، ص ۲۶۱، كتاب الحج)
الأمر الثاني: اختلف العلماء في الزاد ووسائل المواصله هل يشترط ملكية المكلف لما يحصلها به أو لا يشترط؟

فذهب الحنفية والمالكية والحنابلة إلى أن ملك ما يحصل به الزاد ووسيلة النقل (مع ملاحظة ما ذكرنا عند المالكية) شرط لتحقيق وجوب الحج، وفي هذا يقول ابن قدامة: ولا يلزمه الحج ببذل غيره له، ولا يصير مستطيعا بذلك، سواء كان الباذل قريبا أو أجنبيا، وسواء بذل له الركوب والزاد، أو بذل له مالا "وذهب الشافعي فيما يروى عنه إلى أنه يجب الحج بإباحة الزاد والراحلة إذا كانت الإباحة ممن لا منه له على المباح له، كالوالد إذا بذل الزاد والراحلة لابنه (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج ۱ ص ۲۹، و ص ۳۰، مادة "حج")

مصارف برداشت کئے جاسکیں، اور جن افراد کا نان نفقہ اپنے ذمہ لازم ہے، مثلاً بیوی، بچے واپسی تک اُن کا نان نفقہ بھی ادا کر سکے، توجج کی مالی استطاعت حاصل ہونے کا حکم لگایا جائے گا، اور دیگر شرائط پائی جانے پر حج فرض ہوگا۔ ۱۔

مسئلہ نمبر ۸..... جو چیزیں نہ تو سونے کی شکل میں ہوں، اور نہ چاندی کی شکل میں ہوں، نہ روپیہ پیسہ کی شکل میں ہوں، اور نہ ہی تجارت کے مال کی شکل میں ہوں، بلکہ ان چاروں چیزوں کے علاوہ ہوں، خواہ کسی بھی نوعیت کی ہوں، منقولہ یا غیر منقولہ، ان میں اعتبار حاجتِ اصلیه یعنی بنیادی ضرورت میں استعمال و مشغول ہونے، نہ ہونے کا ہوگا۔

پس جو چیزیں کسی شخص کی حاجتِ اصلیه اور بنیادی ضروریات میں استعمال و مشغول ہوں گی، حج فرض ہونے کے سلسلہ میں ان کی مالیت کا حساب نہیں لگایا جائے گا، اور جو چیزیں حاجتِ اصلیه سے زائد ہوں گی، ان کی مالیت کا حساب لگایا جائے گا۔ ۲۔

۱۔ سبب وجوب الزکاة هو المال النامي الفاضل عن الحاجة والنماء في مال التجارة بالاسترباح وذلك من حيث المالية إلا أن حقيقة النماء مما يتعدى اعتباره فأقيمت التجارة التي هي سبب النماء مع الحول الذي هو زمان النماء مقامه فمتى حال الحول على مال التجارة يكون نامياً فاضلاً عن الحاجة تقديراً، إذا ثبت هذا فنقول كل ما كان من أموال التجارة كائناً ما كان من العروض والعقار والمكيل والموزون وغيرها تجب فيه الزكاة إذا بلغ نصاب الذهب أو الفضة وحال عليه الحول وهو ربع عشرة، وهذا قول عامة العلماء (تحفة الفقهاء، ج ۱ ص ۲۷۱، باب زكاة أموال التجارة) وفي الأصل: إذا كان له دار يسكنها، وعبد يستخدمه وثياب يلبسها، ومتاع يحتاج إليه، لا تثبت به الاستطاعة، وذكر القدوري في شرحه: إذا كان له دار لا يسكنها وعبد لا يستخدمه، فعليه أن يبيعه ويحج به، وكل ذلك يشير إلى اعتبار الفراغ عن الحاجة الأصلية.

وفي القدوري أيضاً: إذا كان له منزل يسكنه، ويمكنه أن يبيع ويشترى بشفعة منزلاً دون منه، ويحج بالفضل لم يلزمه ذلك، لأنه محتاج إلى منزله للسكنى، ولا يعتبر في الحاجة قدر ما لا بد منه، ألا ترى أنه لا يلزمه بيع المنزل والاقتصار على السكنى؟ (المحيط البرهاني في الفقه النعماني، ج ۲ ص ۴۱۸، كتاب المناسك، الفصل الأول: في بيان شرائط الوجوب)

۲۔ ثم قدر الحاجة ما ذكره الكرخي في مختصره فقال لا بأس بأن يعطى من الزكاة من له مسكن وما يتأثت به في منزله وخادم وفرس وسلاح وثياب البدن وكتب العلم إن كان من أهله فإن كان له فضل عن ذلك ما يبلغ قيمته مائتي درهم حرم عليه أخذ الصدقة لما روى عن الحسن البصري أنه قال كانوا يعطون الزكاة لمن يملك عشرة آلاف درهم من الفرس والسلاح والخدم والدار.

﴿بقية حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

مسئلہ نمبر ۹..... بعض لوگ سمجھتے ہیں کہ جس کے پاس نقد روپیہ یا زیورات وغیرہ حج کرنے کے لائق ہو، تو اس کو حج کی مالی استطاعت حاصل ہو جاتی ہے، لیکن اگر زیورات اور رقم کے علاوہ ضرورت سے زائد فالتو سامان اور جائیداد وغیرہ ہو تو حج کی مالی استطاعت کے لئے اس کا اعتبار نہیں کیا جاتا، یہ غلط فہمی پڑی ہے، کیونکہ حج کی مالی استطاعت حاصل ہونے میں رقم، سونا، چاندی اور تجارت کے سامان کے علاوہ ضرورت سے زیادہ سامان اور جائیداد کو بھی شامل کیا جاتا ہے۔

لہذا اگر یہ تمام چیزیں ملا کر حج کی استطاعت کے لئے کافی ہو جائیں تو دیگر شرائط پائی جانے پر حج فرض ہو جاتا ہے۔ ۱۔

مسئلہ نمبر ۱۰..... حج فرض ہونے کے لئے حج کے جن اخراجات کا اعتبار کیا جاتا ہے، اُن میں

﴿ گزشتہ صفحے کا نتیجہ حاشیہ ﴾

وقوله: كانوا، كناية عن أصحاب رسول الله - صلى الله عليه وسلم - وهذا لأن هذه الأشياء من الحوائج اللازمة التي لا بد للإنسان منها فكان وجودها وعدمها سواء (بدائع الصنائع، ج ۲ ص ۲۸، فصل شرائط ركن الزكاة)

فقہائے کرام نے حاجتِ اصلیہ کی جو قید لاکر اس کے ساتھ مختلف مثالیں ذکر فرمائی ہیں ان میں غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ضرورت و حاجت کی بنیاد مباح الاستعمال ہونے کے ساتھ ساتھ مشقت پر ہے اور مشقت ایک اضافی چیز ہے۔ اس لئے ضرورت و حاجت کی تعین میں علاقہ، مقام، احوالِ زمانہ، لوگوں کی قوتِ برداشت وغیرہ کے لحاظ سے فرق واقع ہو سکتا ہے کسی دور میں وقت دیکھنے کے لئے موجودہ گھڑی ضرورت میں داخل نہیں تھی، ایک زمانے میں روشنی کے لئے معمولی چراغ کافی تھے مگر آج کے دور میں عموماً گھڑی، بلب اور بجلی ضرورت میں داخل ہو چکی ہے، کسی دور میں ہاتھ کے پتھے گرمی میں ہوا حاصل کرنے کے لئے کافی سمجھے جاتے تھے مگر آج ان کے بجائے بجلی کے پتھے ضرورت و حاجت میں داخل ہیں (اذا كان يستعمل) لہذا احوائجِ اصلیہ کا تعین ہر زمانہ، علاقہ اور افراد کے حالات کی روشنی میں ہوگا، لیکن چونکہ یہ ایک اجتہادی کام ہے اور حیثیات و حالات سے حکم مختلف ہو جاتا ہے اس لئے ہر شخص کی انفرادی حالت کو بھی مد نظر رکھنا ہوگا۔

اس سلسلے میں مناسب یہ ہے کہ ہر شخص اپنے حالات اور ضروریات کو سامنے رکھ کر کسی معتبر عالم سے حکم معلوم کر لیا کرے۔ محمد رضوان۔

۱۔ ثم المراد من الاستطاعة بملك الزاد والراحلة أن يكون عنده مال فاضل عن حوائجه الأصلية قدر ما يشتري أو يكرى به شقّ محمل أو راحلة، وقدر نفقته ونفقة عياله مدة ذهابه ومجيئه من غير سرف ولا تقتير (المحيط البرهاني في الفقه النعماني، ج ۲ ص ۲۱۸، كتاب المناسك، الفصل الأول: في بيان شرائط الوجوب)

آمدورفت کے اخراجات کے علاوہ حکومت کی طرف سے مقرر شدہ معلمین کی فیس، مٹی اور مکہ وغیرہ میں رہائش و قیام کے اخراجات، اور جن مختلف ٹیکسز سے بچنا اختیار میں نہ ہو، اس قسم کے سب مصارف داخل ہیں۔

مسئلہ نمبر ۱۱..... حج فرض ہونے کے لئے اتنے مال کا ہونا معتبر ہے کہ مکہ آنے جانے اور وہاں کے قیام اور جن لوگوں کا نان نفقہ اپنے ذمہ لازم ہے، اُن کے نان نفقہ کے لئے کافی ہو، فی نفسہ مدینہ منورہ کی آمدورفت اور وہاں کے قیام و طعام کے اخراجات کا انتظام ہونا ضروری نہیں، البتہ اگر کسی کے پاس انتظام ہو تو اس کو مدینہ منورہ اور روضہ پر حاضری سعادت کی بات ہے۔

لیکن یہاں اصل بحث حج فرض ہونے کی مالی حیثیت سے ہے۔ ۱۔
مسئلہ نمبر ۱۲..... حج کے مصارف اور ضروریات میں دوستوں اور رشتہ داروں کے لئے تحفے تحائف کے اخراجات شامل نہیں، لہذا جو لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ جب تک دوستوں اور رشتہ داروں کے لئے تحفے تحائف کا انتظام نہ ہو، اس وقت تک حج کی مالی استطاعت حاصل نہیں ہوتی، اس لئے حج فرض نہیں ہوتا، یہ غلط فہمی پڑتی ہے۔ ۲۔

۱۔ اور اگر حکومت کے قانون کی رو سے مدینہ منورہ کا سفر اور وہاں چند دن قیام ضروری ہو، اور اس کے اخراجات بھی حج درخواست کے ساتھ لازمی طور پر کائے اور حاصل کئے جاتے ہوں، تو پھر باہر مجبوری اس طرح کے اخراجات بھی معلمین کی فیس وغیرہ کی طرح حج فرض ہونے کی مالی استطاعت میں داخل سمجھے جائیں گے، واللہ تعالیٰ اعلم۔

۲۔ لیس من الحوائج الأصلية ما جرت به العادة المحدثه برسم الهدية للأقارب والأصحاب، فلا يعدر بترك الحج لمعجزه عن ذلك كما نبه عليه العمادى فى منسكه، وأقره الشيخ إسماعيل وعزاه بعضهم إلى منسك المحقق ابن أمير حاج، وعزاه السيد أبو السعود إلى مناسك الكرماني (رد المحتار على الدر المختار، ج ۲، ص ۴۶۲، كتاب الحج)

(قوله: وأطلق فى الزاد إلخ) قال ابن العمادى فى منسكه وهاتنا فائدة ينبغى للعامه التنبيه لها وهى أن عدم القدرة على ما جرت به العادة المحدثه لكثير من أهل الثروة برسم الهدية للأقارب والأصحاب ليس بعذر مرخص لتأخير الحج فإن هذا ليس من الحوائج الشرعية فمن امتنع من الحج بمجرد ذلك حتى مات فقد مات عاصيا فالعذر من ذلك أه قال بعض الفضلاء ونحوه لابن أمير حاج أه. (منحة الخالق على هامش البحر الرائق، ج ۲، ص ۳۳۶، كتاب الحج)

مسئلہ نمبر ۱۳..... اگر سونا؛ چاندی (خواہ زیور کی شکل میں ہو) اور اسی طرح کرنسی موجود تو ہے، مگر وہ آئندہ ضرورت کے استعمال میں خرچ کرنے (مثلاً گھریا دوکان وغیرہ خریدنے، یا شادی بیاہ میں خرچ کرنے) کے لیے رکھی ہوئی ہے، اور حج کا زمانہ شروع ہو گیا، تو اس رقم کو حج کی مالی استطاعت کے حاصل ہونے میں شمار کیا جائے گا۔ ۱۔

کیونکہ صرف آئندہ ضرورت میں خرچ کرنے کی نیت کر لینے سے سونا چاندی اور کرنسی، ضرورت و حاجت میں مشغول نہیں کہلاتیں۔

البتہ جن لوگوں کا نان و نفقہ واجب ہے، ان کے حج سے واپسی تک کے اخراجات اور اس زمانے کے اپنے کھانے پینے اور رہنے سہنے اور سفر کے اخراجات کا اعتبار خود حج فرض ہونے کے لئے معتبر ہے، لہذا اتنی مقدار کے مستثنیٰ ہونے میں شک نہیں۔

۱۔ و ذکر الکرحی أن أبا يوسف قال إذا لم يكن له مسكن، ولا خادم، ولا قوت عياله، وعنده دراهم تبليغه إلى الحج لا ينبغي أن يجعل ذلك في غير الحج فإن فعل أثم؛ لأنه مستطيع لملك الدراهم فلا يعذر في الترك، ولا يتضرر بترك شراء المسكن، والخادم بخلاف بيع المسكن، والخادم، فإنه يتضرر ببيعهما (بدائع الصنائع، ج ۲ ص ۲۳، كتاب الحج، فصل شرائط فرضية الحج)

اور یہ مذکورہ حکم حج کے زمانہ کا ہے، اور حج کے زمانہ کی بحث آگے آئی ہے۔

بعض اہل علم نے آئندہ پیش آنے والے ضروری یا رواں اخراجات کو حاجاتِ اصلیہ میں مشغول قرار دیا ہے، مگر یہ بات فقہی اصول و قواعد احناف کی روشنی میں درست معلوم نہیں ہوتی، کیونکہ فقہائے کرام کے بیان کردہ جزئیات سے معلوم ہوتا ہے کہ حاجتِ اصلیہ میں مشغول ہونے کا مطلب ان کے نزدیک یہ ہے کہ وہ مال خود مباح الاستعمال طریقہ پر حاجتِ اصلیہ میں استعمال و مشغول ہو، مثلاً رہائشی مکان، پہننے کے کپڑے، سواری کا جانور یا گاڑی اور گھریلو استعمال کا سامان وغیرہ کہ یہ چیزیں حاجتِ اصلیہ میں خود یعنی ان کی ذات استعمال ہوتی ہے، برخلاف دراہم و دنانیر کے (روپیہ پیسہ بھی اسی حکم میں ہے) کہ یہ خود یعنی ان کی ذات کسی حاجتِ اصلیہ میں استعمال نہیں ہوتی کیونکہ نہ ان میں رہائش ہو سکتی ہے نہ انہیں بذات خود پہنا جاسکتا، نہ کھایا جاسکتا ہے نہ ان پر سواری ہو سکتی ہے۔

البتہ ان کو خرچ کر کے ان کے عوض ایسی چیزیں ضرور خریدی جاسکتی ہیں جو حاجاتِ اصلیہ میں استعمال ہوں، پس جب تک یہ چیزیں اپنی حالت پر برقرار ہوں خرچ نہ ہوں حاجتِ اصلیہ میں مشغول نہیں کہلائیں گی (ماخوذ از نوادر الفقہ جلد اول صفحہ ۳۸۳، بتحیر)

ثم الفضة مال الزكاة كيفما كانت مضروبة أو غير مضروبة أو تبرأ أو حليا يحل استعمالها أو لا

﴿بقية حاشية اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

البتہ اپنے ذمہ جو کسی کا قرض و دین ہو، اتنی مقدار کا انسان خود مالک نہیں، اس لئے اس قرض کے بقدر مال (نقدی، سونا، چاندی) کوچ کی مالی استطاعت اور حج فرض ہونے میں شامل نہیں کیا جائے گا، جس کا آگے ذکر آتا ہے۔

تاہم اگر کسی شخص نے حج پر جانے یا حج کی درخواستیں وصول کئے جانے کا زمانہ شروع ہونے سے پہلے اپنے پاس ضرورت سے زائد مال کو اپنی ضروریات میں استعمال و خرچ کر لیا مثلاً دکان یا گھر خرید لیا اور اس رقم کو اس کی قیمت میں ادا کر دیا، یا فی الحال تو ادا نہیں کیا لیکن اس کی قیمت کا ذمہ میں ادا کرنا باقی اور لازم ہو گیا، تو اب اتنی مقدار کوچ کی مالی استطاعت میں شمار نہیں کیا جائے گا۔

﴿ گزشتہ صفحے کا نتیجہ حاشیہ ﴾

أمسكها للنفقة أو لا نوى التجارة أو لم ينو وكذلك حلية السيف واللجام والسرّج والكواكب التي في المصاحف إذا كانت تخلص عند الإذابة (تحفة الفقهاء، ج ۱ ص ۲۶۳، كتاب الزكاة) الا ان الاعداد للتجارة في الاثمان المطلقة من الذهب والفضة ثابت بأصل الخلقة لانها لا تصلح للارتفاع باعيانها في دفع الحوائج الاصلية فلاحاجة الى الاعداد من العبد للتجارة بالنية اذ النية للتعين وهي متعينة للتجارة بأصل الخلقة فلا حاجة الى التعيين بالنية فتجب الزكاة فيها نوى التجارة أو لم ينو أصلاً أو نوى النفقة وأما فيما سوى الأثمان من العروض فانما يكون الاعداد فيها للتجارة بالنية لانها كمتصلح للتجارة تصلح للارتفاع باعيانها بل المقصود الاصلى منها ذلك فلا بد من التعيين للتجارة وذلك بالنية (بدائع الصنائع ج ۲ ص ۱۱، فصل الشرائط التي ترجع الى المال (وحليهما) سواء كان للنساء أو لا أو قدر الحاجة أو فوقها أو يمسكها للتجارة أو للنفقة أو للتجمل أو لم ينو شيئاً وقال مالك: المباح الاستعمال لا زكاة فيه وهو أظهر القولين عن الشافعي؛ لأنه مبتذل ومباح فشابه ثياب البذلة ولنا أن السبب كونهما مال نام والنماء موجود وهو الإعداد للتجارة خلقة، والدليل هو المعتبر بخلاف الثياب وحلى المرأة معروف جمعه حلى بالضم والكسر ولا يدخل الجواهر واللؤلؤ وبخلافه في بحث الإيمان (وآيتهما) جمع إناء (مجمع الانهر، ج ۱ ص ۲۰۶، ۲۰۷، كتاب الزكاة، نصاب الفضة)

فإذا كان معه دراهم أمسكها بنية صرفها إلى حاجته الأصلية لا تجب الزكاة فيها إذا حال الحول، وهي عنده، لكن اعترضه في البحر بقوله: ويخالفه ما في المعراج في فصل زكاة العروض أن الزكاة تجب في النقود كيفما أمسكه للنماء أو للنفقة، وكذا في البدائع في بحث النماء التقديرى. اهـ. قلت: وأقره في النهر والشرنبلالية وشرح المقدسى، وسيصرح به الشارح أيضاً، ونحوه قوله في السراج سواء أمسكه للتجارة أو غيرها، وكذا قوله في التارخانية نوى التجارة أولاً..... وكذا ما سيأتى في الحج من أنه لو كان له مال، ويخاف العزوبة يلزمه الحج به إذا خرج أهل بلده قبل أن يتزوج، وكذا لو كان يحتاجه لشراء دار أو عبد فليأمل، والله أعلم (رد المحتار، ج ۲ ص ۲۶۲، ۲۶۳، كتاب الزكاة)

وہ الگ بات ہے کہ بلا ضرورت اور حج کی فرضیت سے بچنے کے لئے ایسا کرنا بعض اہل علم حضرات کے نزدیک مکروہ یا گناہ والا عمل ہے، بالخصوص جبکہ بلا ضرورت ایسا کیا جائے۔ اور اگر حج پر جانے یا حج کی درخواستیں وصول کئے جانے کا وقت گزرنے اور ختم ہونے کے بعد اُس مال کو مذکورہ یا اس جیسی ضروریات میں استعمال و خرچ کیا، تو پھر اس مال کا حج فرض ہونے میں اعتبار کیا جائے گا۔ ۱

۱۔ (قوله ويعتبر أن يكون مالكا له وقت خروج أهل بلده إلخ) حتى لو تصرف فيه أو اشترى به عروضاً أو حيواناً قبل خروج أهل بلده يسقط عنه الحج غير أن ذلك مكروه عند محمد وعند أبي يوسف لا بأس به ولو تصرف فيه بعد خروج أهل بلده لا يسقط عنه الحج، ويكون ديناً في ذمته حتى لو مات لقي الله وعليه الحج (حاشية الشلبی علی تبیین الحقائق، ج ۲ ص ۴، کتاب الحج) وكذا لو كان عنده ما لو اشترى به مسكناً وخادماً لا يبقى بعده ما يكفي للحج لا يلزمه خلاصة (الدر المختار)

(قوله لا يلزمه) تبع في عزو ذلك إلى الخلاصة ما في البحر والنهر، والذي رأيته في الخلاصة هكذا وإن لم يكن له مسكن ولا شيء من ذلك وعنده دراهم تبلغ به الحج وتبلغ ثمن مسكن وخادم وطعام وقوت وجب عليه الحج وإن جعلها في غيره أثم اهـ لكن هذا إذا كان وقت خروج أهل بلده كما صرح به في اللباب أما قبله فيشتري به ما شاء لأنه قبل الوجوب كما في مسألة التزوج الآتية وعليه يحمل كلام الشارح فتدبر (رد المحتار على الدر المختار، ج ۲ ص ۴۶۲، کتاب الحج)

ولو لم يكن له مسكن ولا شيء من ذلك، وعنده دراهم تبلغه الحج، وتبلغه من مسكن وخادم وطعام وقوت كان عليه أن يحج، وإن جعلها في غير الحج أثم، فإن كان ذلك قبل شهر الحج وقبل أن يخرج أهل بلده إلى الحج، فهو في سعة من صرفها إلى أي الأصناف التي سمينا إن شاء (المحيط البرهانی فی الفقه النعمانی، ج ۲ ص ۴۱۸، کتاب المناسک، الفصل الأول فی بیان شرائط الوجوب) ثم هذه الشرائط التي ذكرنا إنما تعتبر عند خروج أهل بلدة إلى الحج لأن ذلك وقت الوجوب في حقه حتى إنه إذا كان عنده دراهم قبل خروج أهل بلدة واشترى بها المسكن والخادم وأثاث البيت ونحو ذلك، فعند خروج أهل بلدة لا يجب عليه أن يبيع ذلك ولا يجب الحج عليه، فاما إذا كان له دراهم وقت الخروج مقدار الزاد والراحلة ولم يكن له مسكن ولا خادم ولا زوجة فأراد أن يصرفها إلى هذه الأشياء فإنه يأثم ويجب عليه الحج ويلزمه الخروج معهم (تحفة الفقهاء للسمرقندي، ج ۱ ص ۳۸۹، ۳۹۰، کتاب المناسک)

(قوله: وقد يقال اعتبار (قوله: كان في سعة من صرفها إلى غيره) أي من شراء مسكن وخادم وتزوج ونحو ذلك لكن إن صرفه على قصد حيلة إسقاط الحج عنه فمكروه عند محمد ولا بأس به عند أبي يوسف شرح اللباب لمن لا على. (منحة الخالق على البحر الرائق، ج ۲ ص ۳۳۷، ۳۳۸، کتاب الحج)

مسئلہ نمبر ۱۴..... فضول چیزیں جو اپنی ضرورت و حاجت کی نہ ہوں، بلکہ نمود و نمائش کی ہوں، اور اسی طرح وہ تمام چیزیں جو گھروں میں رکھی یا پڑی رہتی ہیں اور استعمال میں نہیں آتیں، وہ ضرورت سے زیادہ ہیں، اس لئے ان کی قیمت بھی حساب میں لگائی جائے گی۔

اسی طرح جو چیزیں استعمال کرنے، پرانی یا خراب ہو جانے کے بعد یا ضرورت نہ ہونے کی وجہ سے ویسے ہی گھروں میں ایک طرف پڑی رہتی ہیں، اور ان کی عام طور پر ضرورت پیش نہیں آتی اور ان کی طرف مدتوں دھیان بھی نہیں جاتا (مثلاً فالتو مشینری، فرنیچر، غیر ضروری لباس وغیرہ، جو زیر استعمال نہ ہو) اس قسم کی تمام چیزیں غیر ضروری ہیں ان کی مالیت کو بھی حج کی مالی استطاعت کے حساب میں شمار کیا جائے گا، اور جو چیز بالکل ناکارہ ہو گئی ہو اور اس کی کچھ بھی مالیت نہ ہو، اس کو شمار نہیں کیا جائے گا۔ ۱۔

مسئلہ نمبر ۱۵..... رہائشی مکان، پہننے، اوڑھنے کے کپڑے، کھانے پینے کے برتن، ضرورت کی سواری اور گھریلو ضرورت کا سامان؛ جو عام طور پر زیر استعمال رہتا ہے، مثلاً پہننے، اوڑھنے، بچھانے کے کپڑے، سلائی اور دھلائی مشین، فریج، ڈیپ فریجز وغیرہ۔ یہ ضرورت و حاجت کے سامان میں داخل ہیں، ان کی وجہ سے انسان شرعاً مالدار نہیں کہلاتا،

۱۔ والذی یشہر مما مر أن ما كان من أثاث المنزل وثياب البدن وأواني الاستعمال مما لا بد لأمثالها منه فهو من الحاجة الأصلية وما زاد على ذلك من الحلوى والأواني والأمتعة التي يقصد بها الزينة إذا بلغ نصاباً تصير به غنية، ثم رأيت في التارخانية في باب صدقة الفطر: سئل الحسن بن علي عمن لها جواهر ولائى تلبسها في الأعياد وتزين بها للزوج وليست للتجارة هل عليها صدقة الفطر؟ قال: نعم إذا بلغت نصاباً. وسئل عنها عمر الحافظ فقال لا يجب عليها شيء. (رد المحتار، ج ۲ ص ۳۳۸، باب مصرف الزكاة والعشر)

ومحل الصدقات الفقراء وإنما يعتبر في المسكن والكسوة وأثاث البيت مقدار الكفاية، بدليل ما روى هشام عن محمد أنه سئل عمن له فضل عن كسوته، أو عن متاع يده بنفسه، أو فضل عن مسكنه قدر مائتي درهم، يعطى من الزكاة؟ قال: لا إذا كان مستغنياً عنه. يعني عن فضل الكسوة والمتاع (المحيط البرهاني، ج ۲ ص ۲۱۵، ۲۱۶، كتاب الزكاة، الفصل الثامن)

الحلى مال فاضل عن الحاجة الأصلية إذ الإعداد للتجمل والتزين دليل الفضل عن الحاجة الأصلية فكان نعمة لحصول التمتع به فيلزمه شكرها بإخراج جزء منها للفقراء (بدائع الصنائع، ج ۲ ص ۱۷، كتاب الزكاة، فصل صفة نصاب الزكاة في الفضة)

اور ان چیزوں کی مالیت کی وجہ سے حج فرض نہیں ہوتا۔ ۱
اسی طرح آلاتِ صنعت و حرفت (مثلاً درزی کی سلائی مشینیں، ترکھان کی آری، رندہ وغیرہ،
قصاب کی مٹھری، ٹوکہ وغیرہ، مزدور کی مزدوری کا سامان، صنعت و کارخانے کی مشینری
وغیرہ) اور دوسرے وسائلِ رزق جن کے ذریعے کوئی شخص اپنی روزی کماتا ہے (مثلاً سبزی
فروش وغیرہ کی ریڑھی، ترازو) یہ بھی انسان کی حاجتِ اصلیہ میں داخل ہیں، اور ان کی وجہ
سے بھی انسان مالدار شمار نہیں ہوتا۔ ۲

۱۔ عن عراک، عن أبی ہریرۃ، عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم: لیس علی المسلم فی

فرسہ ولا عبیدہ صدقۃ (مسند أحمد، رقم الحدیث ۷۲۹۵)

فی حاشیۃ مسند احمد: إسناده صحیح علی شرط الشیخین.

(قولہ کما مر فی الزکاة) اُمی بیان ما لا بد منه من الحوائج الأصلیۃ کفرسہ وسلاحہ وثیابہ وعبید
خدمتہ وآلات حرفتہ وأثاثہ وقضاء دیونہ وأصدقته ولو مؤجلۃ کما فی اللباب وغیرہ والمراد قضاء
دیون العباد ولذا قال فی اللباب أيضا وإن وجد مالا وعليه حج وزکاة یحج بہ قیل إلا أن یکون المال
من جنس ما تجب فیہ الزکاة فیصرف إلیہا . اهـ. (رد المحتار، ج ۲ ص ۳۶۱، کتاب الحج)
واذا کان للرجل دار وخادم ولا مال لہ غیر ذلک فلیس علیہ صدقۃ الفطر؛ لأنہ یحل لہ أخذ
الصدقۃ؛ ولأنہ محتاج فإن الدار تسترم والخادم یتستفق ولا بد لہ منهما فہما یزیدان فی حاجتہ ولا
یغنیانہ وقد بینا أن الصدقۃ لا تجب إلا علی الغنی؛ لأن وجوبہا للإغناء کما قال: أغنوم ولا
یخاطب بالإغناء من لیس غنی فی نفسہ (المبسوط للسرخسی، ج ۳ ص ۱۱۱، باب صدقۃ الفطر)
وقولہ (فاضلا عن مسکنہ) قال فی النہایۃ: حتی لو کان لہ داران دار یسکنہا وأخری لا یسکنہا
ویؤاجرہا أو لا یؤاجرہا یعتبر قیمتها فی الغنی حتی لو كانت قیمتها مائتی درہم وجب علیہ صدقۃ
الفطر (العنایۃ شرح الہدایۃ، ج ۲ ص ۲۸۱، ۲۸۲، کتاب الزکاة، باب صدقۃ الفطر)
وفی ہذہ الآیۃ دلالة علی أن من لہ ثیاب الکسوة ذات قیمۃ کثیرۃ لا تمنعہ إعطاء الزکاة؛ لأن اللہ
تعالیٰ قد أمرنا بإعطاء الزکاة من ظاہر حال مشبہ لأحوال الأغنیاء (احکام القرآن جصاص،
ج ۱ ص ۵۶۰، سورۃ البقرۃ)

وفی الاجناس رجل بہ زمانۃ اشترى حمرا یرکبہ ویسعی فی حوائجہ وقیمتہ مائتا درہم، فلا اضحیۃ
علیہ (خلاصۃ الفتاویٰ ج ۴ ص ۳۱۰، کتاب الاضحیۃ، الفصل الثانی فی نصاب الاضحیۃ)

۲۔ (قولہ: وفارغ عن حاجتہ الأصلیۃ) أشار إلی أنہ معطوف علی قولہ عن دین (قولہ وفسرہ ابن
ملک) اُمی فسر المشغول بالحاجۃ الأصلیۃ والأولی فسرہا، وذلک حیث قال: وہی ما یدفع
الہلاک عن الإنسان تحقیقا کالنفقۃ ودور السکنی وآلات الحرب والثیاب المحتاج إلیہا لدفع
الحر أو البرد أو تقدیرا کالدين، فإن المدیون محتاج إلی قضائہ بما فی یدہ من النصاب دفعا عن
نفسہ الحبس الذی ہو کالہلاک وآلات الحرفۃ وأثاث المنزل ودواب الركوب وکتب العلم
لأهلہا فإن الجہل عندهم کالہلاک (رد المحتار علی الدر المختار، ج ۲ ص ۲۶۲، کتاب الزکاة)

مسئلہ نمبر ۱۶..... کسی کے پاس ضرورت پوری کرنے کا سامان یا مکان یا جائیداد وغیرہ موجود ہے، لیکن اس نے بلا ضرورت مزید کچھ سامان رکھ رکھا ہے، مثلاً ایک سواری (یعنی گاڑی وغیرہ) سے ضرورت پوری ہو جاتی ہے، مگر اس نے زیادہ سواریاں (یعنی گاڑیاں وغیرہ) رکھی ہوئی ہیں، یا ایک مکان سے ضرورت پوری ہو جاتی ہے، مگر اس نے ایک سے زیادہ مکان رکھے ہوئے ہیں، تو اس ضرورت سے زیادہ سامان کی مالیت کاج کی مالی استطاعت حاصل ہونے اور حج فرض ہونے کے لئے مالدار ہونے میں اعتبار کیا جائے گا۔

البتہ اگر ان میں سے کچھ سامان تو اپنی ذاتی ضرورت کے استعمال میں آ رہا ہے، اور کچھ سامان (گاڑی وغیرہ) یا جگہ (مکان، دوکان) کو کرایہ پر چلا کر اس سے اپنی روزی کا انتظام کر رہا ہے، کہ اگر یہ انتظام نہ ہو، تو اس کے ضروری اخراجات متاثر ہوتے ہیں، تو پھر یہ سامان (گاڑی وغیرہ) اور جگہ (مکان، دوکان) بھی ضرورت و حاجت میں داخل سمجھا جائے گا، اور حج کی مالی استطاعت میں اس کو شمار نہیں کیا جائے گا۔ ۱

۱۔ و ذکر ابن شجاع أنه إذا كانت له دار لا يسكنها، ولا يؤجرها، ومتاع لا يمتنه، وعبد لا يستخدمه، وجب عليه أن يبيعه، ويحج به، وحرم عليه أخذ الزكاة إذا بلغ نصاباً؛ لأنه إذا كان كذلك كان فاضلاً عن حاجته كسائر الأموال، وكان مستطيعاً فيلزمه فرض الحج فإن أمكنه بيع منزله، وأن يشتري بثمنه منزلاً دونه، ويحج بالفضل فهو أفضل لكن لا يجب عليه؛ لأنه محتاج إلى سكنه فلا يعتبر في الحاجة قدر ما لا بد منه كما لا يجب عليه بيع المنزل، والاقتصار على السكنى، وذكر الكرخي أن أبا يوسف قال إذا لم يكن له مسكن، ولا خادم، ولا قوت عياله، وعنده دراهم تبلغه إلى الحج لا ينبغي أن يجعل ذلك في غير الحج فإن فعل أثم؛ لأنه مستطيع لملك الدراهم فلا يعذر في الترك، ولا يتضرر بترك شراء المسكن، والخادم بخلاف بيع المسكن، والخادم فإنه يتضرر ببيعهما، وقوله "ولا قوت عياله" مؤول وتأويله: ولا قوت عياله ما يزيد على مقدار الذهاب، والرجوع.

فأما المقدار المحتاج إليه من وقت الذهاب إلى وقت الرجوع فذلك مقدم على الحج لما بينا (بدائع الصنائع، ج ۲، ص ۱۲۳، كتاب الحج، فصل شرائط فرضية الحج)

وتثبت الاستطاعة بدار لا يسكنها وعبد لا يستخدمه فعليه أن يبيعه ويحج بخلاف ما إذا كان سكنه وهو كبير يفضل عنه حتى يمكنه بيعه والاكتفاء بما دونه ببعض ثمنه ويحج بالفضل فإنه لا يجب بيعه لذلك كما لا يجب بيع مسكنه والاقتصار على السكنى بالإجارة اتفاقاً بل إن باع واشترى

﴿بقية حاشية اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

مسئلہ نمبر ۱..... اگر کسی کے پاس رہنے کا مکان ہے، لیکن وہ بہت بڑا یا قیمتی ہے، اور رہنے کی ضرورت اس سے چھوٹے یا کم قیمت کے مکان میں پوری ہو سکتی ہے، یا ضرورت میں استعمال ہونے والی گاڑی قیمتی ہے، اور ضرورت اس سے کم قیمت کی گاڑی سے بھی پوری ہو سکتی ہے، تو حنفیہ کے نزدیک اس کی وجہ سے مالی استطاعت والا نہیں کہلاتا اور اس پر حج فرض نہیں ہوتا، اس لئے ایسے شخص پر واجب نہیں ہے کہ وہ قیمتی یا بڑا مکان یا گاڑی فروخت کرے، اور چھوٹا یا کم قیمت کا مکان یا گاڑی خریدے، اور باقی رقم سے حج کرے، البتہ اگر پھر بھی اس کو بیچ کر حج کرے، اور کم قیمت کے مکان یا گاڑی وغیرہ سے اپنی ضرورت پوری کرے، تو افضل ہے۔ ۱

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

قدر حاجتہ وحج بالفضل کان أفضل، ولو لم یکن له مسکن ولا خادم وعنده مال یبلغ ثمن ذلک ولا یبقی بعده قدر ما یحج به فإنه لا یجب علیه الحج؛ لأن هذا المال مشغول بالحاجة الأصلية إليه أشار فی الخلاصة وأشار بقوله وما لا بد منه إلى أنه لا بد أن یفضل له مال بقدر رأس مال التجارة بعد الحج إن كان تاجرا وكذا الدهقان والمزارع أما المحترف فلا كذا فی الخلاصة ورأس المال یختلف باختلاف الناس والمراد بالعیال من تلزمه نفقته.

قال الشارح ويعتبر فی نفقة عیاله الوسط من غیر تبذیر ولا تقتیر وقد یقال اعتبار الوسط فی نفقة الزوجة مخالف للمفتی به فیها فإن الفتوی اعتبار حالهما والوسط إنما یعتبر فیما إذا كان أحدهما غنیا والآخر فقیرا كما سیأتی فی باب النفقات إن شاء الله تعالی (البحر الرائق شرح كنز الدقائق، ج ۲ ص ۳۳۸، كتاب الحج)

(قوله فاضلا عن مسكنه وثيابه وفرسه وسلاحه وعييده للخدمة) لأن هذه الأشياء مستحقة بالحوایج الأصلية والمستحق بها كالمعدوم وكذا كتب العلم إن كان من أهله ويعفی له فی كتب الفقه عن نسخة من كل مصنف لا غیر، وفي الحديث عن نسختين ولو كان له دار واحدة یسكنها ویفضل عن سكنها منها ما یساوی نصابا وجبت علیه الفطرة وكذا فی الثیاب والأثاث (الجوهرة النيرة، ج ۱ ص ۱۳۲، ۱۳۳، باب صدقة الفطر)

۱۔ اور ائمہ مثلاً غیر حنفیہ کے نزدیک فاضل حصہ کو فروخت کر کے حج کرنا ضروری ہے۔

فإن أمكنه بیع منزله، وأن یشتري بثمانه منزل لا دونه، ویحج بالفضل فهو أفضل لكن لا یجب علیه؛ لأنه محتاج إلى سكنه فلا یعتبر فی الحاجة قدر ما لا بد منه كما لا یجب علیه بیع المنزل، والاقتصار على السكنی (بدائع الصنائع، ج ۲ ص ۱۲۳، كتاب الحج، فصل شرائط فرضية الحج) ویعلق بذلک فروع نذكر منها:

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

مسئلہ نمبر ۱۸..... اگر کسی کے پاس زرعی زمین ہے، اور اتنی مقدار میں ہے کہ اگر اس کا کچھ حصہ بیچا جائے، تو حج کے اخراجات نکل آتے ہیں، اور پیچھے بھی اتنی زمین باقی رہ جاتی ہے کہ اس کا با سانی گزر بسر ہو جاتا ہے، تو زائد زمین کو بیچ کر حج کرنا فرض ہوگا۔ ۱

مسئلہ نمبر ۱۹..... جو غلہ (گندم، چاول، دال، مکئی، آٹا، چینی وغیرہ) سال بھر کی کھانے پینے کی ضروریات کے لئے رکھا ہوا ہے، تو رائج یہ ہے کہ یہ غلہ حاجتِ اصلیہ میں داخل ہے، اور اس کی وجہ سے انسان حج کی مالی استطاعت کا مالک نہیں بنتا، اور اس پر حج واجب نہیں ہوتا۔ ۲

﴿گزشتہ صفحے کا نتیجہ حاشیہ﴾

۱- من كان له مسكن واسع يفضل عن حاجته، بحيث لو باع الجزء الفاضل عن حاجته من الدار الواسعة لوفى ثمنه للحج يجب عليه البيع عند المالكية والشافعية والحنابلة. ولا يجب عليه بيع الجزء الفاضل عند الحنفية.

ب - كذلك لو كان مسكنه نفيسا يفوق على مثله لو أبدل دارا أدنى لوفى تكاليف الحج يجب عليه عند الفلانة، ولا يجب عند الحنفية (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج ۷ ص ۳۲، مادة "حج" خصال الحاجة الأصلية)

۱۔ و ذکر ابن شجاع أنه إذا كانت له دار لا يسكنها، ولا يؤجرها، ومتاع لا يمتنعه، وعبد لا يستخدمه، وجب عليه أن يبيعه، ويحج به، وحرّم عليه أخذ الزكاة إذا بلغ نصاباً؛ لأنه إذا كان كذلك كان فاضلاً عن حاجته كسائر الأموال، وكان مستطيعاً فيلزمه فرض الحج (بدائع الصنائع، ج ۲ ص ۱۲۳، كتاب الحج، فصل شرائط فرضية الحج)

۲۔ ويحل لمن له دور وحوانيت تساوى نصاباً وهو محتاج لغلتها لنفقته ونفقة عياله على خلاف فيه ولمن عنده طعام سنة تساوى نصاباً لعياله على ما هو الظاهر بخلاف قضاء الدين فإنه يجب عليه بيع قوته إلا قوت يومه كما في القنية من الحبس (البحر الرائق شرح كنز الدقائق، ج ۲ ص ۲۶۳، كتاب الزكاة، باب مصرف الزكاة)

وذكر في الفتاوى فيمن له حوانيت ودور للغلة لكن غلتها لا تكفيه وعياله أنه فقير ويحل له أخذ الصدقة عند محمد، وعند أبي يوسف لا يحل وكذا لو له كرم لا تكفيه غلته؛ ولو عنده طعام للقول يساوى مائتي درهم، فإن كان كفاية شهر يحل أو كفاية سنة، قيل لا تحل، وقيل يحل؛ لأنه يستحق الصرف إلى الكفاية فيلحق بالعدم، وقد ادّخر -عليه الصلاة والسلام- لنسائه قوت سنة، ولو له كسوة الشتاء وهو لا يحتاج إليها في الصيف يحل ذكر هذه الجملة في الفتاوى. اهـ.

وظاهر تعليقه للقول الثاني في مسألة الطعام اعتماده. وفي التارخانية عن التهذيب أنه الصحيح وفيها عن الصغيرى له دار يسكنها لكن تزيد على حاجته بأن لا يسكن الكل يحل له أخذ الصدقة في الصحيح وفيها سئل محمد عن له أرض يزرعها أو حانوت يستغلها أو دار غلتها ثلاث آلاف ولا

﴿بقي حاشية الگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

مسئلہ نمبر ۲۰..... اگر کسی نے تجارت (یعنی فروخت کرنے) کی نیت سے (نہ کہ کھانے کی نیت سے) غلہ خرید کر رکھا ہوا ہے، تو یہ کیونکہ تجارت کے مال میں شامل ہے، اس لئے اس کو حج فرض ہونے کی مالی استطاعت کے حساب میں شامل کیا جائے گا۔ ۱

مسئلہ نمبر ۲۱..... حج فرض ہونے کی مالی استطاعت کے حساب میں سونے، چاندی، تجارت کے سامان اور غیر ضروری چیزوں کی جو قیمت لگائی جاتی ہے وہ قیمت فروخت کے اعتبار سے ہوگی (اور جس قیمت پر کوئی چیز خریدی گئی تھی، اس کا اعتبار نہ ہوگا) چنانچہ فالتو، پرانی اور خراب چیزیں جو گھروں میں رکھی رہتی ہیں، ان کی اس قیمت کا اعتبار ہوگا کہ اگر ان کو فروخت کیا جائے تو کیا قیمت حاصل ہوگی؟ اور اُس مالیت و قیمت کا اعتبار ہوگا جو حج فرض ہونے کی

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

تکفی لنفقته ونفقۃ عیالہ سنۃ؟ یحل لہ اخذ الزکاة وإن کانت قیمتہا تبلغ ألفا وعلیہ الفتویٰ وعندہما لا یحل اھ (ردالمحتار، ج ۲ ص ۳۴۸، کتاب الزکاة، باب مصرف الزکاة والعشر) و ذکر فی الفتاویٰ فیمن لہ حوائت ودور الغلۃ لکن غلتہا لا تکفیہ ولعیالہ ائہ فقیر ویحل لہ اخذ الصدقۃ عند محمد وزفر وعندابی یوسف لا یحل وعلیٰ ہذا اذا کان لہ ارض وکرم لکن غلتہ لا تکفیہ ولعیالہ ولو کان عندہ طعام للقوت یساوی مائی درہم فان کان کفایۃ شہر تحل لہ الصدقۃ وان کان کفایۃ سنۃ قال بعضهم لا تحل وقال بعضهم تحل لان ذالک مستحق الصرف الی الکفایۃ والمستحق ملحق بالعدم (بدائع الصنائع ج ۲ ص ۴۸، واما فصل الذی یرجع الی المؤدی الیہ) اور امداد الفتاویٰ میں ہے کہ:

اگر اس کا غلہ سال بھر کے خرچ سے بمقدار نصاب نہیں پہنچتا تو مانع اخذ زکوٰۃ و موجب فطر و اخیہ نہیں (امداد الفتاویٰ ج ۲ ص ۳۰)

اور یہ حکم مال غیر نامی کا ہے، جیسا کہ غلہ کے الفاظ سے ظاہر ہے (تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو: امداد الفتاویٰ ج ۲ ص ۲۲) لہذا بعض حضرات نے اس جزئیہ سے سال بھر کی ضروریات میں خرچ ہونے کے لئے رکھے ہوئے نصاب کے برابر مالی نائی کو جو ب زکوٰۃ اور حج وغیرہ کے لئے مانع سمجھا ہے، یہ غلط فہمی پڑنی معلوم ہوتا ہے۔

۱۔ وفی الأجناس: وإن کان خبازا عندہ حنطۃ قیمتہا مائتا درہم یتجر بہ، أو ملح قیمتہا مائتا درہم، أو قصار عندہ صابون أو أشنان قیمتہا مائتا درہم فعلیہ الأضحیۃ (المحیط البرہانی فی الفقہ النعمانی، ج ۸ ص ۴۵۶، کتاب الأضحیۃ، الفصل الأول فی بیان وجوب الأضحیۃ ومن لا تجب) وان کان خبازا عندہ حنطۃ قیمتہا مائتا درہم أو ملح قیمتہ مائتا درہم أو قصار عندہ أشنان أو صابون قیمتہ مائتا درہم فعلیہ الأضحیۃ (خلاصۃ الفتاویٰ ج ۴ ص ۱۰، کتاب الأضحیۃ، الفصل الثانی فی نصاب الأضحیۃ)

شرائط کے وقت مثلاً حج پر لوگوں کے جانے یا حج کی درخواستیں وصول کئے جانے کے زمانے میں اُن چیزوں کی ہو۔ ۱

مسئلہ نمبر ۲۲..... جس قرض کے ملنے کی توقع و امید ہو، اس کو نقدی میں شمار کیا جائے گا خواہ وہ نقدی کی صورت میں کسی کو دیا ہو یا کوئی چیز فروخت کی ہو اور قیمت وصول کرنا باقی ہو سب کو شامل کر کے حج کی مالی استطاعت کا حساب کیا جائے گا۔ ۲

مسئلہ نمبر ۲۳..... اگر کوئی مقروض یا مدیون ہے تو پانچ قسم کے مالوں (سونے، چاندی، تجارت کا مال، نقدی اور ضرورت سے زیادہ سامان) کی قیمت لگائے، پھر اس سے قرض

۱۔ و ذکر محمد رحمہ اللہ فی الرقیات أنه یقوم فی البلد الذی حال الحول علی المتاع بما یتعارفہ أهل ذلک البلد نقداً فیما بینہم، یعنی غالب نقد ذلک البلد، ولا ینظر إلی موضع الشراء، ولا إلی موضع المالك وقت حولان الحول؛ لأن هذا مال وجب تقویمہ، فیقوم بغالب نقد البلد کما فی ضمان المتلفات إلا أنه یتعتبر نقد البلد الذی حال الحول فیہ علی المال؛ لأن الزکاة تصرف إلی فقراء البلدة التي فیہا المال بالتقویم، فنقد ذلک البلد أنفع فی حق الفقراء من حیث الزواج، فیجب اعتباره (المحیط البرهانی، ج ۲ ص ۱۶۳، ۱۶۴، کتاب الزکاة، الفصل الثالث)

۲۔ حدثنا یزید، عن هشام، عن الحسن، قال: إذا حضر الشهر الذی وقت الرجل أن یؤدی فیہ زکاتہ أدى کل مال له، وکل ما ابتاع من التجارۃ، وکل دین إلا ما کان منہ ضمناً لا یرجوه (الاموال للقاسم بن سلام، رقم الحدیث ۸۹۲)

(و) اعلم أن الدیون عند الإمام ثلاثة: قوی، ومتوسط، وضعیف؛ (فتجب) زکاتها إذا تم نصابا وحال الحول، لکن لا فوراً بل (عند قبض أربعین درهماً من الدین) القوی کقرض (وبدل مال تجارۃ) فکلما قبض أربعین درهماً یلزمه درهم (و) عند قبض (مائتین منہ لغيرها) أى من بدل مال لغير تجارۃ وهو المتوسط کثمن سائمة وعبيد خدمة ونحوهما مما هو مشغول بحوائجه الأصلية کطعام وشراب وأملاک، ویتعتبر ما مضى من الحول قبل القبض فی الأصح (الدر المختار، کتاب الزکاة، باب زکاة المال)

(قوله: عند الإمام) وعندهما الدیون کلها سواء تجب زکاتها، ویؤدی متى قبض شیناً قليلاً أو کثیراً إلا دین الكتابة والسعاية والدية فی رواية بحر (ردالمحتار، ج ۲ ص ۳۰۵، کتاب الزکاة، باب زکاة المال) وسئل علی ایضاً لو کان لرجل دین علی مقر هل تحل له الزکاة؟ فقيل له: هل علیہ أضحية؟ قال: لا؛ لأن ماله مستقرض لم یصل إلیه وسئل ایضاً عن رجل له دیون مؤجلة، أو غیر مؤجلة علی رجل وهو مقر حتی جاء یوم النحر وليس فی یدہ شیء وعلیه شراء الأضحية هل علیہ أن یتقرض ویشتري أضحية؟ فقال: لا قيل له: هل یجب علی رب الدین أن یسأل المديون إذا غلب علی ظنه أنه لو سألہ أعطاه ثمن الأضحية، وإن کان مؤجلاً؟ قال: نعم (البحر الرائق، ج ۸ ص ۲۰۳، کتاب الاضحية، أجرة الجزار هل تأخذ من الاضحية)

وَدِّین کو علیحدہ کرے، قرض و دین نکالنے کے بعد اگر مال اتنی مقدار میں ہے کہ حج کے مصارف برداشت کر سکتا ہے تو حج کی مالی استطاعت سمجھی جائے گی، ورنہ نہیں۔ ۱۔
 ملحوظ رہے کہ جو رقم کسی سے نقد کی شکل میں قرض لی ہو، اور اس کا ادا کرنا باقی ہو، وہ قرض کہلاتی ہے، اور مثلاً جو چیز کسی سے خریدی، اور اس کی قیمت ادا کرنا باقی ہے، تو وہ دین کہلاتی ہے، مگر اس کی قیمت بھی قرض کا حکم رکھتی ہے، اور قرض کی طرح اس کی قیمت بھی حج کی مالی استطاعت کے حساب سے مستثنیٰ ہوتی ہے۔ ۲۔

ملازم اور نوکر کی وہ تنخواہ جو اپنے ذمے واجب و لازم ہو چکی ہے، وہ قرض کا حکم رکھتی ہے۔
 اسی طرح مکان، دکان کا کرایہ جو ذمہ میں لازم ہو چکا وہ بھی قرض کا حکم رکھتا ہے۔
 اور اسی طرح غیر سرکاری اور پرائیویٹ واجبات کی طرح سرکاری و نیم سرکاری واجبات مثلاً فون، بجلی، گیس وغیرہ کے یوٹیلیٹی بلز جو اپنے ذمہ واجب و لازم ہو چکے ہیں، اگرچہ ابھی ادا نہ کئے ہوں، وہ بھی قرض کا حکم رکھتے ہیں۔

اس قسم کے قرض و دین کی رقم بھی حج کی مالی استطاعت کے حساب سے مستثنیٰ ہوں گی۔ ۳۔

۱۔ عن السائب بن یزید، قال: سمعت عثمان يقول: هذا شهر زكاتكم، فمن كان

عليه دين فليقضه، و زكوا بقية أموالكم (مُصنف ابن أبي شيبة، رقم الحديث ۱۰۶۵۸)

قال البوصيري: رواه مسدد موقوفاً بسند صحيح (اتحاف الخيرة المهرة بزوائد المسانيد العشرة، للبوصيري، ج ۳ ص ۹، تحت رقم الرواية ۲۰۷۶، باب لا زكاة في مال حتى يحول عليه الحول ولا على من عليه دين حتى يقضى عنه وما جاء في العمال وتعجيل الصدقة)

ج - قضاء الدين الذي عليه، لأن الدين من حقوق العباد، وهو من حوائج الأصلية، فهو أكد، وسواء كان الدين لآدمي أو لحق الله تعالى كزكاة في ذمته أو كفارات ونحوها فإذا ملك الزاد والحمولة زائدا عما تقدم، على التفصيل المذكور، فقد تحقق فيه الشرط، وإلا بأن اختل شيء مما ذكر لم يجب عليه الحج (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج ۱ ص ۳۱، ۳۲، مادة "حج" خصال الحاجة الأصلية)

۲۔ والقرض هو أن يقرض الدراهم والدنانير أو شيئا مثلياً يأخذ مثله في ثاني الحال، والدين هو أن يبيع له شيئاً إلى أجل معلوم مدة معلومة كذا في التتارخانية (الفتاوى الهندية، ج ۵ ص ۳۶۶، كتاب الكراهية، الباب السابع والعشرون في القرض والدين)

۳۔ وقد عللوا سقوط الزكاة بالدين بأن المدين محتاج إلى هذا المال حاجة أصلية لأن قضاء الدين من الحوائج الأصلية والمال المحتاج إليه حاجة أصلية لا يكون مال الزكاة (رد المحتار، ج ۲ ص ۲۶۱، كتاب الزكاة)

مسئلہ نمبر ۳۴..... اگر کسی کی ملکیت میں حج کی استطاعت کے بقدر مال ہے، مگر وہ اپنے قبضے میں نہیں ہے، اور حج پر جانے یا حج کی درخواستیں وصول کئے جانے کا زمانہ شروع ہو گیا، اور اس مال تک رسائی ممکن نہیں، تو اگر اپنے پاس موجود ضرورت سے زیادہ سامان بیچ کر حج کے اخراجات ادا کر سکتا ہو، تو حج کرنے کا حکم ہوگا۔

اور اگر اتنی مقدار میں ضرورت سے زیادہ سامان نہ ہو، تو جب تک مال حاصل نہ ہو، اس وقت تک حج مؤخر کرنے میں حرج نہیں۔ ۱

مسئلہ نمبر ۳۵..... حج کا حکم لاگو ہونے کے لئے مرد یا عورت کا شادی شدہ ہونا ضروری نہیں کنوارے بالغ لڑکے، بالغ لڑکی اور بیوہ عورت کو بھی حج کا حکم ہے، جبکہ یہ مالدار ہوں، اور حج فرض ہونے کی دیگر شرائط بھی موجود ہوں۔

مسئلہ نمبر ۳۶..... حج کا حکم لاگو ہونے کے لئے کسی شخص کا برسر روزگار ہونا بھی ضروری نہیں، اگر کسی بے روزگار شخص کو حج کی مالی استطاعت حاصل ہے، اور اس میں حج فرض ہونے کی دیگر شرائط موجود ہیں، تو اس پر حج فرض ہے۔

مسئلہ نمبر ۳۷..... اگر کوئی مرد یا عورت مالدار یعنی مالی استطاعت کا مالک نہیں تھا، جس کی وجہ سے اس پر حج فرض نہیں تھا، لیکن اس نے کسی سے قرض لے کر حج کر لیا، یا کسی اور نے اس کو

۱۔ (قوله وابن السبيل) هو المنقطع عن ماله لبعده عنه والسبيل الطريق فكل من يكون مسافرا يسمى ابن السبيل، وهو غني بمكانه حتى تجب الزكاة في ماله، ويؤمر بالأداء إذا وصلت إليه يده، وهو فقير يدا حتى تصرف إليه الصدقة في الحال لحاجته كذا في الكافي فإن قلت: منقطع الغزاة أو الحج إن لم يكن في وطنه مال فهو فقير، وإلا فهو ابن السبيل فكيف تكون الأقسام سبعة، قلت: هو فقير إلا أنه زاد عليه بالانقطاع في عبادة الله - تعالى - فكان مغايرا للفقير المطلق الخالي عن هذا القيد كذا في النهاية، وفي الظهيرية الاستقراض لابن السبيل خير من قبول الصدقة، وفي فتح القدير: ولا يحل له أن يأخذ أكثر من حاجته والحق به كل من هو غائب عن ماله، وإن كان في بلده، ولا يقدر عليه إلا به، وفي المحيط، وإن كان تاجرا له دين على الناس لا يقدر على أخذه، ولا يجد شيئا يحل له أخذ الزكاة؛ لأنه فقير يدا كابن السبيل اهـ۔

وهو أولى من جعله غارما كما في فتح القدير وقد قدمنا في بحث الفقير تفصيلا له فراجع (البحر الرائق، ج ۲ ص ۲۶۰، باب مصرف الزكاة)

رقم یا ٹکٹ وغیرہ دے کر ثواب کی نیت سے حج کرادیا اور اس نے اپنی طرف سے نیت کر کے حج کر لیا، تو اس طرح حج کرنے سے اس کے حج کا فریضہ ادا ہو جائے گا، اور اس کے بعد اگر یہ شخص خود صاحب استطاعت ہو گیا تو دوبارہ حج کرنا فرض نہ ہوگا۔ ۱

۱۔ ولو حج الفقير ثم استغنى لم يحج ثانيا؛ لأن شرط الوجوب التمكن من الوصول إلى موضع الأداء ألا ترى أن المال لا يشترط في حق المكي وفي النواذر أنه يحج ثانيا (مجمع الانهر، ج ۱، ص ۲۶۰، کتاب الحج)

فإن قيل: ليس الفقير من أهل الخطاب بالحج؛ لعدم ملك الزاد والراحلة، ولو حج جاز حجه؛ كذلك العبد. قيل له: إن الفقير من أهل الخطاب؛ لأنه ممن يملك، والعبد ممن لا يملك؛ وإنما سقط الفرض عن الفقير؛ لأنه غير واجد لا لأنه ليس ممن يملك، فإذا وصل إلى مكة فقد استغنى عن الزاد والراحلة وصار بمنزلة سائر الواصلين إليها بالزاد والراحلة (أحكام القرآن للجصاص، ج ۲، ص ۳۱۱، باب فرض الحج، سورة آل عمران)

وأما الاستطاعة بالمال فشرط أي شرط لوجوب الأداء لا لجوازه فإن الأداء صحيح من الفقير، وإن كان لا يملك شيئا، ولكنها شرط وجوب الأداء فإن السفر الذي يوصله إلى الأداء لا يتبها له بدون الزاد والراحلة إلا بحرر عظيم، وهو مدفوع فعرفنا أن المال شرط وجوب الأداء لا أنه سبب. والدليل عليه أن تفسير الاستطاعة ملك الزاد والراحلة، والأداء قبل ملكهما جائز كما ذكرنا لوجود السبب كما يجوز للمسافر أن يصوم قبل الإقامة؛ لأن السبب قد وجد، وكذلك لا يتجدد الوجوب بتجدد الاستطاعة، ولا يضاف إليها كما لا يضاف إلى الوقت، ولا يتجدد بتجدده فلمع أن الاستطاعة شرط كالوقت فصار تأويل الآية -والله أعلم- ولله على الناس المستطيعين حج البيت حقا واجبا بسببه إذا جاء وقت الأداء كذا في التقيوم (كشف الأسرار، ج ۲، ص ۳۵۳، باب بيان اسباب الشرائع، سبب وجوب الحج)

وقوله: فأما الزاد والراحلة جواب عما يقال إن القدرة على الزاد والراحلة شرط للوجوب كقدرة البدن فكان أداء الفقير قبل هذه القدرة أداء قبل الوجوب كأداء العبد والصبي فينبغي أن لا يتأدى به الفرض ولا يقع عن حجة الإسلام فقال اشتراط الزاد والراحلة لليسر يعني اليسر الذي يندفع به الحرج ويخرج به الواجب عن الإمكان البعيد إلى الإمكان العادي لا اليسر الذي به يصير الواجب سمحا سهلا لنا كيسر الزكاة فإن ذلك لا يحصل إلا بأعوان وخدم ومراكب على ما مر بيانه وهي ليست بشرط فلم يجب الأداء على الفقير لعدم القدرة على الزاد والراحلة وصح الأداء منه لوجود أصل القدرة. قال القاضي الإمام أبو زيد -رحمه الله- في الأسرار السبب هو البيت وهو موجود فتوجه الخطاب إذا جاء وقته على من هو أهل الخطاب بالحج والفقير منهم لأنه ملك استطاعة الأداء لكن يلحقه المشقة بلا زاد وراحلة فتأخر الوجوب عنه إلى ملك الزاد والراحلة تيسيرا له وحقا له فلم يمنع ذلك صحة التعجيل كالمسافر يعجل الصوم (كشف الأسرار، ج ۲، ص ۲۸۸، باب الأمور المعترضة على الاهلية)

﴿بقية حاشية اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

(۱۰)..... محرم کا ہونا (عورت کو محرم کے بغیر یا محرم میسر نہ ہونے پر حج کے احکام)

عورت کے حق میں حج فرض ہونے کے لئے شرعی محرم کا ہونا بھی شرط ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

لَا يَخْلُونَ رَجُلٌ بِامْرَأَةٍ، وَلَا تُسَافِرُنَّ امْرَأَةٌ إِلَّا وَمَعَهَا مُحْرَمٌ، فَقَامَ رَجُلٌ فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، أَكُتِبَتْ فِي غَزْوَةٍ كَذَا وَكَذَا، وَخَرَجَتْ امْرَأَتِي حَاجَةً، قَالَ: اذْهَبْ فَحُجَّ مَعَ امْرَأَتِكَ (بخاری) ۱

ترجمہ: کوئی آدمی کسی عورت کے ساتھ ہرگز تنہائی (خلوت) اختیار نہ کرے، اور کوئی عورت بغیر اپنے محرم کے ہرگز سفر نہ کرے، تو ایک آدمی کھڑا ہوا، اور اُس نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! فلاں اور فلاں غزوہ میں میرا نام لکھا جا چکا ہے، اور میری بیوی حج کے لئے نکل چکی ہے؛ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جاؤ اور اپنی بیوی کے ساتھ حج کرو (بخاری؛ طبرانی)

ایک دوسری روایت میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

لَا تَحُجَّنَّ امْرَأَةٌ إِلَّا وَمَعَهَا ذُو مُحْرَمٍ (سنن الدار قطنی، رقم الحدیث ۲۳۳۰،

کتاب الحج)

﴿گزشتہ صفحہ کا بقیہ حاشیہ﴾ وبهذا تبين أن الوقت ليس بسبب للوجوب ولكنه شرط جواز الأداء وجوب الأداء فيه وكذلك الاستطاعة بالمال ليس بسبب للوجوب فإن هذه عبادة بدنية وإنما كان البيت سببا لوجوبها لأنها عبادة هجرة وزيارة تعظيما لتلك البقعة فلا يصلح المال سببا لوجوبها ولا هو شرط لجواز الأداء أيضا فالأداء من الفقير صحيح وإن كان لا يملك شيئا وإنما المال شرط وجوب الأداء فإن السفر الذي يوصله إلى الأداء لا يتهيأ له بدون الزاد والراحلة إلا بحرج عظيم والحرج مدفوع فعرفنا أن المال شرط وجوب الأداء وهو نظير عدة من أيام أخر في باب الصوم (اصول السرخسي، ج ۱، ص ۱۰۵، فصل في بيان أسباب الشرائع)

۱۔ رقم الحدیث ۳۰۰۶، کتاب الجہاد والسير، باب من اکتب فی جیش فخرت امرأته حاجه، أو كان له عذر، هل يؤذن له، واللفظ له؛ المعجم الكبير للطبرانی، رقم الحدیث ۱۲۲۰۵۔

ترجمہ: کوئی عورت ہرگز بھی حج نہ کرے، مگر اُس کے ساتھ اُس کا محرم ہو (دارقطنی)
ان احادیث سے معلوم ہوا کہ عورت کو حج کا سفر اپنے محرم کے ساتھ کرنے کا حکم ہے۔
حضرت ابن سابط سے مرسل روایت ہے کہ:

قَالَ رَجُلٌ: يَا رَسُولَ اللَّهِ أَرَأَيْتَ قَوْلَ اللَّهِ تَبَارَكَ وَتَعَالَى (وَلِلَّهِ عَلَى
النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ إِلَيْهِ سَبِيلًا) مَا السَّبِيلُ يَا رَسُولَ اللَّهِ
الَّذِي قَالَ اللَّهُ تَعَالَى؟ قَالَ: مِنَ الرِّجَالِ زَادَ وَرَأَحِلَةً، وَمِنَ النِّسَاءِ زَادَ
وَرَأَحِلَةً وَمَحْرَمًا (اخبار مكة للفاكهي) ۱

ترجمہ: ایک آدمی نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! اللہ تبارک و تعالیٰ کے اس
قول کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے کہ ”اللہ کے لئے لوگوں پر بیٹ اللہ کا حج
فرض ہے، اس پر جو اس کی طرف راستہ کی استطاعت رکھتا ہو“ اے اللہ کے رسول!
راستہ کیا ہے جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے؟ تو رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم نے فرمایا کہ مردوں کے لئے سفر کا سامان اور سواری؛ اور عورتوں کے لئے
سفر کا سامان اور سواری اور محرم (اخبار مکہ)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ عورت کے حج کے سفر میں محرم ہونے کی شرط مالی استطاعت کی
طرح شرط ہے، اور یہ شرط عورت کے حق میں سبیل میں داخل ہے۔
حضرت یحییٰ بن عباد سے روایت ہے کہ:

كَتَبَتْ امْرَأَةٌ مِنْ أَهْلِ الرَّيِّ إِلَى إِبْرَاهِيمَ، إِنَّهَا مُوسِرَةٌ وَلَيْسَ لَهَا
بَعْلٌ، وَلَا مَحْرَمٌ، وَكَمْ تَحُجُّ قَطُّ، فَكَتَبَ إِلَيْهَا إِبْرَاهِيمُ: إِنَّ هَذَا مِنَ
السَّبِيلِ الَّذِي، قَالَ اللَّهُ وَلَيْسَ لَكَ مَحْرَمٌ، فَلَا تَحُجِّي إِلَّا مَعَ
بَعْلٍ، أَوْ مَحْرَمٍ (مصنف ابن ابی شیبہ) ۲

۱ رقم الحدیث ۷۹۸، ج ۱ ص ۳۷۹، الناشر: دار خضر، بیروت.

۲ رقم الحدیث ۱۵۳۰۰، کتاب المناسک، باب فی المرأة تخرج مع ذی محرم.

ترجمہ: زنی کے علاقہ کی ایک عورت نے (جلیل القدر تابعی) حضرت ابراہیم نخعی کو لکھا کہ وہ مال دار ہے، لیکن اس کا شوہر نہیں ہے، اور نہ کوئی دوسرا محرم ہے، اور اس نے کبھی حج نہیں کیا؛ تو اس کو حضرت ابراہیم نخعی نے لکھا کہ یہ محرم اس سبیل سے ہے، جس کا اللہ تعالیٰ نے ذکر فرمایا ہے، اور آپ کو محرم میسر نہیں، لہذا آپ شوہر یا محرم کے ساتھ ہی حج کر سکتی ہیں (ابن ابی شیبہ)

اس روایت سے بھی معلوم ہوا کہ عورت کے لئے محرم ہونا سبیل میں داخل ہے، جس کا اللہ تعالیٰ نے حج کی استطاعت میں ذکر فرمایا ہے۔

اس قسم کی احادیث و آثار کے پیش نظر فقہائے کرام نے عورت کے سفر حج میں محرم سے متعلق جو مسائل ذکر فرمائے ہیں، وہ ذکر کئے جاتے ہیں۔

مسئلہ نمبر ۱..... بہت سے فقہائے کرام کے نزدیک عورت پر حج فرض ہونے کے لئے محرم کا ہونا اسی طرح شرط ہے، جس طرح مالی استطاعت کا ہونا اور مال دار ہونا شرط ہے؛ اس لئے جب تک عورت کو محرم میسر نہ ہو، اس وقت تک عورت پر بسرے سے حج فرض ہی نہیں ہوتا، خواہ وہ مالدار ہی کیوں نہ ہو۔

اور ہمارے نزدیک یہی قول رائج ہے، کیونکہ حج فرض ہونے کے لئے جس طرح بدنی اور مالی استطاعت شرط ہے، اسی طرح عورت کے ساتھ محرم ہونے کی استطاعت بھی شریعت کی طرف سے مقرر ہے، لہذا یہ استطاعت شرعیہ میں داخل ہے، جیسا کہ کئی روایات و آثار سے بھی محرم کا سبیل میں سے ہونا معلوم ہوتا ہے۔ ۱۔

۱۔ چنانچہ امام ترمذی رحمہ اللہ نے سفیان ثوری اور ابی کوفہ کا اور بہت سے حضرات نے امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا قول اس شرط کے بارے میں شرط وجوب ہونے کا ذکر کیا ہے، اور بہت سے حنفیہ نے اسی کو رائج قرار دیا ہے۔ اور شافعیہ، مالکیہ اور حنابلہ کے رائج قول کے مطابق محرم کا ہونا سبیل میں داخل ہے، اور حج واجب ہونے کی شرط ہے، اگرچہ بعض حضرات کے نزدیک دوسری ثقہ عورتوں کی موجودگی یا دوسری عورت کا محرم اس شرط کے قائم مقام ہو جاتا ہے، جس کا ذکر آگے آتا ہے۔

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اور بعض حضرات کا فرمانا یہ ہے کہ اگر عورت میں حج فرض ہونے کی دوسری شرائط پائی جائیں، مثلاً وہ مالی استطاعت کی مالک اور مال دار ہو، اور اس کو محرم میسر نہ ہو، تو اُس پر اگرچہ خود حج پر جانا تو فرض نہیں ہوتا، لیکن اُس پر نفس حج فرض ہو جاتا ہے۔

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

اور متعدد حنفیہ نے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک محرم ہونے کی شرط کو قرآن مجید میں مذکور استطاعت کی تفسیر میں داخل کیا ہے۔

اور ہمارے نزدیک یہی رائج ہے کہ عورت کے لئے محرم کا ہونا زاد اور اہلہ کی طرح شرط ہے، اور استطاعت شرعیہ کے مفہوم میں داخل ہے ”لان المہجور شرعا کالمہجور عادة فصارت غیر مستطیعة بغیر المحرم“ کما تر۔

واختلف أهل العلم في المرأة إذا كانت موسرة ولم يكن لها محرم، هل تحج؟ فقال بعض أهل العلم: لا يجب عليها الحج لأن المحرم من السبيل لقول الله عز وجل: (من استطاع إليه سبيلاً) فقالوا: إذا لم يكن لها محرم فلا تستطيع إليه سبيلاً، وهو قول سفيان الثوري، وأهل الكوفة، وقال بعض أهل العلم: إذا كان الطريق آمناً فإنها تخرج مع الناس في الحج، وهو قول مالك، والشافعي (ترمذي، تحت رقم الحديث ۱۱۶۹، باب ما جاء في كراهية أن تسافر المرأة وحدها)

نوع الاشتراط للمحرم: اختلفوا في الزوج أو المحرم هل هو شرط وجوب أو شرط للزوم الأداء بالنفس: ذهب المالكية والشافعية والحنابلة في الرجاء عندهم وهو رواية عن أبي حنيفة إلى أن المحرم شرط لوجوب الحج، ويحل محله عند فقده الرفقة المأمونة عند الشافعية والمالكية على الوجه الذي ذكرناه (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج ۱، ص ۳۶، مادة ”حج“)

(فصل) (وشرط لوجوب سعی) لحج أو عمرة (على أنثى محرم) شابة كانت أو عجوزاً نصاً. قال: المحرم من السبيل، فمن لم يكن لها محرم، لم يلزمها الحج بنفسها ولا بناتها (مطالب أولى النهى في شرح غاية المنتهى، ج ۲، ص ۲۹۱، فصل شروط وجوب السعي لحج أو عمرة)

فصل (ويشترط لوجوب الحج على المرأة وجود محرماً) نقله الجماعة، وهو المذهب (المبدع في شرح المقنع لابن مفلح، ج ۳، ص ۹۳، كتاب المناسك، يشترط لوجوب الحج على المرأة وجود محرماً)

وكل الذي أثبتنا في هذا الباب من منع المرأة من السفر مسيرة ثلاثة أيام إلا مع محرم ومن إباحة ما دون ذلك لها من السفر بغیر محرم ومن أن المرأة لا يجب عليها فرض الحج إلا بوجودها المحرم مع وجود سائر السبيل الذي يجب بوجودها فرض الحج. قول أبي حنيفة وأبي يوسف ومحمد رحمهم الله تعالى (شرح معاني الآثار، ج ۳، ص ۹۳، كتاب مناسك الحج، باب المرأة لا تجزى محرماً هل يجب عليها فرض الحج أم لا؟)

قلت -هذا مخالف لظاهر الحديث الذي ذكره في الباب الذي بعد هذا وهو قوله عليه السلام لا تسافر المرأة ثلاثاً -الحديث وكما شرط جميع العلماء الصحة وإن كان لا ذكر لها في الآية وفسر

﴿بقية حاشية اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

پھر اگر محرم میسر نہ آئے، تو اُس پر حج بدل کرانا یا فوت ہونے سے پہلے حج بدل کی وصیت کرنا ضروری ہوتا ہے۔ ۱

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

البيهقي الاستطاعة بالزاد والراحلة بحديث ضعفه هو فيما تقدم فلغيره ان يفسر الاستطاعة في حق المرأة بالمحرم بحديث متفق على صحته وذهب الحسن والنخعي وأبو حنيفة وأصحابه واحمد واسحق وأبو ثور إلى ان المحرم أو الزوج من السبيل فان لم تجد هما فلا حج عليها (الجوهري النقي على سنن البيهقي، ج ۵، ص ۲۲۵)

ولاجل اشتراط الاستطاعة يشترط عند ابى حنيفة في حق المرأة ان يكون معها زوجها او ذو محرم منها إذا كان بينها وبين مكة ثلاثة مراحل (التفسير المظهر، ج ۲، ص ۹۹، سورة آل عمران) ثم الزوج أو المحرم شرط الوجوب أم شرط الجواز فقد اختلف أصحابنا فيه كما اختلفوا في أمن الطريق، والصحيح أنه شرط الوجوب لما ذكرنا في أمن الطريق، والله أعلم (بدائع الصنائع في ترتيب الشرائع، ج ۲، ص ۱۲۳، كتاب الحج، فصل شرائط فرضية الحج)

وهل ذلك شرط للوجوب، وهو الأظهر (شرح النقاية، ج ۲ ص ۲۳۸، كتاب الحج) ۱۔ مگر ہمارے نزدیک یہ قول دلائل کے لحاظ سے مرجوح ہے، اگرچہ متعدد متاخرین مثلاً حنفیہ نے ابن ہمام وغیرہ کی اتباع میں محرم ہونے کی شرط کے امتناع طریق کی طرح وجوب اداء ہونے کو ترجیح دی ہے۔

اور متاخرین میں سے بیشتر حضرات اس کی پیروی کرتے رہے ہیں، اور یہ بات فقہی اعتبار سے مسلم ہے کہ ترجیح قوت دلیل کو ہوا کرتی ہے، نہ کہ کثرت آراء کو، بالخصوص جبکہ حنفیہ میں سے اکثریت بھی قوت دلیل کے ساتھ ہو، اور بعض حضرات متاخرین کا اس کے شرط اداء ہونے کو امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی طرف منسوب کرنا رائج معلوم نہ ہو سکا، جیسا کہ امام صاحب کے سابق موقف اور دلیل سے ظاہر ہو چکا۔

وتكلموا في أن سلامة البدن في قول أبي حنيفة رحمه الله تعالى وأمن الطريق ووجود المحرم للمرأة من شرائط الوجوب أو من شرائط الأداء فعلى قول من يجعلها من شرائط الوجوب إذا مات قبل الحج لا يلزمه الإحجاج بالمال وعلى قول من يجعلها من شرائط الأداء يلزمه الإحجاج بالمال إذا مات قبل الحج (فتاوى قاضى خان، ج ۱، ص ۹۳، كتاب الحج)

وظاهره أن المحرم شرط الوجوب. وفي الإصلاح وهو الصحيح لكن في الجوهرة أن الصحيح أى المحرم أنه من شرائط الأداء حتى يجب الإيصاء به (مجمع الانهر، ج ۱، ص ۲۶۲، كتاب الحج، شروط الحج)

مع (الزَّوْجِ) المَكْلَفِ (أَوْ الْمَحْرَمِ) وَهُوَ مَنْ حَرَّمَ عَلَيْهِ نِكَاحُهَا عَلَى التَّأْيِيدِ: وَهُوَ رِضَاعاً أَوْ مِصَاهَرَةً، بِشَرَطِ أَنْ يَكُونَ تَقِيّاً، لَا فَاسِقاً وَلَا مَجْهُوساً (لِلْمَرْأَةِ) وَلَوْ عَجُوزاً.

وهل ذلك شرط للوجوب، وهو الأظهر، أو للأداء؟ فيه ما مر في أمن الطريق من الخلاف، وثمّرتة تظهر في وجوب الوصية إذا أدركها الموت وليس لها محرم ولا زوج، وفي وجوب نفقة المحرم وراحلتها عليه إذا أبى أَنْ يَسُجَّ معها إلّا بهما، وفي وجوب التزوج عليها إذا لم تجد محرماً، فَمَنْ قَالَ:

﴿بقية حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

مسئلہ نمبر ۲..... عورت کے ساتھ حج کے سفر میں شرعی محرم کا ہونا فقہائے احناف کے نزدیک اس وقت ضروری ہے جبکہ عورت اور مکہ کے درمیان تین دن یا اس سے زیادہ کی مسافت ہو۔ چنانچہ حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: لَا تُسَافِرُ امْرَأَةٌ سَفَرًا ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ أَوْ تَحِجَّ إِلَّا وَمَعَهَا زَوْجُهَا (سنن الدار قطنی، رقم الحديث ۲۴۴۲، کتاب الحج)

ترجمہ: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے آپ کا یہ فرمان سنا کہ عورت تین دن کا سفر یا حج نہ کرے، مگر یہ کہ اُس کے ساتھ اُس کا شوہر ہو (دارقطنی)

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

إِنَّ الزَّوْجَ وَالْمَحْرَمَ شَرْطُ أَدَاءِ قَالَ: بِوُجُوبِ ذَلِكَ، وَمَنْ قَالَ: إِنَّهُ شَرْطُ وَجُوبٍ، لَمْ يَقُلْ بِوُجُوبِهِ (شرح النقاية، ج ۲ ص ۲۴۸، کتاب الحج)

ای اختلاف العلماء -رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ- فيه، فقال: وجود المحرم، أو الزوج شرط الأداء، فعليها أن تنزوج، ونفقة المحرم عليها، وكذا قال القاضي أبو حازم عبد الحميد: هو شرط الأداء في رواية أبي شجاع عن أبي حفص الكبير، والكرخي عن أبي حنيفة -رَحِمَهُ اللَّهُ- شرط الوجوب، ذكره في "المحيط"، وفائدة الخلاف تظهر في وجوب الوصية، ومن شرائط وجوب الحج عليها خلوها عن العدة، أي عدة كانت، وعند أحمد -رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ-: لا تخرج في عدتها عن وفاة درجتين، وتخرج في الطلاق البائن (البنابة شرح الهداية، ج ۴، ص ۱۵۵، كتاب الحج، الاستطاعة من شروط وجوب الحج)

(قوله قولان) هما مبنيان على أن وجود الزوج أو المحرم شرط وجوب أم شرط وجوب أداء والذي اختاره في الفتح أنه مع الصحة وأمن الطريق شرط وجوب الأداء فيجب الإيصاء إن منع المرض، وخوف الطريق أو لم يوجد زوج، ولا محرم، ويجب عليها التزوج عند فقد المحرم، وعلى الأول لا يجب شيء من ذلك كما في البحر وفي النهر وصحح الأول في البدائع ورجع الثاني في النهاية تبعاً لقاضي خان واختاره في الفتح اهـ (رد المحتار، ج ۲، ص ۴۶۵، كتاب الحج)

(قوله: وخروج الزوج والمحرم معها) قال الرملى وفي البدائع والأصح أنه أي المحرم شرط الوجوب اهـ. فقد اختلف التصحيح (منحة الخالق على البحر الرائق، ج ۲، ص ۳۳۱، كتاب الحج)

ثم قال في شرح اللباب ثم اختلفوا في أن المحرم أو الزوج شرط الوجوب أو الأداء كما اختلفوا في أمن الطريق فصحح قاضي خان وغيره أنه من شرائط الأداء وصحح صاحب البدائع والسروجب أنه من شرائط الوجوب وصنيع المصنف أي صاحب اللباب يشعر بأنه من شرائط الأداء على الأرجح (منحة الخالق على البحر الرائق، ج ۲، ص ۳۳۹، كتاب الحج، واجبات الحج)

اور حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا يَحِلُّ لِمَرْأَةٍ تَوُثِّمُنْ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ أَنْ تُسَافِرَ سَفَرًا يَكُونُ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ فَصَاعِدًا إِلَّا وَمَعَهَا أَبُوهَا، أَوْ أَخُوهَا، أَوْ زَوْجُهَا، أَوْ ابْنُهَا، أَوْ ذُو مَحْرَمٍ مَعَهَا (ترمذی) ۱

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کسی ایسی عورت کے لیے جو اللہ اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتی ہو حلال نہیں کہ وہ تین دن یا اس سے زیادہ کا سفر اپنے والد یا اپنے بھائی یا اپنے شوہر یا اپنے بیٹے، یا اپنے کسی (دوسرے) محرم کو ساتھ لیے بغیر کرے (ترمذی)

جو عورت حرم سے تین دن سے کم فاصلے کی جگہ پر ہو، اس کو محرم کے بغیر اس جگہ سے حج کا سفر کرنا جائز ہے، بشرطیکہ کوئی فتنہ لازم نہ آتا ہو۔

اور تین دن کی مسافت اور فاصلہ کی تحدید بہت سے حضرات نے اڑتالیس میل سے کی ہے، اور اسی کو نماز وغیرہ کے اعتبار سے شرعی مسافت قرار دیا ہے۔ ۲

۱۔ رقم الحدیث ۱۱۶۹، ابواب الرضاع، باب ما جاء فی کراهیة أن تسافر المرأة وحدها.

۲۔ (ومنها المحرم للمرأة) شابة كانت أو عجوزا إذا كانت بينها وبين مكة مسيرة ثلاثة أيام هكذا في المحيط، وإن كان أقل من ذلك حجت بغیر محرم كذا في البدائع (الفتاویٰ الهندیة، ج ۱ ص ۲۱۸، ۲۱۹، کتاب المناسک، الباب الاول)

ولاجل اشتراط الاستطاعة يشترط عند ابی حنیفة فی حق المرأة ان يكون معها زوجها او ذو محرم منها إذا كان بينها وبين مكة ثلاثة مراحل وقال احمد يشترط ذلك مطلقا طال المسافة او قصرت فان لم يكن لها رجل كذلك او كان ولا يخرج معها او كان لا يخرج معها الا بأجرة وهي لا تقدر على الاجرة لا يجب عليها الحج وذلك لانها ممنوعة عن السفر الا ومعها زوجها او ذو محرم منها والمهجور شرعا كالمهجور عادة فصارت غير مستطاعة -وجه قول ابی حنیفة فی اشتراط مسافة ثلاثة ايام حديث ابن عمر عن النبي صلى الله عليه وسلم قال لا تسافر المرأة ثلاثا الا معها ذو محرم -متفق عليه وفي رواية لمسلم لا يحل لامرأة تؤمن بالله واليوم الآخر تسافر مسيرة ثلاث ليال الا ومعها ذو محرم -وفي رواية فوق ثلاث وفي الباب مقيدا بثلاثة ايام حديث ابی هريرة رواه مسلم والطحاوي -وفي رواية للطحاوي فوق ثلاث ليال -وحديث عمرو بن شعيب عن أبيه عن جده بلفظ ثلاثة ايام رواه الطحاوي -وحديث ابی سعيد الخدري رواه مسلم والطحاوي بلفظ ثلاثة ايام ﴿بقية حاشية اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

مسئلہ نمبر ۳۰..... جس عورت کو اپنا محرم میسر نہ آئے، اور وہ حرم سے شرعی مسافت کے فاصلے پر ہو، اس کو حج کے سفر پر جانا جائز نہیں، خواہ وہ عورت جوان ہو یا بوڑھی۔
اگر کوئی عورت شرعی محرم کے بغیر مذکورہ مقدار یا اس سے زیادہ کا سفر کر کے حج کرے، تو وہ گناہ گار ہوتی ہے، لیکن اگر وہ حج کے فرائض پورے کر لے، تو اس کے حج کا فریضہ ادا ہو جاتا ہے۔ ۱

﴿ گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ ﴾

فصاعدا - وفی روایۃ لمسلم بلفظ فوق ثلاث و بلفظ اکثر من ثلاث (التفسیر المظہری، ج ۲، ص ۹۹، سورۃ آل عمران)

أناط الفقهاء بالمرآل السفر المثبت للخص كالقصر فی الصلاة و جمع الصلوات وقد ذهب الجمهور إلى أن السفر المثبت للخص ما كان قدر مرحلتين و قدره ستة عشر فرسخاً، أو أربعة برد، أو ثمانية وأربعين ميلاً.

قال الدردير: وهي - أي مسافة السفر - باعتبار الزمان مرحلتان أي سير يومين معتدلين. وقال الدسوقي: فالعبرة بالأربعة البرد وقال النووي: وطويل السفر ثمانية وأربعون ميلاً هاشمية، قال وهو مرحلتان بسير الأتقال.

وقال المقدسي: يبلغ سفره ذهاباً ستة عشر فرسخاً تقريباً. وهي يومان. أما الحنفية فقد نصوا على أن مسافة السفر المثبت للخص هي ثلاث مراحل، قال ابن عابدين: التقدير بثلاث مراحل قريب من التقدير بثلاثة أيام، ولا عبرة عند جمهور الحنفية للمسافة، بل العبرة للزم فقط على المذهب، وقال الحصكفي: ولا اعتبار بالفراخ على المذهب. فالمرحلة من حيث المسافة عند الجمهور تساوي أربعة وعشرين ميلاً هاشمياً، أو بردين، أو ثمانية فراسخ، وكلها متساوية.

وعند الحنفية المرحلة ستة فراسخ، وقيل خمسة فراسخ، وقيل سبعة فراسخ، والفتوى على الأول (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج ۳۸، ص ۳۲۳، و ۳۲۴، ما ينطأ بالمرحلة من الأحكام الشرعية، مادة "المرحلة")

۱۔ (قوله أو كانت عجزاً شواء) قال في القنية: واجمعوا أن العجز لا تسافر بغير محرم فلا تخلو برجل شاباً أو شيخاً (رد المحتار، ج ۲، ص ۳۶۸، كتاب الحظر والاباحة، فصل في النظر واللمس) والمحرم في حق المرأة شرط، شابة كانت أو عجزاً إذا كان بينها وبين مكة مسيرة ثلاثة أيام (المحيط البرهاني، ج ۲، ص ۴۱۹، كتاب المناسك، الفصل الأول: في بيان شرائط الوجوب) ويستوى الجواب بين أن تكون المرأة شابة أو عجزاً في اشتراط المحرم لأنها عورة أيضاً.

هذا إذا كان بينها وبين مكة مدة السفر وهي ثلاثة أيام ولياليها فأما إذا كان دون مدة السفر فإنه لا يشترط المحرم (تحفة الفقهاء، ج ۱، ص ۳۸۸، كتاب المناسك، مسألة الحج) (قوله مع الكراهة) أي التحريمية للنهي في حديث الصحيحين لا تسافر امرأة ثلاثاً إلا ومعها محرم زاد مسلم في رواية أو زوج "ط (رد المحتار، ج ۲، ص ۴۶۵، كتاب الحج)

البتہ اگر کوئی عورت حرم شریف سے شرعی مسافت سے کم کے فاصلے پر ہو، تو اس کو محرم کے بغیر حج کے سفر پر جانا جائز ہے، بشرطیکہ کوئی فتنہ لازم نہ آتا ہو۔ ۱

۱۔ اور شافعیہ کے نزدیک اگر دو یا زیادہ ثقہ عورتیں سفر میں ساتھ میسر ہوں، تو وہ محرم کی طرف سے کفایت کر دیتی ہیں، اور مالکیہ کے نزدیک اگر مومن قافلہ میسر ہو، اور عورت کی طرف سے بھی امن ہو، تو پھر فرض حج کے لئے محرم ضروری نہیں۔ ابن سیرین اور حضرت عطاء کا قول بھی اسی طرح سے مروی ہے۔

یہاں اہل علم کے لئے یہ بات قابل غور ہے کہ عورت کو محرم کے بغیر سفر کرنے کی ممانعت منہی لعیمہ کے طور پر ہے، یا منہی لغیرہ کے طور پر؟

اگر منہی لغیرہ کے طور پر ہو، تو جو سفر اجتماعی انداز میں ہو، اور اس میں متعدد مرد اور عورتیں ہوں، اور کسی نا محرم سے غلطی بھی لازم نہ آئے، جس کی وجہ سے فتنہ سے امن ہو، اور عورت کی طرف سے بھی کسی فتنہ کا اندیشہ نہ ہو، اور وہ سفر بھی ضروری ہو، تو کیا ایسی صورت میں توئح موجود ہے یا نہیں؟

نیز اگر کسی عورت نے اپنے محرم کے ساتھ حج کے سفر میں جانے کے لئے حج کے اخراجات جمع کرادیئے، اور پھر اس کا وہ محرم فوت ہو گیا، یا سفر سے معذور ہو گیا، اور حج کردہ حج کے اخراجات کی واپسی یا حج کے سفر کی معطلی قانونی طور پر مشکل ہے، یا غیر معمولی مالی نقصان کا سامنا کرنا پڑتا ہے، اور حج کا قافلہ ثقہ لوگوں پر مشتمل ہو، اور عورت کی طرف سے بھی کوئی فتنہ لازم نہ آتا ہو، یا ثقہ عورتیں ہمراہ ہوں، تو بندہ کے خیال میں مالکیہ یا شوافع کے قول پر عمل کر لینے کی گنجائش ہے، کیونکہ دوبارہ حج کے اخراجات اور حج کی منظوری اور حج کے سفر کی تیاری وغیرہ اس دور میں قانونی طور پر مشکل ترین مرحلہ بن گیا ہے۔

لا تسافر امرأۃ ثلاثا إلا ومعها ذو محرم، وفي لفظ لهما فوق ثلاث، وفي لفظ للبخاری ثلاثة أيام، وفي رواية البزار لا تحج امرأة إلا ومعها ذو محرم، وفي رواية الدارقطني لا تحج امرأة إلا ومعها ذو محرم. قال ابن الملك فيه دليل على عدم لزوم الحج عليها إذ لم يكن معها محرم، وبهذا قال أبو حنيفة وأحمد، وقال مالك -رحمه الله تعالى يلزمها إذا كان معها جماعة النساء، وقال الشافعي -رحمه الله -يلزمها إذا كان معها امرأة ثقة اهـ. وقال الشافعي مذهب مالك إذا وجدت المرأة صحبة مأمونة لزمها الحج لأنه سفر مفروض كالهجرة، ومذهب الشافعي إذا وجدت نسوة ثقات فعليها أن تحج معهن، ثم قال واعلم أنه يشترط في المرأة أيضا أن لا تكون معتدة، والمراد بالمحرم من حرم عليه نكاحها على التأبید: بسبب قرابة أو رضاع أو مصاهرة بشرط أن يكون مكلفا ليس بمجوسى ولا غير مأمون (مراقبة المفاتيح، ج ۵، ص ۷۴۴، ۱، كتاب المناسك)

يشترط أن يصحب المرأة في سفر الحج زوجها أو محرم منها، إذا كانت المسافة بينها وبين مكة ثلاثة أيام، وهي مسيرة القصر في السفر، وإلى هذا ذهب الحنفية والحنابلة.

واستدلوا بحديث ابن عمر أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: لا تسافر المرأة ثلاثا إلا ومعها ذو محرم. وتوسع الشافعية والمالكية فسوغوا الاستبدال بالمحرم:

ذهب الشافعية إلى أنها إن وجدت نسوة ثقات: اثنتين فأكثر تأمن معهن على نفسها كفى ذلك بدلا عن المحرم أو الزوج بالنسبة لوجوب حجة الإسلام على المرأة. وعندهم "الأصح أنه لا يشترط

﴿بقية حاشيا اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

مسئلہ نمبر ۳..... اگر کوئی عورت بیوہ ہوگئی، اور اسے اپنے شوہر کے ترکہ میں سے یا شوہر کی ملازمت وغیرہ کے متعلقہ کسی سرکاری وغیرہ سرکاری ادارہ سے اتنا مال ملا کہ جو حج کے مصارف کے لئے کافی تھا، اور اسی دوران حج کا زمانہ شروع ہو گیا، مگر اس عورت کو حج پر جانے کے لئے کوئی محرم میسر نہیں، پھر اس نے اگلے سال حج کا زمانہ شروع ہونے سے پہلے اس رقم کو اپنے کھانے پینے کی ضروریات میں خرچ کر لیا، یا اس سے کوئی مکان خرید لیا، اور اب حج کے مصارف کے لئے اس کے پاس مال نہ رہا، تو رائج یہ ہے کہ اس پر حج فرض نہ ہوگا۔ ۱

﴿گزشتہ صفحے کا نتیجہ حاشیہ﴾

وجود محرم لإحداھن، لأن الأطماع تنقطع بجماعتھن. فإن وجدت امرأة واحدة ثقة فلا يجب علیھا الحج، لكن يجوز لها أن تحج معها حجة الفريضة أو النذر، بل يجوز لها أن تخرج وحدها لأداء الفرض أو النذر إذا أمنت. وزاد المالکة توسعا فقالوا: المرأة إذا لم تجد المحرم أو الزوج ولو بأجرة تسافر لحج الفرض أو النذر مع الرفقة المأمونة، بشرط أن تكون المرأة بنفسها هي مأمونة أيضا. والرفقة المأمونة جماعة مأمونة من النساء، أو الرجال الصالحين. قال الدسوقي: وأكثر ما نقله أصحابنا اشتراط النساء. "أما حج النفل فلا يجوز للمرأة السفر له إلا مع الزوج أو المحرم فقط اتفاقا، ولا يجوز لها السفر بغيرهما، بل تأثم به (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج ۱، ص ۳۵، ۳۶، الشروط الخاصة بالنساء)

عن ابن سيرین، أنه قال: تخرج في رفقة فيها رجال ونساء (مُصنف ابن أبي شيبة، رقم الحديث ۱۵۳۹۸)

عن عطاء قال: تحج مع رفقة فيها رجال ونساء وتتخذ سلما تصعد عليه، ولا يقربها الكرى (مُصنف ابن أبي شيبة، رقم الحديث ۱۵۳۹۹)

۱۔ البتہ جو حضرات اس کو حج کی ادائیگی واجب ہونے کی شرط قرار دیتے ہیں، ان کے نزدیک اس پر حج فرض ہو جائے گا، اور اس کو کسی بھی طرح سے حج ادا کرنے کی کوشش کرنا ضروری ہوگا، اور خود حج نہ کر سکے، تو فوت ہونے سے پہلے حج بدل کی وصیت کرنا واجب ہوگا، اور متن کے موقف کے رائج ہونے کی وجہ پیچھے گزر چکی ہے۔

(قولہ قولان) هما مبنیان علی أن وجود الزوج أو المحرم شرط وجوب أم شرط وجوب أداء والذي اختاره في الفتح أنه مع الصحة وأمن الطريق شرط وجوب الأداء فيجب الإيصاء إن منع المرض، وخوف الطريق أو لم يوجد زوج، ولا محرم، ويجب عليها التزوج عند فقد المحرم، وعلى الأول لا يجب شيء من ذلك كما في البحر وفي النهر وصحح الأول في البدائع ورجع الثاني في النهاية تبعا لقاضي خان واختاره في الفتح. اهـ (رد المحتار، ج ۲، ص ۴۶۵، کتاب الحج) (والعبارة لوجوبها) أي العدة المانعة من سفرها (وقت خروج أهل بلدها) وكذا سائر الشروط بحر (الدر المختار مع رد المحتار، ج ۲، ص ۴۶۵، کتاب الحج)

مسئلہ نمبر ۵..... جب کسی عورت پر حج فرض ہو جائے تو اپنے شوہر سے اجازت لینا ضروری نہیں (بشرطیکہ اس کے ساتھ جانے کے لئے محرم کا انتظام ہو) اگر ایسی صورت میں شوہر اجازت نہ دے تب بھی حج کرنا ضروری ہے، اور عورت اس صورت میں شوہر کی نافرمانی کرنے کی گناہ گار نہیں، کیونکہ اللہ کے حکم کی مخالفت میں کسی کی اطاعت جائز نہیں۔ ۱

مسئلہ نمبر ۶..... جو عورت مال دار ہو، اور اس کو برے سے محرم میسر نہ ہو، تو رائج یہ ہے کہ اُس کو حج کرنے کے لئے کسی سے نکاح کرنا ضروری نہیں۔ ۲

مسئلہ نمبر ۷..... شرعی اعتبار سے محرم (شوہر اور اس کے علاوہ) ایسا شخص ہے جس سے زندگی بھر کبھی بھی کسی طرح نکاح صحیح ہونے کا احتمال (Chance) نہ ہو، خواہ نسب یعنی پیدائش کے رشتہ کے اعتبار سے ہو (جیسے نسبی باپ، دادا، بیٹا، پوتا، نواسا، نسبی تایا، نسبی چچا، نسبی ماموں، وغیرہ) یا رضاعت یعنی دودھ کے رشتہ کے اعتبار سے ہو (جیسے دودھ شریک بھائی) یا مصاہرت یعنی سسرالی رشتہ کے اعتبار سے ہو (جیسے داماد اور خسر) ۳

اور جس شخص سے زندگی میں کسی بھی وقت نکاح کا امکان ہو وہ شرعاً محرم نہیں جیسے دیور، بہنوئی، خالو، پھوپھا، تایا زاد، پھوپھی زاد، خالہ زاد وغیرہ اس قسم کے سب لوگ نا محرم ہیں۔ چند قریبی رشتہ دار جو شرعاً نا محرم شمار ہوتے ہیں، وہ یہ ہیں۔

(۱) چچا زاد (۲) پھوپھی زاد (۳) ماموں زاد (۴) خالہ زاد (۵) دیور (۶) جیٹھ

۱۔ وإذا وجدت محرماً يجب عليها الحج ولا يشترط رضا الزوج وإذنه عندنا وقال الشافعي لا بد من إذن الزوج لأن فيه فوات حقه ولكننا نقول إن الحج من الفرائض اللازمة فيكون منافعها مستثناة عن ملك الزوج فأما في التطوع فللزواج حق المنع كما في الصلاة (تحفة الفقهاء، ج ۱، ص ۳۸۸، كتاب المناسك، مسألة الحج)

۲۔ وإن لم يكن لها محرم أو زوج لا يجب عليها الزوج للحج، كما لا يجب على الفقير اكتساب المال لأجل الحج والزكاة (العناية شرح الهداية، ج ۲، ص ۴۲۰، كتاب الحج)

۳۔ وتفسيره من لا يحل له نكاحها على التأييد بسبب قرابة أو رضاع أو مصاهرة ألا ترى أنه يجوز له أن يخلو بها لأنه لا يطمع فيها إذا علم أنها محرمة عليه أبداً فذلك يسافر بها (المبسوط للسرخسي، ج ۴، ص ۱۱۱، كتاب المناسك، باب المحصر)

(۷) نندوئی (۸) بہنوئی (۹) پھوپھا (۱۰) خالو (۱۱) شوہر کا بھتیجا (۱۲) شوہر کا
بھانجا (۱۳) شوہر کا چچا (۱۴) شوہر کا پھوپھا (۱۵) شوہر کا ماموں (۱۶) شوہر کا
خالو، وغیرہ وغیرہ۔

یہ سب لوگ شرعی اعتبار سے نامحرم ہیں۔ ۱۔

منہ بولے بھائی یا منہ بولے بیٹے، یا منہ بولے باپ وغیرہ کی حیثیت شرعاً محرم ہونے کی نہیں
ہے، صرف منہ سے کسی کو بھائی، بیٹا، یا باپ وغیرہ کہہ دینے، بنا لینے یا سمجھ لینے سے اجنبی شخص
حقیقی محرم نہیں بن جاتا۔

پس منہ بولے بھائی، بیٹے اور باپ وغیرہ کو محرم تصور کر کے اس کے ہمراہ سفر کو جائز سمجھنا
درست نہیں۔

یہی حکم لے پالک بیٹے کا بھی ہے، لہذا جو عورتیں کسی دوسرے کے چھوٹی عمر کے بچہ کو لے کر
پال لیتی ہیں اور جوان ہو جانے کے بعد اس کو اپنا محرم تصور کرتی ہیں، اس سے وہ محرم نہیں بن
جاتا، کیونکہ کسی بچہ کی صرف پرورش کر دینے کی وجہ سے اس سے محرم کا رشتہ پیدا نہیں ہو جاتا،
خواہ بچپن میں اس کی ہر طرح کی خدمت کیوں نہ کی ہو۔

البتہ اگر کسی عورت نے اس بچہ کو دو سال کی عمر کے اندر اندر اپنی چھاتی سے دودھ پلا دیا تھا، تو
پھر وہ بچہ رضاعی (یعنی دودھ کے رشتہ کا) بیٹا بن گیا تھا، لہذا اس پر رضاعی (دودھ کے رشتہ
کی) اولاد کے احکام جاری ہوں گے، اور کوئی فتنہ لازم نہ آئے، تو بوقتِ ضرورت اس کے

۱۔ والمحرّم الزوج، ومن لا يجوز منّا كحتها على التابيد بقراة أو رضاع أو مصاهرة كذا في
الخلاصة ويشترط أن يكون مأمونا عاقلا بالغاً حراً كان أو عبداً كافراً كان أو مسلماً هكذا في فتاوى
قاضى خان والمجوسى إذا كان يعتقد إباحة منّا كحتها لا يسافر معها كذا في محيط السرخسى
والمراهق كالبالغ وعبدة المرأة ليس بمحرّم لها كذا في الجوهرة النيرة ولا عبدة للصبي الذى لا
يحتلم والمجنون الذى لا يفقه كذا في محيط السرخسى وتجب عليها النفقة والراحلة فى مالها
للمحرّم ليحج بها، وعند وجود المحرم كان عليها أن تحج حجة الإسلام، وإن لم يأذن لها زوجها،
وفى النافلة لا تخرج بغير إذن الزوج، وإن لم يكن لها محرم لا يجب عليها أن تتزوج للحج كذا فى
فتاوى قاضى خان (الفتاوى الهندية، ج ۱ ص ۲۱۹، كتاب المناسك، الباب الاول)

ساتھ سفر کی گنجائش ہوگی۔ ۱۔

مسئلہ نمبر ۸..... جو لڑکا ابھی بالغ نہیں ہوا، لیکن بالغ ہونے کے قریب ہے، مثلاً بارہ سال کے لگ بھگ عمر ہے، تو وہ عورت کے ساتھ محرم کی ضرورت پوری کرنے کے لئے معتبر ہو جائے گا، اگر یہ لڑکا کسی عورت کا محرم ہو، تو اس کے ساتھ عورت کو سفر کرنا جائز ہے۔ ۲۔

مسئلہ نمبر ۹..... بعض عورتیں شرعی محرم کے بغیر حج کے سفر کا گناہ تو کرتی ہی ہیں لیکن اوپر سے ایک اور گناہ جھوٹ بولنے کا بھی کرتی ہیں مثلاً حکومت کی طرف سے جو آج کل حج درخواست کے کاغذات اور فارم ہوتے ہیں ان میں محرم کی وضاحت بھی درج کرنی ہوتی ہے، اب بعض عورتوں کے ساتھ ان کا اپنا شرعی محرم تو ہوتا نہیں لیکن خانہ پوری کرنے کے لئے کسی اور شخص کو جو حج پر جا رہا ہوتا ہے اپنا محرم لکھ دیتی ہیں جو کہ جھوٹ میں داخل ہے اور جھوٹ خواہ زبانی ہو یا تحریری بہر حال گناہ ہے۔

پھر اس معاملہ میں صرف ایک جھوٹ پر ہی اکتفا نہیں ہوتا بلکہ اس کے نتیجے میں بسا اوقات کئی

۱۔ وَأَمَّا التَّحْرِيمُ بِسَبَبِ الرُّضَاعِ فَتَقُولُ كُلُّ مَنْ يَحْرُمُ مِنَ الْفَرْقِ السَّبَبِ الْقَرَابَةُ يَحْرُمُ بِسَبَبِ الرُّضَاعِ قَالَ اللَّهُ تَعَالَى (وَأَمَّا تَحْرِيمُ الْأَحْبَابِ أَرْضَعْنَكُمْ وَأَخَوَاتِكُمْ مِنَ الرُّضَاعَةِ) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ يَحْرُمُ مِنَ الرُّضَاعِ مَا يَحْرُمُ مِنَ النَّسَبِ وَكَذَا كُلُّ مَنْ يَحْرُمُ بِالصَّهْرِيَّةِ مِنَ الْفَرْقِ الْأَرْبَعِ بِالنَّسَبِ يَحْرُمُ بِالرُّضَاعِ حَتَّى يَحْرُمَ عَلَى الْوَاطِئِ أُمُّ الْمُؤْطُوَّةِ وَبَنَاتُهَا مِنْ جِهَةِ الرُّضَاعِ وَتَحْرُمُ الْمُؤْطُوَّةُ عَلَى أَبِ الْوَاطِئِ وَابْنَتُهُ مِنْ جِهَةِ الرُّضَاعِ وَتَحْرُمُ الْمُؤْطُوَّةُ عَلَى ابْنِ الرُّضَاعِ وَتَحْرُمُ الْمُؤْطُوَّةُ ابْنُ الرُّضَاعِ عَلَى أَبِ الرُّضَاعِ (تحفة الفقهاء، ج ۲، ص ۲۲۳، کتاب النکاح) وعند جمهور العلماء من الصحابة والتابعين وعلماء الأمصار: إلى الآن لا ثبت إلا برضاع من له دون سنتين، وعند أبي حنيفة: بسنتين ونصف، وعند زفر: بثلاث سنين، وعن مالك: بستين وأيام (عمدة القارى، ج ۲، ص ۸۵، کتاب النکاح، باب الاكفاء فى الدين)

۲۔ (عاقل والمراهق كبالغ) جوہرۃ (الدر المختار مع رد المحتار، ج ۲، ص ۴۶۲، کتاب الحج) ذهب الحنفية والشافعية وهو الظاهر من مذهب المالكية إلى اعتبار المراهق كالبالغ الذى لا يجوز للمرأة السفر إلا برفقته إن كان من محارمها.

وخالف فى ذلك الحنابلة فاشتروا أن يكون المحرم بالغا عاقلا، قال ابن قدامة: قيل لأحمد فيكون الصبي محرما؟ قال: لا حتى يحتلم، لأنه لا يقوم بنفسه فكيف يخرج مع امرأة وذلك لأن المقصود بالمحرم حفظ المرأة ولا يحصل إلا من البالغ العاقل (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج ۳۶، ص ۳۴۰، مادة "مراهقة")

مقامات پر زبانی جھوٹ بولنے کی نوبت آتی ہے، اور اس طرح گناہ درگناہ ہوتا چلا جاتا ہے۔ لہذا حج جیسی مقدس عبادت کو انجام دیتے ہوئے اس غلط بیانی اور جھوٹ سے پرہیز لازم ہے۔

اسی طرح بعض مرد حضرات کا بھی حال ہے کہ وہ اپنی رشتہ دار غیر محرم یا اجنبی کسی عورت کو جس کے ساتھ اپنا کوئی محرم نہیں ہوتا اپنا محرم بنا لیتے ہیں اور کاندھوں میں اس کو اپنی محرم بنا کر اس کے ساتھ حج کا سفر کرتے ہیں، جو سخت گناہ ہے، جھوٹ بولنا ویسے بھی گناہ ہے اور حج جیسی عبادت میں یہ حرکت اور زیادہ نازیبا ہے۔

لہذا اجنبی عورت کو اپنی محرم ظاہر نہ کیا جائے، بھلے ہی کوئی ناراض ہو۔

سارا جہاں ناراض ہو پرواہ نہ چاہئے پیش نظر تو بس مرضی جاناں نانہ چاہئے مسئلہ نمبر ۱..... بعض عورتیں اعتراض کے طور پر کہتی ہیں کہ دنیا کی وہ ہزاروں عورتیں جن کا کوئی محرم نہیں کیا وہ حج نہ کریں اور حج کے بغیر محرم رہیں؟ اس کا جواب یہ ہے کہ جب تک عورت کو حج کے سفر کے لیے شرعی محرم میسر نہ ہو اس وقت تک عورت پر حج فرض ہی نہیں ہوتا۔

پھر پریشان ہونے کی کیا ضرورت ہے، اپنا شوق پورا کرنا مقصد ہے یا اللہ تعالیٰ کا حکم پورا کرنا؟

جب اللہ تعالیٰ کا حکم اس طرح بغیر محرم کے سفر کرنے کا نہیں تو پھر پریشان کیوں ہوتی ہیں۔ دراصل خرابی یہاں سے پیدا ہوتی ہے کہ بہت سی خواتین یا مرد حضرات صرف اپنے شوق اور جذبے کے پورا کرنے کو عبادت یا دین سمجھ لیتے ہیں، اور اس کی خاطر شریعت کے بتلائے ہوئے طریقے اور شرائط و پابندیوں کو چھوڑ یا توڑ دیتے ہیں۔

حالانکہ اس طرح کرنے سے کوئی عمل عبادت نہیں بن جاتا، کیونکہ عبادت کے لیے شریعت کی طرف سے کچھ شرائط اور پابندیاں مقرر کی گئی ہیں، اُن کے مطابق انجام دینے سے ہی کوئی

عمل عبادت بنتا ہے اور اُن پابندیوں کو توڑنے اور شرائط کی خلاف ورزی کرنے سے وہ عمل عبادت کے زمرے سے نکل کر گناہ میں داخل ہو جاتا ہے۔

اگر بالفرض کسی عورت کو ساری عمر ایسا محرم نہ ملا جس کے ساتھ حج کے سفر پر جاسکے تو حج نہ کرنے کا گناہ نہ ہوگا۔ ۱

مسئلہ نمبر ۱۱..... جو انسان نہ مرد ہو اور نہ عورت، بلکہ خنثی ہو (یعنی حقیقی نہ کہ بناوٹی اور مصنوعی بیجوا) تو فقہائے کرام نے اس پر حج فرض ہونے کے احکام عورتوں والے بیان فرمائے ہیں، کہ اس کے ساتھ بھی سفر میں محرم ضروری ہے۔ ۲

(۱۱)..... عدت میں نہ ہونا (عورت کے عدت میں ہونے پر حج کا حکم)

عورت پر حج فرض ہونے کے لئے یہ بھی شرط ہے کہ جس وقت حج پر جانے یا حج کی درخواستیں وصول کئے جانے کا زمانہ ہو، اُس وقت وہ شوہر کی طلاق یا وفات کی عدت میں نہ ہو۔
عورت کو عدت کے زمانہ میں حج کا سفر کرنا جائز نہیں، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں

۱۔ البتہ بعض ان فقہاء کے نزدیک جو محرم ہونے کی شرط کو شرط وجوب کے بجائے شرط اداء قرار دیتے ہیں، حج کی مالی استطاعت رکھنے والی عورت کو مرنے سے پہلے یہ وصیت واجب اور ضروری ہے کہ اگر میں حج نہ کر سکوں اور فوت ہو جاؤں تو میری طرف سے میرا حج بدل کر دیا جائے۔

عورت کے فوت ہونے کے بعد وصیت کی شرائط کے مطابق وارثوں کے ذمہ اس وصیت کا پورا کرنا لازم ہوگا اور اگر وہ وارث باوجود کوئی شرعی عذر نہ ہونے کے اس کی وصیت پوری نہ کریں گے تو وہ گناہ گار ہوں گے، وصیت کرنے والی ایسی صورت میں حج نہ کرنے کے مؤاخذہ اور پکڑ سے بری ہو جائے گی، البتہ اگر وصیت کئے بغیر فوت ہو گئی تو پھر اس کا گناہ ہوگا۔
۲۔ فإن قلت: كيف حكم الخنثى في هذه الأشياء .

قلت: يشترط في حقه ما يشترط في المرأة احتياطاً في المحرمات (البنایة شرح الهدایة، ج ۴، ص ۲۷۵، کتاب الحج، فصل فی بیان مسائل شتی من أفعال الحج)

حجہ وإحرامہ: ذهب جمهور الفقهاء إلى أن الخنثى كالأنثى في شروط وجوب الحج، وفي لبس المخيط، والقرب من البيت، والرمل في الطواف، والاضطباع، والرمل بين الميادين في السعي، والوقوف، والتقديم من مزدلفة، ولا يحج إلا مع ذی محرم لا مع جماعة رجال فقط، ولا مع نساء فقط، إلا أن يكونوا من محارمه (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج ۲۰، ص ۲۶، مادة "خنثی")

عورتوں کو عدت کے زمانے میں گھر سے باہر نکلنے سے منع فرمایا ہے۔ ۱۔
جلیل القدر تابعی حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ عُمَرَ وَغُثْمَانَ رَدَّا نِسْوَ حَاجَّاتٍ وَمُعْتَمِرَاتٍ ، حَتَّىٰ اغْتَدَيْنَ فِي بُيُوتِهِنَّ (مصنف ابن ابی شیبہ) ۲۔

ترجمہ: حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہما نے حج اور عمرہ کرنے والی چند عورتوں کو واپس فرمادیا، جب تک کہ وہ اپنی عدت اپنے گھروں میں پوری نہ کر لیں (مصنف ابن ابی شیبہ)

اس قسم کی اور بھی روایات ہیں۔ ۳۔
جن کے پیش نظر فقہائے کرام نے عدت کی حالت میں عورت کو حج کے سفر سے منع فرمایا ہے۔

اب اس شرط سے متعلق چند ضروری احکام و مسائل ذکر کئے جاتے ہیں۔
مسئلہ نمبر ۱..... اگر کسی عورت میں حج کی مالی استطاعت کے اعتبار سے مالدار وغیرہ ہونے کی شرط ایسے وقت میں پائی گئی کہ اس وقت وہ عدت میں تھی، تو بہت سے فقہائے کرام کے نزدیک اس پر ہرے سے حج فرض نہیں ہوتا، جس طرح سے کہ محرم میسر نہ آنے کی صورت میں حج فرض نہیں ہوتا، اور ہمارے نزدیک یہی موقف رائج ہے۔

۱۔ يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِذَا طَلَقْتُمُ النِّسَاءَ فَطَلَّقُوهُنَّ لِعَدَّتِهِنَّ وَأَحْصُوا الْعِدَّةَ وَاتَّقُوا اللَّهَ رَبَّكُمْ لَا تُخْرِجُوهُنَّ مِنْ بُيُوتِهِنَّ وَلَا يَخْرُجْنَ إِلَّا أَنْ يَأْتِيَنَّ بِفَاحِشَةٍ مُّبِينَةٍ وَتِلْكَ حُدُودُ اللَّهِ وَمَنْ يَتَعَدَّ حُدُودَ اللَّهِ فَقَدْ ظَلَمَ نَفْسَهُ (سورة الطلاق، رقم الآية ۱)

۲۔ رقم الحديث ۱۴۸۶۷، كتاب المناسك، باب من كره لها ان تحج في عدتها.
۳۔ عن مجاهد، عن سعيد بن المسيب؛ أن عمر رد نِسوة حاجات، أو معتمرات، خرجن في عدتهن (مصنف ابن ابی شیبہ، رقم الحديث ۱۴۸۶۵، باب من كره لها ان تحج في عدتها)

عن سعيد بن المسيب، قال: المتوفى عنها، والمطلقة ثلاثاً، لا تحج، ولا تعتمر، ولا تلبس مجسداً (مصنف ابن ابی شیبہ، رقم الحديث ۱۴۸۶۶، باب من كره لها ان تحج في عدتها)

لہذا اگر بعد میں وہ عورت حج نہ کر سکے، یا حج پر قدرت حاصل نہ رہے، تو اس کو حج بدل کر انایا فوت ہونے سے پہلے حج بدل کی وصیت کرنا واجب نہیں ہوتا۔

البتہ عدت ختم ہونے کے بعد اگر اُس عورت میں حج فرض ہونے کی سبب شرائط پائی جائیں، تو اُس پر حج فرض ہو جائے گا۔ ۱

۱۔ جمہور فقہائے کرام کے نزدیک عدم عدت کی شرط، شرط وجوب میں داخل ہے، اور حنفیہ کا اس سلسلہ میں محرم کی شرط کی طرح اختلاف ہے، اور متعدد متاخرین حنفیہ نے اس کو شرط ادا قرار دیا ہے، مگر ہمارے نزدیک اس کا شرط وجوب ہونا راجح ہے، کیونکہ جس طرح عورت کو محرم کے بغیر سفر شرعاً منع ہے، اسی طرح عدت میں بھی سفر بلکہ اس سے بڑھ کر خروج منع ہے، اگرچہ محرم کے ساتھ ہو، اس حیثیت سے عورت کے عدت میں نہ ہونے کی شرط محرم ہونے کی شرط سے بھی زیادہ سخت ہوئی، اور عدت میں نہ ہونے کی شرط عورت کے حق میں استطاعت شرعیہ کے مفہوم میں داخل ہوئی۔

لأن العدة لما منعت أصل الخروج فلأن تمنع من خروج مديد وهو الخروج من السفر أولى (بدائع الصنائع، ج ۳، ص ۲۰۶، کتاب الطلاق، الرجعة، فصل فی احکام العدة) وتأثير فقد المحرم في المنع من السفر كتأثير العدة، فإذا منعت من الخروج لسفر الحج بسبب العدة فكذلك بسبب فقدان المحرم (البنایة شرح الہدیة، ج ۴، ص ۱۵۲، کتاب الحج، اشتراط الزوج أو المحرم للمرأة فی الحج)

ثم اختلف الحنفية في عدم العدة: هل هو شرط وجوب أو شرط أداء، والأظهر أنه شرط للزوم الأداء بالنفس. أما عند الجمهور فهو شرط للوجوب (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج ۱، ص ۳۸، عدم العدة، مادة "حج")

والشرط الثاني أن لا تكون معتدة من طلاق بائن أو رجعي أو عن وفاة لأن الحج مما يمكن أدائه في وقت آخر فأما العدة فيجب قضاؤها في هذا الوقت خاصة والله تعالى يقول (لا تخرجوهن من بيوتهن ولا يخرجن) (تحفة الفقهاء، ج ۱، ص ۳۸۸، کتاب المناسك، مسألة الحج) الخروج في حال العدة حرام عليها (تحفة الفقهاء، ج ۲، ص ۲۵۰، کتاب الطلاق، باب ما يجب على المعتدة)

لو كانت معتدة لم يكن لها أن تخرج للحج، وتأثير فقد المحرم في المنع من السفر كتأثير العدة فإذا منعت من الخروج لسفر الحج بسبب العدة فكذلك بسبب فقد المحرم (المبسوط للسرخسي، ج ۴، ص ۱۱۱، کتاب المناسك، باب المحصر)

لو كانت معتدة لم يكن لها أن تخرج للحج، وتأثير فقد المحرم في المنع من السفر كتأثير العدة، فإذا منعت من الخروج لسفر الحج بسبب العدة فكذلك بسبب فقدان المحرم (البنایة شرح الہدیة، ج ۴، ص ۱۵۲، کتاب الحج)

ومن شرائط وجوب الحج عليها خلوها عن العدة، أي عدة كانت (البنایة شرح الہدیة، ج ۴، ص ۱۵۵، کتاب الحج)

﴿بقية حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

جبکہ بعض اہل علم حضرات کے نزدیک اگر عورت میں حج فرض ہونے کی دیگر شرائط پائی جائیں، مگر وہ اس وقت عدت میں ہو، تو اُس پر حج تو فرض ہو جاتا ہے، لیکن اس عورت کو خود حج پر جانا فرض نہیں ہوتا، اب اگر عدت کے بعد وہ مالدار نہ بھی رہے، تب بھی اس پر واجب ہوتا ہے کہ وہ کسی طرح خود حج کرے، یا وہ کسی کے ذریعہ سے حج بدل کرائے یا فوت ہونے سے پہلے حج بدل کی وصیت کرے۔ ۱

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

والثانی : أن لا تكون معتلة عن طلاق أو وفاة؛ لأن الله تعالى نهى المعتدات بقوله عز وجل : (لا تخرجن من بيوتهن ولا يخرجن) (الطلاق ۱).

وروی عن عبد الله بن عمر -رضی اللہ عنہ - أنه رد المعتدات من ذی الحلیفة.

وروی عن عبد الله بن مسعود -رضی اللہ عنہ - أنه رد من الجحفة.

ولأن الحج يمكن أدائه في وقت آخر فأما العدة فإنها إنما يجب قضاؤها في هذا الوقت خاصة فكان

الجمع بين الأمرين أولى (بدائع الصنائع، ج ۲، ۲۳، ۱، كتاب الحج، فصل شرائط فرضية الحج)

۱۔ بعض متاخرین مثلاً حنفیہ نے عدم عدت کے شرط و وجوب اداء ہونے کو اظہر قرار دیا ہے، مگر ہم یہ واضح کر چکے ہیں کہ عدت کی حالت میں عورت کو خروج و سفر شراً منع ہے، اور شریعت کا حکم ہونے کی وجہ سے اس کے بغیر استطاعت شرعیہ متحقق نہیں ہوتی، لہذا اگر کسی عورت میں ایسے وقت حج فرض ہونے کی شرائط پائی جائیں کہ جب وہ عدت میں ہو، تو ہمارے نزدیک راجح یہ ہے کہ اس پر حرم میسر نہ ہونے کی طرح سرے سے حج فرض نہیں ہوگا، اور عدت کے بعد اگر اس میں حج فرض ہونے کی شرائط نہ پائی جائیں، تو کسی سے حج بدل کرانا یا حج بدل کی وصیت کرنا بھی ضروری نہیں ہوگا۔ محمد رضوان۔

(و مع عدم علیها مطلقاً) آية عدة كانت ابن مالك (والعبرة لوجوبها) أى العدة المانعة من

سفرها (وقت خروج أهل بلدها) وكذا سائر الشروط بحر (الدر المختار)

(قوله ومع عدم عدة إلخ) أى فلا يجب عليها الحج إذا وجدت كما فى شرح المجمع واللباب قال

شارحه وهو مشعر بأنه شرط الوجوب، وذكر ابن أمير حاج أنه شرط الأداء وهو الأظهر..... (قوله

وكذا سائر الشرائط) أى يعتبر وجودها فى ذلك الوقت (رد المحتار على الدر المختار،

ج ۲ ص ۴۶۵، كتاب الحج)

والاستطاعة استفعالة من الطوع وذلك وجود ما يصير به الفعل متأتياً وهى عند المحققين اسم

للمعانى التى بها يتمكن الانسان مما يريد من إحداث الفعل وهى أربعة أشياء :بينة مخصوصة

للفاعل .وتصور للفعل، ومادة قابلة لتأثيره، وآلة إن كان الفعل آلياً كالكتابة فإن الكاتب يحتاج إلى

هذه الاربعة فى إيجاده للكتابة، وكذلك يقال فلان غير مستطيع للكتابة إذا فقد واحداً من هذه

الاربعة فصاعداً، وبضاده العجز وهو أن لا يجد أحد هذه الاربعة فصاعداً، ومتى وجد هذه الاربعة

كلها فمستطيع مطلقاً ومتى فقدها فعاجز مطلقاً، ومتى وجد بعضها دون بعض فمستطيع من وجه

﴿بقية حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اگر حج پر جانے کا زمانہ شروع ہو گیا، اور اس وقت کسی عورت میں حج فرض ہونے کی سب شرائط پائی گئیں، پھر بعد میں اس عورت کے شوہر کا انتقال ہو گیا، یا اس کو طلاق ہو گئی، اور اس کی عدت شروع ہو گئی، تو اس پر دیگر شرائط پائی جانے کی صورت میں بالاتفاق حج فرض ہو جائے گا، کیونکہ حج فرض ہونے کی شرائط پائی جانے کے وقت وہ عدت میں نہیں تھی۔

مسئلہ نمبر ۲..... حنفیہ کے نزدیک عورت خواہ شوہر کے فوت ہونے کی عدت میں ہو، یا اس کو شوہر نے طلاق دے دی ہو، دونوں صورتوں میں عدت کے اندر حج کا سفر کرنا منع ہے۔ ۱۔
مسئلہ نمبر ۳..... اگر کوئی عورت بیوہ ہو گئی، اور اسے اپنے شوہر کے فوت ہونے کے نتیجے میں اس کے ترکہ میں سے یا کسی سرکاری وغیرہ سرکاری ادارہ سے اتنا مال ملا، یا کسی نے یا چند لوگوں نے بیوہ اور ضرورت مند سمجھتے ہوئے زکاۃ، صدقہ یا عطیہ کے مال سے اس کی اتنی مقدار میں مدد کی کہ وہ مال حج کے مصارف کے لئے کافی تھا، اور اسی دوران حج کا زمانہ شروع ہو گیا، مگر یہ عورت عدت میں ہے، جس کی وجہ سے حج کے سفر سے قاصر ہے، پھر اس نے اگلے سال حج کا زمانہ شروع ہونے سے پہلے اس رقم کو اپنے کھانے پینے کی ضروریات میں خرچ

﴿ گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ ﴾

عاجز من وجه، ولان یوصف بالعجز أولى. والاستطاعة أخص من القدرة، قال (لا يستطيعون نصر أنفسهم - فما استطاعوا من قیام من استطاع إليه سبیلاً) فإنه یحتاج إلى هذه الأربعة، وقوله علیه السلام "الاستطاعة الزاد والراحلة" فإنه بیان ما یحتاج إليه من الالة وخصه بالذكر دون الآخر إذ كان معلوما من حیث العقل ومقتضى الشرع أن التکلیف من دون تلک الآخر لا یصح (المفردات فی غریب القرآن للصفهانی، ج ۱ ص ۵۳۰، مادة طوع)
لا یجب علیها الحج وذلک لانها ممنوعة عن السفر الا ومعها زوجها او ذو محرم منها والمهجور شرعا کالمهجور عادة فصارت غیر مستطیعة (التفسیر المظهری، ج ۲ ص ۹۷، تحت آیت ۹۷ من سورة آل عمران)

۱۔ (ومنها عدم قیام العدة فی حق المرأة) عدة وفاة كانت أو عدة طلاق، والطلاق بائن أو رجعی هکذا فی شرح الطحاوی فلا تخرج المرأة إلى الحج فی علة طلاق أو موت (الفتاویٰ الهندیة، ج ۱ ص ۲۱۹، کتاب المناسک، الباب الاول)
(قوله آية عدة كانت) أى سواء كانت عدة وفاة أو طلاق بائن أو رجعی ح (رد المحتار علی الدر المختار، ج ۲ ص ۲۶۵، کتاب الحج)

کر لیا، یا اس سے کوئی مکان خرید لیا، اور اب حج کے مصارف کے لئے اس کے پاس مال نہ رہا، تو ہمارے نزدیک رائج یہ ہے کہ اس پر سرے سے حج فرض نہیں ہوگا، لہذا خود حج نہ کر سکنے کی صورت میں نہ تو دوسرے سے حج بدل کرانا ضروری ہوگا، اور نہ فوت ہونے سے پہلے حج بدل کی وصیت کرنا واجب ہوگا۔ ۱۔

مسئلہ نمبر ۴..... اگر کوئی عورت عدت کی حالت میں حج کا سفر کر کے حج کر لے، تو اس کا حج صحیح ہو جاتا ہے، لیکن وہ گناہ گار ہوتی ہے۔ ۲۔

مسئلہ نمبر ۵..... اگر کسی عورت نے حج کا سفر شروع کر دیا تھا، اور پھر اس درمیان اس پر عدت واجب ہو گئی، تو حنفیہ کے نزدیک یہ تفصیل ہے کہ اگر حج کے سفر میں عورت کے ساتھ اس کا شوہر ہو، اور شوہر نے راستے میں طلاق رجعی دے دی، تو طلاق رجعی میں کیونکہ نکاح قائم ہوتا ہے، اس لئے وہ اس حال میں شوہر کے ساتھ سفر جاری رکھ سکتی ہے، اور حج کے اعمال پورے کر سکتی ہے، اور شوہر کے لئے افضل یہ ہے کہ وہ طلاق سے رجوع کر لے۔ ۳۔

اور اگر شوہر نے طلاق بائن دی ہو (جس میں نکاح ٹوٹ جاتا ہے، اور شوہر کو رجوع کا حق نہیں رہتا) یا شوہر کے فوت ہونے کی وجہ سے اس عورت پر عدت واجب ہو گئی ہو، تو جس جگہ اس پر عدت شروع ہوئی، وہاں سے اگر اپنا گھر مدت مسافت سے کم کے فاصلہ پر ہے، تو اسے اپنے گھر لوٹ آنا چاہئے، اور وہیں عدت پوری کرنی چاہئے، اور اگر گھر مدت مسافت سے زیادہ کے فاصلہ پر ہے، اور حرم مسافت سفر سے کم کے فاصلہ پر ہے، تو اسے حرم یعنی مکہ مکرمہ چلے جانا چاہئے، اور اگر دونوں طرف کا فاصلہ مدت مسافت سے کم پر ہے، تو اسے گھر

۱۔ البتہ جو حضرات عدم عدت کوچ کی ادائیگی واجب ہونے کی شرط قرار دیتے ہیں، ان کے نزدیک مندرجہ بالا صورت میں اس پر حج فرض ہو جائے گا، اور اس کو کسی بھی طرح سے حج ادا کرنے کی کوشش کرنا ضروری ہوگا، اور خود حج نہ کر سکے، اور کسی سے حج بدل کر اسکے، تو فوت ہونے سے پہلے حج بدل کی وصیت کرنا واجب ہوگا۔

۲۔ فروع: لو خالفت المرأة وخرجت للحج في العدة صح حجها، وكانت آئمة (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج ۱ ص ۳۸، مادة "حج")

۳۔ یعنی عورت کو شلاً زبان سے یہ کہہ دے کہ میں نے طلاق سے رجوع کر لیا، یا آپ کو نکاح میں واپس لوٹ لیا وغیرہ۔

واپس لوٹ کر آنے یا حرم یعنی مکہ مکرمہ جانے کا اختیار ہے، اور اگر گھر اور حرم شریف دونوں کا فاصلہ مسافتِ سفر یا اس سے زیادہ کا ہے، اور وہ کسی شہر و آبادی میں ہو، جہاں اس کو اپنی عزت اور جان مال کا خطرہ نہ ہو، تو امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک اسے وہیں عدت گزارنی چاہئے، اگرچہ اس کے ساتھ اس کا محرم کیوں نہ موجود ہو، اور اگر وہاں اس کو اپنی عزت اور جان مال کا خطرہ ہو، تو کسی قریب ترین اطمینان بخش جگہ جا کر عدت پوری کرنی چاہئے، اور صاحبین (یعنی امام ابو یوسف اور امام محمد رحمہما اللہ) کے نزدیک مذکورہ صورت میں اگر محرم ساتھ ہو، تو اسے وہاں سے نکلنا اور سفر کرنا جائز ہے، اور اگر محرم ساتھ نہ ہو، تو پھر ان تینوں حضرات کے نزدیک وہاں سے نکلنا اور سفر کرنا جائز نہیں۔

اور حنفیہ کے نزدیک اس عورت نے اگر حج یا عمرہ کا احرام باندھ لیا تھا، تو وہ عدت کی وجہ سے محصر کے حکم میں ہوگی، لہذا اس کے حلال ہونے کا طریقہ وہی ہوگا، جو محصر کا ہے۔ ۱۔
اور اگر عورت کے ساتھ حج کے سفر میں شوہر کے علاوہ کوئی اور محرم (مثلاً والد، بیٹا، بھائی وغیرہ) تھا، اور وہ فوت ہو گیا، تو حنفیہ کے نزدیک اس عورت کے لئے گھر لوٹنے یا آگے جانے میں وہی تفصیل ہوگی، جو پیچھے ذکر کی گئی۔

۱۔ وإن لزمتهَا بعد الخروج إلى السفر، وهي مسافرة فإن كان الطلاق رجعيًا لا يفارقها زوجها؛ لأن الطلاق الرجعي لا يزيل الزوجية، والأفضل أن يراجعها، وإن كانت بائنا، أو كانت معتدة عن وفاة، فإن كان إلى منزلها أقل من مدة سفر، وإلى مكة مدة سفر فإنها تعود إلى منزلها؛ لأنه ليس فيه إنشاء سفر فصار كأنها في بلدها، وإن كان إلى مكة أقل من مدة سفر، وإلى منزلها مدة سفر مضت إلى مكة؛ لأنها لا تحتاج إلى المحرم في أقل من مدة السفر، وإن كان من الجانبين أقل من مدة السفر فهي بالخيار إن شاءت مضت، وإن شاءت رجعت إلى منزلها فإن كان من الجانبين مدة سفر فإن كانت في المصر، فليس لها أن تخرج حتى تنقضي عدتها في قول أبي حنيفة، وإن وجدت محرماً، وعند أبي يوسف، ومحمد لها أن تخرج إذا وجدت محرماً، وليس لها أن تخرج بلا محرم بلا خلاف، وإن كان ذلك في المفازة أو في بعض القرى بحيث لا تأمن على نفسها ومالها، فلها أن تمضي فتدخل موضع الأمن ثم لا تخرج منه في قول أبي حنيفة سواء وجدت محرماً أو لا، وعندهما: تخرج إذا وجدت محرماً، وهذه من مسائل (كتاب الطلاق) ونذكرها بدلائلها في فصول العدة إن شاء الله تعالى (بدائع الصنائع، ج ۲ ص ۲۲، كتاب الحج، فصل شرائط فرضية الحج)

یہ تفصیل تو حنفیہ کے نزدیک تھی، اور امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک اگر حج کرنے کے لئے اپنے شہر سے نکلنے اور سفر شروع ہونے کے بعد عورت پر عدت واجب ہوئی، اور اس نے احرام نہیں باندھا، تو اس کو لوٹ کر آنے کا بھی اختیار ہے، اور سفر جاری رکھنے کا بھی اختیار ہے، کیونکہ سفر شروع ہونے کے بعد بعض اوقات واپسی میں عظیم مشقت پیش آتی ہے۔ ۱۔

۱۔ بالخصوص آج کے دور میں قانونی تقاضوں کو نظر انداز کر کے واپسی مشکل ہو جاتی ہے، بلکہ بعض اوقات ناممکن ہی ہو جاتی ہے، اور خلاف ورزی پر جس وقت وغیرہ کے خطرات لاحق ہوتے ہیں۔

آج کل حج کی درخواستیں اور حج کے اخراجات سفر شروع ہونے سے پہلے سرکاری طور پر حاصل کر لئے جاتے ہیں، اور بآسانی واپس نہیں ملتے، اور اگر ملتے ہیں، تو غیر معمولی رقم کی کٹوتی کر لی جاتی ہے، اب اگر کوئی عورت سفر کے اخراجات جمع کرا چکی ہے، پھر اس پر عدت واجب ہو جائے، تو امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک اس کا کیا حکم ہے؟ اس کی تصریح نہیں ملی، لیکن شافعی کی اس مسئلہ کی تسخیر سے اس حالت میں سفر کا جواز معلوم ہوتا ہے۔

ولو خرجت من منزله ففارقت المصر أو لم تفارقه إلا أنها قد فارقت منزله بإذنه للخروج إلى الحج ثم مات عنها أو طلقها كان لها أن تمضي في وجهها وتقيم فيه مقام الحاج ولا تزيد فيه وتعود مع الحاج فتكمل بقية عدتها في منزله إلا أن يكون أذن لها في هذا أن تقيم بمكة أو في بلد غيرها إذا قضت الحج فتكون هذه كالنقلة وتقيم في ذلك البلد (كتاب الام للشافعي، ج ۵ ص ۲۴۴، ابواب متفرقة في النكاح والطلاق وغيرهم)

وإن خرجت فمات زوجها في الطريق رجعت إن كانت لم تفارق البنيان، فإن فارقت البنيان فلها الخيار بين الرجوع والتمام لانها صارت في موضع أذن لها فيه وهو السفر، فأشبه ما لو كانت قد بعدت.

وقال أحمد وأصحابه: يجب عليها أن ترجع إن كانت قريبة لانها في حكم الإقامة وإن تباعدت مضت (المجموع شرح المذهب، ج ۸ ص ۱۷۲، كتاب العدد، اب مقام المعتدة والمكان الذي تعتد فيه)

وقال الشافعية..... وإن أذن الزوج لنزوحه في سفر حج، أو عمرة، أو تجارة، أو استحلال مظلمة، أو نحو ذلك كسفر لحاجتها، ثم وجبت عليها العدة، فإن كانت لم تفارق عمران البلد فإنه يجب عليها الرجوع في الأصح؛ لأنها لم تشرع في السفر.

وإن فارقت عمران البلد ووجبت العدة في أثناء الطريق فلها الرجوع ولها المضى في السفر؛ لأن في قطعها عن السفر مشقة، لا سيما إذا بعدت عن البلد، أو خافت الانقطاع عن الرفقة، والأفضل الرجوع. وإذا اختارت المضى ومضت لمقصدها أو بلغته فإنها ترجع بعد قضاء حاجتها دون تقيد بمدة السفر وهي ثلاثة أيام. ويجب الرجوع بعد قضاء الحاجة لتعتمد ما بقي من العدة في مسكنها (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج ۲ ص ۱۴۲، مادة "رجوع"، رجوع المعتدة إلى منزل العدة)

اور اگر عورت کے حج کا احرام باندھنے کے بعد اس پر عدت واجب ہوئی، تو شافعیہ اور حنابلہ کے نزدیک یہ حکم ہے کہ حج میں اگر اتنا وقت ہو (اور اس کے لئے ممکن بھی ہو) کہ وہ وہاں عدت پوری کر کے حج کر سکتی ہے، تو اسے چاہئے کہ پہلے وہیں ٹھہر کر عدت پوری کرے، اور عدت پوری کر کے حج کے لئے نکلے، لیکن اگر وقت اتنا تنگ ہو کہ عدت گزارنے کی صورت میں اس کا حج فوت ہو جائے گا (خواہ وقت تنگ ہونے کی وجہ سے یا قانونی تقاضوں کی وجہ سے) تو اس کو نہ صرف یہ کہ حج کرنا جائز ہے، بلکہ اس پر حج کرنا واجب ہے، کیونکہ ایک طرف تو اس پر عدت واجب ہے، اور دوسری طرف احرام باندھنے کی وجہ سے حج بھی واجب ہو چکا ہے، اور دونوں کا وقت تنگ ہے، اس لئے اس چیز کو ترجیح دی جائے گی، جو پہلے واجب ہوا ہے، اور وہ حج ہے، جو کہ عدت شروع ہونے سے پہلے احرام کی وجہ سے واجب ہو چکا ہے، اور حج کی تاکید بہت زیادہ ہے، کیونکہ وہ اسلام کا اہم رکن ہے، جبکہ عدت کا یہ درجہ نہیں ہے، اور حج کے بعد میں ادا کرنے کا مکلف کرنے میں حرج عظیم پایا جاتا ہے، کیونکہ دوبارہ بآسانی حج کرنے کے انتظامات میں غیر معمولی مشکلات پائی جاتی ہیں۔ ۱

۱۔ (فصل) إذا أحرمت بالحج ثم وجبت عليها العدة، فإن لم يخش فوات الحج إذا قعدت للعدة لزمها أن تقعد للعدة ثم تحج، لانه يمكن الجمع بين الحقيين فلم يجز إسقاط أحدهما بالآخر فإن خشيت فوات الحج وجب عليها المضى في الحج لانهما استويا في الوجوب وتضيق الوقت والحج أسبق فقدم (المجموع شرح المذهب، ج ۸، ص ۱۷۰، كتاب العدد، اب مقام المعتدة والمكان الذى تعتد فيه)

وان مات زوجها بعد احرامها بحج الفرض أو بحج أذن لها في زوجها نظرت - فإن كان وقت الحج متسعا لا تخاف فوته ولا فوت الرفقة لزمها الاعتداد في منزلها، لانه أمكن الجمع بين الحقيين فلم يجز اسقاط أحدهما.

وان خشيت فوات الحج لزمها المضى فيه. وبهذا قال أحمد.

وقال أبو حنيفة يلزمها المقام وان فاتها الحج لانها معتدة فلم يجز لها أن تنشء سفرا كما لو أحرمت بعد وجوب العدة عليها. دليلنا أنهما عبادتان استويا في الوجوب وضيق الوقت فوجب تقديم الأسبق منهما، كما لو كانت العدة أسبق، ولان الحج أكد لانه أحد أركان الاسلام والمشقة بتفويته تعظم، فوجب تقديمه كما لو مات زوجها بعد أن بعد سفرها إليه (المجموع شرح المذهب، ج ۸، ص ۱۷۳، كتاب العدد، اب مقام المعتدة والمكان الذى تعتد فيه)

﴿بقیہ حاشیہ الگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اور یہ بات ظاہر ہے کہ آج کل باہر کے ممالک سے حج کا سفر کرنے والوں کے لئے قانونی تقاضوں کی وجہ سے درمیان میں کسی بھی جگہ ٹھہرنا یا واپس آنا اختیار میں نہیں ہوتا، اور دوبارہ حج کا سفر کرنا اور اس کے اخراجات برداشت کرنا بھی آسان نہیں ہوتا، ایسی صورت میں اگر کوئی عورت حج کا سفر شروع کر چکی ہو، یا حج کا احرام باندھ چکی ہو، اور پھر اس پر عدت واجب ہو جائے، تو ہمارے نزدیک حنا بلہ و شافعیہ اور بالخصوص شافعیہ کے قول کے مطابق عمل کر لینا درست ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۱۳)..... شرائط کا زمانہ حج میں پایا جانا (حج فرض ہونے کے وقت کے احکام)

حج فرض ہونے کے لئے مخصوص وقت کا ہونا بھی ضروری ہے۔ جو شرائط حج کے فرض ہونے کی ہیں، مثلاً مالدار ہونا وغیرہ، اُن کے کسی بھی وقت پائے جانے سے حج فرض نہیں ہوتا، بلکہ اُن شرائط کا مخصوص وقت میں پایا جانا ضروری ہے۔ لہذا مخصوص وقت میں حج کی استطاعت کا ہونا بھی حج فرض ہونے کی شرائط میں داخل ہے۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

فأما إذا أحرمت بالحج غير معتدة، ثم طرأت عليها العدة في الإحرام بوفاة زوج أو طلاق، فعليها المضى في إحرامها، ولا تكون العدة مانعة لها لتقدم الإحرام عليها (الحاوی فی فقہ الشافعی - للماوردي، ج ۳ ص ۳۶۳، کتاب الحج، باب حصر العبد المحرم) وإن مات زوجها بعد إحرامها بحج الفرض، أو بحج أذن لها زوجها فيه، نظرت؛ فإن كان وقت الحج متسعا، لا تخاف فوته، ولا فوت الرفقة، لزمها الاعتداد في منزلها؛ لأنه أمكن الجمع بين الحقيقتين، فلم يجز إسقاط أحدهما، وإن خشيت فوات الحج، لزمها المضى فيه. وبهذا قال الشافعي.

وقال أبو حنيفة: يلزمها المقام وإن فاتها الحج؛ لأنها معتدة، فلم يجز لها أن تنشء سفرا، كما لو أحرمت بعد وجوب العدة عليها. ولنا، أنهما عبادتان استويا في الوجوب، وضيق الوقت، فوجب تقديم الأسبق منهما، كما لو كانت العدة أسبق؛ ولأن الحج أكّد؛ لأنه أحد أركان الإسلام، والمشقة بتفويته تعظم، فوجب تقديمه كما لو مات زوجها بعد أن بعد سفرها إليه (المغنى لابن قدامة، ج ۸ ص ۱۶۸، کتاب الحج)

أَشْهُرُ مَعْلُومَاتٍ (سورة البقرة، رقم الآية ۱۹۷)

ترجمہ: حج کے چند مہینے ہیں جو (مشہور و معلوم ہیں) (سورہ بقرہ)

حضرت ابن عمر رضی اللہ سے روایت ہے کہ:

أَشْهُرُ الْحَجِّ: شَوَّالٌ، وَذُو الْقَعْدَةِ، وَعَشْرُ مَنِ ذِي الْحِجَّةِ (بخاری) ۱

ترجمہ: حج کے مہینے یہ ہیں: شوال اور ذوالقعدہ اور ذی الحجہ کے دس دن (بخاری)

نو دس ذی الحجہ کی درمیانی شب کے آخر (یعنی صبح صادق یا طلوع فجر) تک چونکہ حج کے سب سے بڑے فریضے وقف عرفہ کا وقت ہوتا ہے، اس لئے ذی الحجہ کی دس تاریخ تک حج کا وقت ہوتا ہے۔

پس حج کے فرض ہونے کی شرائط جب حج کے مہینے شروع ہونے کے بعد پائی جائیں، اور وہ شخص اس عرصہ میں جا کر حج کرنے پر قادر ہو، تو اس پر حج فرض ہوگا۔

البتہ جو شخص مکہ مکرمہ سے دُور اور فاصلے پر ہو، یا کسی دوسرے ملک میں ہو، اُس کے لئے اُس وقت کا اعتبار کیا جائے گا، جب وہاں سے عادتاً سفر کر کے حج کے مناسک ادا کرنا ممکن ہو۔ اس تمہید کے بعد اس شرط سے متعلق اہم مسائل ملاحظہ فرمائیں۔

مسئلہ نمبر ۱..... حج فرض ہونے کے لئے، حج فرض ہونے کی شرائط کا مخصوص وقت میں پایا جانا ضروری ہے، کہ اس وقت میں اس کو حج کا سفر ممکن ہو۔

اگر کسی میں حج کے فرض ہونے کی شرائط کسی دوسرے وقت میں تو پائی گئیں، مگر حج کے وقت میں نہیں پائی گئیں، مثلاً کسی دوسرے وقت میں مالدار ہوا، لیکن حج کے وقت میں وہ مال موجود نہ رہا، بلکہ پہلے ہی خرچ ہو گیا، تو اس پر حج فرض نہیں ہوگا، جیسا کہ نماز کے وقت کا معاملہ ہے

۱۔ ج ۲ ص ۱۴۱، کتاب الحج، باب قول اللہ تعالیٰ الحج أشهر معلومات، دار طوق النجاة، بیروت، واللفظ لہ، مستدرک حاکم، رقم الحدیث ۳۰۹۲، سنن دارقطنی، رقم الحدیث ۲۴۵۲۔

قال الحاکم: هذا حدیث صحیح علی شرط الشیخین، ولم یخرجاه۔

وقال الذہبی فی التلخیص: علی شرط البخاری ومسلم۔

کہ نماز وقت سے پہلے فرض و واجب نہیں ہوا کرتی۔ ۱۔

۱۔ امکان السیر أن تکمل شرائط الحج في المكلف والوقت متسع يمكنه الذهاب للحج.

وهذا شرط لأصل الوجوب عند الحنفية والمالكية والشافعية، وشرط للأداء عند الحنابلة.

وعبر الحنفية عن هذا الشرط بالوقت. وجعله بعضهم شرطا مفردا من شرائط وجوب الحج. وفسروا هذا الشرط بأنه أشهر الحج، أو وقت خروج أهل بلده إن كانوا يخرجون قبلها، فلا يجب الحج إلا على القادر فيها، أو في وقت خروجهم. وفسر غيرهم إمكان السير بوقت الخروج للحج واستدل الجمهور على أن إمكان السير شرط لوجوب الحج بالآتي:

أ - أن إمكان السير من لواحق الاستطاعة وهي شرط لوجوب الحج

ب - أن ذلك بمنزلة دخول وقت الوجوب، كدخول وقت الصلاة، فإنها لا تجب قبل وقتها، إلا أن ذلك يختلف باختلاف البلدان، فيعتبر وقت الوجوب في حق كل شخص عند خروج أهل بلده، فالتقييد بأشهر الحج في الآية إنما هو بالنسبة إلى أهل أم القرى ومن حولها، وللإشعار بأن الأفضل أن لا يقع الإحرام فيما قبلها على مقتضى قواعد الحنفية من أن الإحرام شرط، خلافا للشافعية من أنه لا يجوز الإحرام قبل الأشهر لكونه ركنا.

واستدل الحنابلة على أن إمكان السير شرط للزوم أداء الحج بنفسه بأنه يتعذر الأداء دون القضاء، كالمرض المرجو برؤه، وعدم الزاد والراحلة يتعذر معه الجميع (الموسوعة الفقهية

الكويتية، ج ۱، ص ۳۳ و ص ۳۵، مادة "حج" النخلة الرابعة: إمكان السير)

(قوله: والوقت) قال الرملى سيذكره أيضا في شرائط الصحة ولا شك أن من لم يدرك وقت الحج لم يجب عليه وأنه لا يصح إلا في وقته المخصوص فكان شرطا للوجوب وشرطا للصحة تأمل اهـ. وفي لباب المناسك السابع الوقت وهو أشهر الحج أو وقت خروج أهل بلده إن كانوا يخرجون قبلها فلا يجب إلا على القادر فيها أو في وقت خروجهم فإن ملكه أى المال قبل الوقت فله صرفه حيث شاء ولا حج عليه وإن ملكه فيه فليس له صرفه إلى غير الحج فلو صرفه لم يسقط الوجوب عنه ولو أسلم كافر وبلغ صبي أو أفاق مجنون أو عتق عبد قبل الوقت فخافوا الموت وهم موسرون قيل ليس عليهم الإيضاء بالحج وقيل يجب فإن أوصوا به فعلى الأول لا يصح وصح على الثانى والخلاف مبنى على أن الوقت شرط الوجوب أو الأداء قولان اهـ.

قال شارحه منلا على هما روايتان عن أبى حنيفة وأبى يوسف وزفر ورجح ابن الهمام القول بأنه شرط الوجوب ونسب صاحب المجمع صحة الإيضاء إلى الإمام وصاحبه وخلافها إلى زفر معللا بأنهم كانوا أهل الوجوب وقت الوصية فيصح إيضاؤهم بأن يحج عنهم في وقته لعجزهم عنه ويؤيده ما فى الخانية لو بلغ الصبي فحضره الوفاة وأوصى بأن يحج عنه حجة الإسلام جازت وصيته عندنا ويصح فجعل المذهب الجواز وهو لا ينافى جعل الوقت من شرائط الوجوب على المشهور المرجح خلاف ما فهم المصنف ويبنى عليه صحة الإيضاء وعدمها اهـ.

قلت فعلى هذا فمرة الخلاف فى أن الوقت شرط للوجوب أو للأداء لا تظهر فى صحة الوصية وعدمها وإنما تظهر فى وجوب الإيضاء أو الإحجاج عنه وعدم ذلك فلا يجب على المشهور ويجب على خلافه، تأمل (منحة الخالق على البحر الرائق، ج ۲، ص ۳۳۱، كتاب الحج)

مسئلہ نمبر ۲..... جو شخص جس علاقہ میں رہائش پذیر ہو، اُس علاقہ سے جب لوگ حج کے لئے جاتے ہوں یا حکومت کی طرف سے حج کی درخواستیں وصول کی جاتی ہوں (خواہ حج کے مہینوں میں، یا اس سے پہلے) اُس وقت حج فرض ہونے کی شرائط پائی جانے کا اعتبار ہوگا، اور یہی زمانہ حج فرض ہونے کا زمانہ کہلائے گا۔ ۱

۱۔ والوقت أى القدرة فى أشهر الحج أو فى وقت خروج أهل بلده على ما يأتى (ردالمحتار، ج ۲، ص ۲۵۸، كتاب الحج)

(قوله وقت) ظرف متعلق بمحذوف خبر العبرة أى ثابتة وقت خروج أهل بلدها، ولو قبل أشهر الحج لبعد المسافة ط (قوله وكذا سائر الشرائط) أى يعتبر وجودها فى ذلك الوقت.

(تتمة) ذكر صاحب اللباب فى منسكه الكبير أن من الشرائط إمكان السير وهو أن يبقی وقت يمكنه الذهاب فيه إلى الحج على السير المعتاد فإن احتاج إلى أن يقطع كل يوم أو فى بعض الأيام أكثر من مرحلة لا يجب الحج اهـ. وذكر شارح اللباب أن منها أن يتمكن من أداء المكتوبات فى أوقاتها قال الكرمانى: لأنه لا يلبق بالحكمة إيجاب فرض على وجه يفوت به فرض آخر اهـ وتماه هناك (رد المحتار، ج ۲، ص ۲۶۵، ۲۶۶، كتاب الحج)

وقد قدمنا أن من الشرائط الوقت أعنى أن يكون مالكا لما ذكر فى أشهر الحج حتى لو ملك ما به الاستطاعة قبلها كان فى سعة من صرفها إلى غيره وأفاد هذا قيذا فى صيرورته دينا افتقر هو أن يكون مالكا فى أشهر الحج فلم يحج والأولى أن يقال إذا كان قادرا وقت خروج أهل بلده إن كانوا يخرجون قبل أشهر الحج لبعد المسافة أو كان قادرا فى أشهر الحج إن كانوا يخرجون فيها ولم يحج حتى افتقر تقرر دينا وإن ملك فى غيرها وصرفها إلى غيره لا شىء عليه كذا فى فتح القدير (البحر الرائق، ج ۲، ص ۳۳۸، كتاب الحج، واجبات الحج)

ثم هذه الشرائط التى ذكرنا إنما تعتبر عند خروج أهل بلدة إلى الحج لأن ذلك وقت الوجوب فى حقه حتى إنه إذا كان عنده دراهم قبل خروج أهل بلده واشترى بها المسكن والخادم وأثاث البيت ونحو ذلك، فعند خروج أهل بلده لا يجب عليه أن يبيع ذلك ولا يجب الحج عليه، فاما إذا كان له دراهم وقت الخروج مقدار الزاد والراحلة ولم يكن له مسكن ولا خدام ولا زوجة فأراد أن يصرفها إلى هذه الأشياء فإنه يأتى ويجب عليه الحج ويلزمه الخروج معهم (تحفة الفقهاء للسمرقندى، ج ۱ ص ۳۸۹، ۳۹۰، كتاب المناسك)

ثم ما ذكرنا من الشرائط لوجوب الحج من الزاد، والراحلة، وغير ذلك يعتبر، وجودها، وقت خروج أهل بلده حتى لو ملك الزاد، والراحلة فى أول السنة قبل أشهر الحج، وقبل أن يخرج أهل بلده إلى مكة فهو فى سعة من صرف ذلك إلى حيث أحب؛ لأنه لا يلزمه التأهب للحج قبل خروج أهل بلده؛ لأنه لم يجب عليه الحج قبله، ومن لا حج عليه لا يلزمه التأهب للحج فكان بسبيل من التصرف فى ماله كيف شاء، وإذا صرف ماله ثم خرج أهل بلده لا يجب عليه الحج فاما إذا جاء،

﴿بقية حاشية الگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

مسئلہ نمبر ۴..... اگر حج پر جانے یا حکومت کی طرف سے حج پر جانے کی درخواستیں وصول کئے جانے کا وقت تو شروع ہو گیا، مگر ختم نہیں ہوا، اور اس وقت کسی پر حج فرض ہوا، مثلاً کسی کے پاس اتنا مال آ گیا، جو حج کے مصارف کے لئے کافی ہے، تو قواعد سے معلوم ہوتا ہے کہ اس پر حج فرض ہو جائے گا، اور اگر اس کے برعکس کسی پر وقت شروع ہوتے وقت تو حج فرض تھا، مثلاً حج کے مصارف کے لئے مال تھا، لیکن وقت ختم ہونے سے پہلے وہ صاحب استطاعت نہ رہا، مثلاً اس کا مال جاتا رہا، یا خرچ ہو گیا، تو قواعد کا تقاضا یہ ہے کہ اس پر حج فرض نہ ہوگا۔ ۱۔

مسئلہ نمبر ۵..... اگر کسی شخص پر حج فرض ہو جائے لیکن اس کے والدین فرض حج کی اجازت نہ دیں تب بھی حج پر جانا ضروری ہے، فرض حج کی ادائیگی کے لئے والدین کی اجازت ضروری نہیں۔

البتہ نفلی حج والدین کی اجازت کے بغیر نہیں کرنا چاہئے۔ ۲۔

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

وقت الخروج، والمال فی یدہ فلیس لہ أن یصرفہ إلی غیرہ علی قول من یقول بالوجوب علی الفور؛ لأنہ إذا جاء وقت خروج أهل بلده فقد وجب علیہ الحج لوجود الاستطاعة فیلزمہ التأهب للحج، فلا یجوز لہ صرفہ إلی غیرہ کالمسافر إذا کان معہ ماء للطہارة۔

وقد قرب الوقت لا یجوز لہ استہلاکہ فی غیر الطہارة، فإن صرفہ إلی غیر الحج اثم، وعلیہ الحج، واللہ تعالیٰ أعلم (بدائع الصنائع، ج ۲ ص ۱۲۵، کتاب الحج، فصل شرائط فرضیۃ الحج)

وهذا کلمہ إذا وجد الشرط عند تأهب أهل بلده، إذ به یصیر قادراً علی الحج، فلو ملک مالاً قبلہ وأنفقہ حیث شاء، جاز ولا یجب علیہ الحج، لأنہ لا یلزمہ التأهب فی الحال (شرح النقایۃ، ج ۲ ص ۲۴۸، کتاب الحج)

۱۔ فقہائے کرام سے صراحۃً اس مسئلہ کا ذکر نہ مل سکا، لیکن عبادات میں جہاں کہیں فقہائے کرام نے وقت کو شرط وجوب قرار دیا ہے، وہاں اسی قاعدہ کا اعتبار فرمایا ہے، مثلاً نماز، روزہ، قربانی کے اوقات وغیرہ۔

ا۔ أن إمكان السير من لواحق الاستطاعة وہی شرط لوجوب الحج

ب۔ أن ذلک بمنزلۃ دخول وقت الوجوب، کدخول وقت الصلاة، فإنہا لا تجب قبل وقتہا (الموسوعة الفقہیۃ الکویتیۃ، ج ۱، ص ۳۵، مادۃ ”حج“ الخصلۃ الرابعۃ: إمكان السير)

۲۔ فی شرح السنۃ: هذا فی جہاد التطوع لا ینخرج إلا بإذن الوالدین إذا کانا مسلمین، فإن کان الجہاد فرضاً متعیناً فلا حاجۃ إلی إذنہما وإن منعاہما عصاہما وخرج، وإن کانا کافرین فیخرج بدون ﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

مسئلہ نمبر ۵..... جس شخص میں حج فرض ہونے کی شرائط پائی جائیں، اور وہ حج نہ کرے، اور پھر ان میں سے کوئی شرط جاتی رہے، تو تب بھی اس پر حج فرض رہتا ہے۔

مثلاً ایک شخص کے پاس اتنا مال موجود تھا کہ اس پر حج فرض ہو گیا تھا، لیکن اس نے حج نہیں کیا اور پھر یہ شخص غریب ہو گیا تو اس کے ذمہ حج باقی رہے گا، اور اس کو کسی بھی جائز طریقے سے حج کرنے کی کوشش کرنا ضروری ہوگا، یا حج بدل کرانا ضروری ہوگا، اور حج بدل کا بیان آگے آتا ہے۔ ۱

﴿گزشتہ صفحے کا نتیجہ حاشیہ﴾

إذنهما فرضا كان الجهاد، أو تطوعا، وكذلك لا يخرج إلى شيء من التطوعات كالحج والعمرة والزياره، ولا يصوم التطوع إذا كرهه الوالدان المسلمان، أو أحدهما إلا بإذنهما قال ابن الهمام: لأن طاعة كل منهما فرض عليه، والجهاد لم يتعين عليه (مراقبة المفاتيح، ج ۶ ص ۲۳۷، كتاب الجهاد)

(قوله حج الفرض أولى من طاعة الوالدین) لأنه لا طاعة لمخلوق في معصية الخالق سبحانه وتعالى لكن هذا إذا لم يضيعة بسفره لما قدمه أول الحج أنه يكره بلا إذن ممن يجب استئذانه أي كأحد الأبوين المحتاج إلى خدمته، وقد من أن الأجداد والجدات كالأبوين عند فقدهما (قوله بخلاف النفل) أي فإن طاعتهم أولى منه مطلقا كما قدمناه عن البحر عن الملتقط (رد المحتار على الدر المختار، ج ۲ ص ۲۲۱، كتاب الحج) ويكره الخروج إلى الحج إذا كره أحد أبويه إن كان الوالد محتاجا إلى خدمة الولد وإن كان مستغنيا عن خدمته فلا بأس (الفتاوى الهندية، ج ۱ ص ۲۲۰، كتاب المناسك، الباب الاول)

۱۔ لو ملكه مسلما فلم يحج حتى افتقر حيث يتقرر الحج في ذمته دينا عليه كذا في فتح القدير ولو حج ثم ارتد ثم أسلم لزمه أخرى إذا استطاع كذا في السراجية (الفتاوى الهندية، ج ۱ ص ۲۱۷، كتاب المناسك، الباب الاول)

قال في الإحياء: من استطاع الحج ولم يحج حتى أفلس فعليه الخروج إلى الحج وإن عجز للإفلاس عليه أن يكتسب قدر الزاد فإن عجز فعليه أن يسأل الزكاة والصدقة ويحج فإن لم يفعل ومات مات عاصيا اهـ. ومعلوم أن النسك باق على أصله إذ لا يتضييق إلا بوجود مسوغ ذلك فمرادهم بما ذكر استقرار الوجوب أخذًا مما يأتي وحينئذ فالأوفق بكلامهم في الدين عدم وجوب سؤال الصدقة ونحوها وعدم وجوب الكسب عليه لأجله ما لم يتضييق أي بخوف العضب أو الموت اهـ. شرح م (فتوحات الوهاب بتوضيح شرح منهج الطلاب المعروف بحاشية الجمل على شرح المنهج، ج ۲ ص ۳۷۹، كتاب الحج)

حج فرض ہونے کی شرائط کا خلاصہ

پچھے جو حج فرض ہونے کی شرائط بیان کی گئیں، اُن کا خلاصہ یہ نکلا کہ:

”جس مسلمان، عاقل، بالغ، آزاد غیر معذور کی ملکیت میں حج پر جانے یا حج کی درخواستیں وصول کئے جانے کے وقت اس کی اصلی اور بنیادی ضروریات سے زائد اور فاضل اتنا مال ہو کہ جس سے وہ بیت اللہ و عرفات تک آنے جانے اور وہاں کے قیام و طعام کا خرچ برداشت کرنے کی قدرت رکھتا ہو اور واپسی تک اپنے اُن اہل و عیال و متعلقین کے خرچ کا انتظام بھی کر سکے جن کا نان و نفقہ اس کے ذمہ واجب ہے اور راستہ بھی مامون (امن والا) ہو اور حکومت وغیرہ کی طرف سے کوئی رکاوٹ نہ ہو، تو ایسے ہر مسلمان پر زندگی میں ایک مرتبہ حج فرض ہے“

عورت کے لئے چونکہ بغیر محرم کے اور عدت میں سفر کرنا شرعاً جائز نہیں اس لئے وہ حج ادا کرنے پر اس وقت قادر سمجھی جائے گی جبکہ اس کے ساتھ شوہر یا کوئی شرعی محرم حج کرنے والا ہو، خواہ محرم اپنے خرچ سے حج کر رہا ہو یا یہ عورت اس کے سفر کا خرچ بھی برداشت کرے، اور وہ عورت عدت میں بھی نہ ہو۔

نقطہ

وَاللّٰهُ سُبْحَانَهُ وَتَعَالٰی اَعْلَمُ
وَعِلْمُهُ اَتَمُّ وَاَحْكَمُ.



حج صحیح ہونے کی شرائط

پھر جب کوئی حج کرے، تو اُس کا حج صحیح ہونے کے لئے بھی کچھ شرائط کا پایا جانا ضروری ہے، جن کو مشائخِ احناف نے شرائطِ صحتِ اداء سے تعبیر فرمایا ہے۔

ان شرائط کا مطلب یہ ہے کہ جب تک یہ شرائط نہ پائی جائیں، اگرچہ شرائطِ وجوب پائی جائیں، تو حج کی ادائیگی صحیح و درست نہیں کہلاتی۔

ملفوظ رہے کہ ان شرائط میں سے بعض شرائطِ وجوب میں بھی داخل ہیں، مشائخِ احناف نے حج کے صحیح ہونے کی جو شرائط بیان فرمائی ہیں، اُن کا خلاصہ درج ذیل ہے:

(۱)..... اسلام (یعنی اسلام کی حالت میں حج کرنا، اگر کسی غیر مسلم نے حج کیا، تو

اس کا حج صحیح نہیں ہوگا)

(۲)..... احرام (یعنی حج احرام کے ساتھ کرنا، اگر کسی نے احرام کے بغیر حج کیا،

تو اس کا حج صحیح نہیں ہوگا)

(۳)..... زمان (یعنی حج کے ارکان و مناسک مخصوص زمانے میں ادا کرنا، اگر

کسی نے حج کے زمانے کے علاوہ کسی اور وقت میں وقوفِ عرفہ وغیرہ کیا، تو اس کا

حج صحیح نہیں ہوگا)

(۴)..... مکان (یعنی حج کے ارکان و مناسک اُن کے مخصوص و مقررہ مقامات پر

ادا کرنا، اگر کسی نے حج کے مناسک ادا کیے جانے والی جگہ کے علاوہ کسی اور جگہ

میں طواف، سعی اور وقوف وغیرہ کیا، تو اس کا حج صحیح نہیں ہوگا)

(۵)..... تمیز (یعنی حج کرنے والے کو اپنے عمل کا شعور ہو، تاکہ اس کی طرف

سے حج کی نیت معتبر ہو جائے، اگر کسی بے شعور شخص نے خود سے حج کیا تو اس کا حج

صحیح نہیں ہوگا)

(۶)..... عقل (یعنی حج کرنے والا صاحب عقل ہو، پاگل و مجنون نہ ہو، اگر کسی مجنون و پاگل نے حج کیا، تو اس کا حج صحیح نہیں ہوگا)

(۷)..... صاحب قدرت کا خود حج کے مناسک ادا کرنا (یعنی جب تک قدرت ہو، خود حج کے ارکان و مناسک ادا کرے، صاحب قدرت شخص اگر کسی دوسرے کو نائب بنا کر اپنا حج یا حج کے مناسک ادا کرائے گا تو اس کا حج صحیح نہیں ہوگا)

(۸)..... جماع و صحبت نہ کرنا (یعنی وقوف عرفہ جو کہ حج کا رکن اعظم ہے، اُس سے پہلے حج کے احرام میں جماع و صحبت نہ کرے، ورنہ حج صحیح نہیں ہوگا)

(۹)..... اسی سال کے احرام میں حج کرنا (یعنی حج کے جس سال میں حج کا احرام باندھا ہے، اسی سال حج کرے، ورنہ حج صحیح نہیں ہوگا) ۱

مذکورہ شرائط صرف مشائخ احناف کی تصریح کے مطابق ذکر کی گئی ہیں، دیگر فقہائے کرام کا ان میں سے بعض شرائط میں اختلاف ہے، جس کا یہاں ذکر نہیں کیا گیا۔

وَاللّٰهُ تَعَالٰی اَعْلَمُ



۱۔ النوع الثالث: شرائط صحة الأداء وهي تسعة: الإسلام والإحرام، والزمان، والمكان، والتميز، والعقل ومباشرة الأفعال إلا بعذر وعدم الجماع والأداء من عام الإحرام (رد المحتار، ج ۲، ص ۴۵۸، كتاب الحج)

حج کے فرض واقع ہونے کی شرائط

مشائخ احناف نے حج کے بطور فرض ادا ہونے کی بھی کچھ شرائط بیان فرمائی ہیں، جن کو انہوں نے شرائط وقوع حج عن الفرض سے تعبیر فرمایا ہے کہ ان شرائط کے پائے جانے سے ادا شدہ حج فرض حج کی ادائیگی میں شمار کیا جاتا ہے، ورنہ وہ حج فرض کی ادائیگی میں شمار نہیں کیا جاتا۔ ان میں سے بعض شرائط چونکہ وجوب حج کی بھی شرائط ہیں، جن پر کلام پہلے گزر چکا ہے، اس لئے یہاں ان کی تفصیل ذکر نہیں کی جائے گی۔

مشائخ احناف نے حج کے بطور فرض واقع ہونے کی جو شرائط بیان فرمائی ہیں، ان کا خلاصہ درج ذیل ہے:

(۱)..... اسلام (یعنی اگر کسی نے اسلام لانے سے پہلے حج کیا، تو اس سے اس کے حج کا فرض ادا نہیں ہوگا، اور مسلمان ہونے کے بعد صاحب استطاعت ہونے پر دوبارہ حج کرنا فرض ہوگا)

(۲)..... اسلام پر باقی رہنا (یعنی حج کرنے کے بعد مرتے دم تک اسلام پر قائم رہے، اگر خدا نخواستہ کوئی حج کرنے کے بعد دائرۃ اسلام سے خارج و مرتد ہو جائے، تو اس کے حج کا فریضہ کالعدم ہو جاتا ہے)

(۳)..... عقل (یعنی اگر کسی نے جنون و پاگل پنہ کی حالت میں حج کیا، تو اس سے حج کا فریضہ ادا نہیں ہوگا، اور صحت مند ہونے کے بعد صاحب استطاعت ہونے پر دوبارہ حج کرنا فرض ہوگا)

(۴)..... آزاد ہونا (یعنی اگر کسی غلام و باندی نے آزاد ہونے سے پہلے حج کیا، تو اس کے حج کا فریضہ ادا نہیں ہوگا، اور آزاد ہونے کے بعد صاحب استطاعت ہونے کی صورت میں اس پر دوبارہ حج فرض ہوگا)

(۵)..... بلوغ (یعنی اگر کسی نے نابالغ ہونے کی حالت میں حج کیا، تو اس سے حج کا فریضہ ادا نہیں ہوگا، اور بالغ ہونے کے بعد صاحب استطاعت ہونے پر اس کو دوبارہ حج کرنا فرض ہوگا)

(۶)..... اگر قدرت ہو تو خود حج ادا کرنا (یعنی اگر صحیح و تندرست ہے، اور کوئی شرعی رکاوٹ نہیں تو خود جا کر حج ادا کرے، ایسی صورت میں کسی اور کا اس کی طرف سے حج کرنا فرض حج نہیں بنے گا، بلکہ نفل حج بنے گا)

(۷)..... حج کو فاسد نہ کرنا (یعنی کوئی ایسا عمل نہ کرنا کہ جس سے حج فاسد ہو جاتا ہے، مثلاً حج کا احرام باندھنے کے بعد وقوف عرفہ سے پہلے جماع نہ کرنا، ورنہ حج کا فریضہ ادا نہیں ہوگا)

(۸)..... نفل حج کی نیت نہ کرنا (یعنی اگر کوئی نفل حج کی نیت سے حج کرے، اور اس نے اپنا فرض حج ادا نہ کیا ہو، تو اس کے نفل کی نیت سے حج کرنے سے اس کے حج کا فریضہ ادا نہیں ہوگا)

(۹)..... دوسرے کی طرف سے حج کی نیت نہ کرنا (یعنی اگر کسی نے اپنی طرف سے حج کی نیت نہیں کی، بلکہ کسی اور کی طرف سے نیت کر کے حج کیا، تو اس سے اس حج کرنے والے کے حج کا فریضہ ادا نہیں ہوگا) ۱

ملفوظ رہے کہ مذکورہ شرائط اجمالی درجہ میں وہ ہیں کہ جو مشائخ احناف نے ذکر فرمائی ہیں، دیگر فقہائے کرام کا ان میں سے بعض شرائط میں اختلاف بھی ہے، جس کا یہاں ذکر نہیں کیا گیا۔

وَاللّٰهُ تَعَالٰی اَعْلَمُ

۱ النوع الرابع: شرائط وقوع الحج عن الفرض وهي تسعة أيضا: الإسلام، وبقاؤه إلى الموت، والعقل، والحرية والبلوغ والأداء بنفسه إن قدر، وعدم نية النفل، وعدم الإفساد، وعدم النية عن الغير (رد المحتار، ج ۲، ص ۵۸، كتاب الحج)

فرض حج نہ کرنے اور اس میں ٹال مٹول کے بہانے

بہت سے لوگوں پر حج فرض ہو چکا ہوتا ہے، اور ان میں حج فرض ہونے کی شرائط مکمل طور پر پائی جاتی ہیں، لیکن وہ حج کرنے میں بہت غفلت اور لاپرواہی کا مظاہرہ کرتے ہیں اور اس بارے میں بے شمار حیلے، بہانے اور مختلف تاویلیں پیش کر کے جان چرانے کی کوشش کرتے ہیں، اور پھر اسی حال میں حج کئے بغیر بہت سے لوگ فوت بھی ہو جاتے ہیں۔

خوب اچھی طرح سمجھ لیجئے کہ جب کسی شخص میں حج فرض ہونے کی سب شرائط پائی جائیں، تو بعض فقہاء کے نزدیک اس پر فوراً اسی سال حج کرنا فرض ہو جاتا ہے جس کے بعد بغیر شرعی عذر کے تاخیر یا ٹال مٹول کرنے سے انسان گناہ گار ہوتا ہے۔

اور بعض فقہاء کے نزدیک اگرچہ فوراً اسی سال حج کرنا تو ضروری نہیں ہوتا، اور تاخیر کرنے میں گناہ نہیں ہوتا، البتہ ان کے نزدیک اسی سال حج کرنا افضل ضرور ہے، لیکن اس بات پر وہ بھی متفق ہیں کہ اگر حج فرض ہونے کے بعد تاخیر کی اور خدا نخواستہ حج کرنے سے پہلے فوت ہو گیا تو پھر یہ شخص سخت گناہ گار ہوتا ہے۔

اور موت کے وقت کا کسی کو علم نہیں کہ کس وقت آ جائے، اور موت کا خطرہ ہر وقت سر پر لگا ہوا ہے، اور موت کا خطرہ نہ ہو، تو تب بھی یہ خطرہ تو ہر وقت موجود ہے کہ آئندہ اس کے پاس مال نہ رہے، یا کوئی اور عذر پیش آ جائے، اور پھر حج کی ادائیگی دشوار ہو جائے۔

لہذا حج فرض ہونے کے بعد جتنی جلدی ممکن ہو، حج کا فریضہ ادا کرنے کی کوشش کرنی چاہئے۔ ۱۔

۱۔ (وعنه) أى عن ابن عباس (قال: قال رسول الله - صلى الله عليه وسلم - من أراد الحج فليعجل) بتشديد الجيم قال الطيبي رحمه الله أى من قدر على الحج فليغتزم الفرصة وقيل أمر استحباباً اهـ۔

﴿بقية حاشيا اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

البتہ اتنی بات ضرور ہے کہ اگر کوئی شخص حج فرض ہونے کے بعد اسی سال حج نہیں کرتا اور بلا شرعی عذر کے تاخیر کرتا ہے، لیکن بہر حال اگلے سال یا اس کے بعد حج کر لیتا ہے تو حج کا فریضہ ذمہ سے اتر جاتا ہے، اور اس کا حج ادا ہو جاتا ہے۔ ۱

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

والأصح عندنا أن الحج واجب على الفور، وهو قول أبي يوسف ومالك رحمهما الله، وعن أبي حنيفة -رحمه الله- ما يدل عليه وهو ما روى ابن شجاع عنه أن الرجل يجد ما يحج به وقصد التزوج أنه يحج به، وقال محمد -رحمه الله- وهو رواية عن أبي حنيفة، وقول الشافعي أنه على التراخي إلا أن يظن فواته لو أخره لأن الحج وقته العمر نظرا إلى ظاهر الحال في بقاء الإنسان، فكان كالصلاة في وقتها يجوز تأخيرها إلى آخر العمر كما يجوز تأخيرها إلى آخر وقتها، إلا أن جواز تأخيرها مشروط عند محمد بأن لا يفوت يعني لو مات ولم يحج أثم، ولأبي يوسف أن الحج في وقت معين من السنة والموت فيها ليس بنادر، فيضيق عليه للاحتياط لا لا تقطاع التوسع بالكلية، فلو حج في العام الثاني كان مؤديا باتفاقهما، ولو مات قبل العام الثاني كان آثما باتفاقهما، وثمرة الخلاف بينهما إنما تظهر في حق تفسيق المؤخر ورد شهادته عند من يقول بالفور وعدم ذلك عند من يقول بالتراخي، كذا حققه الشمني (مرقاة المفاتيح، ج ۵ ص ۷۴۹، كتاب المناسك) وأما كيفية وجوبه، فنقول: ذكر الحسن الكرخي رحمه الله أنه يجب على الفور ولا يجوز التأخير عن أول أوقات الإمكان، وهذا قول أبي يوسف روى عنه بشر والمعلى، قال شيخ الإسلام رحمه الله: وهو قول أبي حنيفة رحمه الله في أصح الروايتين. وقال محمد: يجب على التراخي، وهو قول الشافعي.

محمد احتج بتأخير رسول الله عليه السلام الحج من غير عذر، بيانه: فيما روى أن فرضية الحج نزلت في سنة ثلاث من الهجرة ورسول الله حج سنة عشر، وما كان به عذر. وأبو يوسف يحمل ذلك على العذر التأخير بعذر جائز (المحيط البرهاني في الفقه النعماني، ج ۲ ص ۲۲۰، كتاب المناسك، الفصل الثاني في بيان ركن الحج وكيفية وجوبه)

ويجب على الفور. قال -عليه الصلاة والسلام-: من ملك زادا يبلغه إلى بيت الله تعالى ولم يحج فلا عليه أن يموت يهوديا أو نصرانيا. وعن أبي حنيفة ما يدل عليه، فإنه قال: من كان عنده ما يحج به ويريد التزوج يبدأ بالحج، ولأن الموت في السنة غير نادر، بخلاف وقت الصلاة فإن الموت فيه نادر، ولهذا كان التعجيل أفضل إجماعا (الاختيار لتعليل المختار، ج ۱ ص ۱۳۹، كتاب الحج) ۱. واختلف في وجوبه على الفور، والتراخي، ذكر الكرخي: أنه على الفور حتى يَأْتَمَ بالتأخير عن أول أوقات الإمكان، وهي السنة الأولى عند اجتماع شرائط الوجوب، وذكر أبو سهل الزجاجي الخلاف في المسألة بين أبي يوسف، ومحمد فقال في قول أبي يوسف: يجب على الفور، وفي قول محمد: على التراخي، وهو قول الشافعي. وروى عن أبي حنيفة مثل قول أبي يوسف، وروى عنه مثل قول محمد.

﴿بقية حاشيا گئے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ أَرَادَ الْحَجَّ فَلْيَتَعَجَّلْ (سنن

ابی داؤد، رقم الحديث ۱۷۳۲، کتاب المناسک، باب التجارة فی الحج)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو حج کا ارادہ کرے، تو اس کو جلدی

کرنی چاہئے (ابوداؤد)

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

وجہ قول محمد: أن الله تعالى فرض الحج في وقت مطلقاً؛ لأن قوله تعالى ”وَلِلَّهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ إِلَيْهِ سَبِيلًا“ مطلق عن الوقت ثم بين، وقت الحج بقوله (وعز وجل) ”الْحَجُّ أَشْهُرٌ مَّعْلُومَةٌ“ أى: وقت الحج أشهر معلومات فصار المفروض هو الحج في أشهر الحج مطلقاً من العمر فتقيده بالفور تقييد المطلق، ولا يجوز إلا بدليل. وروى أن فتح مكة كان لسنة ثمان من الهجرة، وحج رسول الله صلى الله عليه وسلم في سنة العشر، ولو كان وجوبه على الفور لما احتمل التأخير منه، والدليل عليه: أنه لو أدى في السنة الثانية أو الثالثة يكون مؤدياً لا قاضياً، ولو كان، واجباً على الفور. وقد فات الفور فقد فات وقته فينبغي أن يكون قاضياً لا مؤدياً كما لو فاتت صلاة الظهر عن وقتها، وصوم رمضان عن وقته.

ولهما: أن الأمر بالحج في وقته مطلق يحتمل الفور، ويحتمل التراخي، والحمل على الفور أحوط؛ لأنه إذا حمل عليه يأتي بالفعل على الفور ظاهراً وغالباً خوفاً من الائم بالتأخير، فإن أريد به الفور فقد أتى بما امر به فامن الضرر، وإن أريد به التراخي لا يضره الفعل على الفور بل ينفعه، لمسارعة الخير، ولو حمل على التراخي ربما لا يأتي به على الفور، بل يؤخر إلى السنة الثانية، والثالثة فتلحقه المضرة إن أريد به الفور، وإن كان لا يلحقه إن أريد به التراخي، فكان الحمل على الفور حملاً على أحوط الوجهين فكان أولى، وهذا قول امام الهدى الشيخ أبى منصور الماتريدى فى كل امر مطلق عن الوقت انه يحتمل على الفور لكن عملاً لا اعتقاداً على طريق التعيين ان المراد منه الفور او التراخي بل يعتقد ان ما اراد الله تعالى به من الفور، والتراخي فهو حق، وروينا عن النبي صلى الله عليه وسلم انه قال: (من ملك زاداً وراحلة تبلغه الى بيت الله الحرام فلم يحج فلا عليه ان يموت يهودياً او نصرانياً) ألحق الوعيد بمن آخر الحج عن اول اوقات الامكان، لانه قال، من ملك كذا فلم يحج، والفاء للتعقيب بلا فصل أى لم يحج عقيب ملك الزاد، والراحلة بلا فصل، واما طريق عامة المشايخ فان للحج وقتاً معيناً من السنة يفوت عن تلك السنة بفوات ذلك الوقت، فلو أخره عن السنة الاولى وقد يعيش الى السنة الثانية، وقد لا يعيش فكان التأخير عن السنة الاولى تفويتاً له للحال، لانه لا يمكنه الاداء للحال الى ان يجيئ، وقت الحج من السنة الثانية، وفي ادراكه السنة الثانية شك، فلا يرتفع الفوات الثابت للحال بالشك، والتفويت حرام. واما قوله: ان الوجوب فى الوقت ثبت مطلقاً عن الفور فمسلم لكن المطلق يحتمل الفور، ويحتمل التراخي،

﴿بقية حاشية اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی ایک روایت میں ہے کہ:

قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: تَعَجَّلُوا إِلَى الْحَجِّ يَعْنِي:

الْفَرِيضَةَ، فَإِنْ أَحَدُكُمْ لَا يَدْرِي مَا يَعْرِضُ لَهُ (مسند أحمد، رقم الحديث

۲۸۶۷) ۱

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم حج (کافر ایضہ ادا) کرنے میں

جلدی کرو، کیونکہ تم میں سے کوئی نہیں جانتا کہ اُس کو کیا عارضہ پیش آجائے (مسند

احمد)

اور ایک روایت میں ہے کہ:

قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ أَرَادَ أَنْ يَحُجَّ، فَلْيَتَعَجَّلْ فَإِنَّهُ قَدْ

تَصَلَّى الصَّلَاةَ، وَيَمْرُضُ الْمَرِيضُ، وَتَكُونُ الْحَاجَّةُ (مسند أحمد، رقم

الحديث ۱۸۳۳) ۲

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

والحمل على الفور اولیٰ لما بینا، ويجوز تقييد المطلق عند قيام الدليل، واما تاخير رسول الله صلى الله عليه وسلم الحج عن اول اوقات الامكان فقد قيل انه كان لعذر له، ولا كلام في حال العذر يدل على انه لا خلاف في ان التعجيل الفضل، والرسول صلى الله عليه وسلم لا يترك الا فضل الا لعذر على ان المانع من التأخير هو احتمال الفوات، ولم يكن في تأخير ذلك فوات لعلمه من طريق الوحى انه يحج قبل موته قال الله تعالى: لقد صدق الله رسوله الرؤيا بالحق لتدخلن المسجد الحرام ان شاء الله امنين، والثنيا للتمتين، والتبرك او لما ان الله تعالى خاطب الجماعة. وقد علم ان بعضهم يموت قبل الدخول، واما قوله لو ادى في السنة الثانية كان مؤديا لا قاضيا فانما كان كذلك، لان اثر الوجوب على الفور عملا في احتمال الاثم بالتأخير عن اول الوقت في الامكان لافي اخراج السنة الثانية، والثالثة من ان يكون، وقتا للواجب كما في باب الصلاة، وهذا، لان وجوب التعجيل انما كان تحريزا عن الفوات اذا عاش الى السنة الثانية، والثالثة فقد زال احتمال الفوات فحصل الاداء في وقته كما في باب الصلاة، والله اعلم (بدائع الصنائع، ج ۲ ص ۱۱۹، ۱۲۰، كتاب الحج، فصل كيفية فرض الحج)

۱ في حاشية مسند احمد: حديث حسن.

۲ في حاشية مسند احمد: حديث حسن.

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو حج کرنے کا ارادہ کرے، تو اُسے جلدی کرنی چاہئے، کیونکہ کبھی گم ہونے والی چیز (مثلاً دولت اور رقم) گم ہو جاتی ہے، اور مریض بیمار ہو جاتا ہے، اور کوئی حاجت پیش آ جاتی ہے (مسند احمد)

اگرچہ مذکورہ احادیث میں اصولی طور پر حج فرض ہو جانے کے بعد تاخیر اور ٹال مٹول کرنے کے وہ تمام حیلے بہانے آگئے جو آج کل لوگ پیش کیا کرتے ہیں، لیکن کیونکہ عام لوگوں کے شبہات اس طرح دور نہیں ہوتے، اور مختلف لوگوں کے اپنے اپنے اور الگ الگ حیلے بہانے ہوتے ہیں، اس لئے آگے لوگوں کی طرف سے حج فرض میں تاخیر اور ٹال مٹول کرنے کے چند رائج حیلوں اور بہانوں پر روشنی ڈالی جا رہی ہے۔

کیا حج بڑھاپے میں کرنے کا کام ہے؟

بہت سے لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ حج بڑھاپے کی عمر میں کرنے کا کام ہے، لہذا جوانی میں یا جب تک عمر کا ایک بڑا حصہ نہ گزر جائے اس وقت تک حج کرنے کی ضرورت نہیں۔ حالانکہ واقعہ یہ ہے کہ حج کا عمر کے کسی خاص حصہ سے تعلق نہیں ہے بلکہ اس کا تعلق حج فرض ہونے کی شرائط اور حج کی استطاعت سے ہے کہ جب حج فرض ہونے کی شرائط پائی جائیں، یہ فریضہ ذمہ میں لازم ہو جاتا ہے، جس طرح نماز اور روزہ وغیرہ کا معاملہ ہے کہ عاقل بالغ مسلمان پر نماز فرض ہو جاتی ہے، اور اگر انسان زکاۃ کے نصاب کا مالک ہو تو سال بعد زکاۃ بھی فرض ہو جاتی ہے، اسی طرح بالغ ہونے کے بعد جب بھی حج فرض ہونے کی شرائط پائی جائیں، حج کا فریضہ ذمہ میں لازم ہو جاتا ہے۔

اور غور کیا جائے تو حج کا اصل مزہ جوانی ہی میں ہے، ایک تو اس وجہ سے کہ حج میں جسمانی محنت اور مشقت پیش آتی ہے، بلکہ حج کے احکام اسی وقت ذوق و شوق اور زندہ دلی کے ساتھ ٹھیک ٹھیک طریقہ پر انجام دیئے جاسکتے ہیں جبکہ انسان اس کا متحمل ہو اور انسانی قویٰ

اور اعضاء مضبوط ہوں اور یہ بات عام طور پر جوانی میں ہی انسان کو حاصل ہوتی ہے نہ کہ بڑھاپے میں۔

اور بڑھاپے میں بھی اگرچہ انسان حج کر ہی لیتا ہے لیکن بہت سے کاموں کو ذوق و شوق کے ساتھ کرنے کی صرف حسرت ہی دل میں رہ جاتی ہے، اور بعض اوقات ٹھیک ٹھیک احکام کی ادائیگی بھی نہیں ہو پاتی۔

دوسرے اس وجہ سے کہ حدیث شریف میں جوانی کی عبادت کو بہت اہمیت دی گئی ہے۔ ۱
ایک حدیث میں ہے کہ جن مخصوص لوگوں کو قیامت کے دن عرش کا سایہ نصیب ہوگا، اُن میں ایک وہ نوجوان ہے جو اپنے رب تعالیٰ کی عبادت میں پلا بڑھا ہو۔ ۲

۱۔ عن عقبہ بن عامر، قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: عجب اللہ من شاب لیس له صیوۃ (الترغیب فی فضائل الأعمال و ثواب ذلک، لابن شاہین، رقم الحدیث ۲۳۱، باب فضل عبادۃ الشاب علی ذوی الأسنان)

عن موسیٰ بن جابان، عن انس، قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: " فضل الشاب العابد الذی تعبد فی شبابہ علی الشیخ الذی تعبد بعدما کبرت سنہ، قال: یقول اللہ: للشاب المؤمن بقدری، الراضی بکتابی القانع برزقی، التارک شہوتہ من أجلی، أنت عندی کبعض ملائکتی، وللشاب التارک لحرمت اللہ العامل بطاعة اللہ کل أجر سبعین صدیقاً، وفضل الشاب المتعبد علی الشیخ الذی تعبد بعدما کبرت سنہ کفضل المرسلین علی سائر النبیین " (الترغیب فی فضائل الأعمال و ثواب ذلک، لابن شاہین، رقم الحدیث ۲۲۹، باب فضل عبادۃ الشاب علی ذوی الأسنان)

عن أبی حبان، عن أبی الأحوص، عن عبد اللہ بن مسعود، قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: " إن أحب الخلاق إلی اللہ شاب حدث السن، جمیل فی صورة حسنة، جعل شبابہ وجمالہ فی عبادۃ اللہ، فذاک الذی یبایہ بہ الرحمن ملائکتہ، یقول: هذا عبدی حقاً (الترغیب فی فضائل الأعمال و ثواب ذلک، لابن شاہین، رقم الحدیث ۲۳۰، باب فضل عبادۃ الشاب علی ذوی الأسنان)

۲۔ عن أبی ہریرۃ، عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال: " سبعة یظلہم اللہ فی ظلہ، یوم لا ظل إلا ظلہ: الإمام العادل، وشاب نشأ فی عبادۃ ربہ، ورجل قلبہ معلق فی المساجد، ورجلان تحابا فی اللہ اجتمعا علیہ وتفرقا علیہ، ورجل طلبتہ امرأۃ ذات منصب وجمال، فقال: إني أخاف اللہ، ورجل تصدق، أخفی حتی لا تعلم شمالہ ما تنفق یمینہ، ورجل ذکر اللہ خالیا ففاضت عیناہ " (بخاری، رقم الحدیث ۶۲۰، باب من جلس فی المسجد ینتظر الصلاة وفضل المساجد)

تیسرے اس وجہ سے کہ اگر اخلاص اور نیک نیتی کے ساتھ صحیح طریقہ پر حج کیا جائے تو تجربہ اور مشاہدہ یہ ہے کہ وہ انسان کے دل و دماغ میں ایک خاص انقلاب پیدا کرتا ہے، جس سے انسان کے دل میں نرمی، اللہ تعالیٰ کے ساتھ خصوصی تعلق اور آخرت کی فکر پیدا ہوتی ہے، جس کے نتیجہ میں انسان کے لئے گناہوں، جرائم اور بدعنوانیوں سے بچنا آسان ہو جاتا ہے اور دل و دماغ کی اس تبدیلی کی ضرورت بڑھاپے کی نسبت جوانی میں زیادہ ہوتی ہے۔ کیونکہ جوانی میں نفس و شیطان کا غلبہ اور گناہوں کی خواہش زیادہ ہوتی ہے۔ مشہور ہے کہ جوانی دیوانی ہوتی ہے۔

جبکہ بڑھاپے میں خواہشات کمزور ہو جاتی ہیں۔ ۷

در جوانی تو بہ کردن شیوہ پیغمبری وقت پیری گرگِ ظالم می شود پرہیزگار
کہ بڑھاپے میں تو ظالم بھیڑ یا بھی پرہیزگار بن جاتا ہے، پیغمبروں کا شیوہ یہ ہے کہ جوانی میں ظلم اور گناہ سے توبہ کی جائے۔
پس اگر حج کی برکت سے جوانی میں ہی کسی کو ہدایت مل جائے تو پھر آنے والی زندگی میں خیر کی امید زیادہ ہوتی ہے اور بڑھاپے تک کے لمبے عرصہ کی زندگی کا رخ اچھائی کی طرف مڑ جاتا ہے، اور ایک لمبے عرصے تک انسان گناہوں کے وبال و عذاب سے محفوظ رہ کر جنت کا مستحق ہو جاتا ہے۔

لہذا حج فرض ہو جانے کے بعد جوانی ہی میں بڑھاپے کا انتظار کئے بغیر جلد از جلد شوق و ذوق کے ساتھ حج کا فریضہ سرانجام دینا چاہئے۔

حج سے پہلے نماز روزہ کا بہانہ

بعض لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ حج پر اس وقت جانا چاہئے کہ جب نماز روزے کے پابند ہو جائیں اور وہ اسی خیال میں ایک عرصہ گزار دیتے ہیں، نہ انہیں نماز روزے کی پابندی کی سعادت

حاصل ہوتی ہے اور نہ ہی حج کرنے کی توفیق حاصل ہوتی۔

ان لوگوں کو سمجھ لینا چاہئے کہ اوّل تو ان کو نماز روزے کی پابندی سے کس نے منع کیا ہے جو پابندی نہیں کرتے، کیا ابھی نماز روزہ فرض نہیں ہوا؟ اور اگر فرض ہو چکا ہے تو پھر کیا رکاوٹ ہے؟ آج ہی سے اس کی پابندی شروع کر دیجئے پھر حج نہ کرنے کا کیا عذر ہوگا؟

دوسرے حج علیحدہ سے فرض ہے اور نماز، روزہ علیحدہ سے فرض ہیں، ایک کی وجہ سے دوسرے کو چھوڑنا کہاں کی عقل مندی ہے؟

پس جو عبادت جس وقت فرض ہو جائے، اس کو اسی وقت انجام دینا چاہئے، اور اگر ایک سے زیادہ عبادتیں فرض ہو چکی ہیں، تو اپنے اپنے وقت پر ان سب کو انجام دینا چاہئے، اور اگر کسی کو ایک عبادت کی توفیق نہیں ہوتی، تو اس کی وجہ سے دوسری عبادت کے فریضہ کو نہیں چھوڑنا چاہئے۔

ایک عبادت کی وجہ سے دوسری عبادت کو چھوڑنا بلکہ دونوں کو ہی چھوڑ دینا یہ تو ایسا ہی ہے جیسا کہ ایک شخص کو پیاس بھی لگی ہوئی ہو اور بھوک بھی، اور پانی اور کھانے دونوں چیزوں کا بندوبست بھی ہو، لیکن وہ شخص نہ پانی پئے اور نہ ہی کھانا کھائے، اور جب بھوک کا علاج بتایا جائے کہ کھانا کھاؤ تو وہ جواب میں کہے کہ پہلے پانی پی لیں پھر کھانا کھائیں گے، لیکن پانی بھی نوش نہیں کرتا۔

ظاہر ہے کہ ایسے شخص کو یہی کہا جائے گا کہ آپ کو پانی پینے سے کس نے منع کیا ہے؟ اور اگر آپ پانی نہیں پیتے تب بھی کھانے کی ضرورت اپنی جگہ ہے اور پانی کی ضرورت اپنی جگہ؟ بس اس مثال سے واضح ہوا کہ اصل بات یہ ہے کہ حج کرنا نہیں چاہتے ورنہ تو نماز روزے کا آج ہی سے پابند ہونا نہ تو اپنے اختیار سے باہر ہے اور نہ ہی حج کا فرض ہونا نماز روزے کی پابندی پر موقوف ہے۔ ۱۔

۱۔ وہ الگ بات ہے کہ حج مبرور کی فضیلت اس پر موقوف ہو، مگر فرضیت کا اس سے تعلق نہیں۔ محمد رضوان۔

حج کے بعد گناہ نہ ہو جانے کا بہانہ

بعض لوگ حج فرض ہونے کے باوجود اس لئے حج پر نہیں جاتے کہ حج کے بعد پھر کوئی گناہ نہ ہو جائے، لہذا سوچتے ہیں کہ پہلے ہر قسم کے گناہوں سے فارغ ہو جائیں اور پھر زندگی کے آخری دنوں میں حج کریں گے تا کہ بعد میں پھر کوئی گناہ نہ کریں۔

یاد رکھئے کہ یہ بھی نفس و شیطان کا بہانہ ہے، کیونکہ یہ معلوم نہیں کہ زندگی کے کتنے ایام باقی ہیں اور کب موت آجائے۔

اس کا تقاضا تو یہ ہے کہ انسان ہر وقت کو اپنی زندگی کے آخری ایام سمجھے، اور اگر خدا نخواستہ زندگی کے آخری ایام کا انتظار کرتے کرتے حج کیے بغیر موت آگئی تو پھر کیا ہوگا؟

پھر یہ بھی ظاہر ہے کہ حج کر لینے کے بعد گناہ کرنے کا اختیار اور خواہش بالکل ختم نہیں ہو جاتی بلکہ وہ تو مرتے دم تک برقرار رہتی ہے اور حج کرنے کے بعد بھی گناہ سے بچنے کے لئے اپنے اختیار کو استعمال کرنا پڑتا ہے، ورنہ کتنے لوگ ایسے ہیں کہ آخری عمر میں بھی حج کر کے گناہوں سے نہیں بچتے۔

پس حج کے بعد بھی اپنے آپ کو گناہ سے بچانے کے لئے اپنے ارادہ اور اختیار کو استعمال کرنا پڑتا ہے، وہ ارادہ اور اختیار اللہ تعالیٰ نے آج بھی دیا ہوا ہے اس کو استعمال کیجئے اور آج ہی سے گناہوں کو چھوڑ دیجئے اور سچی و پکی توبہ کر کے حج کے لئے تشریف لے جائیے، کیونکہ گناہوں سے بچنا اور گناہوں سے توبہ کرنا تو حج سے پہلے بھی ضروری ہے۔

اور اگر بالفرض آج گناہ نہیں چھوڑتے تب بھی اس کے انتظار میں حج کو مؤخر نہ کیجئے، کیا معلوم کہ اللہ تعالیٰ حج کے فریضہ کی برکت سے گناہ چھوڑنے کی ہمت عطا فرمادیں اور اگر بعد میں بھی گناہ نہیں چھوڑے تب بھی حج ادا کرنے سے کم از کم ایک بڑے (حج نہ کرنے کے) گناہ سے تو چھٹکارا حاصل ہو ہی جائے گا، اور آخرت میں حج فرض ادا نہ کرنے کا سوال نہ ہوگا،

اگرچہ حج مبرور کی سعادت حاصل نہ ہو۔

یہ کہاں کی عقلمندی ہے کہ نہ دوسرے گناہ چھوڑیں اور اس سے بڑھ کر مزید گناہوں کا ذخیرہ جمع کرتے چلے جائیں۔

پہلے کچھ کھا، کمالیں؟

بعض لوگ حج کے بارے میں یہ بہانہ کرتے ہیں کہ یہ وقت کھانے کمانے کا ہے، پہلے کچھ کھا کمالیں پھر حج کریں گے۔ یہ بھی نفس و شیطان کا دھوکہ ہے۔

حج فرض ہونے کی شرائط پائے جانے کے بعد کھانے کمانے کا عذر بے کار ہے، حج میں بھی تو کھانے کی اجازت ہوتی ہے، کھانے پینے کی پابندی نہیں ہوتی، جہاں تک کمانے کا تعلق ہے تو یاد رکھیے کہ یہ مال اللہ تعالیٰ کی دین اور عطاء ہے، لہذا اس کے حقوق ادا کرنا ضروری ہے، اور حج کی وجہ سے تو مال میں برکت ہوتی ہے، تو حج کمائی کرنے کے بھی خلاف نہ ہوا، اور آخری درجہ میں حج روح کی غذا اور آخرت کی کمائی ہے، اور جسم و دنیا فانی اور آخرت و روح باقی ہے، لہذا باقی کے لیے فانی سے زیادہ غذا اور کمائی کی ضرورت ہے۔

بعض لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ حج سے پہلے کاروبار میں دھوکہ، فریب، جھوٹ، سود، رشوت، کم تولنا، کم ناپنا، نقلی اور جعلی چیز کو اصلی بتا کر بیچنا جیسے گناہ اگر حج کے بعد کئے جائیں تو بڑی بدنامی ہوگی، لوگ کہیں گے حاجی صاحب ہو کر ایسا کام کرتے ہیں اس لئے وہ جوانی میں حج نہیں کرتے۔

اور سمجھتے ہیں کہ جب بوڑھے ہو جائیں گے تو حج کرنے جائیں گے تاکہ واپس آنے کے بعد حج کی نیک نامی باقی رہے، حالانکہ حج کا مقصد دنیا میں نیک نامی نہیں، بلکہ اللہ تعالیٰ کے حکم کی ادائیگی اور اس کی رضا کا حصول ہے، لہذا اس قسم کے لوگوں کو چاہئے کہ مذکورہ گناہوں سے

توبہ کریں اور صحت و جوانی میں حج کریں۔

گھر میں حج کا ماحول نہیں؟

بعض لوگ ایسے بھی ہیں کہ حج فرض ہونے کے باوجود ٹال مٹول کرتے رہتے ہیں اور جب حج کی بات آتی ہے تو کہتے ہیں کہ ہمارے گھر میں حج کا ماحول نہیں ہے، اور جب تک ماحول نہ ہو، حج کرنے کا فائدہ کیا؟

مگر! یہ بہانہ آخرت میں نہ چل سکے گا اور خدا نخواستہ حج کئے بغیر موت آگئی تو اللہ کے عذاب سے نہ بچا سکے گا۔

حج فرض ہونے کے لیے گھر میں حج کا ماحول ہونا ضروری نہیں، بغیر ماحول ہوئے بھی حج فرض ہونے کی شرائط پائے جانے پر حج فرض ہو جاتا ہے؛ دوسرے حج کا ماحول بنانے کے لیے مسلمان ہونا کافی ہے، اور ہر مسلمان کا ماحول حج کا ہونا چاہیے، اور اگر نہیں ہے اور کوئی حج کے لئے اس کو ضروری قرار دیتا ہے تو حج فرض ہونے پر اسے فی الفور اپنا ماحول حج کا بنانا چاہئے۔

بہر حال گھر کا ماحول خراب ہونا حج فرض ہونے میں مانع نہیں ہے؟ اور گھر کا ماحول شریعت کے مطابق بنانا ہر مسلمان کے لئے ہمہ وقت حج سے پہلے اور حج کے بعد ضروری ہے۔

مصرفیت کا بہانہ

بعض لوگ حج فرض ہونے کے بعد اپنی مصرفیت کو بہانہ بنا کر حج پر جانے سے محروم رہتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم ابھی فارغ نہیں ہیں، جب فراغت و فرصت ہو جائے گی تب حج کو جائیں گے۔

حالانکہ یہ عذر بھی قابل قبول نہیں، آخردنیا کے کام و کاج کے لئے بھی وقت نکالنا ہی پڑتا ہے، تو کیا دین ہی کا کام ایسا ہے کہ اس کا انسان کے پاس وقت نہ ہو۔

پھر اس قسم کی باتیں اور بہانے کرنے والے ہر سال تمام بچوں اور گھروالوں کے ساتھ بمع ملازمین دُور دراز سیر و تفریح کے لیے اور گھومنے، پھرنے جاتے ہیں، بعض دوسرے ملکوں کا بھی چکر لگاتے ہیں، لیکن حج کے لئے نہیں جاتے، اور حج کے لئے وقت نہ ہونے کا بہانہ کرتے ہیں۔

جبکہ دنیا میں آنے کا مقصد ہی شریعت کے احکام کو پورا کرنا ہے، تو جب شریعت کے احکام پورے نہ کئے جن میں حج بھی داخل ہے تو ایسی زندگی اور عمر کا کیا فائدہ؟ لہذا جس مقصد کے لئے دنیا میں آنا ہوا ہے، اس کو پورا کرنا چاہئے۔

پہلے والدین کو حج کرانا

بعض لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ جب تک اولاد اپنے ماں باپ کو حج نہ کرا لے یا ماں باپ خود حج نہ کر لیں اس وقت تک اولاد حج نہیں کر سکتی، اس لئے پہلے وہ والدین کو حج کرانے کی فکر کرتے ہیں، اور خود حج کرنے کا اہتمام نہیں کرتے، جبکہ والدین پر شرعاً حج فرض نہیں ہوتا، مگر والدین کو حج کرانے کے انتظار میں اولاد اپنا حج فرض ادا نہیں کرتی، یہ بھی غلط طریقہ ہے۔

شرعی اعتبار سے اولاد پر ماں باپ کو حج کرانا فرض نہیں۔ اگر اولاد پر حج فرض ہو جائے تو پہلے وہ اپنا حج کرے پھر اگر اللہ تعالیٰ مزید استطاعت دیں تو والدین کو بھی حج کرانے کی سعادت حاصل کر لیں، مگر والدین کو حج کرانے کی خاطر اپنا فرض حج مؤخر کرنا یا خطرہ میں ڈالنا غلط ہے۔

گھر کے سربراہ کا پہلے حج کرنا

بعض گھرانوں میں یہ رواج دیکھنے میں آیا کہ جب تک گھر کا بڑا فرد حج نہ کر لے اس وقت تک اُس گھر کے چھوٹے افراد باوجود اُن پر حج فرض ہو جانے کے، حج کرنا ضروری نہیں سمجھتے، بلکہ بعض گھرانوں میں اس کو ایک عیب سمجھا جاتا ہے کہ چھوٹا بڑے سے پہلے حج کر

آئے۔

حالانکہ دوسری عبادتوں یعنی نماز، روزے اور زکاۃ وغیرہ کی طرح حج بھی ایک ایسا فریضہ ہے جو ہر عاقل، بالغ شخص پر اپنی شرائط کے ساتھ انفرادی طور سے عائد ہوتا ہے، خواہ کسی دوسرے نے حج کیا ہو، یا نہ کیا ہو۔

بہر حال اگر گھر کے کسی چھوٹے فرد میں حج فرض ہونے کی شرائط موجود ہیں، تو اس پر خود حج کرنا فرض ہے۔

اگر گھر کے بڑے فرد اور سربراہ میں حج فرض ہونے کی شرائط موجود نہ ہوں، یا موجود تو ہوں لیکن وہ حج نہ کرے، تو نہ اس سے گھر کے چھوٹی عمر کے حج کے نصاب کے مالک افراد کا فریضہ ساقط ہوتا ہے، اور نہ اسے بڑے کے حج نہ کرنے کی وجہ سے اپنے فرض حج میں ٹال مٹول کرنے اور خطرہ میں ڈالنے کا کوئی جواز پیدا ہوتا ہے۔

بیوی یا والدہ کو ساتھ لے جانے کا عذر

بعض لوگ وہ ہیں جن پر حج فرض ہے اور وہ خود حج کر سکتے ہیں البتہ اپنی بیوی یا والدہ کو حج پر لے جانے کی استطاعت نہیں رکھتے، لیکن وہ بیوی یا والدہ کے اصرار کی وجہ سے یا اپنی مرضی سے اس انتظار میں رہتے ہیں کہ جب بیوی یا والدہ کو ساتھ لے جانے کے قابل ہوں گے، اس وقت بیوی یا والدہ کے ساتھ حج کرنے جائیں گے۔

پھر اسی حال میں بعض اوقات توج سے پہلے ہی کوئی ایسا عارضہ پیش آ جاتا ہے کہ حج پر جانے سے محروم ہو جاتے ہیں، یا اسی حال میں موت واقع ہو جاتی ہے۔

حالانکہ بیوی یا والدہ کو ساتھ لے جانے کے انتظار میں فرض حج میں ٹال مٹول کرنا اور فرض حج کو خطرہ میں ڈالنا درست نہیں اور بیوی یا والدہ کو بھی اپنی وجہ سے شوہر یا بیٹی کو فرض حج ادا کرنے سے روکنا درست نہیں۔

شوہر یا بیٹی کو چاہئے کہ جب اس پر حج فرض ہو جائے تو اس وقت وہ خود حج ادا کرے پھر بعد میں اللہ تعالیٰ توفیق دیں تو بیوی یا والدہ کو بھی حج کرا دے۔

اپنی شادی کا بہانہ

بعض لوگ سمجھتے ہیں کہ جب تک انسان کی شادی نہ ہو جائے اس وقت تک حج فرض نہیں ہوتا خواہ کوئی عاقل بالغ ہو گیا ہو اور کتنا ہی مالدار کیوں نہ ہو۔
یہ کم علمی کی بات ہے کیونکہ حج فرض ہونے کا شادی بیاہ سے تعلق نہیں۔
لہذا اگر کسی شخص میں حج فرض ہونے کی شرائط پائی جائیں، لیکن وہ غیر شادی شدہ ہو تب بھی اس پر حج فرض ہے۔

اولاً تو اگر کوئی سنت کے مطابق نکاح کا بندوبست کرے تو نکاح بھی جلدی ہو سکتا ہے اور خدا نخواستہ بغیر حج کے فوت ہو گیا تو آخرت میں مواخذہ کا اندیشہ ہے، بعض اوقات ایسا بھی ہوتا ہے کہ حج کے بجائے وہ پیسہ شادی بیاہ کے فضول اخراجات کی نظر ہو جاتا ہے، اور پھر دوبارہ توفیق نہیں ہوتی، دوسرے کسی کو یہ بھی معلوم نہیں کہ وہ اپنی شادی تک زندہ بھی رہ سکے گا یا نہیں اور تیسرے اگر خدا نخواستہ شادی اور حج دونوں سے پہلے ہی دنیا سے رخصت ہو گیا تو اس کی مثال ایسی ہوگی۔

نہ خدا ہی ملانہ وصالِ صنم
نہ ادھر کے رہے نہ ادھر کے رہے
لہذا حج فرض ہونے کے بعد جلدی کرنی چاہئے اور شادی کے انتظار کے بہانے حج کو مؤخر یا متاثر نہیں کرنا چاہئے۔

بچیوں کی شادی کا مسئلہ

کچھ لوگ یہ تاویل پیش کیا کرتے ہیں کہ بھائی! پہلے ہی سیانی بچیاں گھر بیٹھی ہیں پہلے ان کی شادی کے فرض سے سبکدوش ہو جائیں، باقی چیزیں بعد کی ہیں، بچیوں کی شادی سے فراغت

کے بعد حج کا پروگرام بنائیں گے؛ جبکہ بچیوں کا ابھی نہ نکاح ہوا ہے نہ سامنے کوئی رشتہ ہے اور کچھ معلوم نہیں کہ کب ان کا نکاح ہوگا، یا اگر نکاح ہو بھی گیا تو بھی رخصتی باقی ہے۔

حالانکہ شرعاً یہ بھی فرض حج کی تاخیر اور حج کو خطرہ میں ڈالنے کے لئے عذر نہیں ہے۔

اول تو یہاں بھی شریعت نے شادی بیاہ کے لئے مروّجہ اخراجات ضروری قرار نہیں دیئے، بلکہ آج کل کے کئی مروّجہ اخراجات گناہ ہیں، دوسرے ان اخراجات کے باعث حج کے فریضے کو مؤخر کرنا درست نہیں، اور تیسرے بعض اوقات یہ پیسہ شادی بیاہ کی خرافات کی نظر ہو کر حج سے محرومی کا باعث بن جاتا ہے، اور پھر عمر بھر توفیق نہیں ہوتی۔

اس لئے بچیوں کے نکاح کے انتظار میں فرض حج کو مؤخر یا متاثر کرنا درست نہیں، بچیوں کی حفاظت کا تسلی بخش انتظام یا ان کی سنت کے مطابق سادگی کے ساتھ نکاح و رخصتی کر کے حج کے لئے جانا چاہئے۔

بچوں کو کس کے حوالے کریں؟

بعض لوگ خصوصاً عورتیں یہ بہانہ بناتی ہیں کہ ابھی بچے چھوٹے ہیں، انہیں اکیلا چھوڑ کر کیسے حج پر جائیں؟

یہ بھی ایک بہانہ ہے۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ ان کو اگر کسی دوسری جگہ کا سفر پیش آ جائے یا کسی مرض کی وجہ سے ہسپتال جانا پڑے یا کسی شادی بیاہ وغیرہ کی وجہ سے کسی لمبے سفر پر جانے کی ضرورت سمجھی جائے (جو کہ شرعاً ضروری بھی نہیں) تو اس وقت چھوٹے بچوں کا کچھ نہ کچھ انتظام کر لیا جاتا ہے۔

جب دنیا کی خاطر انتظام ہو سکتا ہے تو حج جو کہ عبادت اور آخرت کا کام ہے اس کے لئے بھی انتظام ہو سکتا ہے۔

دوسرے آجکل پہلے زمانے کی طرح حج کے لئے زیادہ عرصہ بھی خرچ نہیں ہوتا، مختصر وقت

میں آمدورفت ہو جاتی ہے، اور چند دنوں کے لئے بچوں کا انتظام مشکل کام نہیں۔
 اس لیے بچوں کی حفاظت کا مناسب بندوبست کر کے حج ادا کرنے کی فکر کرنی چاہئے۔
 البتہ اگر واقعاً بچوں کی حفاظت کا مناسب انتظام نہ ہو سکے جس کی وجہ سے ان کے ضائع
 ہونے کا اندیشہ ہو اور ساتھ لے جانا بھی مشکل ہو تو پھر مناسب بندوبست ہونے تک تاخیر
 کرنے میں اُمید ہے کہ ان شاء اللہ کوئی حرج نہ ہوگا۔

کاروبار اور پیشہ کس کے حوالے کریں؟

کچھ کاروباری اور امیر ترین لوگ یہ عذر پیش کیا کرتے ہیں کہ چونکہ بچے ابھی چھوٹے ہیں اور
 کاروبار کی دیکھ بھال کرنے والا کوئی نہیں ہے۔
 اس لئے بچے جب بڑے ہو جائیں گے اور کاروبار سنبھال لیں گے، یا کوئی مناسب نگران مل
 جائے گا، تو ہم پھر حج پر جائیں گے۔
 یہ بھی نفس کا بہانہ اور حج کرنے سے جی چرانا ہے، نہ معلوم کب بچے بڑے ہوں اور کب وہ
 کاروبار سنبھالیں، اور کب مناسب نگران ملے؟
 اگر خدا نخواستہ بچوں کا پہلے ہی انتقال ہو گیا یا بڑے میاں کا وقت پہلے ہی آ گیا یا اور کوئی
 عذر پیش آ گیا تو پھر حج کا کیا ہوگا؟
 بہر حال حج فرض ہونے کے بعد کسی قابل اعتماد شخص کو کاروبار سپرد کر کے حج کے لئے جانا
 چاہئے، اور اگر کوئی بھروسہ کا آدمی نہ ملے اور اللہ تعالیٰ نے حیثیت دی ہو تو کاروبار موقوف
 کر کے حج کے لئے جانا چاہئے۔
 آخر دنیاۓ فانی کی خاطر بھی تو کسی ذمہ دار کو نگران بنا کر یا کام کاج چھوڑ کر سفر کرتے ہی
 ہیں، پھر دین کو ہی اتنا کمزور کام کیوں سمجھتے ہیں، جبکہ دنیا میں آنا ہی دین کی خاطر ہوا ہے۔
 ملازمت پیشہ لوگوں کے لئے بھی یہی تفصیل ہے کہ انہیں بھی چھٹی وغیرہ لے کر اپنے فریضہ کو

پورا کرنا چاہئے، اور جس طرح دنیا کی ضرورت کے لئے چھٹی کا بندوبست کرتے ہیں، حج بیٹ اللہ کے لئے بھی چھٹی کا بندوبست کرنا چاہئے، اور دنیا کی خاطر نہ بھی کریں تب بھی آخرت کی خاطر تو کرنا ہی چاہئے۔

حج کے بجائے عمرے کرنا

بعض لوگوں پر حج فرض ہو جاتا ہے، ان کے پاس مال و دولت کا ڈھیر جمع رہتا ہے، لیکن یہ لوگ حج کا فریضہ ادا نہیں کرتے، بلکہ اس کے بجائے عمروں پر عمرے کرتے رہتے ہیں۔ حالانکہ جس شخص پر حج فرض ہو جائے اس کو حج کرنا چاہئے، عمرہ بھی اپنی جگہ کا خیر ہے مگر یہ حج کا متبادل نہیں۔

اس لیے عمرہ کا اتنا اہتمام کرنا اور اس کے مقابلے میں فرضیت کے باوجود حج کرنے کا اہتمام نہ کرنا غلط طرزِ عمل ہے۔

خلاصہ یہ کہ جس شخص پر شرعی اصولوں کی روشنی میں حج فرض ہو چکا ہو، اُسے جلد از جلد یہ فریضہ ادا کرنا چاہیے، اور نفسانی، شیطانی و رواجی حیلوں اور بہانوں سے بچنا چاہیے۔

اللہ تعالیٰ سب مسلمانوں کو شرعی احکام پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائیں، اور نفس و شیطان کے حیلوں اور چال بازیوں سے محفوظ فرمائیں۔ آمین



عمرہ کی شرعی حیثیت

قرآن و سنت میں حج کے علاوہ عمرہ کی بھی فضیلت و ترغیب بلکہ تاکید آئی ہے۔

اس لئے اُمت کا اس بات پر بھی اتفاق ہے کہ حج کے علاوہ عمرہ کرنا بھی عبادت ہے۔

لیکن کیا عمرہ کرنا بھی حج کی طرح زندگی میں ایک مرتبہ فرض ہے، یا پھر سنت و مستحب ہے؟

اس سلسلہ میں فقہائے کرام میں اختلاف رائے پایا جاتا ہے۔

بعض فقہائے کرام تو زندگی میں ایک مرتبہ عمرہ کے فرض ہونے کے قائل ہیں، اور فقہائے

احناف کے نزدیک عمرہ، حج کی طرح کافر ایضہ تو نہیں ہے، کیونکہ قرآن و سنت میں جس طرح

حج کی تاکید اور فرضیت کا ذکر آیا ہے، اس طرح کی تاکید اور فرضیت کا ذکر عمرہ کے متعلق نہیں

آیا؛ البتہ بعض احادیث میں عمرہ کی تاکید و فضیلت آئی ہے، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود

بھی عمرہ فرمایا ہے، اس لئے رائج یہ ہے کہ زندگی میں ایک مرتبہ عمرہ کرنا واجب یا سنتِ مؤکدہ

ہے، اور سنتِ مؤکدہ کا درجہ اگرچہ واجب سے کم ہوتا ہے، لیکن واجب کے قریب ہوتا ہے،

اس لئے سنتِ مؤکدہ اور واجب کے قول میں کوئی زیادہ فرق نہیں، تاکید دونوں قولوں میں کم

و بیش موجود ہے۔

اور اگر حج کے سفر میں ایک مرتبہ عمرہ بھی کر لیا جائے، خواہ حج سے پہلے تمتع یا قرآن کی شکل میں،

یا حج سے فراغت کے بعد، تو بھی اس حکم پر عمل ہو جاتا ہے، اور پھر ایک مرتبہ کے بعد مزید

عمرے کرنا نفل درجہ کا عمل کہلاتا ہے۔ ۱۔

۱۔ (والعمرۃ فی العمر مرة سنة مؤكدة) علی المذہب و صحیح فی الجوہرۃ وجوبہا۔ قلنا

المأمور بہ فی الآیۃ الإتمام وذلک بعد الشروع وبہ نقول (وہی إحرام و طواف وسعی) وحلق أو

تقصیر (الدر المختار)

مطلب أحكام العمرۃ (قوله والعمرۃ فی العمر مرة سنة مؤكدة) أى إذا أتى بها مرة فقد

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

البتہ اگر احرام باندھ کر عمرہ شروع کر دیا جائے، تو پھر اس کو پورا کرنا ضروری ہو جاتا ہے۔
چنانچہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

وَأَتِمُّوا الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ لِلَّهِ (سورة البقرة، آية ۱۹۶)

ترجمہ: اور تم حج کو اور عمرہ کو اللہ کے لئے پورا کرو (سورہ بقرہ)

اس سے معلوم ہوا کہ جس طرح حج کو شروع کرنے کے بعد پورا کرنا ضروری ہے، اسی طرح

﴿ گزشتہ صفحے کا نتیجہ حاشیہ ﴾

أقام السنة غير مفيد بوقت غير ما ثبت النهي عنها فيه إلا أنها في رمضان أفضل هذا إذا أفردا فلا ينافيه أن القرآن أفضل لأن ذلك أمر يرجع إلى الحج لا العمرة.
فالحاصل: أن من أراد الإتيان بالعمرة على وجه أفضل فيه فبأن يقرن معه عمرة فتح، فلا يكره الإكثار منها خلافاً لمالك، بل يستحب على ما عليه الجمهور وقد قيل سبع أسابيع من الأطوفة كعمرة شرح اللباب (قوله وصحيح في الجوهره وجوبها) قال في البحر واختاره في البدائع وقال إنه مذهب أصحابنا، ومنهم من أطلق اسم السنة، وهذا لا ينافي الوجوب اهـ.

والظاهر من الرواية السننية فإن محمداً نص على أن العمرة تطوع اهـ ومال إلى ذلك في الفتح وقال بعد سوق الأدلة تعارض مقتضيات الوجوب والنفل، فلا تثبت ويبقى مجرد فعله - عليه الصلاة والسلام - وأصحابه والتابعين، وذلك يوجب السنة فقلنا بها (قوله قلنا الأمور إلخ) جواب عن سؤال مقدر أورده في غاية البيان دليلاً على الوجوب، ثم أجاب عنه بما ذكره الشارح، ثم هذا مبني على أن المراد بالإتمام تتميم ذاتهما أى تتميم أفعالهما أما إذا أريد به إكمال الوصف وعليه ما نقله في البحر من أن الصحابة فسرت الإتمام بأن يحرم بهما من دويرة أهله، ومن الأماكن القاصية فلا حاجة إلى الجواب للاتفاق على أن الإتمام بهذا المعنى غير واجب فالأمر فيه للنبد إجماعاً فلا يدل على وجوب العمرة فافهم (رد المحتار، ج ۲ ص ۴۷۲، مطلب في أحكام العمرة) (أما الأول فقد اختلف فيها قال أصحابنا: إنها واجبة كصدقة الفطر والأضحية والوتر، ومنهم من أطلق اسم السنة، وهذا الإطلاق لا ينافي الواجب وقال الشافعي: إنها فريضة. وقال بعضهم: هي تطوع (بدائع الصنائع، ج ۲، ص ۲۲۶، كتاب الحج، العمرة) ذهب المالكية وأكثر الحنفية إلى أن العمرة سنة مؤكدة في العمر مرة واحدة وذهب بعض الحنفية إلى أنها واجبة في العمر مرة واحدة على اصطلاح الحنفية في الواجب والأظهر عند الشافعية وهو المذهب عند الحنابلة أن العمرة فرض في العمر مرة واحدة، ونص أحمد على أن العمرة لا تجب على المكى؛ لأن أركان العمرة معظمها الطواف بالبيت وهم يفعلونه فأجزأ عنهم (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج ۳۰، ص ۳۱۴، مادة "عمرة")

عمرہ کو شروع کرنے کے بعد اس کو پورا کرنا بھی ضروری ہو جاتا ہے۔ ۱

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

اعْتَمَرَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَبْلَ أَنْ يَحُجَّ (ابوداؤد) ۲

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حج سے پہلے عمرہ کیا (ابوداؤد)

حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ:

دَخَلْتُ أَنَا وَعُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ الْمَسْجِدَ، فَإِذَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عُمَرَ رَضِيَ

اللَّهُ عَنْهُمَا، جَالِسٌ إِلَى حُجْرَةِ عَائِشَةَ ثُمَّ قَالَ: كَمْ اعْتَمَرَ النَّبِيُّ صَلَّى

اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟ قَالَ: أَرْبَعًا (بخاری) ۳

ترجمہ: میں اور عروہ بن زبیر مسجد میں داخل ہوئے، حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ

عنہما اس وقت حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرہ کے قریب تشریف فرما تھے، پھر

انہوں نے سوال کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کتنے عمرے کئے؟ تو انہوں نے

جواب میں فرمایا کہ چار (بخاری)

حضرت قتادہ سے روایت ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ:

اعْتَمَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَيْثُ رَدُّوهُ، وَمِنْ الْقَابِلِ عُمْرَةَ

الْحُدَيْبِيَّةِ، وَعُمْرَةً فِي ذِي الْقَعْدَةِ، وَعُمْرَةً مَعَ حَجَّتِهِ (بخاری) ۴

۱۔ وأتموا الحج والعمرة لله أى اجعلوهما تامين إذا تصديتم لأدائهما لوجه الله تعالى فلا دلالة في الآية على أكثر من وجوب الإتمام بعد الشروع فيهما وهو متفق عليه بين الحنفية والشافعية رضى الله تعالى عنهم، فإن إفساد الحج والعمرة مطلقا يوجب المضى في بقية الأفعال والقضاء، ولا تدل على وجوب الأصل (روح المعاني في تفسير القرآن، ج ۱ ص ۷۵، سورة البقرة)

۲۔ رقم الحديث ۱۹۸۶، كتاب المناسك، باب العمرة.

۳۔ رقم الحديث ۴۲۵۳، كتاب المغازي، باب عمرة القضاء.

۴۔ رقم الحديث ۱۷۷۹، ابواب العمرة، باب: كم اعتمر النبي صلى الله عليه وسلم.

قال ابن التين هذا أراه وهما لأن التي رده فيها هي عمرة الحديبية وأما التي من قابل فلم يردوه منها قلت لا وهم في ذلك لأن كلا منهما كان من الحديبية ويحتمل أن يكون قوله عمرة الحديبية يتعلق بقوله حيث رده (فتح الباري لابن حجر، ج ۳ ص ۶۰۲، قوله باب كم اعتمر النبي ﷺ)

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے عمرہ فرمایا، جب آپ کو مشرکین نے واپس لوٹا دیا، اور اگلے سال عمرہ حدیبیہ فرمایا، اور ایک عمرہ ذوالقعدہ میں کیا، اور ایک عمرہ حج کے ساتھ کیا (بخاری)

اور حضرت انس رضی اللہ عنہ کی ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ:

اعْتَمَرَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَرْبَعَ عُمَرٍ، كُلُّهُنَّ فِي ذِي الْقَعْدَةِ، إِلَّا الَّتِي كَانَتْ مَعَ حَجَّتِهِ، عُمَرَةً مِنَ الْحُدَيْبِيَّةِ فِي ذِي الْقَعْدَةِ، وَعُمَرَةً مِنَ الْعَامِ الْمُقْبِلِ فِي ذِي الْقَعْدَةِ، وَعُمَرَةً مِنَ الْجِعْرَانَةِ، حَيْثُ قَسَمَ غَنَائِمَ حُنَيْنٍ فِي ذِي الْقَعْدَةِ، وَعُمَرَةً مَعَ حَجَّتِهِ (بخاری، رقم الحديث ۴۱۴۸، كتاب المغازی، باب غزوة الحديبية)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے چار عمرے کئے، سارے کے سارے ذوالقعدہ کے مہینے میں کئے، سوائے اس عمرے کے جو آپ نے اپنے حج کے ساتھ کیا، ایک عمرہ حدیبیہ (مقام) سے کیا ذی القعدہ کے مہینے میں، اور ایک عمرہ اگلے سال ذی القعدہ کے مہینے میں کیا، اور ایک عمرہ جعرانہ (مقام) سے کیا، جس وقت آپ نے غزوہ حنین کے مال غنیمت کو تقسیم فرمایا ذی القعدہ میں، اور ایک عمرہ اپنے حج کے ساتھ کیا (بخاری)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

اعْتَمَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَرْبَعَ عُمَرٍ، عُمَرَةً الْحُدَيْبِيَّةِ، وَعُمَرَةً الْقَضَاءِ، وَالثَّالِثَةَ مِنَ الْجِعْرَانَةِ، وَالرَّابِعَةَ الَّتِي مَعَ حَجَّتِهِ

(مسند احمد) ۱

۱۔ رقم الحديث ۲۹۵۴، واللفظ له، ابوداؤد، رقم الحديث ۱۹۹۳، باب العمرة.

فی حاشیہ مسند احمد: اسنادہ صحیح علی شرط البخاری، رجالہ ثقات رجال الشیخین غیر عکرمہ، فمن رجال البخاری.

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے چار عمرے فرمائے، ایک عمرہ حدیبیہ، اور ایک عمرہ قضاء، اور تیسرا عمرہ حمرانہ سے کیا، اور چوتھا اپنے حج کے ساتھ کیا (مسند احمد، ابوداؤد)

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

اعْتَمَرَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَبْلَ أَنْ يَحُجَّ، وَاعْتَمَرَ قَبْلَ أَنْ يَحُجَّ وَاعْتَمَرَ قَبْلَ أَنْ يَحُجَّ، فَقَالَتْ عَائِشَةُ: لَقَدْ عَلِمَ أَنَّهُ اعْتَمَرَ أَرْبَعَ عُمَرٍ بِعُمَرَتِهِ الَّتِي حَجَّ فِيهَا (مسند احمد، رقم الحديث ۱۸۶۲۹) ۱

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حج سے پہلے عمرہ کیا، اور پھر حج سے پہلے عمرہ کیا، اور پھر حج سے پہلے عمرہ کیا (یعنی حج سے پہلے تین عمرے کئے) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ انہیں معلوم ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اس عمرے کے ساتھ، جس میں حج کیا (مجموعی طور پر) چار عمرے کئے ہیں (مسند احمد)

حضرت عمرو بن شعیب کی سند سے روایت ہے کہ:

اعْتَمَرَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَلَاثَ عُمَرٍ (مسند احمد، رقم الحديث ۶۶۸۵) ۲

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین عمرے کئے (مسند احمد)

یعنی نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حج کے عمرے کے علاوہ تین عمرے کئے۔
جلیل القدر تابعی حضرت ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے مرسل روایت ہے کہ:

أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اعْتَمَرَ أَرْبَعَ عُمَرٍ، وَحَجَّ حَجَّةً وَاحِدَةً، قَرَنَ مَعَهَا إِحْدَى عُمَرِهِ الْأَرْبَعِ (الآثار لابى يوسف) ۳

۱ فی حاشیہ مسند احمد: حدیث صحیح لغیرہ۔

۲ فی حاشیہ مسند احمد: حسن لغیرہ۔

۳ رقم الحديث ۴۸۶، باب القران، وما يجب عليه من الطواف والسعي.

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے چار عمرے کئے، اور ایک حج کیا، ان چار عمروں میں سے ایک عمرہ حج کے ساتھ کیا (آثار لابن یوسف)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

جَاءَ رَجُلٌ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: أَوْصِنِي، قَالَ: تَعْبُدُ اللَّهَ وَلَا تُشْرِكُ بِهِ شَيْئًا، وَتُقِيمُ الصَّلَاةَ، وَتُؤْتِي الزَّكَاةَ، وَتَصُومُ شَهْرَ رَمَضَانَ، وَتَحُجُّ الْبَيْتَ وَتَعْتَمِرُ، وَتَسْمَعُ وَتُطِيعُ (مسند درک

حاکم، ج ۱ ص ۱۱۶، رقم الحديث ۱۶۵، کتاب الایمان) ۱

ترجمہ: ایک آدمی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا، اور اس نے عرض کیا کہ مجھے کوئی وصیت فرما دیجئے، تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آپ اللہ کی عبادت کریں، اور اس کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ کریں، اور نماز قائم کریں، اور زکاة ادا کریں، اور رمضان کے مہینے کے روزے رکھیں، اور بیت اللہ کا حج اور عمرہ کریں، اور آپ (دین کی بات) سنیں، اور اطاعت کریں (حاکم)

اس حدیث میں عمرہ کوچ اور دوسرے اہم اعمال کے ساتھ ذکر کیا گیا ہے، جس سے عمرہ کی اہمیت و فضیلت معلوم ہوئی۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ خَرَجَ حَاجًّا فَمَاتَ كُتِبَ لَهُ أَجْرُ الْحَاجِّ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ، وَمَنْ خَرَجَ مُعْتَمِرًا فَمَاتَ كُتِبَ لَهُ أَجْرُ الْمُعْتَمِرِ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ، وَمَنْ خَرَجَ غَارِيًّا فَمَاتَ كُتِبَ لَهُ أَجْرُ

۱ قال الحاکم: هذا حدیث صحیح علی شرط الشیخین، فإن رواه عن آخرهم ثقات ولم یخرجوا توقیاً لما.

وقال الذہبی فی التلخیص: علی شرطهما.

الْغَزَايِ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ (المعجم الأوسط للطبرانی) ۱
ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص حج کے لئے جائے پھر
(راستہ میں) فوت ہو جائے، اس کے لئے قیامت تک حج کا ثواب لکھا جائے گا
اور جو شخص عمرہ کے لئے جائے پھر (راستہ میں) فوت ہو جائے، اس کے لیے
قیامت تک عمرہ کا ثواب لکھا جائے گا اور جو شخص جہاد کے لئے جائے پھر (راستہ
میں) فوت ہو جائے اس کے لئے قیامت تک مجاہد کا ثواب لکھا جائے گا (طبرانی، ابو
یعلیٰ)

اس سے معلوم ہوا کہ جو شخص اخلاص کے ساتھ حج یا عمرہ کے سفر پر جائے، اور پھر وہ فوت
ہو جائے، تو وہ تا قیامت حج و عمرہ کے ثواب کو پاتا رہے گا، جس سے حج کی فضیلت کے ساتھ
ساتھ عمرہ کی فضیلت بھی ظاہر ہوئی۔ ۲

۱۔ رقم الحدیث ۵۳۲۱، ج ۵ ص ۲۸۲، باب المیم؛ مسند ابی یعلیٰ الموصلی، رقم الحدیث
۶۳۵۷۔

قال الهیثمی:

رواہ أبو یعلیٰ وفیہ ابن إسحاق وهو مدلس، وبقیة رجالہ ثقات (مجمع الزوائد، تحت
رقم الحدیث ۹۳۵۶)

وقال الالبانی:

قلت: وقد وجدت له إسنادا آخر عن الليثی، فقال یحیی بن صاعد فی "مجلسان من
الأمالی (ق ۵۱/۲)" حدثنا عمرو بن علی قال: أخبرنا أبو معاوية الضریر قال:
حدثنا هلال بن میمون الفلستانی عن عطاء بن یزید الليثی به. وأخرجه أبو نعیم فی
"أخبار أصبهان (۲/۲۱)" من طریق ابن صاعد به، لكنه قال: "الواسطی" بدل
"الفلستانی"، وهو خطأ من الناسخ أو الطابع. قلت: وهذا إسناد جيد رجاله كلهم
ثقات رجال الشیخین غیر هلال بن میمون الفلستانی، وثقه ابن معین وابن حبان، وقال
النسائی: ليس به بأس. وأما أبو حاتم فقال: "ليس بالقوی، یکتب حدیثه (سلسلة
الأحادیث الصحیحة وشیء من فقهها وفوائدها، تحت رقم الحدیث ۲۵۵۳)

۲۔ (وعن أبی هريرة قال: قال رسول الله -صلى الله عليه وسلم- من خرج حاجا أو معتمرا أو
غازيا) أى قاصدا للغزو، (ثم مات فى طريقه) أى قبل العمل (كتب الله له أجر الغزى والحاج
والمعتمر) لقوله تعالى: (ومن يخرج من بيته مهاجرا إلى الله ورسوله ثم يدركه الموت فقد وقع
﴿بقية حاشية اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: وَفَدُ اللَّهُ ثَلَاثَةَ الْغَازِي وَ

الْحَاجُّ وَالْمُعْتَمِرُ (سنن نسائی) ۱

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ کے وفد تین ہیں، ایک غازی

(یعنی اللہ کے راستے میں جہاد کرنے والا) دوسرے حج کرنے والا، تیسرے عمرہ

کرنے والا (نسائی، ابن حبان)

اللہ تعالیٰ کے وفد ہونے سے مراد، اللہ کے نزدیک ان کا قابلِ اکرام اور قابلِ تعظیم ہونا ہے،

جس سے عمرہ کی فضیلت بھی معلوم ہوئی۔ ۲

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

أجره على الله) قيل فمن قال إن من وجب عليه الحج وآخره ثم قصد بعد زمان فمات في الطريق كان عاصيا، فقد خالف هذا النص، وذكره الطيبي وفيه بحث، إذ ليس نص في الحديث على مطلوبه فإنه مطلق، فيحمل على ما إذا خرج حاجا في أول ما وجب عليه وخرج أهل بلده للحج، أو على ما إذا تأخر لحدوث عارض من مرض أو حيس أو عدم أمن في الطريق ثم خرج فمات فإنه يموت مطيعا، وأما إذا تأخر من غير عذر حتى فاتته الحج فإنه يكون عاصيا بلا خلاف عندنا، على اختلاف في أن وجوب الحج على الفور أو التراخي، والصحيح هو الأول ومع هذا يمكن أن نقول له أجر الحاج في الجملة فإن الله لا يضيع أجر من أحسن عملا، ولا مانع من أن يكون عاصيا من وجه، ومطيعا من وجه، والله ولي التوفيق. ثم رأيت ابن حجر اعترض عليه بأن هذا من سوء أدبه على إمامه الشافعي وأهل مذهبه، وعلى مالك وغيره من بقية علماء السلف وفضلاء الخلف رحمهم الله تعالى (رواه البيهقي في شعب الإيمان) (مرقاة المفاتيح، ج ۵ ص ۱۷۵، كتاب المناسك)

۱۔ رقم الحديث ۲۶۲۵، كتاب مناسك الحج، باب فضل الحج، السنن الكبرى للنسائي، رقم الحديث ۳۵۹۱، صحيح ابن حبان، رقم الحديث ۳۶۹۲، مستدرک حاکم، رقم الحديث ۱۶۱۱۔

قال الحاكم: هذا حديث صحيح على شرط مسلم، ولم يخرجاه.

قال شعيب الارنؤوط: حديث صحيح، إسناده على شرط مسلم، رجاله رجال الشيخين غير مَخْرَمَةَ بن بكير بن عبد الله بن الأشج، فمن رجال مسلم (حاشية ابن حبان)

۲۔ (وعنه) أي عن أبي هريرة (قال سمعت رسول الله - صلى الله عليه وسلم - يقول: وفد الله ثلاثة) أي ثلاثة أشخاص أو أجناس، (الغازي) أي المجاهد مع الكفار لإعلاء الدين، (والحاج والمعتمر) المتميزون عن سائر المسلمين بتحمل المشاق البدنية، والمالية، ومفارقة الأهلين، وفي النهاية الوفد القوم يجتمعون ويردون البلاد، أو يقصدون الرؤساء للزيارة، أو استرفادا وغير ذلك، والحاصل أنهم قوم معظمون عند الكرماء، ومكرمون عند العظماء، تعطى مطالبهم وتقضى مآربهم (مرقاة المفاتيح، ج ۵ ص ۱۷۵، كتاب المناسك)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ:

قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ عَلَى النِّسَاءِ جِهَادٌ؟ قَالَ: نَعَمْ، عَلَيْهِنَّ جِهَادٌ، لَا قِتَالَ فِيهِ: الْحَجُّ وَالْعُمْرَةُ (ابن ماجہ) ۱

ترجمہ: میں نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! کیا عورتوں پر جہاد ہے؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بے شک ان پر ایسا جہاد ہے، کہ جس میں قتال نہیں (اور وہ) حج اور عمرہ ہے (ابن ماجہ)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: جِهَادُ الْكَبِيرِ، وَالصَّغِيرِ، وَالضَّعِيفِ، وَالْمَرْأَةِ: الْحَجُّ، وَالْعُمْرَةُ (سنن نسائی) ۲

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بوڑھے اور بچے اور ضعیف اور عورت کا جہاد حج اور عمرہ کرنا ہے (نسائی)

ان احادیث سے حج کے ساتھ عمرہ کی اہمیت و فضیلت معلوم ہوئی کہ ان دونوں اعمال کو عورتوں اور ضعیفوں کا جہاد قرار دیا گیا ہے۔

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

مَنْ مَشَى إِلَى صَلَاةٍ مَكْتُوبَةٍ وَهُوَ مُتَطَهَّرٌ كَانَ لَهُ كَأَجْرِ الْحَاجِّ الْمُحْرِمِ، وَمَنْ مَشَى إِلَى سُبْحَةِ الضُّحَى كَانَ لَهُ كَأَجْرِ الْمُعْتَمِرِ

(مسند احمد، رقم الحديث ۲۴۳۰۴) ۳

۱۔ رقم الحديث ۲۹۰۱، کتاب المناسک، باب الحج، جہاد النساء، واللفظ له، مسند احمد، رقم الحديث ۲۴۳۶۳۔

فی حاشیہ مسند احمد: إسناده صحيح .

۲۔ رقم الحديث ۲۶۲۶، کتاب مناسک الحج، باب فضل الحج، واللفظ له، المعجم الاوسط للطبرانی، رقم الحديث ۸۷۵۱۔

قال المنذرى: رواه النسائي بإسناد حسن (الترغيب والترهيب، ج ۲ ص ۱۰۵)

۳۔ فی حاشیہ مسند احمد: حديث صحيح، وهذا إسناد حسن۔

ترجمہ: جو شخص فرض نماز کی طرف پاکی کی حالت میں چلا، تو اس کو احرام کی حالت میں حج کرنے والے کی طرح کا اجر حاصل ہوتا ہے، اور جو شخص چاشت کی نماز کے لئے چلا، تو اس کو عمرہ کرنے والے کی طرح کا اجر حاصل ہوتا ہے (مسند احمد)

اس حدیث میں فرض نماز کے لئے جانے کا اجر حاجی کی طرح، اور چاشت کی نماز کے لئے جانے کا اجر عمرہ کی طرح بیان کیا گیا ہے۔

اسی طرح احادیث میں مدینہ منورہ شہر کی مسجد قباء میں نماز پڑھنے کا اجر عمرہ کے برابر قرار دیا گیا ہے۔ ۱

اور چاشت کی نماز اور اسی طرح مسجد قباء میں نماز پڑھنا فرض درجے کا عمل نہیں ہے۔

جس سے بعض فقہائے کرام نے یہ استدلال کیا ہے کہ عمرہ فرض سے نیچے کے درجے کا عمل ہے۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سُئِلَ عَنِ الْعُمْرَةِ أَوْ اجِبَةً هِيَ؟ قَالَ: لَا، وَأَنْ تَعْتَمِرُوا هُوَ أَفْضَلُ (ترمذی) ۲

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے عمرہ کے بارے میں سوال کیا گیا کہ کیا وہ واجب

۱ عن عبد الحميد بن جعفر، قال: حدثنا أبو الأبرد، مولى بنى خطمة، أنه سمع أسيد بن ظهير الأنصاري، وكان من أصحاب النبي صلى الله عليه وسلم يحدث، عن النبي صلى الله عليه وسلم قال: الصلاة في مسجد قباء كعمرة، وفي الباب عن سهل بن حنيف، حديث أسيد حديث حسن صحيح (ترمذی)، رقم الحديث ۳۲۲، باب ما جاء في الصلاة في مسجد قباء)

۲ رقم الحديث ۹۳۱، ابواب الحج، باب ما جاء في العمرة أو اجبته هي أم لا؟ قال الترمذی: هذا حديث حسن صحيح. وهو قول بعض أهل العلم قالوا: العمرة ليست بواجبة، وكان يقال: هما حجان الحج الأكبر يوم النحر، والحج الأصغر العمرة. وقال الشافعي: "العمرة سنة، لا نعلم أحدا رخص في تركها، وليس فيها شيء ثابت بأنها تطوع، وقد روى عن النبي صلى الله عليه وسلم بإسناد وهو ضعيف، لا تقوم بمثله الحجة، وقد بلغنا عن ابن عباس أنه كان يوجبها: كله كلام الشافعي.

ہے؟ تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نہیں، البتہ تم عمرہ کرو، تو بہت فضیلت کا باعث ہے (ترمذی)

اس حدیث کی سند پر بعض محدثین نے کلام کیا ہے، لیکن بہر حال عمرہ کے فرض سے کم درجہ کا عمل ہونے کی تائید کئی احادیث و روایات سے ہوتی ہے۔

حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ آپ نے فرمایا کہ:

الْحَجُّ جِهَادٌ، وَالْعُمْرَةُ تَطَوُّعٌ (ابن ماجہ) ۱

ترجمہ: حج جہاد ہے، اور عمرہ تطوع (یعنی فرض سے نیچے کے درجے کا) عمل ہے

(ابن ماجہ)

اس حدیث کی سند پر بھی محدثین نے کلام کیا ہے، لیکن اس کی تائید ایک اور مرسل حدیث اور گزشتہ حدیث سے ہوتی ہے۔ ۲

۱۔ رقم الحدیث ۲۹۸۹، کتاب المناسک، باب العمرة.

۲۔ حدثنا جریر، عن معاوية بن إسحاق، عن أبي صالح ماہان، قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: الحج جهاد، والعمرة تطوع (مصنف ابن ابی شیبہ، رقم الحدیث ۱۳۸۲۷، باب من قال العمرة تطوع)

م د س: عبد الرحمن بن قیس، أبو صالح الحنفی الکوفی أخو طلیق بن قیس.

وزعم إسحاق بن راهويه أن أبا صالح الحنفی هو ماہان الحنفی، وأنکر ذلك النسائی وغيره.

روی عن: حذيفة بن اليمان، وسعد بن أبي وقاص، وأخيه طليق بن قيس الحنفی، وعبد الله بن عباس، وعبد الله بن مسعود، وعلى بن أبي طالب (د س) وأبيه قيس الحنفی، وأبى سعيد الخدری (سی) وأبى مسعود البدری، وأبى هريرة (سی) وعائشة.

روی عنه: إسماعيل بن أبي خالد، وإسماعيل بن سالم، وأبو بشر بيان بن بشر، وسعيد بن مسروق الثوري، وضرار بن مرة أبو سنان الشيباني (سی) وعمار الدهني، وعمرو بن مرة، وأبو عون محمد بن عبيد الله الثقفي (م د س) ومعاوية بن إسحاق بن طلحة بن عبيد الله، وميسرة بن حبيب النهدي، وهارون بن سعد الجعفي.

قال إسحاق بن منصور، عن يحيى بن معين: أبو صالح الحنفی ثقة.

وذكره ابن حبان في كتاب "الفتا" "

روی له مسلم، وأبو داود، والنسائی (تهذيب الكمال، ج ۱ ص ۳۶۰ تا ۳۶۲)

اس قسم کی احادیث و روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ عمرہ فرض سے نیچے کے درجہ کا عمل ہے، جو کہ واجب یا سنت ہے۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ، اور جلیل القدر تابعین حضرت مجاہد، حضرت سعید بن جبیر، حضرت عطاء، حضرت مسروق، حضرت حسن اور حضرت ابن سیرین رحمہم اللہ سے عمرہ کا واجب ہونا مروی ہے۔ ۱

اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اور جلیل القدر تابعین حضرت امام شعی اور حضرت ابراہیم نخعی رحمہما اللہ سے عمرہ کا سنت ہونا مروی ہے۔ ۲

اور حضرت حماد رحمہ اللہ سے اس کے واجب ہونے میں اختلاف کا قول مروی ہے۔ ۳
بہر حال زندگی میں ایک مرتبہ عمرہ کرنا واجب ہے، یا سنت، یہ فقہی اختلاف تو اپنی جگہ ہے۔
لیکن اس میں شک نہیں کہ عمرہ بھی عظیم الشان عمل ہے، اور اسی وجہ سے بعض آثار میں عمرہ کو حج

۱ عن نافع، عن ابن عمر، قال: ليس من خلق الله تعالى أحد إلا وعليه حجة وعمره واجبتان (مصنف ابن أبي شيبة، رقم الرواية ۱۳۸۳۵، باب من كان يرى العمرة فريضة) عن ليث، عن عطاء، وطاووس، ومجاهد؛ قالوا: واجبة (ايضاً، رقم الرواية ۱۳۸۳۳) عن عبد الملك، قال: سئل سعيد بن جبير عن العمرة، واجبة هي؟ قال: نعم (ايضاً، رقم الرواية ۱۳۸۳۶)

عن ابن جريج، قال: سئل سعيد بن جبير، وعلي بن حسين، عن العمرة، أواجبة هي؟ فتلوا هذه الآية: (وأتموا الحج والعمرة) (ايضاً، رقم الرواية ۱۳۸۳۷) عن أبي إسحاق، عن مسروق، قال: أمرتم بإقامة الحج والعمرة (ايضاً، رقم الرواية ۱۳۸۳۱)

عن يونس، عن الحسن، ومحمد، قالوا: العمرة واجبة (ايضاً، رقم الرواية ۱۳۸۳۳)
۲ عن أبي معشر، عن إبراهيم، قال: قال عبد الله: الحج فريضة، والعمرة تطوع (مصنف ابن أبي شيبة، رقم الرواية ۱۳۸۲۸، باب من قال العمرة تطوع) عن عبد الملك، عن الشعبي، قال: هي تطوع (ايضاً، رقم الرواية ۱۳۸۲۹)
عن مغيرة، عن إبراهيم، قال: العمرة سنة، وليست بفريضة (ايضاً، رقم الرواية ۱۳۸۳۱)

۳ عن شعبة، قال: سألت حماداً عن العمرة، واجبة هي؟ قال: قد اختلف فيها (مصنف ابن أبي شيبة، رقم الرواية ۱۳۸۳۰، باب من قال العمرة تطوع)

اصغر قرار دیا گیا ہے۔ ۱

اس تمہید و تفصیل کے بعد اب عمرہ سے متعلق چند ضروری احکام ملاحظہ فرمائیں۔

مسئلہ نمبر ۱..... عمرہ واجب یا سنت ہے، اور عمرہ کے سنت یا واجب ہونے کے لئے وہی شرائط ہیں، جو حج فرض ہونے کی شرائط ہیں، یعنی مسلمان ہونا، عاقل ہونا، بالغ ہونا، آزاد ہونا، اور بدنی و مالی استطاعت کا ہونا، اور عورت کے لئے محرم کا ہونا، اور عدت کا نہ ہونا، وغیرہ۔ جب کسی شخص میں یہ شرائط پائی جائیں، اور اس نے اس سے پہلے عمرہ نہ کیا ہو، خواہ الگ سے یا حج کے ساتھ، تو اس کو عمرہ کرنا سنت مؤکدہ یا واجب ہوتا ہے۔ ۲

۱ عن عكرمة، عن ابن عباس، قال: العمرة، الحجة الصغرى (مصنف ابن ابى شيبه، رقم الرواية ۱۳۸۳۹، باب من كان يرى العمرة فريضة)
عن منصور، عن مجاهد، قال: كان يقال: العمرة هي الحجة الصغرى (ايضاً، رقم الرواية ۱۳۸۴۵)

عن منصور، عن مجاهد، قال: العمرة الحج الأصغر (ايضاً، رقم الرواية ۱۳۸۴۷)
حدثنا سفيان، عن أبي إسحاق، قال: سألت عبد الله بن شداد عن الحج الأكبر؟ فقال: الحج الأكبر يوم النحر، والحج الأصغر العمرة (ايضاً، رقم الرواية ۱۳۸۴۴)

۲ (وَأَمَّا) شرائط وجوبها فهي شرائط وجوب الحج، لأن الواجب ملحق بالفرض في حق الأحكام، وقد ذكرنا ذلك في فصل الحج (بدائع الصنائع، ج ۲، ص ۲۷۷، شرائط وجوب العمرة) شروط فرضية العمرة عند القائلين بفرضيتها هي شروط فرضية الحج، وكذا على القول بوجوبها وسنتها. فيشترط لفرضية العمرة: العقل والإسلام، والبلوغ والحرية، والاستطاعة، والاستطاعة شرط لفرضية العمرة فقط، لكن لا يتوقف عليها سقوط الفرض عند من يقول بفرضية العمرة أو وجوبها، فلو اعتمر من لم تتوفر فيه شروط الاستطاعة صحت عمرته وسقط الفرض عنه.

وتلخص الاستطاعة في ملك الزاد والقدرة على آلة الركوب، وذلك بالنسبة للرجال والنساء.

وتختص النساء بشرطين آخرين وهما: مصاحبة الزوج أو المحرم، وعدم العدة.

ويجزئ عند الشافعية رفقة نساء ثقات عوضاً عن المحرم أو الزوج في سفر الفرض.

أما البلوغ والحرية فهما شرطان لوجوب العمرة وإجرائها عن الفرض، فلو اعتمر الصبي أو العبد صحت عمرتهما، ولم يسقط فرضها عنهما عند البلوغ أو العتق.

وأما العقل والإسلام: فهما شرطان لوجوب العمرة وصحتها، فلا تجب العمرة على كافر، ولا مجنون ولا تصح منهما، لكن يجوز أن يحرم بالعمرة عن المجنون وليه ويؤدي المناسك عنه،

ويجنبه محظورات الإحرام وهكذا، لكن لا يصلى عنه ركني الإحرام أو الطواف، بل تسقطان عنه عند الحنفية والمالكية، أما عند الشافعية فيصلحهما عنه، وهو ظاهر كلام الحنابلة (الموسوعة

الفقهية الكويتية، ج ۳۰ ص ۳۲۳، شروط فرضية العمرة، مادة "عمرة")

مسئلہ نمبر ۲..... عمرہ تین طرح سے ادا کیا جاتا ہے، ایک تنہا عمرہ، جسے عربی زبان میں عمرہ مفردہ کہا جاتا ہے۔

دوسرے حج تمتع کے ساتھ عمرہ، جس میں پہلے عمرہ کا احرام باندھا جاتا ہے، اور عمرہ سے فارغ ہو کر حلال ہو کر پھر اسی سال حج کیا جاتا ہے۔

تیسرے حج قرآن کے ساتھ عمرہ، جس میں ایک احرام کے ساتھ پہلے عمرہ اور پھر حج ادا کیا جاتا ہے۔

ان میں سے جس طریقہ کے ساتھ بھی عمرہ کر لیا جائے، تو اس سے عمرہ کے سنت یا واجب ہونے کا حکم پورا ہو جاتا ہے۔ ۱۔

۱۔ تتأدى العمرة على ثلاثة أوجه، وهي:

أ) إفراد العمرة: وذلك بأن يحرم بالعمرة أى: ينويها ويلبى -دون أن يتبعها بحج- فى أشهر الحج، أو يحج ثم يعتمر بعد الحج، أو يأتى بأعمال العمرة فى غير أشهر الحج فهذه كلها أفراد للعمرة.

ب) التمتع: وهو أن يحرم بالعمرة فى أشهر الحج ويأتى بأعمالها ويتحلل، ثم يحج، فيكون متمتعا ويجب عليه هدى التمتع بالشروط المقررة للتمتع. (ر: تمتع ف ۶ وحج ف ۳۷)

ج) القران: وهو أن يحرم بالعمرة والحج معا فى إحرام واحد، فيأتى بأفعالهما مجتمعين، وتدخل أفعال العمرة فى الحج عند الجمهور، ويجزئه لهما طواف واحد وسعى واحد عندهم، ويظل محرما حتى يتحلل بأعمال يوم النحر فى الحج.

ومذهب الحنفية: أن القارن يطوف طوافين ويسعى سبعين طواف وسعى لعمرة، ثم طواف وسعى لحج، ولا يتحلل بعد أفعال العمرة، بل يظل محرما أيضا حتى يتحلل تحلل الحج (ر: قران، وحج ف ۳۷ ب)

وكيفما أدى العمرة على أى وجه من هذه الوجوه تجزئ عنه، ويتأدى فرضها عند القائلين بفرضيتها كما تتأدى سنتها على القول بسنتها.

قال ابن قدامة فى المغنى: وتجزئ عمرة المتمتع وعمرة القارن، والعمرة من أدنى الحل عن العمرة الواجبة، ولا نعلم فى أجزاء عمرة المتمتع خلافا، كذلك قال ابن عمر رضى الله عنهما وعطاء وطاوس ومجاهد، ولا نعلم عن غيرهم خلافهم. وروى عن أحمد أن عمرة القارن لا تجزئ، وهو اختيار أبى بكر، وعن أحمد: أن العمرة من أدنى الحل لا تجزئ عن العمرة الواجبة، وقال: إنما هى من أربعة أميال، واحتج على أن عمرة القارن لا تجزئ بأن عائشة رضى الله عنها حين حاضت أعمرها من التنعيم فلو كانت عمرتها فى قرانها أجزأتها لما أعمرها بعدها.

﴿بقية حاشية اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

مسئلہ نمبر ۳۰..... عمرہ کی ادائیگی کا کوئی خاص وقت مقرر نہیں، اور کوئی مکروہ وقت بھی نہیں، دن رات میں جب چاہیں ادا کر سکتے ہیں، اور رمضان میں عمرہ کرنا افضل ہے۔

حضرت ام معقل رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ:

عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: عُمْرَةٌ فِي رَمَضَانَ تَعْدِلُ حَجَّةً (ترمذی) ۱

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ رمضان میں عمرہ کرنا حج کے برابر (فضیلت رکھتا) ہے (ترمذی)

اس قسم کے مضمون کی اور روایات بھی ہیں۔ ۲

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

واستدل ابن قدامة بقول الصبي بن معبد: إني وجدت الحج والعمرة مكتوبين على فأهللت بهما، فقال عمر: هديت لسنة نبيك وهذا يدل على أنه أحرم بهما يعتقد أداء ما كتبه الله عليه منهما والخروج عن عهدتهما، فصوبه عمر، وقال: هديت لسنة نبيك وبحديث عائشة رضي الله تعالى عنها أن النبي صلى الله عليه وسلم: قال لها لما جمعت بين الحج والعمرة: يجزء عنك طوافك بالصفاء والمروة عن حجك وعمرك، وقال ابن قدامة: وإنما أمرها النبي صلى الله عليه وسلم من التعيم قصدا لتطيب قلبها وإجابة مسألتها، لا؛ لأنها كانت واجبة عليها، ثم إن لم تكن أجزأتها عمرية القرآن فقد أجزأتها العمرة من أدنى الحل، وهو أحد ما قصدنا الدلالة عليه، ولأن الواجب عمرية واحدة وقد أتى بها صحيحة فتجزئه كعمرة المتمتع، ولأن عمرة القارن أحد نسكي القرآن فأجزأت كالحج، والحج من مكة يجزء في حق المتمتع، فالعمرة من أدنى الحل في حق المفرد - للعمرة - أولى (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج ۳ ص ۳۰۵، ۳۱۵، ۳۱۷، وجوه أداء العمرة، مادة "عمرة") ۱۔ رقم الحديث ۹۳۹، أبواب الحج، باب ما جاء في عمرة رمضان.

قال الترمذی: وفي الباب عن ابن عباس، وجابر، وأبي هريرة، وأنس، وهب بن خنیش: "ويقال: هرم بن خنیش"، قال: بيان، وجابر، عن الشعبي، عن وهب بن خنیش، وقال داود الأودي: عن الشعبي، عن هرم بن خنیش، وهب أصح، وحديث أم معقل حديث حسن غريب من هذا الوجه، وقال أحمد وإسحاق: قد ثبت عن النبي صلى الله عليه وسلم أن عمرة في رمضان تعدل حجة، قال إسحاق: معنى هذا الحديث مثل ما روى عن النبي صلى الله عليه وسلم أنه قال: "من قرأ: قل هو الله أحد فقد قرأ ثلث القرآن (ترمذی)

۲۔ أخبرني عطاء، قال: سمعت ابن عباس يخبرنا قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم لامرأة من الأنصار: إذا كان رمضان فاعتمرى فيه، فإن عمرة فيه تعدل حجة (نسائي، رقم الحديث ۲۱۱۰) ﴿بقية حاشيا گلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

عمرہ کے حج کے برابر ہونے کا مطلب یہ نہیں کہ اس عمرہ سے فرض حج ادا ہو جائے گا، بلکہ مطلب یہ ہے کہ عمرہ کے ساتھ رمضان المبارک کی فضیلت شامل ہو جانے کی وجہ سے ثواب میں حج کے برابر ہو جاتا ہے۔ ۱

البتہ حنفیہ کے نزدیک سال کے صرف پانچ دنوں میں تنہا عمرہ کرنا مکروہ ہے، یعنی یومِ عرفہ سے لے کر تیرہ ذی الحجہ تک، کیونکہ یہ حج کے مخصوص دن ہیں۔ ۲

﴿گزشتہ صفحہ کا بقیہ حاشیہ﴾ عن وهب بن خنیش، قال: قال رسول الله صلى الله عليه

وسلم: عمرة في رمضان، تعدل حجة (ابن ماجه، رقم الحديث ۲۹۹۱، واللفظ له؛

مسند احمد، رقم الحديث ۱۷۵۹۹)

عن جابر، أن النبي صلى الله عليه وسلم قال: عمرة في رمضان، تعدل حجة (ابن

ماجه، رقم الحديث ۲۹۹۵)

۱۔ فالحاصل أنه أعلمها أن العمرة في رمضان تعدل الحجة في الثواب لا أنها تقوم مقامها في إسقاط الفرض للإجماع على أن الاعتماد لا يجزئ عن حج الفرض (فتح الباری لابن حجر، ج ۳، ص ۲۰۴، تحت رقم الحديث ۱۷۸۲، قوله باب عمرة في رمضان)

ملاحظ رہے کہ کسی بھی عمل کی جو فضیلت ہوتی ہے، وہ اس کی ذات کے اعتبار سے اور اس عمل کو اخلاص کے ساتھ اور ٹھیک ٹھیک انجام دینے کی صورت میں ہوتی ہے، وہ فضیلت نہ تو دوسرے عمل کے تقابل کے اعتبار سے ہوتی اور نہ ہی اس عمل کو بغیر اخلاص اور غلط طریقہ پر کرنے کی صورت میں ہوتی، یہی معاملہ رمضان میں عمرے کا بھی ہے۔

جب غریب اور مستحق لوگ تعاون کے زیادہ محتاج ہوں (جیسا کہ آجکل اکثر جگہ ایسا ہے) تو ان غریبوں کا تعاون کرنا اس رقم کو بار بار کے نفلی حج و عمرے میں خرچ کرنے سے افضل ہوگا، جس کی تفصیل آگے تحقیقی مسائل کے ضمن میں آتی ہے۔

۲۔ اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ کی ایک روایت کے مطابق یومِ عرفہ یعنی نو ذی الحجہ کے زوال سے پہلے تک عمرہ مکروہ نہیں ہے، کیونکہ اس سے پہلے حج کا عملی طور پر وقت شروع نہیں ہوتا، اور پہلا فرض و توفی عرفہ ہی ہے، جس کا وقت نو ذی الحجہ کے زوال سے شروع ہوتا ہے۔

والعمرة لا تقوت وهي جائزة في جميع السنة إلا خمسة أيام يكره فيها فعلها وهي يوم عرفة ويوم النحر وأيام التشريق "لما روى عن عائشة رضى الله تعالى عنها أنها كانت تكره العمرة في هذه الأيام الخمسة ولأن هذه الأيام أيام الحج فكانت متعينة له وعن أبي يوسف رحمه الله أنها لا تكره في يوم عرفة قبل الزوال لأن دخول وقت ركن الحج بعد الزوال لا قبله والأظهر من المذهب ما ذكرناه ولكن مع هذا لو أداها في هذه الأيام صح ويبقى محرما بها فيها لأن الكراهة لغيرها وهو تعظيم أمر الحج وتخليص وقته له فيصح الشروع (الهداية في شرح بداية المبتدى، ج ۱ ص ۷۷، باب الفوات)

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اور حنفیہ کے علاوہ دیگر جمہور فقہائے کرام یعنی مالکیہ، شافعیہ اور حنابلہ کے نزدیک ان پانچ دنوں میں بھی عمرہ کرنا مکروہ نہیں ہے۔ ۱۔

مسئلہ نمبر ۴..... حنفیہ کے نزدیک عمرہ کے لئے احرام شرط ہے، اور عمرہ کا رکن طواف ہے، اور سعی اور حلق یا قصر واجب ہے۔

اور بعض دیگر فقہائے کرام کے نزدیک عمرہ کے تین ارکان ہیں، ایک احرام، دوسرے طواف،

﴿ گزشتہ صفحے کا نتیجہ حاشیہ ﴾

ان پانچ دنوں میں عمرہ مفردہ کے مکروہ ہونے پر حنفیہ کا استدلال درج ذیل آثار سے ہے۔

عن عائشة رضی اللہ عنہا قالت " : حلت العمرة في السنة كلها إلا في أربعة أيام : يوم عرفة ويوم النحر ويومان بعد ذلك " وهذا موقوف وهو محمول عندنا على من كان مشغلا بالحج فلا يدخل العمرة عليه ولا يعتمر حتى يكمل عمل الحج كله ، فقد أمر عمر بن الخطاب رضي الله عنه أبا أيوب الأنصاري وهبار بن الأسود حين فات كل واحد منهما الحج بأن يتحلل بعمل عمرة ، قال الشافعي : وأعظم الأيام حرمة أولاهما أن ينسك فيها لله عز وجل (سنن البيهقي، رقم الرواية ۸۷۴۱)

عن عائشة ، قالت : حلت العمرة الدهر ، إلا ثلاثة أيام ؛ يوم النحر ، ويومين من أيام التشريق (مصنف ابن أبي شيبة، رقم الرواية ۱۲۸۷۰ ، باب في العمرة ، من قال : في كل شهر ، ومن قال : متى ما شئت ؟)

عن ليث ، عن طاووس ؛ أنه سئل عن العمرة ؟ فقال : إذا مضت أيام التشريق ، فاعتمر متى شئت إلى قابل (ايضاً، رقم الرواية ۱۲۸۷۱)

۱۔ اتفقوا على أن ميقات العمرة الزماني هو جميع العام، فيصح أن تفعل في جميع السنة، ويعتقد إحرامها، وذلك لعدم المخصص لها بوقت دون وقت وكذلك قرروا أنها أفضل في شهر رمضان منها في غيره . وعبر الحنفية بقولهم " : تندب في رمضان " ، لقوله صلى الله عليه وسلم : عمرة في رمضان تقضى حجة . متفق عليه .

ثم اختلفوا في أوقات يكره فيها الإحرام بالعمرة أو لا يكره . وهي :

أ - يوم عرفة ويوم النحر وأيام التشريق : ذهب المالكية والشافعية والحنابلة إلى عدم الكراهة فيها، لكن قال الرملي الشافعي " : وهي في يوم عرفة والعيد وأيام التشريق ليست كفضلها في غيرها ؛ لأن الأفضل فعل الحج فيها . "

واستدلوا لعدم الكراهة بأن الأصل عدم الكراهة، ولا دليل عليها .

وذهب الحنفية إلى أن العمرة تکره تحريماً يوم عرفة وأربعة أيام بعده، حتى يجب الدم على من فعلها في ذلك عندهم (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج ۲ ص ۱۳۴ ، الميقات الزماني للإحرام بالعمرة، مادة "إحرام")

تیسرے سعی، اور امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک حلق یا قصر بھی رکن میں داخل ہے۔ ۱۔

نقطہ

وَاللّٰهُ سُبْحَانَهُ وَتَعَالٰى اَعْلَمُ
وَعِلْمُهُ اَتَمُّ وَاَحْكَمُ.



۱۔ ذہب جمہور الفقہاء الیٰ أن أركان العمرة ثلاثة هي: الإحرام والطواف والسعى، وهو مذهب المالكية والحنابلة، وقال برکنتها الشافعية، وزادوا ركنًا رابعًا هو: الحلق ومذهب الحنفية أن الإحرام شرط للعمرة، وركنهما واحد هو: الطواف (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج ۳۰ ص ۳۱۸، أركان العمرة، مادة "عمرة")

يجب في العمرة أمران: الأول: السعى بين الصفا والمروة عند الحنفية والحنابلة، وقال غيرهم: هو ركن. الثاني: الحلق أو التقصير عند الحنفية والمالكية، والحنابلة، وقال الشافعية في الراجح عندهم: إنه ركن. والقدر الواجب هو حلق شعر جميع الرأس أو تقصيره عند المالكية، والحنابلة، وربيع الرأس على الأقل عند الحنفية، وثلاث شعرات على الأقل عند الشافعية.

والحلق للرجال أفضل في العمرة إلا للمتمتع، فالتقصير له أفضل، لكي يبقى شعرا يأخذه في الحج. والسنة للنساء التقصير فقط، ويكره الحلق في حقهن؛ لأنه مثله (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج ۳۰ ص ۳۲۳ و ۳۲۴، واجبات العمرة، مادة "عمرة")

حج و عمرہ کی نذر و منت ماننے کے احکام

اللہ تعالیٰ کی طرف سے بندہ پر حج کے فرض اور عمرہ کے واجب یا سنت ہونے کی شرائط تو تفصیل کے ساتھ پیچھے ذکر کر دی گئی ہیں۔

اور بعض اوقات حج یا عمرہ بندہ کے خود اپنے اوپر نذر و منت مان کر واجب کر لینے سے بھی لازم ہو جاتا ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَتَى رَجُلٌ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لَهُ: إِنَّ أُخْتِي قَدْ نَذَرَتْ أَنْ تَحُجَّ، وَإِنَّهَا مَاتَتْ، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَوْ كَانَ عَلَيْهَا دَيْنٌ أَكُنْتُ قَاضِيَهُ قَالَ: نَعَمْ، قَالَ: فَاقْضِ اللَّهَ، فَهُوَ أَحَقُّ بِالْقَضَاءِ (بخاری) ۱

ترجمہ: ایک آدمی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور اس نے آپ سے عرض کیا کہ میری بہن نے حج کرنے کی نذر (و منت) مانی تھی، اور وہ فوت ہو گئی ہے، تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر آپ کی بہن پر قرض ہوتا تو کیا آپ اسے ادا کرتے؟ اُس آدمی نے کہا کہ بے شک؛ تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ (یہ حج کی نذر و منت اللہ کا حق ہے) آپ اللہ کے حق کو ادا کیجئے، کیونکہ اللہ تعالیٰ تو (اپنے حق کی) ادائیگی کے (دوسروں سے) زیادہ مستحق ہیں (بخاری)

اس سے معلوم ہوا کہ حج کی نذر و منت ماننے سے حج انسان پر لازم ہو جاتا ہے، کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی مثال قرض و دین سے بیان فرمائی ہے، اور قرض و دین کی ادائیگی ظاہر ہے کہ لازم ہوا کرتی ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ فِي سَفَرٍ إِذْ مَرَّ بِامْرَأَةٍ نَاشِرَةٍ شَعْرَهَا فَقَالَ: مَا هَذَا؟ فَقِيلَ: فَلَانَةٌ لِامْرَأَةٍ مِنْ قُرَيْشٍ، نَذَرَتْ أَنْ تَحُجَّ نَاشِرَةً شَعْرَهَا، قَالَ: مَرُّوْهَا فَلَتَحْتَمِرُ (المعجم الكبير للطبرانی) ۱

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم ایک سفر میں تھے، آپ کا گزر ایک عورت کے قریب سے ہوا، جس نے اپنے بال کھولے اور پھیلائے ہوئے تھے، تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ کیا ہے؟ عرض کیا گیا کہ قریش کی فلاں عورت ہے، جس نے یہ نذر ومنت مانی ہے کہ وہ اپنے بال کھول کر اور پھیلا کر حج کرے گی، تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اُس عورت کو حکم دو کہ وہ اپنے بال ڈھک لے (طبرانی: بزار)

حضرت عمرو بن شعیب کی سند سے روایت ہے کہ:

أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَذْرَكَ رَجُلَيْنِ وَهُمَا مُقْتَرِنَانِ، يَمْشِيَانِ إِلَى الْبَيْتِ، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَا بَالُ الْقِرَانِ؟ قَالَا: يَا رَسُولَ اللَّهِ، نَذَرْنَا أَنْ نَمْشِيَ إِلَى الْبَيْتِ مُقْتَرِنَيْنِ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَيْسَ هَذَا نَذْرًا، فَقَطَعَ قِرَانَهُمَا، قَالَ سُرَيْجٌ فِي حَدِيثِهِ: إِنَّمَا النَّذْرُ مَا ابْتِغَى بِهِ وَجْهُ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ (مسند احمد، رقم الحديث ۶۷۱۲) ۲

۱۔ رقم الحديث ۱۸۷۲، ج ۱ ص ۳۲۰؛ كشف الاستار عن زوائد البزار للهيثمی، تحت رقم الحديث ۱۳۳۸، باب لا نذر في معصية.

قال الهيثمي:

رواه البزار، وفيه يحيى بن أبي يحيى، وهو غير الذي في الميزان، فإن هذا روى عنه الفضل بن سهل الأعرج، وروى هو عن زيد بن الحباب، وبقيّة رجاله رجال الصحيح (مجمع الزوائد، تحت رقم الحديث ۶۹۵۵، باب لا نذر في معصية إنما النذر ما ابتغى به وجه الله)

۲۔ فی حاشیہ مسند احمد: حدیث حسن.

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو آدمیوں کو اس حال میں پایا کہ ان دونوں نے ایک دوسرے کو باہم (رسی سے) باندھ رکھا تھا، اور بیٹ اللہ کی طرف چل رہے تھے، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ (ان کے آپس میں) باندھنے کی کیا وجہ ہے؟ تو ان دونوں نے کہا کہ اے اللہ کے رسول! ہم نے یہ نذر و منت مانی تھی کہ ہم بیٹ اللہ کی طرف ایک دوسرے کو ساتھ باندھ کر جائیں گے، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ نذر و منت نہیں ہے، تو ان دونوں (آدمیوں) نے اپنی رسی کو کاٹ لیا، حضرت سُرُج (راوی) نے اس حدیث میں فرمایا کہ نذر و منت تو اس عمل کے ذریعے سے ہوتی ہے، جس سے اللہ عز و جل کی رضا حاصل کی جائے (مسند احمد)

ان احادیث سے معلوم ہوا کہ حج کی نذر و منت ماننا تو درست ہے، کیونکہ وہ عبادت کا کام ہے، لیکن اس کے ساتھ کسی گناہ کی یا ایسی فضول چیز کی قید لگانا معتبر نہیں، کہ جس میں کوئی ثواب نہ ہو، اور بلا وجہ کی مشقت ہو۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَأَى شَيْخًا يُهَادِي بَيْنَ ابْنَيْهِ، قَالَ: مَا بَأْسُ هَذَا؟ قَالُوا: نَذَرْنَا أَنْ يَمْشِيَ، قَالَ: إِنَّ اللَّهَ عَنْ تَعْذِيبٍ هَذَا نَفْسَهُ لَغَنِيٌّ، وَأَمْرَهُ أَنْ يَرْكَبَ (بخاری) ۱

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک بوڑھے شخص کو دیکھا کہ وہ اپنے دو بیٹوں کے

۱۔ رقم الحدیث ۱۸۲۵، کتاب جزاء الصيد، باب من نذر المشی إلى الکعبة؛ مسند احمد، رقم الحدیث ۱۳۸۶۶؛ ترمذی، رقم الحدیث ۱۵۳۶۔

فی حاشیة مسند احمد: إسناده صحيح على شرط مسلم.

وقال الترمذی: وفي الباب عن أبي هريرة، وعقبة بن عامر، وابن عباس: حديث أنس حديث حسن صحيح غريب من هذا الوجه. والعمل على هذا عند بعض أهل العلم، وقالوا: إذا نذرت امرأة أن تمشي فلتركب ولتهد شاة (حوالہ بالا)

سہارے جا رہا ہے، تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس کو کیا ہو گیا؟ لوگوں نے عرض کیا کہ اس نے پیدل چل کر حج کرنے کی نذر و منت مانی تھی (اور پیدل چلنے کی قدرت نہیں، اس لئے دو آدمیوں کے سہارے جا رہا ہے) تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بے شک اللہ اس شخص کے اپنے آپ کو عذاب (و تکلیف) دینے سے بے نیاز ہے، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے سوار ہونے کا حکم فرمایا (بخاری: مسند احمد)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ عُقْبَةَ بْنَ عَامِرٍ سَأَلَ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: إِنَّ أُخْتَهُ نَذَرَتْ أَنْ تَمْشِيَ إِلَى الْبَيْتِ، وَشَكَا إِلَيْهِ ضَعْفُهَا، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّ اللَّهَ غَنَى عَنْ نَذْرِ أُخْتِكَ، فَلْتَرْكَبْ وَلْتَهْدِ بَدَنَةً

(مسند احمد، رقم الحديث ۲۱۳۴، واللفظ له؛ ابوداؤد، رقم الحديث ۳۳۰۳) ۱

ترجمہ: حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ اُن کی بہن نے یہ نذر و منت مانی تھی کہ وہ بیٹ اللہ کی طرف پیدل جائے گی، اور حضرت عقبہ نے اُن کی کمزوری کی شکایت کی، تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ آپ کی بہن کی نذر و منت سے بے نیاز ہے، اُسے چاہئے کہ وہ سوار ہو کر حج کرے، اور ایک بدنہ (قربانی کا بڑا جانور) ذبح کرے (مسند احمد)

اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ:

أَنَّ أُخْتَ عُقْبَةَ، نَذَرَتْ أَنْ تَمْشِيَ، إِلَى الْبَيْتِ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّ اللَّهَ لَغَنَى عَنْ نَذْرِ أُخْتِكَ لِتَرْكَبْ، وَلْتَهْدِ هَدْيًا

(سنن الدارمی، رقم الحديث ۲۳۸۰، کتاب النذور والایمان، باب فی کفارة النذر) ۲

۱۔ فی حاشیہ مسند احمد: إسناده صحيح على شرط البخارى، عكرمة من رجاله، وباقي السند على شرطهما.

۲۔ فی حاشیہ سنن الدارمی: إسناده صحيح.

ترجمہ: حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ کی بہن نے یہ نذر و منت مانی تھی کہ وہ بیٹ اللہ کی طرف پیدل جائے گی، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ آپ کی بہن کی نذر و منت سے بے نیاز ہے، اُسے چاہئے کہ وہ سوار ہو جائے (اور پھر حج کرے) اور ایک ہدی (اونٹ یا گائے یا بکری) ذبح کرے (داری)

جلیل القدر تابعی حضرت ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ:

مَنْ نَذَرَ أَنْ يَحُجَّ مَاشِيًا، ثُمَّ عَجَزَ فَلْيَرْكَبْ، وَلْيُحُجَّ، وَلْيَنْحَرْ بَدَنَةً وَجَاءَ عَنْهُ فِي حَدِيثٍ آخَرَ وَيُهْدَى هَدِيًّا (مؤطا امام محمد) ۱

ترجمہ: جس شخص نے یہ نذر و منت مانی کہ وہ پیدل حج کرے گا، پھر وہ (پیدل حج کرنے سے) عاجز ہو گیا، تو اُسے چاہئے کہ وہ سوار ہو جائے، اور حج کرے، اور ایک بدنہ (اونٹ یا گائے) ذبح کرے، اور دوسری حدیث میں یہ آیا ہے کہ ایک ہدی (اونٹ یا گائے یا بکری) ذبح کرے (موطا)

حضرت حسن بصری رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ:

فِي رَجُلٍ نَذَرَ أَنْ يَحُجَّ مَاشِيًا، قَالَ: يَمْشِي حَتَّى إِذَا أَغْيَا رَكَبَ، وَأَهْدَى (مصنف ابن ابی شیبہ) ۲

ترجمہ: جس آدمی نے پیدل حج کرنے کی نذر و منت مانی، تو وہ پیدل چلے، یہاں تک کہ جب وہ تھک جائے تو سوار ہو جائے، اور ایک ہدی ذبح کرے (ابن ابی شیبہ)

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی روایت نقل کرنے کے بعد امام محمد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

۱۔ رقم الحديث ۷۴۷، کتاب الايمان والنذور، باب: من جعل على نفسه المشى ثم عجز.
 ۲۔ رقم الحديث ۱۳۷۵۵، کتاب المناسک، الرجل يجعل عليه المشى إلى بيت الله، فيمشى بعض الطريق ثم يعجز.

فِيهِذَا نَأْخُذُ، يَكُونُ الْهَدْيُ مَكَانَ الْمَشْيِ، وَهُوَ قَوْلُ أَبِي حَنِيفَةَ
وَالْعَامَّةِ مِنْ فُقَهَائِنَا (موطا امام محمد) ۱

ترجمہ: ہم اسی روایت کو لیتے ہیں، پیدل چلنے کی جگہ (یعنی پیدل چلنے کی نذر
ومنت ماننے کے بدلہ میں) ہدی (یعنی اونٹ یا گائے یا بکری کی قربانی) ہو جائے
گی، اور یہی امام ابوحنیفہ اور ہمارے عام فقہاء کا قول ہے (موطا)

ملفوظ رہے کہ بعض روایات میں پیدل حج کی نذر ومنت ماننے کے بعد پیدل حج نہ چل سکنے کی
صورت میں بدنہ کا ذکر ہے، اور بدنہ بڑی قربانی یعنی اونٹ اور گائے کو کہا جاتا ہے، اور بعض
روایات میں ہدی کا ذکر ہے، اور ہدی ہر اُس جانور کو کہا جاتا ہے، جس کی قربانی جائز ہے، جس
میں اونٹ، گائے بھی داخل ہے، اور بکری، بھیڑ، دنبہ بھی؛ لہذا اگر کوئی بدنہ یعنی بڑا جانور ذبح
کرے، تو وہ بھی جائز ہے، اور اگر کوئی چھوٹا جانور یعنی بکری وغیرہ ذبح کرے تو وہ بھی جائز

ہے۔ ۲

۱۔ تحت رقم الحديث ۷۷، کتاب الايمان والنذور، باب: من جعل على نفسه المشى ثم عجز.
۲۔ ثم إطلاق الركوب في الروايتين محمول على علمه بعجزها عن المشى بدليل ما في الرواية
الأخرى لأبي داود عن ابن عباس -رضي الله عنهما- أن أخت عقبة بن عامر نذرت أن تحج ماشية
وإنها لا تطيق المشى، فقال النبي -صلى الله عليه وسلم-: -إن الله لغني عن مشي أختك، فلتركب
ولتهد بدنة إلا أنه عمل بإطلاق الهدى من غير تعيين بدنة لقوة روايتها (فتح القدير لابن الهمام،
ج ۳، ص ۷۲، کتاب الحج، باب الجنایات، مسائل منثورة)
اور مشی کی نذر کی خلاف ورزی کی صورت میں جو ہدی کی شکل میں اراقہ ذم کو واجب کیا گیا ہے، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ
اس طرح کی نذر میں گویا کہ مشی ٹسک کے درجہ میں آ جاتی ہے۔

فنظرنّا فی ذلک فرأینا الحج فیہ الطواف بالبيت والوقوف بعرفة وجمع. وکان الطواف منه ما
یفعله الرجل فی حال إحرامه وهو طواف الزیارة. ومنه ما یفعله بعد أن یحل من إحرامه، وهو
طواف الصدر. وکان ذلک کله من أسباب الحج قد أريد أن یفعله الرجل ماشیا وکان من فعله
راکبا مقصرا وجعل علیه الدم. هذا إذا کان فعله لا من علة. وإن کان فعله من علة، فإن الناس
مختلفون فی ذلک. فقال بعضهم: لا شيء علیه وممن قال بذلك أبو حنیفة وأبو یوسف ومحمد
رحمهم الله تعالى وقال بعضهم: علیه دم وهذا هو النظر -عندنا- لأن العلة إنما تسقط الآثام فی
انتهاک الحرمات، ولا تسقط الکفارات (شرح معانی الآثار، ج ۳، ص ۱۳۱، کتاب الايمان
والنذور، باب: الرجل یوجب على نفسه المشی إلى بیت الله)

حج کا سفر پیدل کرنا بھی جائز ہے، اور سوار ہو کر بھی؛ البتہ اس میں اہل علم کا اختلاف ہے کہ پیدل حج کا سفر کرنا افضل ہے، یا سوار ہو کر؟ ۱۔

احادیث و روایات اور ان کی ضروری تشریح کے بعد حج و عمرہ کی نذر و منت سے متعلق احکام و مسائل ملاحظہ فرمائیں۔

مسئلہ نمبر ۱..... حج و عمرہ کی نذر و منت ماننا درست ہے، خواہ حج و عمرہ کی نذر و منت غیر مشروط ہو، یا مشروط ہو۔

اور جب حج و عمرہ یا ان میں سے کسی ایک کی زبان سے نذر و منت مان لی جائے، تو اس کا پورا کرنا ضروری ہو جاتا ہے، فرق اتنا ہے کہ اگر مشروط نذر و منت ہو، تو اس شرط کے پائے جانے پر نذر و منت کا پورا کرنا ضروری ہو جاتا ہے، شرط کے بغیر ضروری نہیں ہوتا۔ ۲۔

۱۔ الركوب في سفر الحج والركوب فيه والمشى سواء في الإباحة، والكلام في الأفضلية، فقال قوم: الركوب أفضل اتباعا للنبي صلى الله عليه وسلم ولفضل النفقة فإن النفقة فيه كالنفقة في سبيل الله سبعمائة ضعف، كما أخرجه أحمد من حديث بريرة، وصحح جماعة أن المشى أفضل وبه قال إسحاق لأنه أشد على النفس (عمدة القاري، ج ۹، ص ۱۳۰، كتاب الحج، باب قول الله تعالى "يأتوك رجالا وعلى كل ضامر يأتين من كل فج عميق ليشهدوا منافع لهم")

۲۔ البتہ اگر کسی نے ایسے الفاظ ادا کئے، جو صرف ارادہ کے اظہار پر دلالت کرتے تھے، التزام نذر پر دلالت نہیں کرتے تھے، مثلاً یہ کہا کہ میرا حج کرنے کا ارادہ ہے، یا میں حج کروں گا، تو اس سے نذر و منت منعقد نہیں ہوتی۔

ثم الحج كما هو واجب بإيجاب الله تعالى ابتداء على من استجمع شرائط الوجوب - وهو حجة الإسلام - فقد يجب بإيجاب الله تعالى لكن بناؤه على وجود سبب الوجوب من العبد وهو النذر بأن يقول لله على حجة لأن النذر من أسباب الوجوب في العبادات والقرب المقصودة قال النبي -صلى الله عليه وسلم -: من نذر أن يطيع الله فليطعه وكذا لو قال على حجة فهذا. وقوله: لله على حجة سواء؛ لأن الحج لا يكون إلا لله تعالى، وسواء كان النذر مطلقا أو معلقا بشرط بأن قال: إن فعلت كذا فليله على أن أحج حتى يلزمه الوفاء به إذا وجد الشرط، ولا يخرج عنه بالكفارة في ظاهر الرواية عن أبي حنيفة، وسند ذكر إن شاء الله تعالى المسألة في كتاب النذر (بدائع الصنائع، ج ۲، ص ۲۲۳، كتاب الحج، فصل سبب وجوب الحج)

إذا نذر الحج فإنه يصير فرضا أيضا ومن فروعه ما في الخلاصة رجل قال لله على مائة حجة لزمته كلها، ولو قال أنا أحج لا حج عليه، ولو قال إذا دخلت الدار فأنا أحج يلزمه عند الشرط، ولو قال المريض إن عافاني الله تعالى من مرضي هذا فعلى حجة فبرء لزمته حجة وإن لم يقل على حجة لله؛ لأن الحجة لا تكون إلا لله (البحر الرائق، ج ۲، ص ۳۳۳، كتاب الحج)

ومن نذر عمرة فأداها من التمتع خرج عن موجب نذره (المبسوط للسرخسي، ج ۳۰، ص ۱۶۱، كتاب اختلاف أبي حنيفة وابن أبي ليلى)

مسئلہ نمبر ۴..... جو شخص پیدل حج یا عمرہ کرنے کی نذر و منت مانے، تو اس کی یہ نذر و منت منعقد و معتبر ہو جاتی ہے، اور اگر حج و عمرہ کا نام لیے بغیر بیت اللہ کی طرف پیدل چلنے کی نذر و منت مانے تو یہ نذر و منت بھی منعقد و معتبر ہو جاتی ہے، اور اس پر حج یا عمرہ میں سے کوئی ایک چیز لازم ہو جاتی ہے، کیونکہ بیت اللہ کی طرف پیدل چلنے کی نذر و منت سے شرعاً و عرفاً حج یا عمرہ کا احرام باندھنا مراد ہوا کرتا ہے۔ ۱

مسئلہ نمبر ۵..... جس شخص نے پیدل حج یا عمرہ کرنے یا بیت اللہ کی طرف پیدل چلنے کی نذر و منت مانی، تو اس پر پیدل چلنا ضروری ہو جائے گا، پھر اگر وہ مکمل سفر یا کچھ سفر پیدل کرنے سے معذور ہے، اور اُس نے سوار ہو کر حج یا عمرہ کا سفر طے کیا، تو اس کی نذر و منت پوری ہو جائے گی، لیکن اُس پر پیدل سفر نہ کرنے کی وجہ سے اونٹ، گائے یا بکری میں سے کسی ایک

۱۔ نذر المشی إلى بيت الله الحرام:

من نذر المشی إلى بيت الله الحرام لزمه المشی إليه في حج أو عمرة، قال هذا أبو عبيد، والأوزاعي، والليث بن سعد، وابن المنذر وإليه ذهب الحنفية، والمالكية، والشافعية، والحنابلة، وقال ابن قدامة: لا نعلم فيه خلافاً.

واستدلوا بما ورد عن أبي هريرة -رضي الله عنه- أن رسول الله -صلى الله عليه وسلم- قال: لا تشد الرحال إلا إلى ثلاثة مساجد: مسجدی هذا، ومسجد الحرام، ومسجد الأقصى كما استدلوا بأن قول الناذر: على المشی إلى بيت الله تعالى أو إلى الكعبة أو نحو ذلك، هو كناية عن التزام الإحرام، يستعمله الناذرون لالتزام الإحرام بطريق الكناية، من غير أن يعقل فيه وجه الكناية، بمنزلة قول القائل: لله على أن أضرب بثوبی حطيم الكعبة، إذ هو كناية التزام الصدقة، والإحرام يكون بالحج أو بالعمرة، فيلزم الناذر أحدهما، بخلاف سائر الألفاظ فما جرت عادتهم بالتزام الإحرام بها، والمعتبر في الباب عرفهم وعادتهم، ولا عرف هناك، فيلزمه ذلك ماشياً؛ لأنه التزم المشی، وفيه زيادة قرينة، فجاز التزامه بالنذر، كصفة التابع في الصيام وقالوا: إن الناذر قد التزم المشی إلى بيت الله الحرام، وجعله وصفاً للعبادة، فيلزمه المشی كما لو نذر أن يصلي قائماً واستدلوا كذلك بأن من نذر المشی إلى بيت الله الحرام لا يجزئه المشی إليه إلا في حج أو عمرة، وذلك لأن المشی المعهود في الشرع هو المشی في حج أو عمرة، فإذا أطلق الناذر المشی إليه حمل على المعهود في الشرع، ويلزمه المشی فيه لنذره وإن نذر المشی إلى بيت الله الحرام نذر في طاعة الله تعالى، فيلزم الناذر الوفاء، لما ورد عن عائشة -رضي الله عنها- أن رسول الله -صلى الله عليه وسلم- قال: من نذر أن يطيع الله فليطعه (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج ۴، ص ۱۹۵ و ص ۱۹۶، نذر المشی إلى بيت الله الحرام)

جانوری شکل میں دم لازم ہوگا۔

اور اگر اس نے بلا عذر سوار ہو کر سفر طے کیا، تب بھی حنفیہ کے نزدیک اس کی نذر و منت پوری ہو جائے گی، لیکن اس پر دم پھر بھی لازم ہوگا۔ ۱

۱۔ حنفیہ کے نزدیک عذر اور بلا عذر کی تفصیل کے بغیر مطلقاً دم لازم ہے، جبکہ اکثر سفر سوار ہو کر کیا جائے، اور اقل کی صورت میں درمیانی درجہ کی بکری کی قیمت نکال کر پیدل چلنے کی مقدار کے بقدر قیمت کا تصدق واجب ہوگا۔

(نذر الحج ماشیا) قال -رحمہ اللہ - (ومن أوجب حجاً ماشياً لا يركب حتى يطوف للركن) أي من أوجب على نفسه بالنذر أن يحج ماشياً لا يجوز له أن يركب حتى يطوف طواف الركن ، وهو طواف الزيارة ؛ لأنه التزم الحج على صفة الكمال ؛ لأن المشى أشق على البدن فيجب عليه الإيفاء بما التزم كما لو نذر أن يصوم متتابعاً ولا يقال : كيف يجب عليه المشى بالنذر وهو من شرطه أن يكون له نظير في الشرع وهذا لا نظير له ؛ لأننا نقول : لا بل له نظير ؛ لأن أهل مكة ومن حولها لا يشترط في حقهم الراحلة بل يجب المشى على كل من قدر منهم على المشى ، ولو ركب أراق دماً ؛ لأنه أدخل فيه النقص ، وكذا إذا ركب في أكثره ، وإن ركب الأقل يجب عليه بحسابه من الدم وبطواف الزيارة ينتهي الإحرام فيمشى إليه ، وطواف الصدر للتوديع وليس بأصل في الحج حتى لا يجب على من لا يودع ولم يذكر في المختصر من أين يتبدل المشى قيل : يمشى من الميقات والأصح أنه يمشى من بيته ؛ لأنه هو المراد في العرف ، وهو أملك (بتبيين الحقائق) ج ۲ ص ۹۳ ، كتاب الحج، مسائل منثورة)

وأفاد بقوله لا يركب أنه لو ركب لزمه الجزاء لترك الواجب فإذا ترك في الكل أو في الأكثر يلزمه الدم، وفي الأقل يلزمه التصدق بقدره من قيمة الشاة الوسط، ومقتضى الأصل أن لا يخرج عن عهدلة النذر إذا ركب كما لو نذر الصوم متتابعاً فقطع التتابع، ولكن ثبت ذلك نصاً في الحج فوجب العمل به (البحر الرائق، ج ۳، ص ۸۱، كتاب الحج، مسائل منثورة في الحج والعمرة) حکم من عجز عن المشى المنذور إلى بيت الله الحرام:

اختلف الفقهاء فيما يجب على من عجز عن المشى المنذور إلى بيت الله الحرام. وذلك على ثلاثة مذاهب:

المذهب الأول: يرى أصحابه أن من عجز عن المشى المنذور فركب وهو في طريقه إلى بيت الله الحرام فإنه يلزمه دم، وهو رأى الحنفية والمالكية والشافعية في الأظهر ورواية عن أحمد، وروى عن علي -رضي الله عنه - وأفتى به عطاء، ولهم في ذلك تفصيل: فقد ذهب الحنفية إلى أن له أن يركب وإن لم يكن عاجزاً عن المشى، ويذبح لركوبه شاة استحساناً، وقال مالک: من لزمه المشى إلى مكة فخرج ماشياً فعجز في مشيه فليركب فيما عجز، فإذا استراح نزل وعرف أماكن ركوبه من الأرض، ثم يعود ثانية فيمشى أماكن ركوبه، ولا يجوز له أن يمشى عدة أيام ركوبه، إذ قد يركب مواضع ركوبه أولاً، وليس عليه في رجوعه ثانية إن كان قوياً أن يمشى الطريق كله، ولكن يمشى ما ركب فقط، ويهرق دماً لتفريق مشيه.

﴿بقية حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

مسئلہ نمبر ۴..... جس شخص نے حرم یا اس کے کسی حصہ و جزء (مثلاً حرم، بیت اللہ، کعبہ، مسجد حرام، صفا، مروہ، مسجد خیف، منی وغیرہ) کی طرف چلنے کی نذر و منت مانی، تو امام شافعی اور امام احمد بن حنبل رحمہما اللہ کے نزدیک یہ نذر و منت منعقد و معتبر ہو جائے گی، اور اس پر حج و عمرہ لازم ہو جائے گا؛ کیونکہ پورا حرم حج و عمرہ کے ٹسک کا محل ہے۔ ۱

﴿گزشتہ صفحے کا نتیجہ حاشیہ﴾

وذهب الشافعية إلى أن من ركب لعذر أجزأه حجه عن نذره وعليه دم في الأظهر، والمراد بالعذر أن تلحقه مشقة ظاهرة، كتنظيره في العجز عن القيام في الصلاة، والعجز عن صوم رمضان بالمرض، وقيد البلقيني وجوب الدم بما إذا ركب بعد إحرامه مطلقاً أو قبله وبعد مجاوزة الميقات مشياً، وإلا فلا؛ إذ لا خلل في النسك يوجب دماً، وإن ركب بلا عذر أجزأه على المشهور وعليه دم مع عصيانه واستدلوا بما روى عن ابن عباس -رضي الله عنهما- أن أخت عقبة بن عامر نذرت أن تمشي إلى الكعبة، فقال رسول الله -صلى الله عليه وسلم- "إن الله لغني عن مشيها، لتركب ولتهد بدنة" وفي رواية أخرى: "أن أخت عقبة بن عامر نذرت أن تمشي إلى البيت، وأنها لا تطيق ذلك، فأمرها النبي -صلى الله عليه وسلم- أن تتركب وتهدي هدياً وبما روى عن علي -رضي الله عنه- أنه قال: فيمن نذر أن يمشي إلى البيت "يمشي، فإذا أعياى ركب ويهدي جزوراً وبأن من نذر المشي إلى بيت الله الحرام إذا ركب فإنه يكون قد أخل بواجب في الإحرام فلزمه هديه كتارك الإحرام من الميقات.

المذهب الثاني: يرى أنه لا يلزمه شيء، وهو القياس عند الحنفية ومقابل الأظهر عند الشافعية، وحكاة ابن رشد "الحفيد" عن بعض العلماء واستدلوا بقوله تعالى: لا يكلف الله نفساً إلا وسعها وبأن من نذر المشي إلى بيت الله الحرام قد عجز عما التزمه بالنذر، وهو المشي، فله أن يركب ولا شيء عليه، قياساً على ما لو نذر الصلاة قائماً فصلى من قعود لعجزه. وقال الحنفية في وجه القياس عندهم: إن من شرط صحة النذر أن يكون المنذور به قرينة مقصودة ولا قرينة في نفس المشي.

المذهب الثالث: يرى أن عليه كفارة يمين إذا ركب، وهو المذهب عند الحنابلة. واستدلوا بما ورد عن عقبة بن عامر -رضي الله عنه- "أن أخته نذرت أن تمشي حافية غير مختمرة إلى الكعبة، فسأل النبي -صلى الله عليه وسلم- فقال: إن الله لا يصنع بشقاء أحيتك شيئاً، فتركب ولتختمر ولتصم ثلاثة أيام" وفي حديث ابن عباس "ولتكفر عن يمينها وبما روى عن عقبة بن عامر أن رسول الله -صلى الله عليه وسلم- قال: كفارة النذر كفارة اليمين (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج ۳۰، ص ۱۹۶ إلى ص ۱۹۸، حكم من عجز عن المشي المنذور إلى بيت الله الحرام) ۱ نذر المشي إلى بلد الله الحرام أو بقعة منها.

من نذر المشي إلى بلد الله الحرام، أو إلى بقعة منها: كالصفا والمروة، أو مقام إبراهيم أو أبي قبيس أو نحو ذلك من المواضع التي تقع في بلد الله الحرام، فقد اختلف الفقهاء فيما يلزمه بهذا النذر على مذاهب ثلاثة:

﴿نتیجہ حاشیہ ۱﴾

اور حنفیہ کے نزدیک اگر کعبہ یا مکہ یا بیت اللہ کی طرف چلنے کی نذر و منت مانی، تو اس کی یہ نذر و منت منعقد و معتبر ہو جائے گی، اور اس پر حج یا عمرہ میں سے کسی ایک کا کرنا واجب ہو جائے گا، کیونکہ عرف میں ان مقامات کی طرف چلنے سے حج و عمرہ کرنا مراد ہوا کرتا ہے۔

اور حرم کے دوسرے حصوں مثلاً صفا، مروہ، مسجد خیف وغیرہ کی طرف چلنے کی نذر و منت مانی، تو منعقد و معتبر نہیں ہوگی، کیونکہ عرف میں ان مقامات کی طرف چلنے سے حج و عمرہ کرنا مراد نہیں لیا جاتا کرتا۔

اور اگر حرم یا مسجد حرام کی طرف چلنے کی نذر و منت مانی، تو حنفیہ میں سے صاحبین کے نزدیک یہ نذر و منت منعقد و معتبر ہو جائے گی، اور پیدل حج یا عمرہ کوئی ایک چیز لازم ہو جائے گی، کیونکہ حرم یا مسجد حرام کی طرف چلنے سے عرف میں حج یا عمرہ کرنا مراد ہوا کرتا ہے، جبکہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک یہ نذر و منت منعقد و معتبر نہیں ہوگی، کیونکہ اُن کے نزدیک ان الفاظ سے عرف میں حج و عمرہ کرنا مراد نہیں ہوا کرتا۔ ۱

﴿ گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ ﴾

المذہب الأول: يرى أصحابه أن من نذر المشى إلى بلد الله الحرام أو إلى بقعة منها، فإنه يلزمه بهذا الحج والعمرة ماشياً، وهو المذهب عند الشافعية والحنابلة.

واستدلوا بأن من نذر المشى إلى الحرم أو إلى موضع منه، شبه بمن نذر المشى إلى البيت الحرام؛ لأن الحرم كله محل للنسك، ولذلك صح إحرام المكي بالحج منه وأن من نذر المشى إلى الحرم أو جزء منه إنما لزمه المشى إليه في حج أو عمرة؛ لأنه ألزم جعله وصفا للعبادة، كما لو نذر الصلاة قائماً وأن المشى إلى البلد الحرام أو إلى موضع منه يقصد منه في الشرع المشى إليه في حج أو عمرة، فيحمل النذر على المعهود الشرعي، ويلغى ما يخالفه (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج ۲۰، ص ۱۹۸، ۱۹۹، نذر المشى إلى بلد الله الحرام أو بقعة منها)

۱۔ متعدد مشائخ احناف نے صاحبین کے قول کو اتحسان پر اور امام صاحب کے قول کو قیاس پر مبنی قرار دیا ہے، اور ہمارے نزدیک صاحبین کا قول فتوے کے لحاظ سے اولیٰ ہے، کیونکہ حرم یا مسجد حرام کا اطلاق بیت اللہ اور کعبہ پر بھی کیا جاتا ہے، اور اس کے برعکس بھی، اور مسجد حرام، کعبہ کی فناء کے درجہ میں ہے، اور حرم، مکہ کی فناء کے درجہ میں ہے، لہذا جس طرح مکہ کے لفظ سے نذر و منت معتبر ہو جاتی ہے، اسی طرح حرم یا مسجد حرام کے لفظ سے بھی معتبر ہونی چاہئے، اور عوام میں بھی کثرت سے حرم یا مسجد حرام بول کر کعبہ اور بیت اللہ کا مراد لیا جانا آج کل معروف ہے۔

﴿ بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں ﴾

مسئلہ نمبر ۵..... اگر کسی نے مکہ یا کعبہ و بیٹ اللہ کی طرف جانے یا سفر کرنے کے الفاظ کے ساتھ نذر و منت مانی، تو بعض فقہائے کرام کے نزدیک ان الفاظ سے نذر و منت معتبر و منعقد نہیں ہوگی، کیونکہ ان الفاظ سے عرف و رواج میں حج و عمرہ کا التزام مراد نہیں لیا جاتا کرتا۔

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

چنانچہ حج و عمرہ کرنے کے لئے جانے کو بکثرت سفر حرمین شریفین سے تعبیر کیا جاتا ہے، یہی وجہ ہے کہ علامہ ابن ہمام رحمہ اللہ نے فرمایا کہ صاحبین کے امام صاحب سے اختلاف کی بناء عرف کی تبدیلی ہے، کہ امام صاحب کے بعد صاحبین کے دور میں عرف تبدیل ہونے کی وجہ سے امام صاحب سے اُن کا اختلاف ہوا۔
ثم المسجد الحرام بمنزلة الفناء للكعبة والحرم بمنزلة الفناء لمكة (المبسوط للسرخسی جلد ۴، باب النذر)

لہما فی ذلک طریقان احدهما أن منی من فناء مكة فأنه من الحرم قال الله تعالى: "هدياً بالغ الكعبة" سماه باسم الكعبة لكونه تبعاً لها لما ان الهدايا والضحايا لا تنحر بمكة بل منی دل ذلك على انه فی حکمها او فی فنائها (کفایة شرح الهدایة مع فتح القدير جلد ۲ صفحہ ۲۵، باب صلاة الجمعة)

واختلفوا فيما إذا قال: لله على المشى إلى الحرم أو إلى المسجد الحرام قال أبو حنيفة لا يلزمه شيء، وقال صاحبه: يلزمه أحد النسكين. والوجه في ذلك أن يحمل على أنه تعورف بعد أبي حنيفة إيجاب النسك بهما فقالا به كما تعورف بالمشى إلى الكعبة ويرتفع الخلاف، وإلا فالوجه الذي ذكر لهما متضائل وهو أن الحرم والمسجد الحرام يشتمل على الكعبة فذكر المشتمل ذكر للمشمول وهو الكعبة، ولو صرح بقوله لله على المشى إلى الكعبة لزمه، فكذا ذكر المشتمل لأن إيجاب اللفظ لتعارف عينه فيه، وليس عين المشى إلى الحرم عينه وهو وجه أبي حنيفة (فتح القدير لابن الهمام، ج ۵، ص ۸۳، كتاب الايمان، باب اليمين في الحج والصلاة والصوم)

المذهب الثاني: ذهب إليه الحنفية، ويرون أن من نذر المشى إلى الصفا والمروة أو مسجد الخيف أو غيره من المساجد التي تقع في الحرم، فإنه لا يصح نذره بلا خلاف في المذهب، وإن ذكر الكعبة أو مكة أو بيت الله تعالى، صح نذره ولزمه حجة أو عمرة ماشيا، وإن ذكر الحرم أو المسجد الحرام لم يصح نذره ولم يلزمه شيء عند أبي حنيفة، ولزمه حج أو عمرة ماشيا عند صاحبين واستدلوا على صحة نذر المشى إلى الكعبة أو مكة أو بيت الله تعالى، ولزوم مشى الناذر إلى ذلك في حج أو عمرة، بما سبق الاستدلال به لمذهبهم في "نذر المشى إلى بيت الله الحرام".

واستدل لما ذهب إليه أبو حنيفة من عدم صحة النذر بالمشى إلى المسجد الحرام أو الحرم بأن مقتضى القياس أن لا يجب شيء بإيجاب المشى المضاف إلى مكان ما؛ لأن المشى ليس بقربة مقصودة؛ إذ هو مجرد انتقال من مكان إلى مكان، فليس في نفسه قربة، ولهذا لا يجب بسائر الألفاظ، إلا أنا أو جينا على الناذر الإحرام في لفظ المشى إلى بيت الله أو الكعبة أو مكة للعرف؛ إذ

﴿بقية حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

البتہ اگر کہیں عرف میں ان الفاظ سے حج و عمرہ کا التزام مراد لیا جاتا ہو، جیسا کہ آج کل ہمارے عرف میں یہی مراد لیا جایا کرتا ہے، تو پھر ان الفاظ سے بھی نذر و منت منعقد و معتبر

﴿ گزشتہ صفحے کا نتیجہ حاشیہ ﴾

جری عرف الناس علی استعمال هذه الألفاظ كناية عن التزام الإحرام، ولم يتعارفوا علی استعمال غيرها من الألفاظ، فيقال: مشى إلى مكة والكعبة وبيت الله، ولا يقال: مشى إلى الحرم أو المسجد الحرام، والكناية يتبع فيها عين اللفظ لا المعنى، بخلاف المجاز فإنه يراعى فيه المعنى اللازم المشهور في محل الحقيقة؛ لأن الكناية ثابتة بالاصطلاح كالأسماء الموضوعية، فيتبع فيها العرف واستعمال اللفظ، بخلاف المجاز ووجه ما ذهب إليه الصاحبان من صحة النذر بالمشى إلى المسجد الحرام أو إلى الحرم، ولزوم مشى الناذر إلى ذلك في حج أو عمرة أن من نذر المشى إلى الحرم أو إلى المسجد الحرام هو بمثابة من نذر المشى إلى بيت الله أو مكة، لأن الحرم يشتمل على البيت وعلى مكة، فلزم الناذر المشى إلى ذلك في حج أو عمرة ووجه ما ذهب إليه الحنفية من عدم صحة النذر بالمشى إلى الصفا والمروة أو مسجد الخيف أن من نذر المشى إلى الصفا والمروة أو مسجد الخيف ونحو ذلك من المواضع لا يلزمه شيء بخلاف من نذر المشى إلى مكة أو الكعبة أو بيت الله، حيث يلزمه الحج أو العمرة ماشياً؛ وذلك لأن كل واحد من هذه الألفاظ (الكعبة، مكة، وبيت الله) يستعمل عند استعمال الآخر، فيقال: فلان مشى إلى بيت الله، وإلى الكعبة، وإلى مكة، ولا يقال: مشى إلى الصفا والمروة، ولهذا فلا يلزم بنذر المشى إلى هذه شيء ويضاف إلى ذلك أن من نذر المشى إلى الصفا والمروة أو مسجد الخيف أو نحو ذلك من المواضع، قد أوجب على نفسه التحول من مكان إلى مكان آخر، وذلك ليس بقربة مقصودة؛ لأنه لا قربة في نفس المشى، وإنما القربة في الإحرام، وهو ليس بمذكور، ولا يصح النذر بما ليس بقربة.

المذهب الثالث: يرى من ذهب إليه أن من نذر المشى إلى مكة أو المسجد الحرام أو الحجر لزمه المشى إلى ذلك في حج أو عمرة، بخلاف من نذر المشى إلى الصفا والمروة، أو منى أو عرفة، أو مزدلفة أو ذي طوى، أو الحرم أو جبال الحرم فلا يلزمه شيء، وهو قول لمالك، وابن القاسم، وقال ابن حبيب: إن قال: على المشى إلى الحجر أو إلى الحطيم أو زمزم، لم يلزمه شيء من ذلك عند ابن القاسم واستدلوا: بأن من نذر المشى إلى مكة أو إلى المسجد الحرام أو الكعبة إنما لزمه المشى إلى ذلك في حج أو عمرة؛ لأن ذلك يحتوى على البيت الحرام، والبيت لا يؤتى إليه إلا في حج أو عمرة، بخلاف غير ذلك من المواضع: كمنى أو عرفة أو ذي طوى أو مزدلفة أو نحوها، فلا يلزم الناذر بالمشى إليها شيء؛ لأنه ليس بها بيت يحج إليه أو يزار (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج ۴، ص ۹۸ اتا ۲۰۰، نذر المشى إلى بلد الله الحرام أو بقعة منها)

ہو جائے گی، اور حج و عمرہ میں سے کوئی ایک لازم ہو جائے گا۔ ۱۔
مسئلہ نمبر ۶..... اگر کسی نے حج کرنے کی نذر و منت مانی، اور اس پر حج کی شرائط پائی جانے کی وجہ سے حج بھی فرض تھا، تو حنفیہ کے نزدیک اس کی نذر و منت کی وجہ سے اس پر الگ سے حج فرض نہیں ہوگا، بلکہ جو حج شریعت کی طرف سے فرض ہے، وہی حج کرنا فرض ہوگا، اور جب یہ فرض حج کر لے گا، تو نذر والا حج کرنا اس پر الگ سے واجب نہیں ہوگا۔ ۲۔

۱۔ ملحوظ رہے کہ فقہائے احناف نے مشی اور ذہاب کے الفاظ میں فرق کیا ہے، اور ذہاب کے الفاظ سے نذر منعقد نہ ہونے کو عرف کی وجہ سے غیر معتبر قرار دیا ہے؛ جبکہ ہمارے آج کل کے عرف میں چلنے اور جانے میں کوئی خاص فرق نہیں کیا جاتا، بلکہ عام طور پر سواریوں پر سفر رائج ہونے کی وجہ سے چلنے کے بجائے جانے کے الفاظ رائج ہیں، اور اس کے برعکس چلنے یا پیدل جانے کے الفاظ عموماً رائج نہیں، اس لئے جس طرح چلنے کے الفاظ سے نذر منعقد ہو جاتی ہے، اسی طرح ہمارے عرف کے پیش نظر جانے کے الفاظ سے بھی منعقد ہو جانی چاہئے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ محمد رضوان۔

وقد ذكرنا أنه ثمان فصول في ثلاث يلزم بلا خلاف في المشى إلى بيت الله تعالى أو الكعبة أو مكة، وفي ثلاث لا يلزمه شيء بالاتفاق، وهو إذا نذر الذهاب إلى مكة، أو السفر إلى مكة، أو الركوب وفي فصلين خلاف، وهو ما إذا نذر المشى إلى الحرم أو المسجد الحرام. كان أبو حنيفة - رحمه الله تعالى - يأخذ فيهما بالقياس، وهما بالاستحسان (المبسوط للسرخسي، ج ۸، ص ۱۳۸، كتاب الايمان)

قال - رحمه الله - (بخلاف الخروج أو الذهاب إلى بيت الله تعالى أو المشى إلى الحرم أو الصفا والمروة) أي بخلاف ما إذا قال على الخروج أو الذهاب إلى بيت الله تعالى أو على المشى إلى الحرم أو إلى الصفا والمروة حيث لا يلزمه شيء بهذه العبارة وكذا إذا قال على المشى إلى المسجد الحرام لا يلزمه شيء لأن التزام الحج أو العمرة بهذه العبارات غير متعارف واللتزم للعرف ولا يمكن إيجابه باعتبار حقيقة اللفظ فامتنع أصلاً وهذا على إطلاقه قول أبي حنيفة - رحمه الله - وقال في قوله على المشى إلى الحرم أو إلى المسجد الحرام عليه حجة أو عمرة لأن الحرم والمسجد الحرام شامل للبيت فصار ذكره كذكره بخلاف الصفا والمروة لأنهما منفصلان عنه وجوابه ما ذكرنا أن المعتبر فيه العرف وليس فيه عرف ولا مدخل للقياس فيه ولهذا لا يلزمه بلفظة الذهاب والخروج وإن قال إلى بيت الله تعالى (تبيين الحقائق، ج ۳، ص ۱۵۳، كتاب الايمان، باب اليمين في البيع والشراء والتزوج والصوم والصلاة وغيرها)

۲۔ جبکہ دیگر فقہائے کرام کی آراء اس میں مختلف ہیں۔

اختلف الفقهاء فيما يجب على من نذر أن يحج من عامه وعليه حجة الإسلام، وذلك على مذاهب ثلاثة:

المذهب الأول: يرى أصحابه أنه لا يلزمه شيء غير هذه الحجة؛ إذ تجزئه عن حجة الإسلام وعن

﴿بقية حاشية الگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

مسئلہ نمبر ۷..... اگر کوئی طواف کی نذر و منت مانے، تو رائج یہ ہے کہ یہ نذر و منت منعقد و معتبر ہو جاتی ہے۔ ۱

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

نذرہ، ولا یجب علیہ حج آخر، روی هذا عن ابن عباس -رضی اللہ عنہما- وهو قول عكرمة، والیہ ذهب الحنفیة، وهو رواية عن أحمد قدمها الحنابلة، وهو قول عند المالكية إذا نوى نذرہ وفريضة، واستدلوا بما روی عكرمة عن ابن عباس -رضی اللہ عنہما- أنه قال فی رجل نذر أن یحج ولم یكن حج الفريضة " یجزئ لهما جميعا ولأن من نذر الحج قد نذر عبادة فی وقت معين، وقد أتى بها فیہ، فتنجز عن نذرہ وعن فرضہ، كما لو قال: لله على أن أصوم رمضان.

المذهب الثاني: يرى أصحابه أنه يلزمه أن يبدأ بحجة الإسلام، ثم یحج لنذرہ بعد ذلك، روی هذا عن ابن عمر وأنس -رضی اللہ عنہم- وعروة بن الزبير، وهو قول عند المالكية إذا نوى نذرہ وفريضة، وهو رواية عن أحمد، وهو مذهب الشافعية إن نوى غير الفرض فإن نوى الفرض أو أطلق لم ینعقد نذرہ واستدل الشافعية بأنه إن نوى الفرض بنذرہ فإنه لا ینعقد كما لو نذر الصلاة المكتوبة أو صوم رمضان، وكذلك إن أطلق؛ إذ لا ینعقد نسك محتمل وقالوا: إن الحج المنذور وحجة الإسلام عبادتان تجبان بسببين مختلفين، فلم تسقط إحداهما بالأخرى، كما لو نذر حجتين.

المذهب الثالث: يرى المالكية أن من نذر الحج من عام النذر وعليه حجة الإسلام، ونوى أداء نذرہ وفريضة، أجزأه لنذرہ لا لفرضہ، وعليه قضاء الفريضة قابلا، وهو مذهب المدونة، ولو أحرّم ولم ینو فرضا ولا نذرا انصرف للفرض كمن أحرّم بحج ولم ینو فرضا ولا نفلا فإنه ینصرف إلى الحج (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج ۴، ص ۲۰۱ و ص ۲۰۲، نذر حج البيت هذا العام ممن عليه حجة الإسلام)

۱۔ ملحوظ رہے کہ بعض اہل علم حضرات نے طواف کی نذر کو غیر معتبر قرار دیا ہے، اور یہ فرمایا ہے کہ طواف عبادت مقصودہ نہیں، بلکہ اصل مقصود بیت اللہ کی تعظیم ہے، مگر یہ بات رائج نہیں ہے، کیونکہ اولا تو طواف عبادت مقصودہ ہے، اور اس کی وجہ سے صرف طواف بھی عبادت کے طور پر مشروع ہے، اگرچہ اس کے ساتھ سعی اور عمرہ وحج شامل نہ ہو، دوسرے خود حج اور عمرہ بھی بیت اللہ کی تعظیم کے طور پر ثابت ہے، مگر اُس کی نذر بالاتفاق منعقد ہو جاتی ہے، بلکہ احرام جو کہ حج یا عمرہ کے لئے ہی شرط ہے، خود سے عبادت مقصودہ نہیں، اُس کی نذر بھی منعقد ہو جاتی ہے، جیسا کہ آگے آتا ہے، اور اس سے بڑھ کر بیت اللہ کی طرف مشی کی نذر سے جو حج یا عمرہ کوئی ایک لازم ہوتا ہے، اس کی وجہ بھی التزام احرام کا مراد ہونا، اور پھر اس کے نتیجہ میں حج یا عمرہ کا وجوب ہے۔

لزوم الحجة أو العمرة ثبت تعظيما للبقعة (بدائع الصنائع، ج ۲، ص ۱۶۶، كتاب الحج، فصل بيان مكان الإحرام)

تیسرے فقہائے کرام نے گھسٹ کر طواف کی نذر کو معتبر قرار دیا ہے، جیسا کہ آگے آتا ہے؛ جس سے معلوم ہوا کہ اس شرط کے بغیر طواف کی نذر بدرجہ اولیٰ معتبر ہو جاتی ہے، کیونکہ طواف میں گھسٹنا عبادت نہیں، اس لئے گھسٹنے کی قید لغو ہو جاتی ہے، ﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اور اگر کسی نے یہ نذر و منت مانی کہ وہ گھسٹ کر طواف کرے گا، تو اس نذر و منت کی وجہ سے اُس پر چل کر طواف کرنا لازم ہو جائے گا۔ ۱

﴿ گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ ﴾

اور اصل نذر لازم ہو جاتی ہے۔

وفی الخانیة ولو قال: علی الطواف بالبيت والسعی بین الصفا والمروة أو علی أن أقرأ القرآن إن فعلت کذا لا یلزمه شیء. اهـ.

قلت: وهو مشکل فإن القراءة عبادة مقصودة ومن جنسها واجب، وكذا الطواف فإنه عبادة مقصودة أيضا ثم رأيت في لباب المناسک قال في باب أنواع الأطوفة: الخامس طواف النذر وهو واجب ولا يختص بوقت فهذا صريح في صحة النذر به (رد المحتار، ج ۳، ص ۷۳۸، كتاب الايمان)

أنواع الطواف:

يتنوع الطواف بحسب سبب مشروعته إلى سبعة أنواع، وهي:

طواف القدوم، طواف الزيارة، طواف الوداع، طواف العمرة، طواف النذر، طواف تحية المسجد الحرام، طواف التطوع. كذا عدها الحنفية والمالكية والحنابلة.

وعدها الشافعية ستة: طواف القدوم، طواف الركن، طواف الوداع، طواف ما يتحلل به في الفوات، طواف النذر، طواف التطوع خامسا: طواف النذر: وهو واجب، ولا يختص بوقت إذا لم يعين الناذر في نذره للطواف وقتا. والتفصيل في مصطلح: (نذر) (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج ۲۹، ص ۲۱۱ تا ۲۳ ملخصاً، مادة "طواف")

۱۔ ولو نذر طوافاً زحفاً لزمه ماشياً ولو شرع متنفلاً زحفاً فمشياً أفضل (الدر المختار)

(قوله والمشي فيه إلخ) فلو تركه بلا عذر أعاده وإلا فعليه دم لأن المشي واجب عندنا على هذا نص المشايخ وهو كلام محمد، وما في الخانية من أنه أفضل تساهل أو محمول على النافلة لا يقال بل ينبغي في النافلة أن تجب صدقة لأنه إذا شرع فيه وجب فوجب المشي لأن الفرض أن شرعه لم يكن بصفة المشي، والشرع إنما يوجب ما شرع فيه كذا في الفتح (قوله لزمه ماشياً).

قال صاحب اللباب في منسكه الكبير ثم إن طافه زحفاً أعاده كذا في الأصل، وذكر القاضي في شرح مختصر الطحاوي أنه يجزيه لأنه أدى ما أوجب على نفسه وتماه في شرح اللباب (رد المحتار، ج ۲، ص ۲۶۸، ۲۶۹، كتاب الحج)

ولو أوجب على نفسه أن يطوف بالبيت زحفاً، وهو قادر على المشي عليه أن يطوف ماشياً؛ لأنه نذر إيقاع العبادة على وجه غير مشروع فلفت الجهة، وبقي النذر بأصل العبادة كما إذا نذر أن يطوف للحج على غير طهارة فإن طاف زحفاً أعاد إن كان بمكة، وإن رجع إلى أهله فعليه دم؛ لأنه ترك الواجب كذا ذكر في الأصل، وذكر القاضي في شرحه مختصر الطحاوي أنه إذا طاف زحفاً أجزأه؛ لأنه أدى ما أوجب على نفسه فيجزئه كمن نذر أن يصلي ركعتين في الأرض المغصوبة أو يصوم يوم

﴿ بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں ﴾

مسئلہ نمبر ۸..... اگر کسی نے احرام باندھنے کی نذر و منت مانی، تو اس کی یہ نذر و منت معتبر و منعقد ہو جاتی ہے، اور اُسے اس نذر و منت کے نتیجہ میں احرام باندھ کر حج یا عمرہ میں سے کوئی ایک عمل کرنا ضروری ہو جاتا ہے، کیونکہ احرام حج یا عمرہ کے لئے ہی باندھا جاتا ہے، اور احرام سے نکلنے کا شرعی اختیاری طریقہ یہی ہے کہ حج یا عمرہ کوئی ایک عمل کیا جائے۔ ۱

مسئلہ نمبر ۹..... اگر کسی نے مدینہ منورہ یا بیت المقدس یا مسجد نبوی یا مسجد اقصیٰ کی طرف جانے کی نذر و منت مانی، تو حنفیہ و شافعیہ کے نزدیک اس پر کچھ لازم نہیں ہوگا۔ اور حنابلہ کے نزدیک اس پر یہ نذر و منت لازم ہو جائے گی۔ ۲

﴿ گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ ﴾

النحر أنه يجب أن يصلى في موضع آخر ويصوم يوما آخر، ولو صلى في الأرض المغصوبة، وصام يوم النحر أجزأه، وخرج عن عهدته النذر كذا هذا، وعلى هذا أيضا يخرج ما إذا طاف محمولا أنه إن كان لعذر جاز، ولا شيء عليه، وإن كان لغیر عذر جاز، ويلزمه الدم؛ لأن الطواف ماشيا، واجب عند القدرة على المشى، وترك الواجب من غير عذر يوجب الدم (بدائع الصنائع، ج ۲، ص ۱۳۰، كتاب الحج، فصل شرط و واجبات طواف الزيارة)

۱۔ ولو قال: لله على إحرام: أو قال على إحرام صح وعليه حجة أو عمرة، والتعيين إليه (بدائع الصنائع في ترتيب الشرائع، ج ۲، ص ۲۲۳، كتاب الحج، فصل سبب وجوب الحج) نذر بالإحرام فإنه يلزمه أن يحرم بأحد النسكين (تبيين الحقائق، ج ۲، ص ۷۳، كتاب الحج، باب: مجاوزة الميقات بغير إحرام)

۲۔ اختلف الفقهاء فيمن نذر المشى إلى المدينة المنورة وبيت المقدس أو المشى إلى مسجديهما على أقوال:

فذهب الحنفية والشافعية إلى أنه لا يلزمه شيء، واستدل الحنفية بأن من نذر المشى إلى مسجد المدينة أو المسجد الأقصى فقد أوجب على نفسه التحول من مكان إلى مكان، وذلك ليس بقربة مقصودة لأنه لا قربة في المشى، ولا يصح النذر بما ليس بقربة.

وقال المالكية: يلغو نذر مشى وذهاب ومسير للمدينة أو إيلياء فلا يلزم ذهابه لهما لا ماشيا ولا راكبا، ومحل عدم لزوم الإتيان لا ماشيا ولا راكبا للبلدين إن لم ينو أو ينذر صلاة بمسجديهما أو يسمهما - أى المسجدين لا البلدين - فإن نوى صلاة فيهما أو سماهما لزمه الإتيان فيركب ولا يلزمه المشى.

وقال الحنابلة: من نذر المشى إلى مسجد المدينة المنورة أو المسجد الأقصى لزمه ذلك، ويلزمه بهذا النذر أن يصلى في الموضع الذى أتاه ركعتين؛ لأن القصد بالنذر القربة والطاعة.

﴿ بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں ﴾

مسئلہ نمبر ۱۰..... اگر کوئی شخص اپنی حج و عمرہ کی مانی ہوئی نذر و منت کو پورا کرنے سے پہلے فوت ہو گیا، تو اگر وہ اُس سال حج کا وقت پانے سے پہلے فوت ہو گیا، تو حنفیہ اور شافعیہ کے نزدیک اور مالکیہ کی مشہور روایت کے مطابق اس کی یہ نذر و منت ساقط ہو جائے گی؛ مگر یہ کہ وہ اس کی وصیت کر کے فوت ہو، تو پھر اس کی وصیت کو پورا کرنا وارثوں پر اس کے تہائی ترکہ سے لازم ہو جائے گا۔ ۱

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

وتحصيل هذا إنما يكون بالصلاة؛ لأن المساجد غير المسجد الحرام إنما تقصد للصلاة، فتضمن ذلك نذره.

واستدلوا بأن مسجد النبي -صلى الله عليه وسلم- أو المسجد الأقصى من المساجد الثلاثة التي لا تشد الرحال إلا إليها؛ لا شتر أكها في عظم الفضيلة وزيادة ثواب الصلاة فيها عن غيرها من المساجد، فيلزم المشي إليهما بالنذر كالمسجد الحرام (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج ۲۰، ص ۲۰۱، نذر المشي إلى المدينة المنورة وبيت المقدس أو مسجديهما)

۱۔ الموت قبل فعل الطاعة المنذورة: من نذر طاعة لله تعالى ومات قبل فعلها، إما أن يكون ما نذره حجاً أو صياماً أو اعتكافاً أو صلاة أو صدقة، أو غيرها، وتفصيل ذلك فيما يلي: أولاً: موت من نذر الحج قبل أدائه: من نذر الحج ومات قبل أدائه، إما أن يكون موته قبل تمكنه من أداء الحج، أو بعد تمكنه من أدائه ولم يؤده. أ - موت من نذر الحج قبل تمكنه من أدائه.

اختلف الفقهاء في حكم من مات قبل تمكنه من أداء الحج الذي وجب عليه بالنذر، بأن مات قبل حج الناس من سنة الوجوب، وذلك على اتجاهين: الاتجاه الأول: يرى أصحابه أن من لم يتمكن من أداء الحج الواجب عليه بالنذر حتى مات فإنه يسقط عنه، ولا يؤدى عنه إلا إذا أوصى به، فإن وصى به حج عنه من ثلث ماله، ولا تجب على الوارث أو الولي أن يأمر بالحج عنه بماله (أى بمال الوارث أو الولي). قال به: ابن سيرين، وحماد بن أبى سليمان، وحميد الطويل، والشعبي، وعثمان البتي، وإبراهيم النخعي، وإليه ذهب الحنفية، والمالكية على المشهور، والشافعية واستدلوا بأن من وجب عليه الحج بالنذر قد مات قبل التمكن من الأداء، فسقط عنه ما وجب عليه، كما لو هلك النصاب قبل التمكن من إخراج الزكاة منه وبأن الحج عبادة بدنية، فتسقط بموت من وجبت عليه كالصلاة وبأن الحج عبادة، وكل ما كان كذلك فلا بد فيه من الاختيار، وذلك في الإيصاء دون الوراثة، لأنها جبرية، والإيصاء تبرع ابتداء، ولأن الحج فعل مكلف به، وقد سقطت الأفعال بالموت، فصار الحج كأنه سقط في حق الدنيا، فكانت الوصية بما يحج به عنه تبرعاً، وهذه الوصية تعتبر من الثلث.

الاتجاه الثاني: يرى من ذهب إليه أن من نذر الحج ولم يتمكن من أدائه حتى مات، فإنه يخرج من

﴿بقية حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اور اگر اس نے نذر و منت ماننے کے بعد حج کا وقت پالیا تھا، اور پھر اس نے حج نہیں کیا، اور وہ وصیت کئے بغیر فوت ہو گیا، تو بھی حنفیہ کے نزدیک اس کی نذر و منت ساقط ہو جائے گی۔ اور شافعیہ وغیرہ کے نزدیک یہ نذر و منت ساقط نہیں ہوگی۔ ۱۔

﴿ گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ ﴾

جميع ماله ما يحج به عنه، إن لم يوجد من يتطوع بالحج عنه، سواء أوصى بذلك أو لم يوص به، روى هذا عن ابن عباس، وأبي هريرة -رضي الله عنهم، وهو قول سعيد بن جبير، وعطاء، وطاوس، والضحاك، والحسن البصري، والثوري، والأوزاعي، وعبد الرحمن بن أبي ليلى، وإسحاق، وإليه ذهب الحنابلة واستدلوا بقوله تعالى: من بعد وصية يوصي بها أو دين وبما ورد عن ابن عباس -رضي الله عنهما- قال: أتى رجل النبي -صلى الله عليه وسلم- فقال له: إن أختي نذرت أن تحج وإنها ماتت، فقال النبي -صلى الله عليه وسلم-: لو كان عليها دين أكنت قاضيه؟ قال: نعم، قال: فاقض الله فهو أحق بالقضاء وبما ورد عن ابن عباس -رضي الله عنهما- أن امرأة من جهينة جاءت إلى النبي -صلى الله عليه وسلم- فقالت: إن أمي نذرت أن تحج، فلم تحج حتى ماتت، أفأحج عنها؟ قال: نعم حجى عنها، أرايت لو كان على أمك دين أكنت قاضيته؟ اقضوا الله، فالله أحق بالوفاء وقالوا: إن الحج الذي وجب على هذا الناذر، حتى استقر عليه تدخله النيابة، فلا يسقط بموته كالدين الذي وجب عليه، وبأن هذا الحج المنذور دين استقر في ذمة الناذر ويجب الوفاء به فكان من جميع ما ترك كدين الآدمي (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج ۴۰، ص ۲۱۱، و ص ۲۱۲، الموت قبل فعل الطاعة المنذورة)

۱۔ موت من نذر الحج بعد تمكنه من أدائه ولم يؤده حتى مات.

اختلف الفقهاء في حكم من مات بعد أن تمكن من أداء الحج الذي أوجبه على نفسه بالنذر، إلا أنه لم يؤده حتى مات، وذلك على مذهبين: المذهب الأول: يرى أصحابه أن من مات بعد التمكن من أداء الحج الواجب عليه بالنذر، فإنه يقضى عنه من تركته، بأن يخرج من جميع ماله ما يؤدى به ذلك عنه، سواء أوصى به أو لم يوص، ولا يسقط عنه بموته، روى هذا عن ابن عباس، وأبي هريرة -رضي الله عنهم-، وقال به الحسن البصري، وطاوس، والثوري، والأوزاعي، والضحاك، وعبد الرحمن بن أبي ليلى، وإسحاق، وسعيد بن المسيب، وعطاء، وسعيد بن جبير، وإليه ذهب الشافعية، ويرون أن الميت إن لم يخلف مالا يحج منه النذر، فلا يلزم الوارث الحج عنه، لكن يستحب له أدائه عنه، فإن حج عنه الوارث بنفسه أو استأجر من يحج عنه أجزأ عن الحج الواجب على الميت، وإلى هذا المذهب ذهب الحنابلة واستدلوا بقوله تعالى: من بعد وصية يوصي بها أو دين وبما ورد عن ابن عباس -رضي الله عنهما- استفتى سعد بن عباد الأنصاري رسول الله -صلى الله عليه وسلم- في نذر كان على أمه، توفيت قبل أن تقضيه، فافتاه أن يقضيه وبما روى عن ابن عباس -رضي الله عنهما- أن امرأة من جهينة جاءت إلى النبي -صلى الله عليه وسلم- فقالت: إن أمي نذرت أن تحج، فلم تحج حتى ماتت، أفأحج عنها؟ قال: نعم حجى عنها، أرايت لو كان

﴿ بقیہ حاشیہ کے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں ﴾

حج و عمرہ کی نذر و منت کے احکام کا بیان مکمل ہوا
اب حج بدل اور دوسرے کی طرف سے حج و عمرہ کا حکم بیان کیا جاتا ہے۔

﴿گزشتہ صفحے کا نتیجہ حاشیہ﴾

علی أمك دين أكت قاضيته؟ أقضوا الله فالله أحق بالوفاء "وبما ورد عن ابن عباس -رضي الله عنهما -أن رجلا أتى النبي -صلى الله عليه وسلم -فقال: إن أختي نذرت أن تحج، وإنها ماتت، فقال النبي -صلى الله عليه وسلم - "لو كان عليهما دين أكت قاضيه؟ قال: نعم، قال: فاقض الله فهو أحق بالقضاء "وبما روى عن ابن عباس -رضي الله عنهما " أن امرأة أتته فقالت: إن أمي ماتت وعليها حج، أفأحج عنها؟ فقال: هل كان علي أمك دين؟ قالت: نعم، قال فما صنعت؟ قالت: قضيته عنها، قال: فالله خير غمائمك، حجني عن أمك "وبما روى عن ابن عباس -رضي الله عنه -أنه قال " إذا مات وعليه نذر قضى عنه وليه "

وقالوا: إن الحج الذي أوجبه الناذر على نفسه حق لزمه في حال الحياة واستقر عليه، وهو مما تدخله النيابة، فلم يسقط بموت من وجب عليه كدين آدمي.
واستدلوا كذلك بأن هذا الحج الذي استقر في ذمة الناذر دين يجب الوفاء به، فكان من رأس مال تركته، كدين آدمي.

المذهب الثاني: يرى من ذهب إليه أن من مات بعد أن تمكن من الحج الواجب عليه بالنذر ولم يؤده حتى مات، فإنه يسقط عنه بموته، إلا أن يوصى بأدائه عنه، فإن أوصى به حج عنه من ثلث ماله، ولا يجب على وليه أن يأمر بالحج عنه من مال نفسه، قال به الشعبي، والنخعي، وابن سيرين، وحماد بن أبي سليمان، وحميد الطويل، وداود بن أبي هند، وعثمان البتي، وإليه ذهب الحنفية، والمالكية واستدلوا بما روى نافع عن ابن عمر -رضي الله عنهما -أنه كان يقول " لا يصلي أحد عن أحد، ولا يصوم أحد عن أحد، ولا يحج أحد عن أحد، قال عبد الله: ولو كنت أنا أفعل ذلك لتصدقت وأهديت "وبأن الحج عبادة بدنية فتسقط بموت من وجبت عليه كالصلاة وبأن النية شرط أجزاء العبادة، ليتحقق أداء المكلف لها اختياراً منه، فيظهر اختياره الطاعة من اختياره المعصية، الذي هو المقصود من التكليف، وفعل الوارث من غير أمر المبتلى بالأمر والنهي لا يحقق اختياره، بل إنه لما مات من غير فعل ولا أمر فقد تحقق عصيانه، بخروجه من دار التكليف بغير امتثال لما كلف به، وهذا يقرر عليه موجب العصيان، فليس فعل الوارث الفعل المأمور به، فلا يسقط به الواجب كما لو تبرع به حال حياته، ومن ثم فإن المقصود من حقوق الله تعالى إنما هي الأفعال، لأنها التي تظهر الطاعة والامتثال، وقد سقطت الأفعال كلها بالموت، لتعذر ظهور طاعته بها في دار التكليف، فكان الإيصاء بالمال الذي هو متعلق الأفعال تبرعاً من الميت ابتداءً فيعتبر من الثلث (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج ۴، ص ۲۱۲ تا ۲۱۵، موت من نذر الحج بعد تمكنه من أدائه ولم يؤده حتى مات)

حج بدل اور دوسرے کی طرف سے حج و عمرہ کا حکم

شرعی اعتبار سے بعض اوقات مخصوص شرائط کے ساتھ دوسرے مسلمان کی طرف سے بھی حج یا عمرہ کرنا جائز ہے۔

پہلے اس سلسلہ میں چند احادیث و روایات ملاحظہ فرمائیں، جس کے بعد اس سلسلہ میں ان شاء اللہ تعالیٰ مسائل و احکام ذکر کئے جائیں گے۔
حضرت فضل بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ امْرَأَةً مِنْ خُثْعَمَ، قَالَتْ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، إِنَّ أَبِي شَيْخٌ كَبِيرٌ، عَلَيْهِ فَرِيضَةُ اللَّهِ فِي الْحَجِّ، وَهُوَ لَا يَسْتَطِيعُ أَنْ يَسْتَوِيَ عَلَى ظَهْرِ بَعِيرِهِ، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: فَحُجِّي عَنْهُ (مسلم) ۱

ترجمہ: خُثْعَم قبیلہ کی ایک عورت نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! میرے والد بہت بوڑھے ہیں، ان پر اللہ کا فریضہ حج لازم ہے، اور وہ اپنی سواری کی پیٹھ پر صحیح طرح بیٹھنے کی طاقت نہیں رکھتے، تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آپ ان کی طرف سے حج کر لیں (مسلم)

اور نسائی کی ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ:

إِنَّ فَرِيضَةَ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ فِي الْحَجِّ عَلَى عِبَادِهِ أَذْرَكَتْ أَبِي شَيْخًا كَبِيرًا، لَا يَسْتَطِيعُ أَنْ يَرْكَبَ إِلَّا مُعْتَرِضًا، أَفَأَحُجُّ عَنْهُ؟ قَالَ: نَعَمْ، حُجِّي عَنْهُ، فَإِنَّهُ لَوْ كَانَ عَلَيْهِ دَيْنٌ قَضَيْتِيهِ؟ (سنن نسائی) ۲

۱۔ رقم الحديث ۱۳۳۵ "۴۰۸" کتاب الحج، باب الحج عن العاجز لزمانة وهرم ونحوهما، أو للموت.

۲۔ رقم الحديث ۵۳۸۹، کتاب آداب القضاة، باب الحكم بالتشبيه والتمثيل.

ترجمہ: اللہ عزوجل کی طرف سے حج کا فریضہ (یعنی حج کے فریضے کا زمانہ) اس کے بندوں پر آچکا ہے، جس نے میرے باپ کو بڑھاپے کی حالت میں پالیا ہے، جو کہ سواری پر چوڑائی میں ہی سوار ہو سکتے ہیں (یعنی لیٹ کر سوار ہو سکتے ہیں، بیٹھ کر نہیں) تو کیا میں ان کی طرف سے حج کر لوں؟ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بے شک آپ ان کی طرف سے حج کر لیں، اگر ان پر قرض ہوتا، تو آپ اس کو بھی ادا کرتیں (نسائی)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ رَجُلًا سَأَلَ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ أَبِي أَدْرَكَهُ الْحَجُّ وَهُوَ شَيْخٌ كَبِيرٌ لَا يَنْبُتُ عَلَى رَاحِلَتِهِ فَإِنْ شَدَدْتُهُ خَشِيتُ أَنْ يَمُوتَ أَفَأَحُجُّ عَنْهُ قَالَ أَرَأَيْتَ لَوْ كَانَ عَلَيْهِ دَيْنٌ فَقَضَيْتَهُ أَكَانَ مُجْزِئًا قَالَ نَعَمْ قَالَ فَحُجَّ عَنْ أَبِيكَ (نسائی) ۱

ترجمہ: ایک شخص نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ میرے والد کو حج نے پالیا ہے (یعنی ان پر حج فرض ہو چکا ہے)، اور وہ عمر رسیدہ بزرگ ہیں، جو سواری پر صحیح طرح بیٹھ بھی نہیں سکتے، اور اگر میں انہیں (سواری پر رسی وغیرہ سے) باندھ کر بٹھاؤں تو ان کے فوت ہونے کا خوف ہے، تو کیا میں ان کی طرف سے حج کر سکتا ہوں؟

تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آپ کا اس بارے میں کیا خیال ہے کہ اگر ان پر کوئی قرض ہوتا تو کیا آپ اس کو ادا کرتے، تو کیا ان کی طرف سے ادا نیگی نہ ہو جاتی؟

۱۔ رقم الحدیث ۲۶۲۰، کتاب مناسک الحج، تشبیہ قضاء الحج بقضاء الدین۔

وهذه قصة اخرى، ومن وحد بينهما وبين حديث الخثعمي فقد ابعد وتكلف (فتح الباری لابن حجر، ج ۳ ص ۶۹، کتاب الحج، باب حج المرأة عن الرجل)

اس شخص نے عرض کیا کہ بے شک اس کی ادائیگی تو ہو جاتی، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پس (اسی طرح) آپ اپنے والد کی طرف سے حج کر لیں (وہ بھی قرض کی طرح ادا ہو جائے گا) (نسائی)

اور حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

جَاءَ رَجُلٌ مِنْ خُفَعَمٍ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ إِنَّ أَبِي أَدْرَكَهُ الْإِسْلَامُ وَهُوَ شَيْخٌ كَبِيرٌ لَا يَسْتَطِيعُ رُكُوبَ الرَّحْلِ وَالْحَجُّ مَكْتُوبٌ عَلَيْهِ أَفَأَحْجُّ عَنْهُ قَالَ أَنْتَ أَكْبَرُ وَلَدِهِ قَالَ نَعَمْ قَالَ أَرَأَيْتَ لَوْ كَانَ عَلَى أَبِيكَ دَيْنٌ فَقَضَيْتَهُ عَنْهُ أَكَانَ ذَلِكَ يُجْزِئُ عَنْهُ قَالَ نَعَمْ قَالَ فَأَحْجُّ عَنْهُ (مسند احمد) ۱

ترجمہ: قبیلہ خثعم کا ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ میرے والد کو اسلام (یا اسلام کے رکن یعنی حج) نے پالیا ہے، اور وہ عمر رسیدہ بزرگ ہیں جو سواری پر سوار ہونے کی طاقت نہیں رکھتے، اور حج ان پر فرض ہو چکا ہے، تو کیا میں ان کی طرف سے حج کر سکتا ہوں؟

تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیا آپ ان کی اولاد میں بڑے ہیں، اس شخص نے عرض کیا کہ جی ہاں! تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آپ کا اس بارے میں کیا خیال ہے؟ کہ اگر آپ کے والد پر قرض ہوتا، پھر آپ اسے ادا کر دیتے تو کیا آپ کے اس عمل سے وہ قرض ادا ہو جاتا؟

اس شخص نے عرض کیا کہ بے شک، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ (اسی طرح) آپ اپنے والد کی طرف سے حج کر لیں (مسند احمد)

۱۔ رقم الحدیث ۱۶۱۲۵، سنن الکبریٰ للنسائی، رقم الحدیث ۳۶۰۴، سنن دارمی، رقم الحدیث ۱۸۷۸۔

فی حاشیة احمد: حدیث صحیح دون قوله: "أنت أكبر ولده"

اس قسم کی احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ معذور شخص کی طرف سے حج بدل کرنا جائز ہے۔ ۱۔
حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَمِعَ رَجُلًا يَقُولُ: لَبَّيْكَ عَنْ شُبْرُمَةَ، قَالَ: مَنْ شُبْرُمَةُ؟ قَالَ: أَخٌ لِي - أَوْ قَرِيبٌ لِي - قَالَ: حَبَجْتَ عَنْ نَفْسِكَ؟ قَالَ: لَا، قَالَ: حُجَّ عَنْ نَفْسِكَ ثُمَّ حُجَّ عَنْ شُبْرُمَةَ

(ابوداؤد) ۲۔

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک آدمی کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ اے اللہ! شبرمہ کی طرف سے لبیک، تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ شبرمہ کون ہے؟

اُس نے عرض کیا کہ میرا بھائی ہے یا (یہ کہا کہ) کہ میرا عزیز ہے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیا آپ نے اپنا حج کر لیا ہے؟ اُس نے عرض کیا کہ نہیں؛ تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پہلے اپنا حج کیجئے، پھر آپ شبرمہ کی طرف سے حج کیجئے (ابوداؤد)۔

مطلب یہ تھا کہ اپنا حج چھوڑ کر دوسرے کی طرف سے حج کرنا مناسب طریقہ نہیں ہے، لہذا

۱۔ قال ابن الملك وفيه دليل على وجوب الحج على الزمن، والشيخ العاجز عن الحج بنفسه، وهو قول الشافعي - رحمه الله - اهـ، يعني خلافاً لأبي حنيفة.

قال ابن الهمام رحمه الله يعني إذا لم يسبق الوجوب حالة الشيخوخة بأن لم يملك ما يوصله إلا بعدها، وظاهر الرواية عنهما يجب الحج عليه، إذا ملك الزاد والراحلة ومؤنة من يرفعه ويضعه ويقوده إلى المناسك، وهو رواية الحسن عن أبي حنيفة.

وإذا عجز وجب عليه الإحجاج للزومه الأصل وهو الحج بالبدن، فيجب عليه البدل وهو الإحجاج وجه قولهما حديث الشخمية إن فريضة الحج أدركت أبي وهو شيخ كبير لا يستمسك على الرحلة أفأحج عنه قال أرأيت لو كان على أبيك دين فقضيته عنه أكان يجزئ عنه، قالت نعم قال فدين الله أحق ولنا قوله تعالى: (من استطاع إليه سبيلاً) قيد الإيجاب به، والعجز لازم مع هذه الأمور لا الاستطاعة، (أفأحج عنه) أي أصبح من أن أكون نائبة عنه فأحج عنه (قال نعم) دل على أن حج المرأة يصح عن الرجل، وقيل لا يصح لأن المرأة تلبس في الإحرام ما لا يلبسه الرجل (مرواة المفاتيح، ج ۵ ص ۷۴۳، كتاب المناسك)

۲۔ رقم الحديث ۱۸۱۱، كتاب المناسك، باب الرجل يحج عن غيره.

پہلے اپنا حج کیجیے، پھر دوسرے کی طرف سے حج کیجیے۔ ۱۔
حضرت ابو رزین عقیلی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّهُ أَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، إِنَّ أَبِي
شَيْخٌ كَبِيرٌ لَا يَسْتَطِيعُ الْحَجَّ، وَلَا الْعُمْرَةَ، وَلَا الظَّنَّ، قَالَ: حُجَّ عَنْ
أَبِيكَ وَاعْتَمِرْ (ترمذی) ۲۔

ترجمہ: وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ اے اللہ
کے رسول! میرے والد بہت بوڑھے ہیں جو حج اور عمرہ کرنے کی استطاعت
نہیں رکھتے اور نہ سفر کر سکتے ہیں (اگر میں ان کی طرف سے حج و عمرہ کر لوں تو اس
بارے میں کیا ارشاد ہے؟) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم اپنے والد کی
طرف سے حج کرو اور عمرہ کرو (ترمذی)

اس سے معلوم ہوا کہ دوسرے کو ثواب پہنچانے کے لئے بھی حج و عمرہ کرنا جائز ہے، خواہ وہ
زندہ ہی ہو۔ ۳۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَتَى رَجُلٌ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لَهُ: إِنَّ أُخْتِي قَدْ نَذَرَتْ

۱۔ قال الطیبی -رحمہ اللہ: دل علی أن الصرورة لا یحج عن غیرہ، والیہ ذهب الأوزاعی
والشافعی وأحمد لأن إحرامه عن غیرہ یقلب عن نفسه، وذهب مالک والثوری وأصحاب أبی
حنيفة رحمهم الله إلى أنه یحج اهـ۔ إلا أنه یغیره فیحمل الأمر علی النذب والعمل بالأولی (مرقاۃ
المفاتیح، ج ۵ ص ۱۷۵۲، کتاب المناسک)

۲۔ رقم الحدیث ۹۳۰، ابواب الحج، باب ما جاء فی الحج عن الشیخ الکبیر، والمیت.
قال الترمذی: هذا حدیث حسن صحیح وإنما ذكرت العمرة عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی هذا
الحدیث أن یعتمر الرجل عن غیرہ وأبو رزین العقیلی: اسمه لقیط بن عامر.

۳۔ وعن حدیث أبی رزین بانه -علیه الصلاة والسلام -إنما أمره بأن یحج ویعتمر عن أبیه
وحجه واعتماره عن أبیه لیس بواجب، مع أن قول أبی رزین لا یتستطیع الحج ولا العمرة یتقتضی
عدم وجوبها علی أبیه، فیکون الأمر فی حدیث أبی رزین للاستحباب، کذا ذکره الشمنی (مرقاۃ
المفاتیح، ج ۵ ص ۱۷۵۱، کتاب المناسک)

أَنْ تَحُجَّ، وَإِنَّهَا مَاتَتْ، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَوْ كَانَ عَلَيْهَا دَيْنٌ أَكُنْتُ قَاضِيَهُ قَالَ: نَعَمْ، قَالَ: فَاقْضِ اللَّهَ، فَهُوَ أَحَقُّ بِالْقَضَاءِ (بخاری) ۱

ترجمہ: ایک آدمی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور آپ سے عرض کیا کہ میری بہن نے حج کرنے کی نذر (ومنّت) مانی تھی، اور وہ فوت ہو گئی ہے، تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر آپ کی بہن پر قرض ہوتا تو کیا آپ اسے ادا کرتے، اُس آدمی نے کہا کہ بے شک؛ تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ (یہ حج کی نذر اللہ کا حق ہے) آپ اللہ کے حق کو ادا کیجئے، کیونکہ اللہ تعالیٰ تو (اپنے حق کی) ادائیگی کے (دوسروں سے) زیادہ مستحق ہیں (بخاری)

اس قسم کی احادیث سے جمہور فقہائے کرام نے دوسرے کی طرف سے بطور نیابت اور بطور ایصالِ ثواب کے حج و عمرہ کرنے کے جائز ہونے پر استدلال کیا ہے۔
اب دوسرے کی طرف سے حج و عمرہ کرنے کے متعلق اہم مسائل ملاحظہ فرمائیں:
مسئلہ نمبر ۱..... جب کسی شخص پر حج فرض ہو گیا، اور وہ خود حج کرنے سے معذور ہو، تو جمہور فقہائے کرام کے نزدیک بعض شرائط کے ساتھ دوسرے کو اس کی طرف سے حج کرنا جائز ہوتا ہے، جس کو عربی میں ”حج عن الغیر“ اور ہمارے آج کل کے عرف اور بول چال میں حج بدل کہا جاتا ہے۔ ۲

۱۔ رقم الحدیث ۶۶۹۹، کتاب الایمان والندور، باب من مات وعليه نذر.

۲۔ أخبرنا مالک أخبرنا أيوب السخيتاني عن ابن سيرين: أن رجلا كان جعل عليه أن لا يبلغ أحد من ولده الحلب فيحلب فيشرب ويستقيه إلا حج و حج به قال: فبلغ رجل من ولده الذي قال وقد كبر الشيخ ف جاء ابنه إلى النبي صلى الله عليه وسلم فأخبره الخبر فقال إن أبي قد كبر وهو لا يستطيع الحج أفأحج عنه؟ قال: نعم.

قال محمد: وبهذا نأخذ لا بأس بالحج عن الميت وعن المرأة والرجل إذا بلغا من الكبر ما لا يستطيعان أن يحجا. وهو قول أبي حنيفة والعمامة من فقهاءنا رحمهم الله تعالى. وقال مالک بن

﴿بقية حاشية اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

مسئلہ نمبر ۲..... جس شخص پر حج فرض یا واجب ہو، اور پھر وہ حج نہ کرے، اور وہ آئندہ کے لئے حج کرنے سے عاجز ہو جائے، تو اس کو حنفیہ کے نزدیک دوسرے کے ذریعے سے حج کرانا یا فوت ہونے سے پہلے دوسرے کے ذریعے حج کرانے کی وصیت کرنا واجب ہے، خواہ وہ حجۃ الاسلام یعنی فرض حج ہو، یا واجب القضاء ہو، یا نذر و منت کے نتیجے میں واجب شدہ حج ہو۔ ۱

﴿گزشتہ صفحہ کا بقیہ حاشیہ﴾ انس : لا أرى أن يحج أحد عن أحد (موطأ محمد، ج ۲، ص ۳۵۵، باب الحج عن الميت أو عن الشيخ الكبير)

ذهب الجمهور (الحنفية والشافعية والحنابلة) إلى مشروعية الحج عن الغير.

وقابلته للنيابة، وذهب مالك على المعتمد في مذهبه إلى أن الحج لا يقبل النيابة لا عن الحي ولا عن الميت، معذورا أو غير معذور. وقالوا: إن الأفضل أن يتطوع عنه وليه بغير الحج، كان يهدي أو يتصدق عنه، أو يدعو له، أو يعق. استدلل الجمهور على مشروعية حج الإنسان عن غيره بالسنة الثابتة المشهورة، وبالعقل. أما السنة: فممنها حديث ابن عباس رضي الله عنه قال: جاءت امرأة من خثعم عام حجة الوداع، قالت: يا رسول الله: إن فريضة الله على عباده في الحج أدركت أبي شيخا كبيرا لا يستطيع أن يستوى على الرحلة، فهل يقضى عنه أن أحج عنه؟ قال: نعم. وعن ابن عباس أيضا: أن امرأة من جهينة جاءت إلى النبي صلى الله عليه وسلم فقالت: إن أمي نذرت أن تحج فلم تحج حتى ماتت أفأحج عنها؟ قال صلى الله عليه وسلم: نعم. حجى عنها، أرايت لو كان على أمك دين أكنت قاضيته؟ . أقضوا الله، فالله أحق بالوفاء. وأما العقل، فقال الكمال بن الهمام: وكان مقتضى القياس أن لا تجزى النيابة في الحج، لتضمنه المشقتين البدنية والمالية، والأولى لم تقم بالأمر، لكنه تعالى رخص في إسقاطه بتحمل المشقة الأخرى، أعني إخراج المال عند العجز المستمر إلى الموت، رحمة وفضلا، وذلك بأن يدفع نفقة الحج إلى من يحج عنه، بخلاف حال القدرة فيأنه لم يعذره لأن تركه ليس إلا لمجرد إثارة راحة نفسه على أمر ربه، وهو بهذا يستحق العقاب، لا التخفيف في طريق الإسقاط، وإنما شرط دوامه (أي العذر) إلى الموت لأن الحج فرض العمر. وقال ابن قدامة: هذه عبادة تجب بإفسادها الكفارة، فجاز أن يقوم غير فعله فيها مقام فعله، كالصوم إذا عجز عنه افتدى بخلاف الصلاة، وأخذ المالكية بالأصل، وهو عدم جريان النيابة في العبادة البدنية، كالصوم (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج ۱، ص ۷۲، و ص ۷۳، الحج عن الغير، مشروعية الحج عن الغير)

۱- أولا - شروط وجوب الإحجاج:

يتضمن ذلك شروط الأصل المحجوج عنه لحجة الفرض. يشترط لوجوب الإحجاج عن المكلف عند الجمهور - خلافا للمالكية -: العجز عن أداء الحج الواجب عليه. ويشمل ذلك ما يلي:

﴿بقية حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

مسئلہ نمبر ۴..... جب کسی زندہ شخص کی طرف سے حج بدل کیا جائے تو ضروری ہے کہ جس کی طرف سے حج بدل کیا جا رہا ہے، اس پر حج فرض بھی ہو چکا ہو، اور وہ خود حج کرنے سے عاجز بھی ہو۔

اگر کوئی شخص غریب ہے، جو کہ حج کی مالی استطاعت نہیں رکھتا، اور اس پر زندگی میں ابھی تک سرے سے حج فرض ہی نہیں ہوا، تو اس کی طرف سے کسی دوسرے کو بھیج کر حج بدل کرانا کافی نہیں ہے، اور اس صورت میں دوسرے کے حج کرنے سے اس کے حج کا فریضہ ادا نہیں ہوگا، اور اگر ایسا غریب شخص بعد میں صاحب استطاعت اور مالدار ہو جائے، تو اس پر خود حج کرنا ضروری ہوگا۔

اسی طرح اگر کوئی شخص حج کی مالی استطاعت تو رکھتا ہے، لیکن وہ خود جا کر حج کرنے پر قادر ہے، اور اس کو خود حج ادا کرنے میں کوئی شرعی عذر نہیں ہے، تو اس کو خود حج کرنا ضروری ہے،

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

کل من وجب علیہ الحج وهو قادر علی الحج بنفسه وحضره الموت یجب علیہ الوصیۃ بالإحجاج عنه عند الحنفیۃ. سواء حجة الإسلام، أو النذر، أو القضاء .

ولم یوقف الشافعیۃ وجوب الإحجاج عنه علی الوصیۃ إجماعاً للحج مجری الديون.

أما المالکیۃ: فلا یوجبون علیہ الوصیۃ، ولا یسقط عنه الفرض بأداء الغیر عنه - كما هو أصل مذهبهم الذی عرفناه - لكن إذا أوصی نفذت وصیتہ، وإن لم یوص لم یرسل من یحج عنه.

من توفرت فیہ سائر شروط وجوب الحج واختل شیء من شروط الأداء بالنفس، یجب علیہ أن یحج عن نفسه، أو یوصی بالإحجاج عنه إذا لم یرسل من یحج عنه.

من توفرت فیہ شروط وجوب الحج بنفسه فلم یحج حتی عجز عن الأداء بنفسه یجب علیہ أن یحج عنه فی حال حیاته، أو یوصی بالإحجاج عنه بعد موته (الموسوعة الفقهیة الكويتیة،

ج ۱ ص ۷۳، و ص ۷۴، مادة "حج" الحج عن الغیر)

اگر کسی پر حج فرض ہو گیا، اور وہ اسی سال حج کے سفر پر چلا، مگر راستہ میں حج کرنے سے پہلے ہی فوت ہو گیا، تو عند الاحناف اُس پر حج بدل کی وصیت واجب نہیں، کیونکہ اُس نے حج فرض ہونے کے بعد اُس کی ادائیگی میں اپنی طرف سے کوئی کوتاہی نہیں کی۔

وجوب الإیصاء إنما یتعلق بمن لم یحج بعد الوجوب إذا لم یخرج إلى الحج حتی مات، فأما من وجب علیہ الحج فحج من عامه فمات فی الطريق لا یجب علیہ الإیصاء بالحج، لأنه لم یؤخر بعد الإیجاب، ذکرہ المصنف فی التجنیس (فتح القدیر لابن الہمام، ج ۲، ص ۷۴، کتاب الحج)

اور اس حال میں دوسرے کا اس کی طرف سے حج بدل کرنا معتبر اور کافی نہیں۔ ۱۔
مسئلہ نمبر ۴..... جس شخص کی طرف سے حج بدل کرایا جائے، اس کے لئے کیونکہ یہ ضروری ہے کہ وہ خود حج کرنے سے عاجز ہو۔

اور عاجز ہونا یا تو وفات ہونے سے ثابت ہوتا ہے کہ جس پر حج فرض تھا، اس نے حج نہیں کیا،
اور اسی حال میں وہ وفات پا گیا، تو اس کے وفات پا جانے کی وجہ سے ثابت ہو گیا کہ اب وہ
خود حج کرنے سے عاجز ہو چکا ہے۔

اور یا زندہ ہوتے ہوئے دائمی معذور ہونے کی وجہ سے عاجز ہونا ثابت ہوتا ہے، یعنی جس
شخص پر حج فرض ہے، وہ زندہ تو ہے، لیکن اُس کو حج کرنے سے ایسا عذر لاحق ہو گیا ہے کہ
جس کے تادم حیات ختم ہونے کا بظاہر امکان نہیں ہے، مثلاً بہت زیادہ بوڑھا ہونے کی وجہ
سے چلنے پھرنے کے قابل نہیں رہا۔ ۲۔

۱۔ شرائط جواز النیابة فی الحج عن الحي: الشرط الأول: أن يكون المحجوج عنه عاجزا عن
أداء الحج بنفسه، وله مال يستتيب منه فإذا كان قادرا على الأداء بنفسه، بأن كان صحيح البدن وله
مال. فإنه لا يجوز حج غيره عنه لأنه إذا كان قادرا على الأداء ببدنه وله مال يحج به، فالقصر يتعلق
ببدنه لا بماله، بل المال يكون شرطا، وإذا تعلق القرض ببدنه لا تجزى فيه النيابة كالعبادات البدنية
المحضة. وكذا لو كان فقيرا صحيح البدن لا يجوز حج غيره عنه؛ لأن المال من شرائط الوجوب
فإذا لم يكن له مال لا يجب عليه أصلا، فلا ينوب عنه غيره في أداء الواجب ولا واجب (الموسوعة
الفقهية الكويتية، ج ۲، ص ۳۲، شرائط جواز النيابة فی الحج عن الحي، الشرط الاول)

وأما شرائط جواز النيابة فمنها: أن يكون المحجوج عنه عاجزا عن أداء الحج بنفسه وله مال فإن
كان قادرا على الأداء بنفسه بأن كان صحيح البدن وله مال لا يجوز حج غيره عنه؛ لأنه إذا كان
قادرا على الأداء ببدنه وله مال، فالقصر يتعلق ببدنه لا بماله، بل المال يكون شرطا وإذا تعلق
القرض ببدنه لا تجزى فيه النيابة كالعبادات البدنية المحضة. وكذا لو كان فقيرا صحيح البدن لا
يجوز حج غيره عنه؛ لأن المال من شرائط الوجوب فإذا لم يكن له مال لا يجب عليه أصلا فلا ينوب
عنه غيره في أداء الواجب ولا واجب (بدائع الصنائع، ج ۲، ص ۲۱۲، ۲۱۳، كتاب الحج)

۲۔ اگر عذر ومرض دائمی نہ ہو، بلکہ ایسا ہو کہ جس کے زائل ہونے کا بظاہر امکان ہے، اور پھر ایسے مریض و معذور کی طرف
سے اس عذر ومرض کی حالت میں حج بدل کیا جائے، تو حنفیہ کے نزدیک یہ حج بدل موقوف رہتا ہے، اگر فوت ہونے تک یہ
عذر ومرض باقی رہے، تو حج بدل معتبر ہو جاتا ہے، اور زائل ہو جائے تو معتبر نہیں ہوتا، جیسا کہ دائمی عذر ومرض کا معاملہ ہے۔

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

مسئلہ نمبر ۵..... اگر کسی زندہ معذور و مریض شخص کی طرف سے حج بدل کرانے کے بعد اُس کا عذر و مرض زائل ہو گیا، اور وہ خود حج کرنے کے قابل ہو گیا، تو حنفیہ کے نزدیک بہر حال اس کی طرف سے کیا ہوا حج بدل معتبر نہیں رہے گا، بلکہ اس کو خود اپنا حج کرنا

﴿ گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ ﴾

و یتحقق العجز بالموت، أو بالحبس، والمنع، والمرض الذي لا يرجى زواله كالزمانة والفالج، والعمى والعرج، والهرم الذي لا يقدر صاحبه على الاستمسك، وعدم أمن الطريق، وعدم المحرم بالنسبة للمرأة، إذا استمرت هذه الآفات إلى الموت (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج ۱، ص ۷۳ و ص ۷۴، الحج عن الغير، شروط الحج الفرض عن الغير)

باب الحج عن الغير ولا يجوز إلا عن الميت أو عن العاجز بنفسه عجزاً مستمراً إلى الموت (الدر المختار مع رد المحتار، ج ۱ ص ۱۷۰، كتاب الحج، باب الحج عن الغير) ومنها: العجز المستدام من وقت الإحجاج إلى وقت الموت، فإن زال قبل الموت لم يجز حج غيره عنه؛ لأن جواز حج الغير عن الغير ثبت بخلاف القياس لضرورة العجز الذي لا يرجى زواله فيتقيد الجواز به، وعلى هذا يخرج المريض أو المحبوس إذا أحج عنه أن جوازه موقوف إن مات - وهو مريض أو محبوس - جاز وإن زال المرض أو الحبس قبل الموت لم يجز (بداية الصنائع، ج ۲، ص ۲۱۳، كتاب الحج، فصل واجبات الحج)

(سئل) في المعذور الذي لا يرجى برؤه إذا أمر بأن يحج عنه غيره وحج عنه فهل سقط الفرض عنه استمر ذلك العذر أم لا؟

(الجواب) : إذا كان لا يرجى برؤه يسقط الفرض عنه استمر العذر أو لا وإن كان يرجى برؤه يشترط عجزه إلى موته كما في البحر وغيره خلافاً لما في فتح القدير من اشتراط دوام العجز إلى الموت بلا تفصيل (العقود الدرية في تنقيح الفتاوى الحامدية لابن عابدين، ج ۱، ص ۱۵، كتاب الحج)

وهل يجوز للمريض الذي يرجى برؤه أن يستنيب من يحج عنه؟ اختلف الفقهاء في ذلك: فذهب الشافعية، والحنابلة إلى أن من يرجى زوال مرضه، والمحبوس ونحوه ليس له أن يستنيب، فإن فعل لم يجزئه وإن لم يبرأ؛ لأنه يرجو القدرة على الحج بنفسه فلم يكن له الاستئابة ولا تجزئه إن فعل كالفقير.

كما أن النص إنما ورد في الحج عن الشيخ الكبير وهو ممن لا يرجى منه الحج بنفسه، فلا يقاس عليه إلا من كان مثله.

فعلى هذا: إذا استتاب من يرجو القدرة على الحج بنفسه، ثم صار ميتوساً من برئه فعليه أن يحج عن نفسه مرة أخرى؛ لأنه استتاب في حال لا تجوز له الاستئابة فيها فأشبهه الصحيح.

وذهب الحنفية إلى أن الجواز موقوف إن مات وهو مريض أو محبوس جاز، وإن زال المرض أو الحبس قبل الموت لم يجز (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج ۲، ص ۳۳، و ص ۳۴، شرائط جواز النيابة في الحج عن الحي، الشرط الثاني)

ضروری ہو جائے گا۔ ۱

۱۔ البتہ تناہلہ کے نزدیک اور ایک قول کے مطابق شوافع کے نزدیک جب مریض حج بدل کیے جا چکنے کے بعد صحت یاب ہو جائے، تو اس کو دوبارہ حج کرنا ضروری نہیں ہوتا، بلکہ اس کی طرف سے کیا ہوا حج بدل برقرار رہتا ہے، کیونکہ مریض و معذور کے ذمہ جو حکم تھا، وہ اس نے پورا کر دیا، اور آئندہ کے حالات پر انسان کو قدرت و دسترس حاصل نہیں ہوا کرتی، لہذا وہ آئندہ کے حالات کا مکلف نہیں ہے، لیکن اگر نائب کے احرام شروع کرنے سے پہلے اصل صحت یاب ہو جائے، تو پھر نیابت درست نہیں، کیونکہ احرام شروع کرنے سے پہلے اصل کے صحت یاب ہو جانے سے ظاہر ہو گیا کہ وہ خود حج کرنے سے عاجز نہیں ہے، بندہ کے نزدیک یہ موقف معتدل اور مناسب اور دلیل کے اعتبار سے قابل ترجیح ہے۔

اور اگر احرام شروع کرنے کے بعد اور حج کے اتمام سے پہلے اصل صحت یاب ہو جائے، تو تناہلہ کے ایک قول کے مطابق حج بدل صحیح و معتبر ہو جاتا ہے، اور اصل پر دوبارہ حج فرض نہیں ہوتا۔ محمد رضوان۔

الشرط الثاني: العجز المستدام من وقت الإحجاج إلى وقت الموت، بأن يموت على مرضه فإذا عوفي المريض بعد أن حج عنه، فإما أن يكون عوفى بعد حج النائب، وإما أن يكون عوفى قبل فراغ النائب من الحج، وإما أن يكون عوفى قبل إحرام النائب.

الحالة الأولى: إذا عوفي المريض بعد ما حج عنه: فقد ذهب الحنابلة وهو قول عند الشافعية إلى أنه لا يجب عليه حج آخر، وهذا قول إسحاق لأنه أتى بما أمر به فخرج من العهدة كما لو لم يبرأ. ولأنه قد أدى حجة الإسلام بأمر الشارع فلم يلزمه حج ثان كما لو حج بنفسه. والمعتبر لجواز الاستئابة اليأس ظاهراً.

وذهب الحنفية والشافعية في الأصح، وابن المنذر إلى أنه يلزمه حج ثان ولم يجز حج غيره عنه لأن هذا بدل إياس فإذا برأ تبين أنه لم يكن ميتاً منته، فلزمه الأصل، كالأيسة إذا اعتدت بالشهور ثم حاضت لا تجزئها تلك العدة. كما أن جواز حج الغير عن الغير ثبت بخلاف القياس لضرورة العجز الذي لا يرجى زواله فيتقيد الجواز به.

الحالة الثانية: إذا عوفي قبل فراغ النائب من الحج: المذهب عند الحنابلة أنه يجزئه كالمتمتع إذا شرع في الصيام ثم قدر على الهدى، والمكفر إذا قدر على الأصل بعد الشروع في البدل، وفي قول عندهم أنه لا يجزئه، قال ابن قدامة: ينبغي ألا يجزئه الحج؛ لأنه قدر على الأصل قبل تمام البدل فلزمه كالصغيرة ومن ارتفع حيضها إذا حاضت قبل إتمام عدتها بالشهور، وكالمتميم إذا رأى الماء في صلاته.

الحالة الثالثة: إذا عوفي قبل إحرام النائب: لم يجزئه بحال. لقدرة على البدل قبل الشروع في البدل. النسيابة عن المريض الذي يرجى برؤه (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج ۳۲، ص ۳۲؛ وص ۳۴، شرائط جواز النيابة في الحج عن الحي، الشرط الثاني)

وضابط العذر الذي تصح معه النيابة هو العجز الدائم إلى الموت، وذلك كالشيخ الفاني والزمن والمريض الذي لا يرجى برؤه. فهؤلاء إذا وجدوا مالا يلزمهم الاستئابة في الحج عنهم.

ومن أحج عن نفسه للعذر الدائم، ثم زال العذر قبل الموت، فعند الحنفية لم يجز حج غيره عنه،

﴿بقيہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

مسئلہ نمبر ۶..... اگر کسی ایسے شخص کی طرف سے حج کیا جائے، جس پر اگرچہ حج تو فرض ہے، مگر وہ خود حج کرنے سے معذور نہیں ہے، تو اس کی طرف سے دوسرے کا یہ حج کرنا نفل درجہ میں واقع ہوتا ہے، اور اس کی وجہ سے اس کا فرض حج ادا نہیں ہوتا۔ ۱

اسی طرح اگر کسی غیر معذور نے (جو خود حج کرنے کے قابل تھا) اپنی طرف سے حج بدل کرایا، اور پھر وہ معذور ہو گیا، اور خود حج کرنے کے قابل نہیں رہا، تب بھی اس کا حج فرض ادا نہیں ہوگا، کیونکہ حج بدل کے لئے یہ شرط ہے کہ حج بدل کرانے کے وقت وہ خود حج کرنے سے معذور ہو، اور مذکورہ دونوں صورتوں میں حج بدل کے وقت وہ خود حج کرنے

﴿ گزشتہ صفحے کا نتیجہ حاشیہ ﴾

وعليه الحج؛ لأن جواز الحج عن الغير ثبت بخلاف القياس، لضرورة العجز الذي لا يرجع زواله، فيتقيد الجواز به.

وعند الحنابلة يجزئ حج الغير، ويسقط عنه الفرض؛ لأنه أتى بما أمر به فخرج من العهدة، كما لو لم يبرأ. لكن ذلك مقيد بما إذا عوفي بعد فراغ النائب من الحج، فإذا عوفي قبل فراغ النائب فينبغي أن لا يجزئه الحج؛ لأنه قدر على الأصل قبل تمام البدل، ويحتمل أن يجزئه، وإن برأ قبل إحرام النائب لم يجزئه بحال. وللشافعية قولان بالأجزاء وعدمه والمريض الذي يرجع زوال مرضه والمحبوس ونحوه إذا أحج عنه فعند الحنفية هذا الحج موقوف. إن مات المحبوس عنه وهو مريض أو محبوس جاز الحج، وإن زال المرض أو الحبس قبل الموت لم يجزئ. وعند الحنابلة وفي قول للشافعية: ليس له أن يستنيب أصلاً؛ لأنه لم يبرأ من الحج بنفسه، فلا تجوز فيه النيابة كالصحيح، فإن خالف وأحج عن نفسه، لم يجزئه ولو لم يبرأ؛ لأنه يرجو القدرة على الحج بنفسه فلم يكن به الاستنابة، وعليه أن يحج عن نفسه مرة أخرى، وفي القول الثاني للشافعية أنه يجزئه إذا مات؛ لأنه لما مات تبين أنه كان مأبوساً منه.

والمشهور عند المالكية أنه لا تجوز النيابة في الحج مطلقاً. وقيل تصح النيابة في الحج لغير المستطيع، قال الباجي: تجوز النيابة للمعصوب كالزمن والهرم.

وقال أشهب: إن أجز صحيح من يحج عنه لزمه للخلاف. وسواء فيما مر في المذهب حج الفريضة وحج النذر. والعمره في ذلك كاللحج (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج ۲، ص ۳۳۵، و ص ۳۳۶، مادة "اداء" النيابة في أداء العبادات)

۱۔ وإن أحج رجلاً، وهو صحيح أجزأه عن التطوع؛ لأن فرض الحج يتأدى بالإحجاج حالة العذر، وكل عبادة جاز أداء فرضها بجهة حالة العذر جاز أداء نفلها بثلک الجهة في غير حالة العذر كالصلاة قاعداً وراكباً (المحيط البرهاني، ج ۲، ص ۴۷۷، كتاب المناسك، الفصل الخامس عشر)

سے معذور نہیں تھا۔ ۱

مسئلہ نمبر ۷..... دوسرے کے ذریعہ سے حج بدل کرانے کے لئے یہ ضروری ہے کہ جس کی طرف سے حج بدل کیا جا رہا ہے اگر وہ زندہ ہے تو اس نے اپنے حج بدل کا حکم کیا ہو، کیونکہ دوسرے کے عمل کی نیابت اسیل کے حکم کے بغیر ثابت نہیں ہوتی، یعنی دوسرا شخص کسی کا نائب اس کی طرف سے حکم دیئے اور امر کئے یا اس سے اجازت حاصل کئے بغیر نہیں بنتا۔ ۲

البتہ جب کسی پر حج فرض ہو، اور وہ اس فریضے کو ادا کئے بغیر اور حج بدل کی وصیت کیے بغیر فوت ہو جائے، تو حنفیہ کے نزدیک اس کے وارثوں کو اس کی طرف سے بغیر وصیت کے بھی حج بدل کرنا اور کرنا درست ہو جاتا ہے، کیونکہ وارث کو اپنے مورث کی دلائل نیابت اور اس کی طرف سے حج کی اجازت حاصل ہوتی ہے۔ ۳

اور امام شافعی اور امام احمد بن حنبل رحمہما اللہ کے نزدیک جب کسی شخص پر حج فرض ہو، اور وہ وصیت کیے بغیر فوت ہو جائے، تو اس کی وصیت کے بغیر وارث اور اجنبی ہر ایک مسلمان کو اس کا حج بدل کرنا صحیح ہو جاتا ہے، کیونکہ احادیث میں حج بدل کی مثال دین اور قرض سے دی گئی

۱۔ ولو حج الصحيح قبل العجز ثم عجز لم يجزه (البنایة شرح الہدایة، ج ۴، ص ۷۱، کتاب الحج، باب الحج عن الغير، شروط جواز الحج عن الغير)
(سئل) فی امرأة كانت تستطيع الحج ثم عمیت فهل يسقط الفرض عنها یا حجاج الغير عنها (الجواب) : إذا طرأ العمی علی الاستطاعة یجب علیها الإحجاج فی الحال أو الإیضاء فی المال من مناسک ملا علی القاری (العقود الدریة فی تنقیح الفتاوی الحامدیة لابن عابدین، ج ۱، ص ۱۵، کتاب الحج)

۲۔ الشرط الثالث:

لا یجوز الحج عن الغير بغیر أمره؛ لأن جوازه بطریق النيابة عنه، والنیابة لا تثبت إلا بالأمر. وهذا بالاتفاق بالنسبة للحی، أما المیت ففیہ خلاف، وینظر التفصیل فی مصطلح (حج ف) (الموسوعة الفقهیة الكويتیة، ج ۴، ص ۳۴، شرائط جواز النيابة فی الحج عن الحی، الشرط الثالث، مادة "نیابة")

۳۔ ومنها: الأمر بالحج فلا یجوز حج الغير عنه بغیر أمره؛ لأن جوازه بطریق النيابة عنه، والنیابة لا تثبت إلا بالأمر إلا الوارث یحج عن مورثه بغیر أمره، فإنه یجوز إن شاء الله تعالی بالنص، ولوجود الأمر هناک دلالة علی ما نذكر - إن شاء الله تعالی (بدائع الصنائع، ج ۲، ص ۲۱۳، کتاب الحج)

ہے، اور فوت ہونے کے بعد میت کا دین و قرض بغیر وصیت کے بھی وارثوں کو ادا کرنے کا حکم ہوتا ہے، اور اگر وارث کے علاوہ کوئی اور تبرعاً ادا کر دے، تب بھی ادا ہو جاتا ہے۔ ۱۔
مسئلہ نمبر ۸..... حج بدل کے لئے حنفیہ کے نزدیک یہ بھی ضروری ہے کہ جس کی طرف سے

۱۔ ثالثاً: شروط صحة الحج الواجب عن الغير:

أ- يشترط أن يأمر الأصيل بالحج عنه، باتفاق العلماء بالنسبة للحی.

أما الميت فلا يجوز حج الغير عنه بدون وصيته عند الحنفية والمالكية.

واستثنى الحنفية، إذا حج أو أحج عن مورثه بغیر إذنه فإنه یجزیه، وتبرأ ذمة الميت إن شاء الله تعالى، مستدلين بحديث الخثعمية، فإنه لم یفصل فی حق السائل هل أوصی أو لم یوص، وهو وارث.

وذهب الشافعية والحنابلة إلى أنه: من مات وعليه حج وجب الإحجاج عنه من جميع تركته، سواء أوصی به أم لا، كما تقضى منها دیونه سواء أوصی بها أم لا. فلو لم یکن له تركه استحب لوارثه أن یحج عنه، فإن حج عنه بنفسه أو أرسل من حج عنه سقط الحج عن الميت، ولو حج عنه أجنبي جاز، وإن لم یأذن له الوارث كما یقضى دینه بغیر إذن الوارث.

وما أخذهم تشبيه النبي صلى الله عليه وسلم الحج بالدين، فأجروا على قضاء الحج أحكام الديون. فإذا مات والحج في ذمته يجب الإحجاج عنه من رأس المال ولو لم یوص، وهو مقدم على وفاء الديون، عند الشافعية.

وقال الحنابلة: من ضاق ماله وكان عليه دين یحاص نفقة الحج من الدين، ویؤخذ للحج حصته فیحج بها من حيث تبلغ (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج ۱، ص ۷۵، الحج عن الغير، شروط صحة الحج الواجب عن الغير، مادة "حج")

(فرع: للورثة أو الأجنبي إسقاط فرض الحج عن الميت من غیر التركة وإن لم یوص) بذلك أو لم یأذن الوارث للأجنبي فيه كقضاء دينه وتقدم الفرق بينه وبين نظيره فی الصوم فی بابہ (ولو حج عنه) الوارث أو الأجنبي (تطوعاً بلا وصية لم یصح) لعدم وجوبه على الميت (أسنى المطالب فی شرح روض الطالب لزكريا بن محمد بن زكريا الأنصاري الشافعي، ج ۳، ص ۶۰، كتاب الوصايا، فصل الوصية بحج التطوع)

(ومن وجب عليه الحج) لاجتماع الشروط السابقة (فتوفي قبله فرط) فی الحج بأن أخره لغير عذر (أو لم یفرط) كالتأخير لمرض یرجى برؤه أو لحبس أو أسر أو نحوه (أخرج عنه من جميع ماله حجة وعمره ولو لم یوص به) لحديث ابن عباس أن امرأة قالت: یا رسول الله إن أُمی نذرت أن تحج فلم تحج حتى ماتت أفأحج عنها؟ قال: نعم حجی عنها رأیت لو كان على أمک دين أكنت قاضيته؟ أقضوا الله فالله أحق بالوفاء رواه البخاری؛ ولأنه حق استقر عليه فلم یسقط بموته ولهذا كان من جميع ماله؛ لأنه -صلى الله عليه وسلم- شبهه بالدين فوجب مساواته له ولا فرق بين الواجب بأصل الشرع أو لإيجابه على نفسه (كشاف القناع عن متن الإقناع للبهوتي الحنبلي، ج ۲، ص ۳۹۳، كتاب الحج، فصل فی الاستطاعة)

حج بدل کیا جا رہا ہے، حج کے ضروری تمام یا اکثر اخراجات اُسی شخص کے مال میں سے کیے جائیں، جس کا حج بدل کیا جا رہا ہے۔

البتہ شوافع اور حنابلہ کے نزدیک اگر کوئی اجنبی شخص بھی اپنا مال تبرعاً خرچ کر کے میت کی طرف سے حج بدل کرے، تو صحیح ہے، اور اس سے میت کا فرض حج ادا ہو جاتا ہے، خواہ مرنے والے نے وصیت بھی نہ کی ہو، اور ترکہ بھی نہ چھوڑا ہو، جیسا کہ میت کی طرف سے تبرعاً قرض و زین کی ادائیگی کا معاملہ ہے۔ ۱

۱۔ آج کل دین سے عام غفلت کی وجہ سے بہت سے لوگوں کو اپنے اوپر حج فرض ہونے کا علم نہیں ہوتا، یا علم ہونے کے باوجود غفلت کرتے ہیں، اور حج فرض ادا کئے بغیر اور اسی طرح وصیت کئے بغیر فوت ہو جاتے ہیں، بعد میں کسی وارث یا کسی دور پرے کے رشتہ دار یا دوست احباب یا کسی شاگرد وغیرہ کو اس کے حج بدل کا خیال پیدا ہوتا ہے، اور اس وقت میت کے ترکہ کا مال بھی نہیں ہوتا، ایسی صورت میں شافعیہ اور حنابلہ کے قول کے پیش نظر حج بدل کرنے میں جو احتیاط ہے، وہ مخفی نہیں۔

وفی فتح القدير واعلم أن شرط الإجزاء كون أكثر النفقة من مال الأمر (البحر الرائق، ج ۳، ص ۶۶، کتاب الحج، باب الحج عن الغير)

ب۔ أن تكون نفقة الحج من مال الأمر كلها أو أكثرها عند الحنفية، سوى دم القران والتمتع، فهما على الحاج عندهم. لكن إذا تبرع الوارث بالحج عن مورثه تبرأ ذمة الميت إن لم يكن أوصى بالإحجاج عنه إن شاء الله.

أما الشافعية والحنابلة فقد أجازوا أن يتبرع بالحج عن غير الميت مطلقاً، كما يجوز أن يتبرع بقضاء دينه.

وأما المالكية فالأمر عندهم في هاتين المسألتين

تابع للوصية، ولتنفيذها بعقد الإجارة، أو لتبرع النائب، لا لإسقاط الفريضة عن الميت.

وأما الحى المعصوب: إذا بذل له المال أو الطاعة فلا يلزمه قبول ذلك للإحجاج عن نفسه عند الحنفية والمالكية والحنابلة.

وقال الشافعية: لو بذل له ولده أو أجنبي مالا للأجرة لم يجب قبوله فى الأصح. ولو وجد مالا أقل من أجرة المثل ورضى به الأجير لزمه الاستئجار، لأنه مستطيع، والمنة فيه ليست كالمنة فى المال. ولو لم يجد أجرة وبذل له ولده الطاعة بأن يذهب هو بنفسه للحج عنه وجب عليه قبوله، وهو الإذن له فى ذلك، لأن المنة فى ذلك ليست كالمنة فى المال. لحصول الاستطاعة، وكذا الأجنبي فى الأصح. ويشترط للزوم قبول طاعتهم أربعة شروط: أن يثق بالبالز، وأن لا يكون عليه حج ولو نذراً، وأن يكون ممن يصح منهم حجة الإسلام، وأن لا يكونا معصوبين (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج ۱، ص ۷۵، ج ۲، ص ۷۶، الحج عن الغير، شروط صحة الحج الواجب عن الغير، مادة "حج")

﴿بقية حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

مسئلہ نمبر ۹..... حج بدل کے لئے حنفیہ کے نزدیک یہ بھی ضروری ہے کہ اگر کسی فوت شدہ کی طرف سے حج بدل کیا جا رہا ہے، تو اُس کے وطن سے حج بدل کرایا جائے، بشرطیکہ فوت شدہ شخص کے ترکہ کے تہائی حصہ سے حج کے اخراجات پورے ہو جائیں؛ اور اگر اس کے ترکہ کے تہائی حصہ سے اخراجات پورے نہ ہوں، تو اس مقام سے حج بدل کرایا جائے، جہاں سے ترکہ کے تہائی حصہ سے اخراجات پورے ہو جائیں، خواہ وہ جدہ یا مکہ سے ہی پورے ہوتے ہوں تاکہ ترکہ کے جو دیگر حقوق ہیں، مثلاً وارثوں کو میراث ملنا، وہ فوت نہ ہوں۔

اور شافعیہ اور حنابلہ کے نزدیک فوت شدہ شخص کا کل ترکہ بھی اگر حج بدل میں خرچ ہو جائے، تو اس کو خرچ کیا جائے گا، کیونکہ حج کی ادائیگی فوت شدہ شخص کا واجبی دین ہے، اس لئے اس کا

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

ومنها: أن يكون حج الأمور بمال المحجوج عنه، فإن تطوع الحاج عنه بماله نفسه لم يجز عنه حتى يحج بماله.

وإذا كان أوصى أن يحج عنه بماله ومات، ففتطوع عنه وارثه بماله نفسه؛ لأن الفرض تعلق بماله فإذا لم يحج بماله لم يسقط عنه الفرض؛ ولأن مذهب محمد أن نفس الحج يقع للحاج، وإنما للمحجوج عنه ثواب النفقة، فإذا لم ينفق من ماله فلا شيء له رأساً (بدائع الصنائع، ج ۲ ص ۲۱۳، كتاب الحج)

ويصح الاستنابة عن الميت من الوارث والأجنبي كقضاء الدين وللأخبار السابقة (لا في تطوع لم يوص به) إذ لا اضطرار إلى الاستنابة فيه بخلاف ما إذا أوصى به وقيل تصح من الوارث وإن لم يوص به نقله الأصل في الوصية عن السرخسي بعد نقله المنع عن العراقيين (ويجب على من عليه قضاء دينه) من وارث ووصى وحاكم إذا خلف الميت تركه (أن يستتيب عنه) في الحج (عند استقراره عليه) وإن لم يوص به لخبر مسلم السابق ولخبر الصحيحين أن رجلاً جاء إلى النبي - صلى الله عليه وسلم - فقال يا رسول الله إن أختي نذرت أن تحج وماتت قبل أن تحج أفأحج عنها؟ فقال: لو كان على أختك دين أكنت قاضيه؟ قال: نعم قال فاقضوا حق الله فهو أحق القضاء فإن لم يخلف تركه استحسب للوارث أن يحج عنه فإن حج هو أو أجنبي عنه بنفسه أو باستئجار سقط الحج عنه كما سيأتي في الوصية (أسنى المطالب في شرح روض الطالب لزكريا بن محمد بن زكريا الأنصاري الشافعي، ج ۱، ص ۳۵۰، كتاب الحج والعمرة)

(ويسقط الحج عن الميت (بحج أجنبي عنه ولو بلا إذن) وليه؛ لأنه - صلى الله عليه وسلم - شبهه بالدين بخلاف من حج عن حي بلا إذنه كدفع زكاة مال غيره بغير إذنه (كشاف القناع عن متن الإقناع للبهوتي الحنبلي، ج ۲، ص ۳۹۳، كتاب الحج، فصل في الاستطاعة)

تعلق انسانوں کے دین و قرض کی طرح پورے مال سے وابستہ ہوگا۔ ۱۔
مسئلہ نمبر ۱۰..... اگر کسی شخص پر حج فرض ہو جائے لیکن حج فرض ہونے کے بعد وہ خود حج ادا کرنے سے دائمی قاصر و معذور ہو جائے اور اتنا مال نہ ہو کہ جس سے کسی کو بھیج کر حج بدل کرا سکے، تو اس کو بھی گزشتہ مسئلہ کی طرح مکہ یا اس کے قرب و جوار میں موجود شخص سے حج بدل کرانا جائز ہے۔

مسئلہ نمبر ۱۱..... اگر کسی شخص پر حج فرض نہیں تھا، اور اس نے فوت ہونے سے پہلے اپنی طرف سے حج کی وصیت کی، تو اس کے فوت ہونے کے بعد اس کے وارثوں کو اس کی طرف سے وصیت کے مطابق حج کرانا جائز ہے۔ ۲۔

۱۔ البتہ شافعیہ کے نزدیک حج بدل کی ادائیگی اس کے وطن سے کرانے کے بجائے اس کے وطن کی طرف والی میقات سے کرائی جائے گی، کیونکہ اس پر حج میقات سے واجب ہوا تھا۔

ج - يشترط أن يحج عنه من وطنه إن اتسع ثلث التركة، وإن لم يتسع يحج عنه من حيث يبلغ عند الحنفية والمالكية وعند الشافعية والحنابلة يعتبر اتساع جميع مال الميت، لأنه دين واجب، فكان من رأس المال كدين آدمي. لكن عند الشافعية يجب قضاؤه عنه من الميقات لأن الحج يجب من الميقات، وقال الحنابلة: الحج على الميت من بلده فوجب أن ينوب عنه منه (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج ۱، ص ۷۶، الحج عن الغير، شروط صحة الحج الواجب عن الغير، مادة "حج") وعلى كل حال: يجب أداء الحج عن الميت إذا ترك، سواء وصى أو لم يوص، وعلم وارثه بذلك.

قال رحمه الله: (من كل ماله بعد موته وإن لم يوص به) (شرح زاد المستقنع للشنقيطي حنبلي، كتاب الوصايا، إخراج الواجب من مال الميت وإن لم يوص به)

۲۔ اور حنفیہ کے نزدیک نفل حج کی یہ وصیت بھی فوت شدہ شخص کے تہائی ترکہ سے پوری کی جائے گی۔

ب- النيابة عن الميت في حج التطوع: يجوز عند الحنفية والحنابلة والمالكية مع الكراهة الاستنابة في حج تطوع لم يوص به الميت، وكذا التطوع عنه بلا استنابة. وذهب الشافعية إلى أنه لا تجوز الاستنابة فيه. أما إذا وصى الميت بحج التطوع عنه فيرى الحنفية والمالكية والحنابلة وفي الأصح عند الشافعية جواز الاستنابة، وفي قول عند الشافعية منع الاستنابة فيه لأنه إنما جاز الاستنابة في الفرض للضرورة، ولا يجوز في النفل (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج ۳، ص ۳۵ و ص ۳۶، النيابة عن الميت في حج التطوع، مادة "نيابة")

ولو أوصى بوصيته إن كانت موافقة لوصايا أهل الخير والصلاح نحو الوصية بالحج أو للمساكين أو شيء من الأبواب التي يتقرب بها إلى الله تعالى يجوز استحسانا وينفذ من ثلث ماله (الفتاوى الهندية، ج ۵ ص ۶۰، كتاب الحجر، الباب الثاني، الفصل الأول)

مسئلہ نمبر ۱۲..... حج بدل کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ جو حج بدل کا عمل انجام دے رہا ہے، وہ احرام کے وقت یہ نیت کرے کہ وہ فلاں شخص کی طرف سے حج ادا کر رہا ہے، اور اگر وہ اس شخص کا نام بھول گیا، تو اپنے ذہن میں اس شخص کا تصور کر کے نیت کرنا بھی معتبر ہو جاتا ہے۔ ۱

مسئلہ نمبر ۱۳..... جس شخص سے حج بدل کرایا جائے، اس کے اندر حج کی اہلیت ضروری ہے، جو مسلمان اور عاقل ہونے سے ثابت ہوتی ہے، لہذا حج بدل ایسے شخص سے ہی کرنا معتبر ہے کہ جو مسلمان ہونے کے ساتھ عاقل بھی ہو، کافر اور مجنون و پاگل کا حج بدل کرنا درست و معتبر نہیں۔ ۲

۱۔ ومنها: نية المحجوج عنه عند الإحرام؛ لأن النائب يحج عنه لا عن نفسه، فلا بد من نيته، والأفضل أن يقول بلسانه ليبيك عن فلان كما إذا حج عن نفسه (بدائع الصنائع، ج ۲ ص ۲۱۳، كتاب الحج)

الشرط الرابع: النية عن المحجوج عنه عند الإحرام: ذهب الفقهاء إلى أنه يشترط النية عن المحجوج عنه عند الإحرام؛ لأن النائب يحج عنه لا عن نفسه، فلا بد من نيته، والأفضل أن يقول بلسانه: ليبيك عن فلان، كما إذا حج عن نفسه.

ويكفي أن ينوي النائب عن المستتيب وإن لم يسمه لفظاً. وإن نسي اسمه ونسبه نوى من دفع إليه المال ليحج عنه. وقال الشافعية: لا تكفي نية المستتيب في الحج؛ لأن العبادة في الحج فعل النائب فوجبت النية منه (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج ۴، ص ۳۴، شرائط جواز النيابة في الحج عن الحي، الشرط الرابع)

د - النية: أي نية الحاج المأمور أداء الحج عن الأصيل. بأن ينوي بقلبه ويقول بلسانه (والتلفظ أفضل): أحرمت بالحج عن فلان، وليبيك بحجة عن فلان. وإن اكتفى بنية القلب كفى ذلك، اتفاقاً. ولو نسي اسمه ونوى أن يكون الحج عن الشخص المقصود أن يحج عنه يصح، ويقع الحج عن الأصيل (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج ۱، ص ۷۶، الحج عن الغير، شروط صحة الحج الواجب عن الغير)

۲۔ اور شافعیہ اور حنابلہ کے نزدیک نائب کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ وہ پہلے اپنا حجۃ الاسلام یعنی حج فرض ادا کر چکا ہو۔

ثانياً: شروط النائب عن غيره في الحج: اشترط الشافعية والحنابلة لإجزاء الحج الفرض عن الأصيل أن يكون النائب قد حج حجة الإسلام عن نفسه أولاً، وإلا كانت الحجة عن نفسه، ولم تجزء عن الأصيل، وهو قول الأوزاعي وإسحاق بن راهويه.

﴿بقية حاشية اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

مسئلہ نمبر ۱۴..... دوسرے کی طرف سے حج بدل کرنا مرد اور عورت دونوں کے لئے جائز ہے، یعنی یہ بھی جائز ہے کہ مرد کا حج بدل مرد کرے، اور یہ بھی جائز ہے کہ عورت کا حج بدل عورت کرے، اور یہ بھی جائز ہے کہ مرد کا حج بدل عورت کرے، اور یہ بھی جائز ہے کہ عورت کا حج بدل مرد کرے۔

البتہ بعض حضرات کے نزدیک مرد کا حج بدل عورت سے کرنا مکروہ و نامناسب ہے، کیونکہ عورت کے احرام و حج میں مرد کے مقابلہ میں ایک قسم کا نقصان پایا جاتا ہے۔ ۱

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

واكتفى الحنفية بأهلية المأمور لصحة الحج، بأن يكون مسلماً عاقلاً، فأجازوا أن يكون المأمور لم يحج عن نفسه حجة الإسلام (وهو المسمى ضرورة) وأجازوا حج العبد، والمراهق عن غيرهم، وتصح هذه الحجة البدلية وتبرأ ذمة الأصيل، مع الكراهة التنزيهية بالنسبة للأمر، والكراهة التحريمية بالنسبة للمأمور إن كان تحقق وجوب الحج عليه. ونحو ذلك عند المالكية في الحج عن الميت يصح على القول بوجوب الحج على التراخي عندهم، أما على وجوبه على الفور فيحرم الحج عنه.

استدل الأولون: بما أخرج أبو داود وابن ماجه عن ابن عباس رضي الله عنهما أن النبي صلى الله عليه وسلم سمع رجلاً يقول: لبيك عن شبرمة. قال: من شبرمة؟ قال: أخ لي، أو قريب لي. قال: حججت عن نفسك؟ قال: لا. قال: حج عن نفسك، ثم حج عن شبرمة.

واستدل الحنفية بإطلاق حديث الخثعمية السابق، فإنه صلى الله عليه وسلم قال لها: حجى عن أبيك من غير استخبارها عن حجها لنفسها قبل ذلك، وترك الاستفصال ينتزل منزلة عموم المقال (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج ۱، ص ۷۴ و ص ۷۵، الحج عن الغير، شروط النائب عن غيره في الحج)

۱۔ نيابة المرأة في الحج:

تجوز النيابة في الحج بالشروط السابقة، سواء كان النائب رجلاً أو امرأة، وهذا في قول عامة أهل العلم.

ويرى الحنفية أنه يجوز مع الكراهة وهو قول الحسن بن صالح.

أما الجواز، فلحديث الخثعمية، وأما الكراهة، لأنه يدخل في حجها ضرب نقصان؛ لأن المرأة لا تستوفى سنن الحج، فإنها لا ترمل في الطواف وفي السعي بين الصفا والمروة، ولا تحلق (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج ۲، ص ۳۵، نيابة المرأة في الحج، مادة "نيابة")

دل على أن حج المرأة يصح عن الرجل، وقيل لا يصح لأن المرأة تلبس في الإحرام ما لا يلبسه الرجل (مرواة المفاتيح، ج ۵ ص ۷۳، ۱، كتاب المناسك)

﴿بقية حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

مسئلہ نمبر ۱۵..... جس شخص نے اپنا حج نہیں کیا، خواہ اُس پر حج فرض ہو چکا ہو، یا حج فرض نہ ہو، اُس کو بعض فقہائے کرام نے عربی میں ”صرورہ“ کا نام دیا ہے۔ ۱۔
حنفیہ کے نزدیک جو شخص دوسرے کی طرف سے حج بدل کرے، اُس کے لئے یہ ضروری نہیں ہے کہ حج بدل کرنے والا پہلے اپنا حج کر چکا ہو، لہذا ان کے نزدیک صرورہ کا حج بدل کرنا بھی معتبر ہے؛ البتہ اگر اس نے اپنا حج نہیں کیا، اور اس پر حج فرض بھی ہے، تو پھر بعض مشائخ حنفیہ کی تصریح کے مطابق ایسے شخص کا دوسرے کی طرف سے حج بدل کرنا مکروہ تحریمی اور گناہ

﴿ گزشتہ صفحے کا نتیجہ حاشیہ ﴾

وسواء كان رجلاً أو امرأة إلا أنه يكره إحجاج المرأة، لكنه يجوز أما الجواز فلحديث الخثعمية. وأما الكراهة فلا أنه يدخل في حجها ضرب نقصان؛ لأن المرأة لا تستوفي سنن الحج فإنها لا ترمل في الطواف وفي السعي بين الصفا والمروة ولا تحلق، وسواء كان حراً أو عبداً بإذن المولى لكنه يكره إحجاج العبد أما الجواز فلا أنه يعمل بالنيابة، وما تجوز فيه النيابة يستوى فيه الحر والعبد كالزكاة ونحوها.

وأما الكراهة فلا أنه ليس من أهل أداء الفرض عن نفسه فيكره أداؤه عن غيره والله الموفق (بدائع الصنائع، ج ۲ ص ۲۱۳، كتاب الحج)

۱۔ الصرورہ بصاد مہملہ وبتخفيف الراء :من لم يحج والمراد به في اصطلاح الفقهاء : الشخص الذي لم يحج عن نفسه حجة الإسلام، كما نص عليه أكثر الفقهاء . قال ابن عابدين : فهو أعم من المعنى اللغوي؛ لأنه يشمل من لم يحج أصلاً، ومن حج عن غيره، أو عن نفسه نفلاً أو نذراً. وقال بعض المالكية : هو من لم يحج قط ، وهذا هو المعنى اللغوي .

قال النووي : سمي بذلك؛ لأنه صر بنفسه عن إخراجها في الحج وكره الشافعي وابن عقيل من الحنابلة تسمية من لم يحج صرورہ؛ لما روى ابن عباس -رضي الله عنهما قال : قال رسول الله صلى الله عليه وسلم لا صرورہ في الإسلام قال النووي : أي لا يبقى أحد في الإسلام بلا حج، ولا يحل لمستطيع تركه ، فکراهة تسمية من لم يحج صرورہ، واستدلوا لهم بهذا الحديث فيه نظراً؛ لأنه ليس في الحديث تعرض للنهي عن ذلك .

الحکم الإجمالی:

ذكر الفقهاء في بحث الحج : أن الحج من العبادات البدنية والمالية معا؛ فيقبل النيابة في الجملة. ثم فصلوا بين حج الفرض وحج النفل، وبينوا شروط الحج عن الغير، كما بينوا شروط الأمر والمأمور أي النائب، وهل يصح الحج عن الغير من قبل من لم يحج عن نفسه حجة الإسلام، وهو المسمى بصرورہ أم لا؟ وهل يصح أخذ الأجرة في ذلك؟ وبيانه فيما يلي (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج ۲، ص ۵، مادة ”صرورہ“)

ہے؛ اور اگر اس پر حج فرض نہیں ہے، تو پھر اُس سے حج بدل کرانا مکروہِ تنزیہی اور خلافِ اولیٰ ہے۔ ۱۔

اور شوافع اور حنابلہ کے نزدیک حج بدل یا دوسرے کی حج میں نیابت کرنے والے کے لئے ضروری ہے کہ وہ اپنا حجۃ الاسلام یعنی فرض حج ادا کر چکا ہو، لہذا جس شخص نے اپنا حجۃ الاسلام یعنی اپنا فرض حج ادا نہیں کیا، وہ ان فقہائے کرام کے نزدیک دوسرے کی طرف سے حج بدل یا حج میں نیابت کرنے کی اہلیت نہیں رکھتا؛ یہی وجہ ہے کہ اگر ایسا شخص دوسرے کی طرف سے حج کا احرام باندھے، تب بھی ان حضرات کے نزدیک وہ حج دوسرے کی طرف سے ادا نہیں ہوتا، بلکہ مباشر یعنی حج کے افعال انجام دینے والے ہی کی طرف سے حجۃ الاسلام یعنی فرض حج ادا ہوتا ہے۔ ۲۔

۱۔ وقال فی الفتح أيضا والأفضل أن يكون قد حج عن نفسه حجة الإسلام خروجا عن الخلاف، ثم قال: والأفضل إحجاج الحر العالم بالمناسك الذي حج عن نفسه وذكر في البدائع كراهة إحجاج الصرورة لأنه تارك فرض الحج. ثم قال في الفتح بعد ما أطال في الاستدلال: والذي يقتضيه النظر أن حج الصرورة عن غيره إن كان بعد تحقق الوجوب عليه بملك الزاد والراحلة والصحة فهو مكروه كراهة تحريم لأنه يتضمن عليه في أول سني الإمكان فيأثم بتركه، وكذا لو تنفل لنفسه ومع ذلك يصح لأن النهي ليس لعين الحج المفعول بل لغيره وهو الفوات، إذ الموت في سنة غير نادر. اهـ. قال في البحر: والحق أنها تنزيهية على الأمر لقولهم والأفضل إلخ تحريمية على الصرورة المأمور الذي اجتمعت فيه شروط الحج ولم يحج عن نفسه لأنه أثم بالتأخير اهـ. قلت: وهذا لا ينافي كلام الفتح لأنه في المأمور، ويحمل كلام الشارح على الأمر، فيوافق ما في البحر من أن الكراهة في حقه تنزيهية وإن كانت في حق المأمور تحريمية (رد المحتار، ج ۲، ص ۶۰۳، كتاب الحج، باب الحج عن الغير)

۲۔ أولا: نيابة الصرورة في حجة الإسلام:

يرى الشافعية والحنابلة أن من شروط النائب في حجة الإسلام أن يكون قد حج عن نفسه حجة الإسلام، فليس للصرورة أن يحج عن غيره، فإن فعل وقع إحرامه عن حجة الإسلام لنفسه لما روى ابن عباس -رضي الله عنهما- أن النبي صلى الله عليه وسلم سمع رجلا يقول: لبيك عن شبرمة، قال: من شبرمة؟ قال: أخ لي أو قريب لي. قال: حججت عن نفسك؟ قال: لا. قال: حج عن نفسك ثم حج عن شبرمة.

وعلى ذلك: فإن أحرم عن غيره وقع عن نفسه لا عن الغير، قال ابن قدامة: إذا ثبت هذا فإن عليه

﴿بقي حاشية الگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اس لئے اختلاف سے بچنے کے لئے احتیاط کا تقاضا یہ ہے کہ حج بدل ایسے شخص سے کرایا

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

رد ما أخذ من النفقة؛ لأنه لم يقع الحج عنه فأشبه ما لو لم يحج قال النووي :وبه قال ابن عباس - رضی اللہ عنہما والأوزاعی وإسحاق .

وفی المغنی :قال أبو بکر عبد العزیز :يقع الحج باطلا، ولا يصح ذلك عنه ولا عن غيره، وروی ذلك عن ابن عباس -رضی اللہ عنہما

وقال الحنفیة :لا يشترط فی النائب أن يكون قد حج عن نفسه، فيصح حج الصرورة، لكن الأفضل أن يكون قد حج عن نفسه حجة الإسلام خروجاً عن الخلاف، فيكره عندهم حج الصرورة . وهل الكراهة تحریمیة أم تنزیهیة؟ اختلفت عباراتهم .

وذكر ابن عابدين نقلاً عن الفتح :والذي يقتضيه النظر :أن حج الصرورة عن غيره إن كان بعد تحقق الوجوب عليه بملك الزاد والراحلة والصحة فهو مكروه كراهة تحریم؛ لأنه تضییق علیه فی أول سنی الإمكان فیأثم بتركه، وكذا لو تنفل لنفسه، ومع ذلك يصح؛ لأن النهی ليس لعین الحج المفعول، بل لغيره وهو الفوات إذ الموت فی سنة غیر نادر . ثم نقل عن البحر قوله :والحق أنها تنزیهیة علی الأمر لقولهم :الأفضل . الخ، تحریمیة علی الصرورة، أى المأمور الذى اجتمعت فيه شروط الحج، ولم يحج عن نفسه؛ لأنه أثم بالتأخير . اهـ . ثم قال :وهذا لا ینافی كلام الفتح؛ لأنه فی المأمور .

واستدل الحنفیة بصحة حج الصرورة بإطلاق قوله صلى الله عليه وسلم للخنعمية :حجی عن أبیک من غیر استخبارها عن حجها لنفسها قبل ذلك . قال فی الفتح :وترک الاستفصال فی وقائع الأحوال ینزل منزلة عموم الخطاب؛ فیفید جوازه عن الغير مطلقاً . وحديث شبرمة یفید استحباب تقدیم حجة نفسه؛ وبذلك یحصل الجمع .

أما المالکية :فقد منعوا استنباطه صحیح مستطیع فی فرض لحجة الإسلام أو حجة مندورة . قال الخطاب :لا خلاف فی ذلك، والظاهر أنها لا تصح، وتفسخ إذا عثر علیها، أما الصرورة :فیکره عندهم حججه عن الغير (الموسوعة الفقهیة الكويتیة، ج ۲، ص ۵ تا ص ۷، مادة صرورة) الشرط السادس :أن يكون النائب قد حج عن نفسه أولاً :

وهذا الشرط اختلف فیہ الفقهاء :

فذهب الشافعية، والحنابلة، إلى أنه ليس لمن لم يحج حجة الإسلام أن يحج عن غيره، فإن فعل وقع إحرامه عن حجة الإسلام عن نفسه، وبهذا قال الأوزاعی وإسحاق .

وذهب الحنفیة إلى أن النيابة تصح، سواء كان النائب قد حج عن نفسه أو لا، إلا أن الأفضل أن يكون قد حج عن نفسه ویسمى حج الصرورة .

وهذا القول الذى قال به الحنفیة، هو قول الحسن، وإبراهيم، وأیوب السخثانی، وجعفر بن محمد، وحکی عن أحمد مثل ذلك .

وقال الثوری :إن كان یقدر علی الحج عن نفسه حج عن نفسه، وإن لم یقدر علی الحج عن نفسه

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

جائے، جو اپنا حج کا فریضہ ادا کر چکا ہو، اور وہ حج کے احکام سے واقف و با علم ہو۔ ۱۔
مسئلہ نمبر ۱۶..... جب دوسرے کی طرف سے حج بدل کیا جائے، اور حج بدل صحیح ہونے کی شرائط کا بھی لحاظ کیا جائے، تو یہ حج ابتداء ہی اُس شخص کی طرف سے واقع ہوتا ہے، جس کی طرف سے حج بدل کیا گیا ہے۔ ۲۔

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

حج عن غیرہ؛ لأن الحج مما تدخله النيابة، فجاز أن يؤديه عن غیرہ من لم يسقط فرضه عن نفسه، كالزكاة .

وقال أبو بكر عبد العزيز: يقع الحج باطلا، ولا يصح عنه ولا عن غیرہ، وروی ذلك عن ابن عباس -رضی اللہ عنہما- لأنه لما كان من شرط طواف الزيارة تعيين النية، فمتى نواه لغيره، ولم ينو لنفسه، لم يقع عن نفسه، كذا الطواف حاملا لغيره لم يقع عن نفسه، وانظر تفصيل ذلك في مصطلح (حج ف) (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج ۲، ص ۳۲ و ص ۳۵، شرائط جواز النيابة في الحج عن الحي، الشرط السادس)

۱۔ والأفضل إحجاج الحر العالم بالمناسك الذي حج عن نفسه (البحر الرائق، ج ۳، ص ۷۴، كتاب الحج، باب الحج عن الغير)

والأفضل للإنسان إذا أراد أن يحج رجلاً عن نفسه أن يحج رجلاً قد حج عن نفسه؛ لأنه أهدى إلى إقامة الأعمال؛ ولأنه أبعد عن الخلاف، فإن الذي لم يحج عن حجة الإسلام عن نفسه لم تجز حجته عن غیرہ عند بعض الناس (المعيط البرهاني، ج ۲ ص ۷۸، كتاب المناسك، الفصل الخامس عشر)

۲۔ حنفیہ کے نزدیک الاصل کی روایت کے مطابق حج مجموع عن یعنی اصیل کی طرف سے ہی واقع ہوتا ہے، اور امام محمد رحمہ اللہ کی روایت کے مطابق حاج کی طرف سے واقع ہوتا ہے، اور مجموع عنہ کو حج میں فقہاء اور خرچ کا ثواب حاصل ہوتا ہے؛ مگر دلیل کے لحاظ سے الاصل کی روایت کو ترجیح حاصل ہے، اور یہی دوسرے فقہاء کا بھی قول ہے۔

ملاحظہ رہے کہ اگر حج بدل کرنے والے کا حج بدل فوت یا فاسد ہو جائے، تو اس سے دوسرے کا حج بدل ادا نہیں ہوتا، اور بہت سی صورتوں میں حج بدل کرنے والا دوسرے کے مال کا ضامن بھی ہوتا ہے۔

ثم في الحديث دليل على أن الحج يقع عن الأمر وهو مختار شمس الأئمة السرخسي -رحمه الله، وجمع من المحققين وهو ظاهر المذهب (مرقاة المفاتيح، ج ۵ ص ۷۳، ۱، كتاب المناسك)

أولا: النيابة في الحج عن الحي: من يقع عنه حج النائب:

ذهب الفقهاء إلى أن الحج يقع عن المحجوج عنه. لحديث الخنعمية حيث قال لها النبي صلى الله عليه وسلم: حجني عن أبيك فقد أمرها النبي صلى الله عليه وسلم بالحج عن أبيها، ولولا أن حجها يقع عن أبيها لما أمرها بالحج عنه.

ولأن النبي صلى الله عليه وسلم قاس دين الله تعالى بدين العباد بقوله: رأيت لو كان على أبيك

﴿بقية حاشية اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

مسئلہ نمبر ۱..... حنفیہ کے نزدیک دوسرے کی طرف سے حج بدل کرنے والے کو اُجرت اور معاوضہ طلب کر کے حج کرنا جائز نہیں ہے، اور اگر کوئی اُجرت کے معاملہ کے ساتھ دوسرے کی طرف سے حج کرے تو اُجرت کا معاملہ باطل ہے؛ البتہ اس کے نتیجہ میں جو حج کیا جائے وہ اس دوسرے کی طرف سے معتبر ہو جاتا ہے۔ ۱

﴿ گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ ﴾

دین۔ وذلک تجزء فیہ النیابة، و یقوم فعل النائب مقام فعل المنوب عنه کذا هذا۔ لأن الحاج یمحتاج إلى نية المحجوج عنه کذا الإحرام، ولو لم یقع نفس الحج عنه لکان لا یمحتاج إلى نیتہ۔ وروی عن محمد بن الحسن أن نفس الحج یقع عن الحاج، وإنما للمحجوج عنه ثواب النفقة؛ لأن الحج عبادة بدنية ومالية والبدن للحاج، والمال للمحجوج عنه، فما کان من البدن لصاحب البدن، وما کان بسبب المال یكون لصاحب المال۔ والدلیل علیہ أنه لو ارتکب شیئا من محظورات الإحرام فکفارتہ فی ماله لا فی مال المحجوج عنه، وکذا لو أفسد الحج یجب علیہ القضاء، فدل علی أن نفس الحج یقع له إلا أن الشرع أقام ثواب نفقة الحج فی حق العاجز عن الحج بنفسه، مقام الحج بنفسه نظرا له ومرحمة علیہ (الموسوعة الفقهیة الكويتیة، ج ۴، ص ۳۱ و ص ۳۲، النیابة فی الحج عن الحی، مادة ”نیابة“)

وأما کیفیة النیابة فیہ، فذكر فی الأصل أن الحج یقع عن المحجوج عنه، وروی عن محمد أن نفس الحج یقع عن الحاج، وإنما للمحجوج عنه ثواب النفقة۔

وجه رواية محمد أنه عبادة بدنية ومالية والبدن للحاج، والمال للمحجوج عنه فما کان من البدن لصاحب البدن، وما کان بسبب المال یكون لصاحب المال، والدلیل علیہ أنه لو ارتکب شیئا من محظورات الإحرام فکفارتہ فی ماله لا فی مال المحجوج عنه۔ وکذا لو أفسد الحج یجب علیہ القضاء فدل أن نفس الحج یقع له إلا أن الشرع أقام ثواب نفقة الحج فی حق العاجز عن الحج بنفسه مقام الحج بنفسه نظرا له ومرحمة علیہ۔ وجه رواية الأصل ما روینا من حدیث الخثعمیة حیث قال لها النبی - صلی اللہ علیہ وسلم - حجی عن أبیک أمرها بالحج عن أبیہا۔

ولولا أن حجها یقع عن أبیہا لما أمرها بالحج عنه، ولأن النبی - صلی اللہ علیہ وسلم - قاس دین اللہ تعالیٰ بدين العباد بقوله: رأیت لو کان علی أبیک دین؟ وذلک تجزء فیہ النیابة ویقوم فعل النائب مقام فعل المنوب عنه کذا هذا، والدلیل علیہ أن الحاج یمحتاج إلى نية المحجوج عنه کذا الإحرام، ولو لم یقع نفس الحج عنه لکان لا یمحتاج إلى نیتہ واللہ أعلم (بدائع الصنائع، ج ۲، ص ۲۱۲، کتاب الحج)

۱۔ اور یہ حکم حنفیہ کے نزدیک ہے، اور حنابلہ کی مشہور روایت بھی یہی ہے؛ جبکہ شافعیہ اور مالکیہ کے نزدیک اور حنابلہ کی ایک روایت کے مطابق اُجرت و معاوضہ پر حج کرنا جائز ہے، اور مالکیہ کے نزدیک جواز اور کراہت دونوں قسم کی روایات ہیں۔

استیعاب علی الحج یا اُجرت و معاوضہ پر حج کے جواز کی صورت میں حج بدل کرنے اور کرانے والے کے مابین جتنے مال کی مقدار پر

﴿ بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں ﴾

مسئلہ نمبر ۱۸..... جب دوسرے کے مال سے اس کے حکم یا وصیت کے مطابق حج بدل

﴿ گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ ﴾

استیجار علی الحج کا معاملہ ہو جائے، اتنے مال کا وہ اس عقد کے نتیجہ میں مالک بن جاتا ہے، اور اسے اس مال میں حسبِ قضاء تصرف کا حق ہوتا ہے، اور حج کے اخراجات سے بچی ہوئی رقم کی واپسی اور سفر حج میں مخصوص اخراجات کی پابندی بھی ضروری نہیں ہوتی، برخلاف استیجار علی الحج کے عدم جواز کے، کہ اس صورت میں ان چیزوں کی رعایت ضروری ہوتی ہے، جیسا کہ آگے آنے والے چند مسائل سے ظاہر ہوگا۔

جب بغیر اجرت کے حج بدل کے لئے کوئی میسر نہ ہو، اور حج بدل کرنا فرض ہو، تو ہمارے نزدیک دوسرے کے حج کے اہم فریضہ کی ادائیگی کے لیے شافعیہ کے قول پر عمل کی گنجائش دی جاسکتی ہے، جیسا کہ متاخرین احناف نے بعض دیگر عبادات میں شوافع کے قول پر ضرورت کی وجہ سے فتویٰ دیا ہے۔

اور بعض محدثین نے جو اجرت پر حج کے عدم جواز پر زور دیا ہے، تو وہ عام حالات میں ہے، اور ہماری بحث خاص ضرورت و مجبوری کے تحت ہے۔ محمد رضوان۔

الاستئجار علی الحج: مشروعیۃ: ذهب أبو حنیفہ وإسحاق بن راہویہ وهو الأشہر عن أحمد إلى أنه لا يجوز الاستئجار علی الحج. وذهب الشافعی إلى الجواز، وبه أخذ المالکیۃ، مراعاة لخلاف الشافعیۃ فی جواز النیابة فی حج النفل.

فلو عقدت الإجارة للحج عن الغير فهي عند أبي حنیفہ باطله، لكن الحجة عن الأصل صحیحة، علی التحقيق فی المذهب، ويسمون الأجیر: مأمورا، ونائبًا، وقالوا له نفقة المثل فی مال الأصل، لأنه حبس نفسه لمنفعة الأصل فوجبت نفقته فی ماله (الموسوعة الفقهیة الكويتیة، ج ۷، ص ۸، الاستئجار علی الحج)

النیابة فی الحج بأجرة: ذهب المالکیۃ والشافعیۃ والحنابلہ فی رواية إلى أنه يجوز الاستئجار علی الحج عن الميت. أما عن الحي فلا يجوز إلا للعذر المیتوس عن زواله وذلك عند الشافعیۃ والحنابلہ. أما عند المالکیۃ فلا يجوز الاستئجار علی الحج عن الحي عندهم.

وذهب الحنفیۃ وهو رواية عند الحنابلہ إلى أنه لا يجوز الاستئجار علی الحج عن الحي أو الميت، فإن وقعت الإجارة فهي باطله لكن الحجة تقع عن الأصل، ولمن حج نفقة مثله لأنه حبس نفسه لمنفعة الأصل، فوجبت نفقته فی ماله (الموسوعة الفقهیة الكويتیة، ج ۲، ص ۷، النیابة فی الحج بأجرة)

ثانيا - حکم الأجرة فی حج الصرورة: صرح الحنفیۃ: بعدم جواز أخذ الأجرة لمن یحج عن غيره، فلو استأجر رجلا علی أن یحج عنه بكذا لم یجز حجه، وإنما یقول: أمرتک أن تحج عنی بلا ذکر إجارة، وله نفقة المثل. ونقل ابن عابدين عن الکفاية: أنه یقع الحج من المحجوج عنه فی رواية الأصل عن أبي حنیفہ. وعدم جواز الأجرة فی الحج هو الرواية المشهورة عن أحمد - أيضا - قال ابن قدامة فی الصرورة الذی یحج عن غيره: علیه رد ما أخذ من النفقة؛ لأنه لم یقع الحج عنه.

ومذهب المالکیۃ: الجواز مع الکراهة. قال الدسوقي: لأنه أخذ العوض عن العبادة، وليس ذلك من شیم أهل الخیر وینظر مصطلح: (حج ف) قال الشیخ زکریا الأنصاری: ولا أجرة له - یعنی للصرورة - لأنه لم ینتفع بما فعله (الموسوعة الفقهیة الكويتیة، ج ۲، ص ۷، مادة "صرورة")

کیا جائے، توجہ کے افعال انجام دینے والا اس دوسرے کا اس کے مال اور حج کے افعال میں نائب اور وکیل ہوتا ہے، اس لیے اسے دوسرے کے حکم اور وصیت کے مطابق حج اور اس کے اخراجات کو ٹھیک ٹھیک طریقہ پر انجام دینا چاہیے، اور اس کی خلاف ورزی اور خیانت نہیں کرنی چاہئے۔ ۱۔

مسئلہ نمبر ۱۹..... جس شخص کو کسی نے حج بدل کرنے کے لئے متعین و مامور کیا، تو اس کے لئے یہ جائز نہیں کہ وہ دوسرے کی اجازت کے بغیر اُس کے مال سے اپنے بجائے کسی اور کو حج بدل کے لئے بھیجے۔ ۲۔

مسئلہ نمبر ۲۰..... جب کوئی شخص دوسرے کو حج بدل کا حکم یا وصیت کرے، تو اس کے لئے مناسب یہ ہے کہ وہ حج بدل کرنے والے کو صراحتاً ہر طرح کا حج کرنے کی اجازت دے دے کہ خواہ وہ حج افراد کرے، یا حج تمتع کرے، یا حج قرآن کرے، اور خواہ وہ اس کی طرف سے

۱۔ وما فضل فی بد الحاج عن المیت بعد النفقة فی ذهابه ورجوعه فإنه یرده علی الورثة لا یسعه أن یأخذ شیئا مما فضل؛ لأن النفقة لا تصیر ملكا للحاج بالإحجاج، وإنما ینفق قدر ما یتحتاج إلیه فی ذهابه وإیابه علی حکم ملک المیت؛ لأنه لو ملک إنما یملك، بالاستئجار والاستئجار علی الطاعات لا یجوز عندنا فکان الفاضل ملک الورثة فیجب علیه رده إلیهم (بدائع الصنائع، ج ۲ ص ۲۲۳، کتاب الحج، فصل بیان حکم فوات الحج عن العمره)

۲۔ هـ - أن یحج المأمور بنفسه: نص علیه الحنفیة والمالکیة والشافعیة. فلو مرض المأمور أو حبس فدفع المال إلی غیره بغير إذن المحجوج عنه لا یقع الحج عن المیت، والحاج الأول والثانی ضامنان لنفقة الحج، إلا إذا قال الأمر بالحج: اصنع ما شئت فله، حیثئذ أن یدفع المال إلی غیره، ویقع الحج عن الأمر.

و أن یحرم بالحج من میقات الشخص الذی یحج عنه من غیر مخالفة. ولو أمره بالإفراد ففقرن عن الأمر فیقع ذلك عن الأمر فی مذهب الشافعی والصاحبین استحساناً، وأما عند أبی حنیفة فهو مخالف ضامن من النفقات ولا یقع عن الأمر. أما إذا أمره بالإفراد فتمتع عن الأمر لم یقع حجه عنه ولا یجوز ذلك عن حجة الإسلام، وبضمن اتفاقاً عند أئمة الحنفیة، والشافعیة. وسوی المالکیة بین القران والتمتع إذا فعلاً وکان الأفراد یجزء إن کان الشرط من الوصى لا الأصل. و صحیح الحنابلة الحج عن الأصل فی کل الحالات ویرجع علی الأجیر بفرق أجره المسافرة، أو توفير المیقات (الموسوعة الفقهیة الکویتیة، ج ۱، ص ۷۶، و ص ۷۷، الحج عن الغير، شروط صحة الحج الواجب عن الغير)

خود حج بدل کرے یا کسی دوسرے مسلمان کو بھیج کر کرائے، تاکہ بعد میں حج بدل کرنے والے کو حسب موقع اس کے حج بدل کی ادائیگی میں سہولت رہے، اور اسے کسی قسم کی دشواری پیش نہ آئے۔ ۱

مسئلہ نمبر ۲۱..... اگر دوسرے نے ہر طرح کا حج کرنے کی اجازت دی ہو، تو حج بدل کرنے والے کو حج افراد کے علاوہ حج تمتع اور حج قرآن کرنا بھی جائز ہے، اور اگر کسی خاص قسم کے حج کی تخصیص کی ہو، مثلاً یہ کہ حج تمتع کیا جائے، تو اس کے حکم کے مطابق حج کرنے میں تو کوئی شبہ نہیں، اور اگر حج افراد یا مطلق حج کا حکم کیا ہو، تو اس صورت میں حنفیہ (امام ابوحنیفہ اور صاحبین) کے نزدیک حج تمتع کرنا اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک حج تمتع اور حج قرآن دونوں ہی کرنا جائز نہیں۔

جبکہ شوافع اور صاحبین (یعنی امام ابو یوسف اور امام محمد) رحمہما اللہ کے نزدیک اس صورت میں حج قرآن کرنا جائز ہے، اور حنابلہ کے نزدیک حج قرآن اور حج تمتع دونوں جائز ہیں۔ آج کل کیونکہ میقات سے آنے والوں کی طرف سے عام طور پر حج تمتع کا رواج ہے، اس لئے اگر دوسرے نے کسی خاص قسم کے حج کی صراحت نہ کی، بلکہ عام حج کا حکم یا وصیت کی ہو، تو عرف اور رواج کی وجہ سے دلالتاً اجازت ہونے کی بناء پر حج بدل کرنے والے کو حج تمتع کرنا جائز ہے۔ ۲

۱۔ وقال الشيخ الإمام أبو بكر محمد بن الفضل رحمه الله تعالى إذا أمر غيره بأن يحج عنه ينبغي أن يفوض الأمر إلى المأمور فيقول حج عني بهذا المال كيف شئت إن شئت حجة وإن شئت حجة وعمرة وإن شئت قرآنًا والباقي من المال مني لك وصية كيلا يضيق الأمر على الحاج ولا يجب عليه رد ما فضل إلى الورثة (فتاوى قاضیخان، ج ۱ ص ۲۰۴، کتاب الحج)

۲۔ جب کسی میقاتی پر ابتداءً حج فرض ہوتا ہے، تو اصلاح فرض ہوتا ہے، جس کے ساتھ عمرہ فرض نہیں ہوتا، اور حج افراد میں میقات سے حج کا احرام باندھا جاتا ہے، جس میں حج کی قربانی واجب نہیں ہوتی، اور حج تمتع میں میقات سے عمرہ کا احرام باندھا جاتا ہے، پس تمتع میں ابتداءً یہ سفر عمرہ کا بن جاتا ہے، اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک حج بدل کرنے والا اگر آمر کی اجازت کے بغیر حج افراد کے بجائے حج تمتع یا حج قرآن کرتا ہے، تو وہ اس سفر میں عمرہ کو ساتھ لاکر آمر کی مخالفت ﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

مسئلہ نمبر ۲۲..... جب دوسرے کی طرف سے اُس کے مال اور اُس کی اجازت سے حج بدل کے طور پر حج تمتع کیا جائے، تو حج بدل کرنے والے پر ضروری ہے کہ وہ عمرہ اور حج دونوں کے احرام میں دوسرے کی طرف سے بطور نیابت عمل انجام دینے کی نیت کرے۔

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

کرتا ہے، اور یہ گویا کہ ایسا ہے جیسا کہ عمرہ اپنی طرف سے کیا، اور حج آمر کی طرف سے، اور شوافع اور صاحبین کے نزدیک حج تمتع کرنے کی صورت میں تو مخالفت پائی جاتی ہے، کیونکہ تمتع کا میقات سے احرام عمرہ کا واقع ہوتا ہے، جبکہ حج بدل کرنے والے پر میقات سے حج کا احرام لازم تھا؛ البتہ حج قرآن کرنے کی صورت میں یہ مخالفت نہیں پائی جاتی، اور وہ اضافی ثواب کو حاصل کرنے والا شمار ہوتا ہے۔

ملاحظہ رہے کہ بعض مشائخ حنفیہ کی تصریح کے مطابق آمر کی طرف سے اجازت کے ساتھ حج تمتع یا حج قرآن کرنے کی صورت میں بھی دم قرآن اور دم تمتع حاجی یعنی مامور کے ذمہ ہوتا ہے، جس کا وہ آمر یا اُس کے مال سے مطالبہ نہیں کر سکتا، البتہ اگر آمر بخوشی اس کا خرچہ خود ادا کر دے، تو پھر مامور کے لئے یہ خرچہ لینے میں کوئی حرج نہیں۔

اور حنا بلہ کے نزدیک اگر آمر کی اجازت سے تمتع یا قرآن کیا جائے، تو دم شکر کا خرچ آمر کے ذمہ ہے، اور عرف و رواج سے دلالتاً اجازت تحقق ہو جایا کرتی ہے، جیسا کہ گزرا۔

لہذا حنا بلہ کے نزدیک عرف و رواج کی صورت میں آمر کی تصریح کے بغیر حج تمتع قرآن کرنا اور آمر کے مال میں سے دم شکر ادا کرنا جائز ہے۔

موجودہ حالات میں یہ موقف عمل کے اعتبار سے زیادہ مناسب ہے، کیونکہ اگر حج بدل کرنے والے کو حج بدل کے بعد کہا جائے کہ دم شکر آپ اپنے مال سے ادا کریں، تو ظاہر ہے کہ یہ تنازع کا باعث ہوگا، مگر یہ کہ پہلے ہی تمام معاملات طے اور صاف کر لئے گئے ہوں، لیکن موجودہ دور میں عوامی دنیا میں صفائی معاملات تقریباً عتقاً ہے۔

من الشروط عدم المخالفة فلو أمره بالافراد أو العمرة فقرن أو تمتع، ولو للميت لم يقع حجه عن الأمر ويضمن النفقة (منحة الخالق على البحر الرائق، ج ۳، ص ۶۸، كتاب الحج، باب الحج عن الغير)

(ودم القران) والتمتع (والجناية على الحاج) إن أذن له الأمر بالقران والتمتع وإلا فيصير مخالفا فيضمن (الدر المختار)

(قوله على الحاج) أى المأمور. أما الأول فلأنه وجب شكرا على الجمع بين النسكين وحقيقة الفعل منه وإن كان الحج يقع عن الأمر لأنه وقوع شرعى لا حقيقى. وأما الثانى فباعتبار أنه تعلق بجنايته، أفاده فى البحر (قوله فيصير مخالفا) هذا قول أبى حنيفة. ووجهه أنه لم يأت بالمأمور به لأنه أمره بسفر يصرفه إلى الحج لا غير، فقد خالف أمر الأمر فضمن بدائع. زاد فى المحيط لأن العمرة لا تقع عن الأمر لأنه ما أمره بها فصار كأنه حج عنه واعتمر لنفسه فيصير مخالفا (رد المحتار، ج ۲، ص ۶۱۱، كتاب الحج، باب الحج عن الغير)

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

عمرہ میں اپنی طرف سے نیت کرنا اور حج میں دوسرے کی طرف سے نیت کرنا جائز نہیں ہے۔ ۱۔

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

وَأَمَّا بَيَانُ مَا يَصِيرُ بِهِ الْمَأْمُورُ بِالْحَجِّ مُخَالَفًا، وَبَيَانُ حُكْمِهِ إِذَا خَالَفَ فَنَقُولُ: إِذَا أَمَرَ بِحُجَّةٍ مُفْرَدَةٍ أَوْ بِعُمْرَةٍ مُفْرَدَةٍ فَقَرْنٌ فَهُوَ مُخَالَفٌ ضَامِنٌ فِي قَوْلِ أَبِي حَنِيفَةَ وَقَالَ أَبُو يُوسُفَ وَمُحَمَّدٌ: يَجْزِي ذَلِكُ عَنِ الْأَمْرِ نَسْتَحْسِنُ وَنَدَّعِ الْقِيَاسُ فِيهِ، وَلَا يَضْمَنُ فِيهِ دَمُ الْقُرْآنِ عَلَى الْحَاجِّ. وَجِهَ قَوْلُهُمَا أَنَّهُ فَعَلَ الْمَأْمُورَ بِهِ وَزَادَ خَيْرًا فَكَانَ مَأْذُونًا فِي الزِّيَادَةِ دَلَالَةً، فَلَمْ يَكُنْ مُخَالَفًا كَمَنْ قَالَ لِرَجُلٍ: اشْتَرِ لِي هَذَا الْعَبْدَ بِأَلْفِ دِرْهَمٍ فَاشْتَرَاهُ بِخَمْسِمِائَةِ أَوْ قَالَ: بَعِ هَذَا الْعَبْدَ بِأَلْفِ دِرْهَمٍ، فَبَاعَهُ بِأَلْفٍ وَخَمْسِمِائَةٍ يَجُوزُ، وَيَنْفُذُ عَلَى الْأَمْرِ لَمَّا قُلْنَا كَذَا هَذَا، وَعَلَيْهِ دَمُ الْقُرْآنِ؛ لِأَنَّ الْحَاجَّ إِذَا قَرَنَ يَأْذَنُ الْمُحْجَّوجَ عَنْهُ كَانِ الدَّمُ عَلَى الْحَاجِّ لَمَّا نَذَرَ، وَلِأَبِي حَنِيفَةَ أَنَّهُ لَمْ يَأْتِ بِالْمَأْمُورِ بِهِ؛ لِأَنَّهُ أَمَرَ بِسَفَرٍ يَصْرِفُهُ إِلَى الْحَجِّ لَا غَيْرَ، وَلَمْ يَأْتِ بِهِ فَقَدْ خَالَفَ أَمْرَ الْأَمْرِ فَضْمَنَ. وَلَوْ أَمَرَهُ أَنْ يَحْجَّ عَنْهُ فَاعْتَمَرَ ضَمْنًا؛ لِأَنَّهُ خَالَفَ وَلَوْ اعْتَمَرَ ثُمَّ حَجَّ مِنْ مَكَّةَ يَضْمَنُ النِّفْقَةَ فِي قَوْلِهِمْ؛ جَمِيعًا لِأَمْرِهِ بِهِ بِالْحَجِّ، بِسَفَرٍ وَقَدْ أَتَى بِالْحَجِّ مِنْ غَيْرِ سَفَرٍ؛ لِأَنَّهُ صَرَفَ سَفَرَهُ الْأَوَّلَ إِلَى الْعُمْرَةِ، فَكَانَ مُخَالَفًا فَيَضْمَنُ النِّفْقَةَ (بدائع الصنائع، ج ۲ ص ۲۱۳، ۲۱۴، كتاب الحج)

اختلف الفقهاء فيمن يجب عليه دم القرآن والتمتع في الحج عن الغير:

قال الحنفية: دم القرآن والتمتع على الحاج -أي المأمور بالحج عن غيره- إن أذن له الأمر بالقرآن والتمتع، وإلا فصير مخالفاً، فيضمن النفقة. وللشافعية تفصيل وتفرقة بين ما إذا كانت الإجارة على الذمة أو العين، وكان قد أمره بالحج، فقرن أو تمتع. وقال الحنابلة: دم التمتع والقرآن على المستتيب، إن أذن له فيهما، وإن لم يؤذن فعليه. (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج ۲۸، ص ۳۰۰، دم القرآن والتمتع، مادة "ضمان")

إذا أمر النائب بالإفراد فقرن فقد ذهب الشافعية، والحنابلة، وأبو يوسف ومحمد من الحنفية، إلى أنه لا يكون مخالفاً ولا يضمن، ووقع الحج والعمره عن المحجوج عنه؛ لأنه فعل المأمور به وزاد خيراً، فكان مأذوناً في الزيادة دلالة، فلم يكن مخالفاً فصح ولم يضمن، كما لو أمره بشراء شاة بدينار فاشترى به شاتين تساوى إحداهما ديناراً وذهب أبو حنيفة إلى أنه يكون مخالفاً ويضمن النفقة؛ لأنه لم يأت بالمأمور به، إذ أمر بسفر يصرفه إلى الحج لا غير، ولم يأت به، فقد خالف أمر الأمر فضمن (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج ۲۲، ص ۳۶، و ص ۳۷، مادة "نيابة")

إذا أمر بالحج فتمتع أو قرن جاز ذلك ووقع عن الأمر والدم على النائب (شرح العمدة في الفقه لابن تيمية، ج ۲، ص ۲۵۵، كتاب الحج)

۱۔ ولو أمره بالحج فاعتمر ثم حج من مكة فهو مخالف لأنه مأمر بحج ميقاتي (رد المحتار، ج ۲، ص ۲۱۱، كتاب الحج، باب الحج عن الغير)

ولو أمره بالحج فاعتمر، ثم حج من مكة، فهو مخالف في قولهم؛ لأنه أمره بأن يؤدي بالسفر الحجة، وقد أدى الحجة من غير سفر (المحيط البرهاني، ج ۲، ص ۴۷۸، كتاب المناسك، الفصل الخامس عشر)

﴿بقيہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

مسئلہ نمبر ۲۳..... حج بدل جب دوسرے کے مال سے کیا جائے تو حج بدل کرنے والے کے پاس حج بدل کرانے والے کی رقم اور مال امانت ہوتا ہے۔ ۱

نیز اس مال اور رقم کا صحیح اور جائز استعمال اس پر واجب ہے، اور اس رقم کو فضول خرچی اور گناہ کے کام میں استعمال کرنا جائز نہیں، اور اسی وجہ سے حج بدل کرنے کے بعد جو رقم و مال بچ جائے، وہ مالک کو واپس کرنا ضروری ہے، البتہ مالک نے جن چیزوں میں خرچ کرنے کی اجازت دے دی، تو ان چیزوں میں خرچ کرنا جائز ہے اور اگر مالک بچی ہوئی رقم و مال کا حج کرنے والے کو بخوشی ہبہ یا صدقہ کے طور پر مالک بنادے تو پھر حرج نہیں۔ ۲

﴿ گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ ﴾

ملاحظہ رہے کہ آمر کی صراحت یا دلالتا اجازت کے بغیر تو نائب کو حج تمتع جائز نہیں، کیونکہ اس میں آمر کی مخالفت پائی جاتی ہے، لیکن آمر کی صراحت یا دلالتا اجازت سے آمر کی مخالفت ختم ہو جاتی ہے، جیسا کہ مندرجہ بالا عبارات میں ”لانہ مامور“ کے الفاظ سے ظاہر ہے۔

لہذا بعض حضرات کا یہ سمجھنا کہ حنفیہ کے نزدیک آمر کی اجازت سے بھی حج تمتع جائز نہیں، یہ بات مرجوح معلوم ہوتی ہے۔ تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو، رسالہ ”منہج الخیر فی الحج عن الغير“، مشمولہ: جواہر الفقہ، ج ۳ ص ۲۰۱، مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ۔

۱۔ اور اسی وجہ سے دوسرے کے مال سے جو احرام وغیرہ خریدا جائے، وہ فراغت کے بعد اصولی طور پر مال کے مالک یا وارثوں کو لوٹانا ضروری ہوتا ہے، اور یہ حکم اس صورت میں ہے، جبکہ استیجار علی الحج کو ناجائز قرار دیا جائے، جیسا کہ پہلے گزرا۔ (قال: وإن أوصى أن يحج رجل حجة فاحجوه فلما قدم فضل معه كسوة ونفقة فإن ذلك لورثة الميت؛ لأن الحاج عن الغير لا يملك المال المدفوع إليه فإن التملك يكون بطريق الاستئجار، وقد بينا بطلان الاستئجار على الطاعة، وإنما ينفق المال على ملك الموصى بطريق الإباحة لاستحقاقه الكفاية حين فرغ نفسه ليعمل له فما فضل من ذلك يكون باقيا على ملك الميت فيرد على ورثته) المبسوط للسرخسي، ج ۲ ص ۱۶۲، کتاب المناسک، باب الحج عن الميت وغیرہ) ۲۔ المأمور بالحج له أن ينفق على نفسه بالمعروف ذاهبا وآيبا من غير تبذير، ولا تقتير في طعامه وشرابه وثيابه وركوبه وما لا بد منه، وما فضل يرد على ورثته أو وصيه إلا إذا تبرع به الوارث، أو أوصى له به الميت، وليس له أن يدعو أحدا إلى طعامه، ولا يتصدق به، ولا يقرض أحدا، ولا يصرف الدراهم بالدنانير، ولا يشتري بها ماء لوضوئه، ولا يدخل بها الحمام، ولا يشتري بها دهن السراج، ولا يدهن به، ولا يتداوى بشيء منه، ولا يحتجم به، ولا يعطى أجره الحلاق منه إلا أن يوسع عليه الميت أو الوارث، ولا ينفق على من يخدمه إلا إذا كان ممن لا يخدم نفسه ولو نوى

﴿ بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں ﴾

اور مناسب یہ ہے کہ حج بدل کے لئے مال فراہم کرنے والا ساتھ ہی یہ بھی کہہ دے کہ میں نے آپ کو اس مال میں پورا اختیار دے دیا ہے، اور جو مال حج کے اخراجات سے زائد ہو، وہ آپ کے لئے میری طرف سے ہدیہ ہے، تاکہ حج بدل کرنے والے کو اخراجات میں تنگی کا سامنا نہ ہو۔ ۱

مسئلہ ۲۴..... حج بدل کرنے والے کے مکہ میں قیام و طعام کے عمومی اخراجات حج بدل کرانے والے کے مال میں سے ادا کیے جائیں گے، اور عمومی اخراجات سے ہٹ کر جو اضافی اخراجات کئے جائیں گے، خواہ وہ اخراجات کسی عبادت کی ادائیگی کے لیے ہی ہوں، وہ اخراجات حج بدل کرنے والا اپنے مال سے کرنے کا پابند ہوگا، حج بدل کرانے والے کے مال سے اس کی اجازت کے بغیر لینا جائز نہیں ہوگا، چنانچہ اگر حج بدل کرنے والا حج بدل سے فارغ ہونے کے بعد واپس آنے سے پہلے قیام کے زمانہ میں اپنی طرف سے عمرہ کرے، اور اس عمرہ پر آنے والے اضافی اخراجات حج بدل کرنے والے کے مال میں سے نہ کرے، بلکہ

﴿ گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ ﴾

الإقامة بمكة خمسة عشر يوما سقطت نفقته من مال المیت ثم إذا عاد تعود نفقته عند محمد وهو الظاهر وعند أبي يوسف لا تعود، ولو خرج من مكة مسيرة سفر لحاجة نفسه سقطت نفقته من مال المیت فی رجوعه، وإن توطن بمكة سقطت نفقته قل أو كثر ثم إذا عاد لا تعود بالاتفاق، وإن كانت الإقامة بها قدر العادة حتى تخرج القافلة لا تسقط للضرورة، وكذا إذا دخل في الطريق بلدة، فإن أقام بها القدر المعتاد فنفقته لا تسقط، وإلا سقطت حتى يخرج منها ولو تعجل إلى مكة في رمضان تكون نفقته من مال نفسه إلى عشر ذي الحجة، وينبغي أن ينفق في الطريق من مال المیت لا غير فإن أنفق من ماله شيئا فإن كان الأكثر مال المیت جاز عنه وإلا فلا ويضمن مال المیت وقال السرخسي: وهذه المسألة تدل على أن الحج يقع للمیت؛ إذ لو كان له ثواب الإنفاق لا غير لحصل له بذلك، ويؤيد هذا أنه يجب عليه أن ينويه عن المیت، ولو سلك طريقا آخر أبعد من المعتاد وتكون النفقة فيه أكثر فإن كان مما يسلكه الناس فله ذلك وله أن يشتري حمارا يركبه (تبيين الحقائق، ج ۲ ص ۸۸، كتاب الحج، باب الحج عن الغير)

۱۔ قالوا وينبغي أن يكون الحاج رجلاً حياً مرة. مريض أو شيخ دفع إلى رجل مالا ليحج عنه حجة الإسلام أراد أن ما يفضل عن الحج من النفقة والقيام وغير ذلك يكون للمدفع إليه قال ابن شجاع رحمه الله تعالى الحيلة في ذلك أن يقول دافع المال للمدفع إليه وكلنك أن تهب الفضل من نفسك وتقبضه لنفسك فيهبه من نفسه (فتاوى قاضيان، ج ۱ ص ۲۰۴، كتاب الحج)

اپنے مال میں سے کرے، تو اس میں کوئی حرج نہیں۔

البتہ اگر حج بدل کرنے والا عام عرف و رواج سے زیادہ وہاں قیام کرے، تو اس زمانہ کے قیام و طعام کے اخراجات حج بدل کرانے والے کے مال میں سے اس کی اجازت کے بغیر لینا جائز نہیں۔

حج بدل کے لیے مال فراہم کرنے والے نے اگر اضافی اخراجات مثلاً مدینہ منورہ کے سفر اور وہاں قیام و طعام کے اخراجات کی اجازت دی ہو تو اس مال میں سے یہ اخراجات کرنا جائز ہے، جبکہ فضول اخراجات نہ کیے جائیں، اور اگر اس نے اجازت نہ دی ہو تو پھر جائز نہیں، آجکل اکثر و بیشتر مدینہ منورہ کے سفر اور قیام کے اخراجات حج کی درخواست کے ساتھ جبری طور پر کاٹ لیے جاتے ہیں، اس لیے اگر کسی نے صراحتاً اس کی اجازت نہ دی ہو تو بھی عرف و رواج کی وجہ سے یہ اخراجات حج بدل کرنے والے کو دوسرے کے مال میں سے وصول کرنا دلائل اجازت کی وجہ سے جائز ہوگا۔ ۱

مسئلہ نمبر ۲۵..... دوسرے کی طرف سے حج بدل کے بجائے اپنے مال میں سے دوسرے کے لئے حج نفل کرنا بھی جائز ہے، خواہ وہ دوسرا زندہ ہو یا فوت ہو چکا ہو اور خواہ اس نے اس

۱۔ اور جیسا کہ پہلے گزر چکا ہے کہ حج بدل کرنے والے پر مال کے استعمال کی یہ پابندیاں استیجار علی الحج کے عدم جواز کی صورت میں ہیں، اور جن فقہائے کرام کے نزدیک استیجار علی الحج جائز ہے، ان کے نزدیک جتنا مال نائب کے لئے اجرت میں مقرر کیا جائے، اس کا وہ مالک ہے، اور اس کو اس میں حسبِ منشاء تصرف کا حق ہے۔

ولو أحج رجلاً يؤدى الحج ويقوم بمكة جاز والأفضل أن يحج ويرجع وإذا فرغ المأمور بالحج من الحج ونوى الإقامة خمسة عشر يوماً فصاعداً أنفق من مال نفسه ولو أنفق من مال الأمر يضمن فإن أقام بها أياماً من غير نية الإقامة قال أصحابنا: إنه إن أقام إقامة معتادة مقدار ما يقيم الناس بها عادة؛ فالنفقة في مال المحجوج عنه، وإن أقام أكثر من ذلك فالنفقة في ماله وهذا كان في زمانهم فاما في زماننا فلا يمكن الخروج للأفراد والآحاد ولا لجماعة قليلة من مكة إلا مع القافلة فما دام منتظراً خروج القافلة فنفقته في مال المحجوج عنه (الفتاوى الهندية، ج ۱، ص ۲۵۸، كتاب المناسك، الباب الرابع عشر في الحج عن الغير)

ابن سماعہ عن محمد رحمہ اللہ: المأمور بالحج إذا حج عن الأمر، ثم أحرم بعمره ينفق من مال نفسه ما دام معتمراً؛ لأنه في العمرة عامل لنفسه، فإذا انصرف أنفق من مال الأمر؛ لأنه مأمور بالانصراف (المحيط البرهانی، ج ۲، ص ۳۷۸، كتاب المناسك، الفصل الخامس عشر)

کی اجازت دی ہو، یا نہ دی ہو، بلکہ دوسرے کو علم ہو یا نہ ہو، کیونکہ حج نفل کا مقصد دوسرے کو ایصالِ ثواب کرنا ہے، جو زندہ کے لئے بھی جائز ہے، اور فوت شدہ کے لئے بھی۔ ۱۔

۱۔ حج النفل عن الغير:

مشروعیت: اتفاق الجمهور على مشروعية حج النفل عن الغير بإطلاق، وهو مذهب الحنفية وأحمد . وأجازه المالكية أيضا مع الكراهة فيه وفي النيابة في الحج المنذور أما الشافعية ففصلوا وقالوا : لا تجوز الاستئابة في حج النفل عن حي ليس بمعضوب، ولا عن ميت لم يوص به.

أما الميت الذى أوصى به والحي المعضوب إذا استأجر من يحج عنه، ففيه قولان مشهوران للشافعية: أصحهما الجواز، وأنه يستحق الأجرة.

والقول الآخر عدم الجواز، لأنه إنما جاز الاستئابة في الفرض للضرورة، ولا ضرورة، فلم تجز الاستئابة فيه، كالصحيح، ويقع عن الأجير، ولا يستحق الأجرة.

ويدل للجمهور على صحة حج النفل عن الغير المستطيع بنفسه أنها حجة لا تلزمه بنفسه، فجاز أن يستتب فيها كالمعضوب.

ولأنه يتوسع في النفل ما لا يتوسع في الفرض، فإذا جازت النيابة في الفرض فلأن تجوز في النفل أولى (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج ۱، ص ۷۷، حج النفل عن الغير، مادة "حج")

أما بالنسبة لحج التطوع فعند الحنفية تجوز فيه الاستئابة بعذر وبدون عذر، وعند الحنابلة إن كان لعذر جاز وإن كان لغير عذر ففيه روايتان:

إحداهما يجوز؛ لأنها حجة لا تلزمه بنفسه، فجاز أن يستتب فيها كالمعضوب.

والرواية الثانية لا يجوز، لأنه قادر على الحج بنفسه، فلم يجز أن يستتب فيه كالفرض، وللشافعية قولان فيما إذا كان بعذر: أحدهما لا يجوز؛ لأنه غير مضطر إلى الاستئابة فيه، فلم تجز الاستئابة فيه كالصحيح، والثاني يجوز، وهو الصحيح؛ لأن كل عبادة جازت النيابة في فرضها جازت النيابة في نفلها. وتكره الاستئابة في التطوع عن المالكية.

وما مر إنما هو بالنسبة للحي. أما الميت فعند الحنابلة والشافعية: من مات قبل أن يتمكن من أداء الحج سقط فرضه، ولا يجب القضاء عنه، وإن مات بعد التمكن من الأداء ولم يؤد لم يسقط الفرض، ويجب القضاء من تركه، لما روى بريدة قال: أتت النبي صلى الله عليه وسلم امرأة فقالت: يا رسول الله إن أمي ماتت، ولم تحج فقال لها النبي صلى الله عليه وسلم: حجى عن أمك، ولأنه حق تدخله النيابة حال الحياة، فلم يسقط بالموت، كدين آدمي، ومثل ذلك الحج المنذور؛ لما روى ابن عباس قال: أتى رجل النبي صلى الله عليه وسلم فقال له: إن أختي نذرت أن تحج، وإنها ماتت، فقال النبي صلى الله عليه وسلم: لو كان عليها دين أكنت قاضيه؟ قال: نعم. قال: فاقض الله فهو أحق بالقضاء. وعند الحنفية والمالكية: من مات ولم يحج فلا يجب الحج عنه، إلا أن يوصى بذلك، فإذا أوصى حج من تركه. وإذا لم يوص بالحج عنه، فتبرع الوارث بالحج بنفسه، أو بالإحجاج عنه رجلا جاز، ولكن مع الكراهة عند المالكية (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج ۲، ص ۳۳۶، النيابة في أداء العبادات، مادة "نيابة")

مسئلہ نمبر ۲۶..... جو شخص اپنا فرض حج ادا کر چکا ہے، وہ اگر بعد میں کسی دوسرے کو ثواب پہنچانے کے لئے حج کرے، تو ایسا کرنا جائز ہے، لیکن اگر اس نے خود اپنا فرض حج ادا نہیں کیا، تو پھر اس کو ایسا کرنا جائز نہیں ہے، بلکہ اسے پہلے اپنے حج کا فریضہ ادا کرنا ضروری ہے۔ ۱۔
مسئلہ نمبر ۲۷..... دوسرے کے لئے نفل حج کرنے والے کے لئے بھی ضروری ہے کہ اُس میں اہلیت ہو، کہ وہ مسلمان ہو، اور عاقل ہو۔ ۲۔

مسئلہ نمبر ۲۸..... جس طرح دوسرے کی طرف سے حج بدل یا حج نفل کرنا جائز ہے، اسی طرح دوسرے کی طرف سے عمرہ کرنا بھی جائز ہے۔ ۳۔

۱۔ النیابة فی حالة القدرة علی الحج بنفسه: الحج إما أن یکون فرضاً، وإما أن یکون نذراً، وإما أن یکون تطوعاً. فإن کان الحج فرضاً، فقد اتفق الفقهاء علی أنه لا یجوز للقادِر أن یتستیب من یحج عنه، وكذا الحج المنذور عند الجمهور خلافاً للمالکیة الذین یرون کراهته. وأما إن کان الحج حج تطوع، وکان المستتیب قد أدى حجة الإسلام، وهو قادر علی الحج بنفسه، فقد اختلف الفقهاء فی جواز الاستنابة: فذهب الحنفیة، والحنابلة فی المذهب، إلی أنه تجوز الاستنابة. ویری المالکیة کراهة الاستنابة.

وذهب الشافعیة والحنابلة فی الروایة الثانیة، إلی عدم جواز الاستنابة، وینظر التفصیل فی مصطلح (حج ف) (الموسوعة الفقهیة الكويتیة، ج ۲، ص ۳۶، النیابة فی حالة القدرة علی الحج بنفسه) ۲۔ شروطه: یشترط لصحة حج النفل عن الغیر:

الإسلام، والعقل، والتمیز، وقیده الحنفیة بالمراهق، وأن یکون النائب قد حج الفرض عن نفسه، ولیس علیه حج آخر واجب، وذلك عند الشافعیة والحنابلة كما یشترط نية الحاج النائب الحجة عن الأصل (الموسوعة الفقهیة الكويتیة، ج ۱، ص ۷۷ و ص ۷۸، حج النفل عن الغیر)

۳۔ النوع الثالث: العبادات المشتملة علی البدن والمال: العبادات المشتملة علی البدن والمال هی الحج والعمرة. وقد ذهب الجمهور إلی مشروعیة الحج عن الغیر، وقابلیته للنیابة للعذر المیتوس من زواله بالنسبة للحی، وذهب مالک علی المعتمد فی مذهبه، إلی أن الحج لا یقبل النیابة لا عن الحی ولا عن المیت، معذوراً أو غیر معذوراً، والتفصیل فی مصطلح (حج ف) ۱۲ او ما بعدها، وأداء ۱۶، وعبادة ف ۷. أما العمرة فتقبل النیابة فی الجملة، والتفصیل فی مصطلح (عمرة ف ۳۸) (الموسوعة الفقهیة الكويتیة، ج ۲، ص ۳۱، العبادات المشتملة علی البدن والمال)

ذهب الفقهاء فی الجملة إلی أنه یجوز أداء العمرة عن الغیر؛ لأن العمرة کالحج تجوز النیابة فیها؛

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

مسئلہ نمبر ۲۹..... اگر کوئی شخص دوسرے کے تعاون کے طور پر اس دوسرے کو اپنے مال سے حج کرائے اور اس کا مقصود حج بدل کرانا نہ ہو، بلکہ دوسرے کے حج کی اعانت و مدد کر کے ثواب حاصل کرنا ہو تو ایسا کرنا بھی جائز ہے، اور اس صورت میں اگر حج کرنے والا اپنے حج کی نیت سے حج کرے تو اس سے اس کے حج کا فریضہ ادا ہو جائے گا، خواہ حج کرنے والا شخص اس وقت غریب ہی کیوں نہ ہو، اور بعد میں مالدار ہی کیوں نہ ہو جائے، کیونکہ یہ صورت حج بدل کی نہیں ہے، بلکہ دوسرے کے حج کی مالی اعانت و مدد کر کے ثواب حاصل کرنے کی ہے۔

نقطہ

وَاللّٰهُ سُبْحَانَهُ وَتَعَالٰی اَعْلَمُ
وَعِلْمُهُ اَتَمُّ وَاَحْكَمُ.

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

لأن كلا من الحج والعمرة عبادة بدنية مالية ولهم في ذلك تفصيل:
ذهب الحنفية إلى أنه يجوز أداء العمرة عن الغير بأمره؛ لأن جوازها بطريق النيابة، والنيابة لا تثبت إلا بالأمر، فلو أمره أن يعتمر فأحرم بالعمرة واعتمر جاز؛ لأنه فعل ما أمر به.
وذهب المالكية إلى أنه تكره الاستئابة في العمرة وإن وقعت صحت.
وقال الشافعية: تجوز النيابة في أداء العمرة عن الغير إذا كان ميتاً أو عاجزاً عن أدائها بنفسه، فمن مات وفي ذمته عمرة واجبة مستقرة بأن تمكن بعد استطاعته من فعلها ولم يؤدها حتى مات. وجب أن تؤدى العمرة عنه من تركته، ولو أداها عنه أجنبي جاز ولو بلا إذن كما أن له أن يقضى دينه بلا إذن. وتجوز النيابة في أداء عمرة التطوع إذا كان عاجزاً عن أدائها بنفسه، كما في النيابة عن الميت. وذهب الحنابلة إلى أنه لا تجوز العمرة عن الحي إلا بإذنه؛ لأنها عبادة تدخلها النيابة، فلم تجز إلا بإذنه، أما الميت فتجوز عنه بغير إذنه (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج ۳۰ ص ۳۲۸ و ۳۲۹، أداء العمرة عن الغير، مادة "عمرة")

احرام باندھ کر رکاوٹ پیدا یا محصر ہو جانے کا حکم

اللہ تعالیٰ کا قرآن مجید میں ارشاد ہے کہ:

وَأَتِمُّوا الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ لِلَّهِ فَإِنْ أُخْصِرْتُمْ فَمَا اسْتَيْسَرَ مِنَ الْهَدْيِ وَلَا تَحْلِقُوا رُءُوسَكُمْ حَتَّى يَبْلُغَ الْهَدْيُ مَحَلَّهُ (سورة البقرة، آية ۱۹۶)

ترجمہ: اور تم حج کو اور عمرہ کو اللہ کے لئے پورا کرو، پھر اگر تم محصر ہو جاؤ، تو جو ہدی میسر ہو، اور تم اپنے سروں کو نہ منڈاؤ جب تک کہ ہدی اپنے محل پر نہ پہنچ جائے

(سورة بقرہ)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَرَجَ مُعْتَمِرًا، فَحَالَ كُفَّارٌ قُرَيْشٍ بَيْنَهُ وَبَيْنَ الْبَيْتِ، فَنَحَرَ هَذِيهً وَحَلَقَ رَأْسَهُ بِالْحَذِييَةِ، وَقَاضَاهُمْ عَلَى أَنْ يَعْتَمِرَ الْعَامَ الْمُقْبِلَ (بخاری، رقم الحديث ۴۲۵۲، باب

عمرة القضاء)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عمرہ کرنے کے لئے نکلے، تو قریش کے کفار آپ کے اور بیت اللہ کے درمیان حائل ہو گئے، تو آپ نے اپنی ہدی کو ذبح کیا، اور حدیبیہ میں اپنے سر کو منڈوا یا، اور قریش کے کفار سے اس بات پر فیصلہ (ومعاہدہ) فرمایا کہ آپ آئندہ سال عمرہ کریں گے (بخاری)

مذکورہ آیت اور حدیث سے معلوم ہوا کہ حج اور عمرہ کو شروع کرنے کے بعد پورا کرنا ضروری ہو جاتا ہے، خواہ وہ حج و عمرہ فرض ہو یا واجب یا نفل۔ ۱۔

۱۔ أما ما ندب إليه الشارع من السنن فإن كان حجا أو عمرة وشرع فيهما وجب عليه الإتمام باتفاق، لقوله تعالى: (وأتموا الحج والعمرة لله). وإن كان غيرهما فإتمامه بعد الشروع فيه محل خلاف (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج ۲۶، ص ۹۴، مادة شروع، ما يجب إتمامه بالشروع)

نیز یہ بھی معلوم ہوا کہ جب کوئی حج یا عمرہ کے احرام والا شخص دشمن وغیرہ کی وجہ سے حج یا عمرہ کے مناسک کی ادائیگی سے قاصر و عاجز ہو جائے، تو شریعت کی زبان میں ایسے شخص کو محصر اور اس عمل کو احصار کہا جاتا ہے۔ ۱

جس پر شریعت نے احرام سے نکلنے کے لئے حلال ہونے کا مخصوص طریقہ مقرر کیا ہے۔ ۲

۱۔ إحصار. التعريف:

من معانى الإحصار فى اللغة المنع من بلوغ المناسك بمرض أو نحوه، وهو المعنى الشرعى أيضا على خلاف عند الفقهاء فيما يتحقق به الإحصار.

واستعمل الفقهاء مادة (حصر) بالمعنى اللغوى فى كتبهم استعمالا كثيرا. ومن أمثلة ذلك: قول صاحب تنوير الأبصار وشارحه فى الدر المختار: "والمحصر فاقده الماء والتراب الطهورين، بأن حبس فى مكان نجس، ولا يمكنه إخراج مطهر، وكذا العاجز عنهما لمرض يؤخر الصلاة عند أبى حنيفة، وقالوا بتشبيه بالمصلين وجوبا، فيركع ويسجد إن وجد مكانا يابسا، وإلا يومه قائما ثم يعيد." ومنه أيضا قول صاحب تنوير الأبصار: "وكذا يجوز له أن يستخلف إذا حصر عن قراءة قدر المفروض." وقال أبو إسحاق الشيرازي: "ويجوز أن يصل بتيمم واحد ما شاء من النوافل؛ لأنها غير محصورة، فخفف أمرها." وتفصيله فى مصطلح (صلاة).

إلا أنهم غلبوا استعمال هذه المادة (حصر) ومشتقاتها فى باب الحج والعمرة للدلالة على منع المحصر من أركان النسك، وذلك اتباعا للقرآن الكريم، وتوافقت على ذلك عباراتهم حتى أصبح (الإحصار) اصطلاحا فقها معروفا ومشهورا.

ويعرف الحنفية الإحصار بأنه: هو المنع من الوقوف بعرفة والطواف جميعهما بعد الإحرام بالحج الفرض، والنفل، وفى العمرة عن الطواف، وهذا التعريف لم يعترض عليه. ويعرفه المالكية بأنه المنع من الوقوف والطواف معا أو المنع من أحدهما. وبمثل مذهب الشافعية هذا التعريف الذى أوردته الرملة الشافعية فى نهاية المحتاج، ونصه: "هو المنع من إتمام أركان الحج أو العمرة." وينطبق هذا التعريف للشافعية على مذهب الحنابلة فى الإحصار؛ لأنهم يقولون بالإحصار عن أى من أركان الحج أو العمرة، على تفصيل يسير فى كيفية التحلل لمن أحصر عن الوقوف دون الطواف (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج ۲ ص ۱۹۶، مادة "إحصار")

۲۔ الأصل التشريعى فى موجب الإحصار:

موجب الإحصار -إجمالا- التحلل بكيفية سيأتى تفصيلها. والأصل فى هذا المبحث حادثة الحديبية المعروفة، وفى ذلك نزل قوله تبارك وتعالى: (وأتموا الحج والعمرة لله فإن أحصرتم فما استيسر من الهدى ولا تحلقوا رؤسكم حتى يبلغ الهدى محله) وقال ابن عمر رضى الله عنهما: خرجنا مع رسول الله صلى الله عليه وسلم فحال كفار قريش دون البيت، فنحر النبى صلى الله عليه وسلم هديه وحلق رأسه. أخرجه البخارى (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج ۲ ص ۱۹۶، ۱۹۷، مادة "إحصار")

اب حج یا عمرہ سے محض یا احصار ہو جانے کے بارے میں چند اہم مسائل ذیل میں ملاحظہ فرمائیں۔

مسئلہ نمبر ۱..... حُرْم (یعنی حج یا عمرہ کے احرام باندھنے والے شخص) کے احصار کا بنیادی رُکن یہ ہے کہ وہ حج یا عمرہ کی ادائیگی سے قاصر و عاجز ہو جائے۔ ۱

مسئلہ نمبر ۲..... جس حُرْم کو دشمن کی طرف سے زکاوت پیدا ہونے کی وجہ سے بیٹ اللہ تک رسائی ممکن نہ رہے، تو ایسا شخص شرعی اعتبار سے محض کہلاتا ہے۔

اور حنفیہ کے نزدیک دشمن کی طرف سے زکاوت پیدا ہونے کے ساتھ ساتھ بیماری کی وجہ سے سفر جاری رکھنے یا سفر کے اخراجات ضائع ہو جانے کی وجہ سے بھی شرعاً احصار متحقق ہو جاتا اور وجود میں آ جاتا ہے۔ ۲

۱۔ ما يتحقق به الإحصار:

يتحقق الإحصار بوجود ركنه، وهو المنع من المضى في النسك، حجا كان أو عمرة، إذا توافرت فيه شروط بعضها متفق عليه وبعضها مختلف فيه (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج ۲ ص ۱۹۷، مادة "إحصار")

۲۔ نیز حنفیہ کے نزدیک عورت کے محرم یا شوہر کے راستے میں فوت ہو جانے کی وجہ سے بھی احصار متحقق ہو جاتا ہے، جبکہ اس سلسلہ میں دیگر فقہائے کرام کا موقف حج کے لئے محرم ہونے اور عدم عدت کی شرائط کے ذیل میں گزر چکا ہے۔

رکن الإحصار:

اختلف الفقهاء في المنع الذي يتحقق به الإحصار هل يشمل المنع بالعدو والمنع بالمرض ونحوه من العلل، أم يختص بالحصر بالعدو؟

فقال الحنفية: "الإحصار يتحقق بالعدو، وغيره، كالمرض، وهلاك النفقة، وموت محرم المرأة، أو زوجها، في الطريق"

ويتحقق الإحصار بكل حابس يحبس، يعني المحرم، عن المضى في موجب الإحرام. وهو رواية عن الإمام أحمد. وهو قول ابن مسعود، وابن الزبير، وعلقمة، وسعيد بن المسيب، وعروة بن الزبير، ومجاهد، والنخعي، وعطاء، ومقاتل بن حيان، وسفيان الثوري، وأبي ثور.

ومذهب المالكية: أن الحصر يتحقق بالعدو، والفتنة، والحبس ظلماً. كذلك هو مذهب الشافعية والمشهور عند الحنابلة، مع أسباب أخرى من الحصر بما يقهر الإنسان، مما سيأتي ذكره، كمنع الزوج زوجته عن المتابعة.

واتفقت المذاهب الثلاثة على أن من يتعذر عليه الوصول إلى البيت بحاصر آخر غير العدو،

﴿بقية حاشية اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

مسئلہ نمبر ۳۸..... شرعی اعتبار سے احصار یا محصر ہونے کے لئے یہ شرط اور ضروری ہے کہ حج یا

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

کالحصر بالمرض أو بالعرج أو بذهاب نفقة ونحوه، أنه لا يجوز له التحلل بذلك. لكن من اشترط التحلل إذا حبسه حابس له حكم خاص عند الشافعية والحنابلة يأتي بيانه إن شاء الله تعالى.

وهذا القول ينفي تحقق الإحصار بالمرض ونحوه من علة وهو قول ابن عباس وابن عمر وطاوس والزهرى وزيد بن أسلم ومروان بن الحكم .

استدل الحنفية ومن معهم بالأدلة من الكتاب والسنة والمعقول :

أما الكتاب فقوله تعالى : (فإن أحصرتم فما استيسر من الهدى) ووجه دلالة الآية قول أهل اللغة إن الإحصار ما كان بمرض أو علة، وقد عبرت الآية بأحصرتم، فدل على تحقق الإحصار شرعا بالنسبة للمرض وبالعدو. وقال الجصاص " : لما ثبت بما قدمته من قول أهل اللغة أن اسم الإحصار يختص بالمرض، وقال الله (فإن أحصرتم فما استيسر من الهدى) وجب أن يكون اللفظ مستعملا فيما هو حقيقة فيه، وهو المرض، ويكون العدو داخلا فيه بالمعنى ."

وأما السنة : فقد أخرج أصحاب السنن الأربعة بأسانيد صحيحة، كما قال النوى ، عن عكرمة، قال : سمعت الحجاج بن عمرو الأنصاري قال : قال رسول الله صلى الله عليه وسلم : من كسر أو عرج فقد حل، وعليه الحج من قابل . قال عكرمة : سألت ابن عباس وأبا هريرة عن ذلك فقالا : صدق . وفي رواية عند أبي داود وابن ماجه : من كسر أو عرج أو مرض . . .

وأما العقل : فهو قياس المرض ونحوه على العدو بجامع الحبس عن أن كان النسك في كل، وهو قياس جلي، حتى جعله بعض الحنفية أولويا . واستدل الجمهور بالكتاب والآثار والعقل :

أما الكتاب فآية : (فإن أحصرتم فما استيسر من الهدى) قال الشافعي " : فلم أسمع مخالفا ممن حفظت عنه ممن لقيت من أهل العلم بالتفسير في أنها نزلت بالحديبية . وذلك إحصار عدو، فكان في الإحصار إذن الله تعالى لصاحبه فيه بما استيسر من الهدى . ثم بين رسول الله صلى الله عليه وسلم أن الذى يحل منه المحرم الإحصار بالعدو، فرأيت أن الآية بأمر الله تعالى بإتمام الحج والعمرة لله عامة على كل حاج ومعتزم، إلا من استثنى الله، ثم سن فيه رسول الله صلى الله عليه وسلم من الإحصار بالعدو . وكان المريض عندى ممن عليه عموم الآية . "يعنى (وأتوا الحج والعمرة لله).

وأما الآثار : فقد ثبت من طرق عن ابن عباس أنه قال : لا حصر إلا حصر العدو، فأما من أصابه مرض، أو وجع، أو ضلال، فليس عليه شيء، إنما قال الله تعالى : (فيإذا أمتتم) وروى عن ابن عمرو والزهرى وطاوس وزيد بن أسلم نحو ذلك .

وروى الشافعي في الأم عن مالك -وهو عنده فى الموطأ -عن يحيى بن سعيد عن سليمان بن يسار أن عبد الله بن عمر، ومروان بن الحكم، وابن الزبير أفتوا ابن حنابلة المخزومي، وأنه صرح

﴿ببقية حاشية الگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

عمرہ یا ان دونوں میں سے کسی ایک کا احرام شروع ہونے کے بعد اس کی بنیادی ادائیگی میں رُکاوٹ پیدا ہوئی ہو۔ ۱

﴿گزشتہ صفحے کا نتیجہ حاشیہ﴾

ببعض طریق مکہ و هو محرم، أن يتداوى بما لا بد له منه، ويفتدى، فإذا صح اعتمر فحل من إحرامه، وكان عليه أن يحج عاما قابلا ويهدي. وهذا إسناد صحيح. وأما الدليل من المعقول: فقال فيه الشيرازی: "إن أحرم وأحصره المرض لم يعجز له أن يتحلل؛ لأنه لا يتخلص بالتحلل من الأذى الذي هو فيه، فهو كمن ضل الطريق." (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج ۲ ص ۹۷ تا ۹۹، مادة "إحصار"، ركن الإحصار) ۱۔ اور حنفیہ اور مالکیہ کے نزدیک اگر حج کا احرام باندھا ہو، تو احصار تحقق ہونے کے لئے وقف عرفہ سے رُکاوٹ پیدا ہونا شرط ہے۔

اور اگر عمرہ کا احرام باندھا ہو، تو بالاجماع اکثر طواف سے رُکاوٹ پیدا ہونے سے احصار تحقق ہوتا ہے۔ شروط تحقق الإحصار:

لم ينص الفقهاء صراحة على شروط تحقق الإحصار أنها كذا وكذا، ولكن يمكن استخلاصها، وهي:

الشرط الأول: سبق الإحرام بالنسك، بحج أو عمره، أو بهما معا؛ لأنه إذا عرض ما يمنع من أداء النسك، ولم يكن أحرم، لا يلزمه شيء. ويتحقق الإحصار عن الإحرام الفاسد كالصحيح، ويستتبع أحكامه أيضا.

الشرط الثاني: ألا يكون قد وقف بعرفة قبل حدوث المانع من المتابعة، إذا كان محرما بالحج. وهذا عند الحنفية والمالكية، أما عند الشافعية والحنابلة فيتحقق الإحصار عن الطواف بالبيت، كما سيتضح في أنواع الإحصار.

أما في العمرة فالإحصار يتحقق بمنعه عن أكثر الطواف بالاجماع.

الشرط الثالث: أن يئأس من زوال المانع، بأن يتيقن أو يغلب على ظنه عدم زوال المانع قبل فوات الحج، "بحيث لم يبق بينه وبين ليلة النحر زمان يمكنه فيه السير لو زال العذر."

وهذا نص عليه المالكية والشافعية، وقدر الرملي الشافعي المدة في العمرة إلى ثلاثة أيام. فإذا وقع مانع يتوقع زواله عن قريب فليس بإحصار. ويشير إلى أصل هذا الشرط لتعليل الحنفية بإباحة التحلل بالإحصار بأنه معلل بمشقة امتداد الإحرام.

الشرط الرابع: نص عليه المالكية وتفردوا به، وهو ألا يعلم حين إحرامه بالمانع من إتمام الحج أو العمرة. فإن علم فليس له التحلل، ويبقى على إحرامه حتى يحج في العام القابل، إلا أن يظن أنه لا يمنعه فمنعه، فله أن يتحلل حينئذ، كما وقع للنبي صلى الله عليه وسلم أنه أحرم بالعمرة عام الحديبية عالما بالعدو، ظانا أنه لا يمنعه، فمعه العدو، فلما منعه تحلل (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج ۲ ص ۹۹، مادة "إحصار"، شروط تحقق الإحصار)

مسئلہ نمبر ۳۰..... اگر کوئی مرد یا عورت حج کے احرام میں داخل ہونے کے بعد وقوف عرفہ اور طواف زیارت دونوں کی ادائیگی سے عاجز و قاصر ہو گیا، تو اس کے شرعی مُحصر اور اس عمل کے شرعی احصار ہونے اور اس پر شرعی احصار کے احکام جاری ہونے میں شبہ نہیں۔ اور اگر وقوف عرفہ کی ادائیگی سے تواجیز و قاصر ہو گیا، لیکن طواف زیارت کی ادائیگی سے قاصر نہیں ہوا، تو بھی حنفیہ کے نزدیک ایسا شخص شرعی مُحصر کہلاتا ہے، اور اس پر شرعی احصار کے احکام جاری ہوتے ہیں۔

اور اگر وقوف عرفہ ادا کر چکا ہے، اور اس کے بعد طواف زیارت وغیرہ کی ادائیگی میں رُکاوٹ پیدا ہو گئی، تو وہ شرعاً مُحصر نہیں کہلاتا۔ ۱۔

۱۔ أنواع الإحصار: بحسب الركن المحصر عنه، يتنوع الإحصار بحسب الركن الذى أحصر عنه المحصر ثلاثة أنواع:

الأول: الإحصار عن الوقوف بعرفة وعن طواف الإفاضة:

هذا الإحصار يتحقق به الإحصار الشرعى، بما يترتب عليه من أحكام ستأتى وذلك باتفاق الأئمة، مع اختلافهم فى بعض أسباب الإحصار.

الثانى: الإحصار عن الوقوف بعرفة دون الطواف:

من أحصر عن الوقوف بعرفة، دون الطواف بالبيت، فليس بمحصر عند الحنفية، وهو رواية عن أحمد. ووجه ذلك عندهم أنه يستطيع أن يتحلل بمناسك العمرة، فيجب عليه أن يؤدى مناسك العمرة بالإحرام السابق نفسه. ويتحلل بتلك العمرة. قال فى المسلك المتقسط: "وإن منع عن الوقوف فقط يكون فى معنى فائت الحج، فيتحلل بعد فوت الوقوف عن إحرامه بأفعال العمرة، ولا دم عليه، ولا عمرة فى القضاء."

وهذا يفيد بظاھرہ أنه ينتظر حتى يفوت الوقوف، فيتحلل بعمرة، أى بأعمال عمرة بإحرامه السابق، كما صرح بذلك فى المبسوط بقوله: "إن لم يكن ممنوعاً من الطواف يمكنه أن يصبر حتى يفوته الحج، فيتحلل بالطواف والسعى" ومذهب المالكية والشافعية أنه يعتبر من أحصر عن الوقوف فقط محصراً، ويتحلل بأعمال العمرة. لكنه وإن تشابهت الصورة عند هؤلاء الأئمة إلا أن النتيجة تختلف فيما بينهم. فالحنفية يعتبرونه تحلل فائت حج، فلا يوجبون عليه دماً، ويعتبره المالكية والشافعية تحلل إحصار، فعليه دم أما الحنابلة فقالوا: "لأنه أن يفسخ نية الحج، ويجعله عمرة، ولا هدى عليه، لإباحة ذلك له من غير إحصار، ففيه أولى، فإن كان طاف وسعى للقدوم ثم أحصر أو مرض، حتى فاته الحج، تحلل بطواف وسعى آخر، لأن الأول لم يقصد به طواف العمرة ولا سعيها، وليس عليه أن يجدد إحراماً."

﴿بقية حاشية اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

مسئلہ نمبر ۵..... جب کوئی مرد یا عورت احرام کے بعد مُحْضَر ہو جائے، تو اس کے احرام سے نکلنے کے لئے شریعت نے جو طریقہ مقرر کیا ہے، اُس کو ”تَحْلُل“، یعنی احرام کی پابندیوں سے حلال ہونا اور چھٹکارا پانا کہا جاتا ہے۔ ۱

﴿ گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ ﴾

الثالث: الإحصار عن طواف الركن: مذهب الحنفية والمالكية أن من وقف بعرفة ثم أحصر لا يكون محصرا، لوقوع الأمن عن الفوات، كما قال الحنفية. وبفعل ما سوى ذلك من أعمال الحج، ويظل محرما في حق النساء حتى يطوف طواف الإفاضة.

وقال الشافعية: إن منع المحرم من مكة دون عرفة وقف وتحلل، ولا قضاء عليه في الأظهر. وأما الحنابلة ففرقوا بين أمرين فقالوا:

إن أحصر عن البيت بعد الوقوف بعرفة قبل رمي الجمرة فله التحلل.

وإن أحصر عن طواف الإفاضة بعد رمي الجمرة فليس له أن يتحلل.

واستدلوا على التحلل في الصورة الأولى في الإحصار قبل الرمي بأن "الحصر يفيد التحلل من جميعه، فأفاد التحلل من بعضه."

وهو دليل لمذهب الشافعية أيضا.

واستدلوا لعدم التحلل بعد رمي جمرة العقبة إذا أحصر عن البيت: بأن إحرامه أى بعد الرمي عندهم إنما هو عن النساء، والشرع إنما ورد بالتحلل الإحرام التام الذى يحرم جميع محظوراته، فلا يثبت التحلل -بما ليس مثله- متى زال الحصر أتى بالطواف، وقد تم حجه (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج ۲ ص ۲۰۰، وص ۲۰۱، مادة "إحصار"، أنواع الإحصار)

۱ اور اگر کوئی تَحْلُل کو اختیار نہ کرے، اور اس احرام کو جاری رکھ کر احصار کے زائل ہونے کا انتظار کرے، تو اس کو "مصايرة" کہا جاتا ہے۔

التحلل لغة: أن يفعل الإنسان ما يخرج به من الحرمة

واصطلاحا: هو فسخ الإحرام، والخروج منه بالطريق الموضوع له شرعا.

جواز التحلل للمحصر:

إذا تحقق للمحصر وصف الإحصار فإنه يجوز له التحلل.

وهذا الحكم متفق عليه بين العلماء، كل حسب الأسباب التي يعتبرها موجهة لتحقيق الإحصار الشرعي. والأصل في الإحرام وجوب المضى على المحرم في النسك الذى أحرم به، وألا يخرج من إحرامه إلا بتمام موجب هذا الإحرام، لقوله تعالى (وأتموا الحج والعمرة لله)

لكن جاز التحلل للمحصر قبل إتمام موجب إحرامه استثناء من هذا الأصل، لما دل عليه الدليل الشرعي.

والدليل على جواز التحلل قوله تعالى: (فإن أحصرتم فما استيسر من الهدى)

﴿ بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں ﴾

مسئلہ نمبر ۶..... منجھڑ کے تحلل یا احرام سے حلال ہونے کا مقصد حاصل کرنے کے لئے ہدی کا ذبح کرنا ضروری ہے، اور ہدی اُس جانور کی جائز ہے، جس جانور کی قربانی جائز ہے، مثلاً اونٹ، گائے، بکری، دُنَب وغیرہ۔ ۱

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

وجه الاستدلال بالآية: أن الكلام على تقدير مضمّر، ومعناه والله أعلم، فإن أحصرتم عن إتمام الحج أو العمرة، وأردتم أن تحلوا فاذبحوا ما تيسر من الهدى. والدليل على هذا التقدير أن الإحصار نفسه لا يوجب الهدى، ألا ترى أن له أن لا يتحلل ويبقى محرماً كما كان، إلى أن يزول المانع، فيمضي في موجب الإحرام. ومن السنة: فعليه صلى الله عليه وسلم فقد تحلل وأمر أصحابه بالتحلل عام الحديبية حين صدمهم المشركون عن الاعتماد بالبيت العتيق، كما وردت الأحاديث الصحيحة السابقة. المفاضلة بين التحلل ومصابرة الإحرام: أطلق الحنفية الحكم على المحصر أنه "جائز له التحلل" وأنه رخصة في حقه، حتى لا يمتد إحصاره، فيشق عليه، وأن له أن يبقى محرماً. يرجع إلى أهله بغير تحلل ويعتبر محرماً حتى يزول الخوف.

وقال المالكية إن منعه بعض ما ذكر من أسباب الإحصار الثلاثة المعتبرة عندهم، عند إتمام حج، بأن أحصر عن الوقوف والبيت معاً، أو عن إكمال عمرة، بأن أحصر عن البيت أو السعى، فله التحلل بالنية، مما هو محرّم به، في أي محل كان، قارب مكة أو لا، دخلها أو لا. وله البقاء لقابل أيضاً، إلا أن تحلله أفضل.

أما من منع عن إتمام نسكه بغير الأسباب الثلاثة (العدو والفتنة والحبس) كالمرض، فإن قارب مكة كره له إبقاء إحرامه بالحج لقابل، ويتحلل بفعل عمرة.

أما الشافعية ففرقوا بين حالي اتساع الوقت وضيقه: فإن كان الوقت واسعاً فالأفضل أن لا يعجل التحلل، فربما زال المنع فأتى الحج، ومثله العمرة، وإن كان الوقت ضيقاً فالأفضل تعجيل التحلل؛ لتلايفوت الحج. وذلك ما لم يغلب على ظن المحصر المحصر إدراكه بعد الحصر، أو إدراك العمرة في ثلاثة أيام فيجب الصبر، كما سبق. وأطلق الحنابلة فقالوا "المستحب له الإقامة مع إحرامه رجاء زوال الحصر، فمتى زال قبل تحلله فعليه المضي لإتمام نسكه.

والحاصل أن جواز التحلل متفق عليه، إنما اختلفوا في المفاضلة بينه وبين البقاء على الإحرام، فإن اختار المحصر التحلل تحلل متى شاء، إذا صنع ما يلزمه للتحلل، مما سيأتي ذكره في موضعه.

وهذا الحكم سواء فيه المحصر عن الحج، أو عن العمرة، أو عنهما معاً، عند عامة العلماء (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج ۲ ص ۲۰۵، و ص ۲۰۶، مادة "إحصار"، أحكام الإحصار)

۱۔ الهدى ما يهدى إلى الحرم من حيوان وغيره. لكن المراد هنا وفي أبحاث الحج خاصة: ما يهدى إلى الحرم من الإبل والبقر والغنم والماعز خاصة.

﴿بقية حاشيہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

مسئلہ نمبر ۷..... امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک اور امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کی ایک روایت کے مطابق جس جگہ حج یا عمرہ سے احصار واقع ہو اور زکاوٹ پیدا ہو، اُسی جگہ ہدی کا ذبح کرنا کافی ہے؛ لہذا اگر کوئی حرم کی حدود سے باہر محصر بنے، تو اس کو ہدی کا وہیں ذبح کرنا کافی ہے (اگرچہ اُس کو اپنی ہدی کا حرم کی حدود میں ذبح کرنا ممکن ہو) اور اگر حرم کی حدود میں محصر بنے، تو حرم کی حدود میں ہدی کا ذبح کرنا معتبر ہے۔

جبکہ حنفیہ کے نزدیک اور امام احمد رحمہ اللہ کی ایک روایت کے مطابق محصر کی ہدی کے ذبح ہونے کے لئے حرم کی حدود کا ہونا ضروری ہے، لہذا جب تک محصر کی طرف سے حرم کی حدود میں ہدی ذبح نہیں کی جائے گی، اُس وقت تک محصر کو احرام سے تحلل اختیار کرنا اور احرام کی پابندیوں سے آزاد ہونا جائز نہیں ہوگا۔

﴿گزشتہ صفحے کا نتیجہ حاشیہ﴾

حکم ذبح الہدی لتحلل المحصر:
 ذهب جمهور العلماء إلى وجوب ذبح الہدی علی المحصر، لکی يتحلل من إحرامه، وأنه لو بعث به واشتره، لا يحل ما لم يذبح.
 ما يجب من الہدی علی المحصر:
 اتفق الفقهاء على أن المحصر بالعمرة مفردة، أو الحج مفرداً، إذا أحصر يلزمه ذبح هدی واحد لتحلل من إحرامه.
 أما القارن فقد اختلفوا فيما يجب عليه من الہدی لتحلل بالإحصار: فذهب الشافعية والحنابلة إلى أنه يحل بدم واحد، حيث أطلقوا وجوب هدی علی المحصر دون تفصيل، والمسألة مشهورة. وذهب الحنفية إلى أنه لا يحل إلا بدمین يذبحهما فی الحرم.
 ومنشأ الخلاف هو اختلاف الفريقين فی حقيقة إحرام القارن. (انظر مصطلح إحرام).
 فالشافعية ومن معهم: القارن عندهم محرم بإحرام واحد يجوز عن الإحرامين: إحرام الحج وإحرام العمرة، لذلك قالوا: يكفيه طواف واحد وسعی واحد للحج والعمرة مقرونین، فالزموه إذا أحصر بهدی واحد.
 وأما الحنفية فالقارن عندهم محرم بإحرامين: إحرام الحج وإحرام العمرة، لذلك ألزموه بطوافین وسعیین، فالزموه إذا أحصر بهدیین. وقالوا: الأفضل أن يكونا معینین مبیینین، هذا لإحصار الحج، وهذا لإحصار العمرة، كما ألزموه فی جنایات الإحرام علی القرآن التي يلزم فیها المفرد دم ألزموا القارن بدمین، وكذا الصدقة (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج ۲ ص ۲۰۹ تا ۲۱۰، مادة "إحصار"، تعريف الہدی)

لہذا اگر کوئی شخص حرم کی حدود سے باہر محصر ہوا، اور اُس کو حرم کی حدود میں پہنچنا ممکن نہیں، تو اس کو کسی دوسرے کے واسطے سے حرم کی حدود میں اپنی ہدی ذبح کرنا ضروری ہے۔ ۱۔
مسئلہ نمبر ۸..... محصر کی طرف سے ہدی ذبح کر کے حلال ہونے کے لئے ہدی کے ذبح کا کوئی زمانہ اور وقت مقرر نہیں، بلکہ جس وقت بھی اُس کی ہدی ذبح ہو جائے، جائز ہے۔ ۲۔

۱۔ مکان ذبح ہدی الإحصار:

ذهب الشافعية والحنابلة في رواية إلى أن المحصر يذبح الهدى حيث أحصر، فإن كان في الحرم ذبحه في الحرم، وإن كان في غيره ذبحه في مكانه. حتى لو كان في غير الحرم وأمكنه الوصول إلى الحرم فذبحه في موضعه أجزأه على الأصح في المذهبين.
وذهب الحنفية - وهو رواية عن الإمام أحمد - إلى أن ذبح هدى الإحصار مؤقت بالمكان، وهو الحرم، فإذا أراد المحصر أن يتحلل يجب عليه أن يبعث الهدى إلى الحرم فيذبح بتوكيله نيابة عنه في الحرم، أو يبعث ثمن الهدى ليشترى به الهدى ويذبح عنه في الحرم. ثم لا يحل يبعث الهدى ولا بوصول إلى الحرم، حتى يذبح في الحرم، ولو ذبح في غير الحرم لم يتحلل من الإحصار، بل هو محرم على حاله. ويتواعد مع من يبعث معه الهدى على وقت يذبح فيه ليتحلل بعده. وإذا تبين للمحصر أن الهدى ذبح في غير الحرم فلا يجزى، وفي رواية أخرى عن أحمد أنه إن قدر على الذبح في أطراف الحرم ففيه وجهان. استدلال الشافعية والحنابلة بفعل النبي صلى الله عليه وسلم فيانه نحر هديه في الحديبية حين أحصر، وهي من الحل. بدليل قوله تعالى: (والهدى معكوا فأن يبلغ محله) واستدلوا كذلك من جهة العقل بما يرجع إلى حكمة تشريع التحلل من التسهيل ورفع الحرج، كما قال في المغني "لأن ذلك يفضي إلى تعذر الحل، لتعذر وصول الهدى إلى الحرم" أي وإذا كان كذلك دل على ضعف هذا الاشتراط.

واستدل الحنفية على توقيت ذبح الهدى بالحرم بقوله تعالى: (ولا تحلقوا رء وسكم حتى يبلغ الهدى محله)

وتوجيه الاستدلال بالآية عندهم من وجهين: الأول: التعبير "الهدى" الثاني: الغاية في قوله (حتى يبلغ الهدى محله) وتفسير قوله "محله" بأنه الحرم.
واستدلوا بالقياس على دماء القربات، لأن الإحصار دم قرابة، والإراقة لم تعرف قرابة إلا في زمان، أو مكان، فلا يقع قرابة دونه. أي دون توقيت بزمان ولا مكان، والزمان غير مطلوب، فتعين التوقيت بالمكان (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج ۲ ص ۲۱۰ و ۲۱۱، مادة "إحصار"، مكان ذبح هدى الإحصار)

۲۔ البتہ حنفیہ میں سے صاحبین کے نزدیک محصر عن الحج کی ہدی کے ذبح ہونے کے لئے ایامِ نحر خاص ہیں۔
زمان ذبح ہدی الإحصار:

ذهب أبو حنيفة والشافعي وأحمد - على المعتمد في مذهبه - إلى أن زمان ذبح الهدى هو مطلق

﴿بقية حاشية اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

مسئلہ نمبر ۹..... اگر کوئی محضر ہدی کے ذبح کرنے پر قادر نہ ہو، تو فقہائے احناف کے نزدیک اس کے لئے حلال ہونے کا کوئی دوسرا طریقہ نہیں؛ لہذا جب تک وہ ہدی ذبح نہیں کرے گا، تو اُس پر احرام کی پابندیاں لازم رہیں گی۔

اور شوافع اور حنابلہ کے نزدیک جو محضر ہدی کے ذبح کرنے سے عاجز و قاصر ہو، تو اُس کا بدل وہی ہے جو حج تمتع و قرآن کی ہدی کا بدل ہے، یعنی دس روزے رکھنا۔

لہذا ایسا شخص جب احرام کی پابندیوں سے نکلنے کے لئے دس روزے رکھ لے گا، تو ایسا سمجھا جائے گا، جیسا کہ اس نے ہدی ذبح کر دی ہے۔ ۱۔

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

الوقت، لا یتوقت بیوم النحر، بل أى وقت شاء المحصر ذبح هديه، سواء كان الإحصار عن الحج أو عن العمرة.

وقال أبو يوسف ومحمد -وهو رواية عن الإمام أحمد - لا يجوز الذبح للمحصر بالحج إلا في أيام النحر الثلاثة، ويجوز للمحصر بالعمرة متى شاء.

استدل الجمهور بقوله تعالى: (فإن أحصرتم فما استيسر من الهدى). فقد ذكر الهدى في الآية مطلقاً عن التوقيت بزمان، وتقبيده بالزمان نسخ أو تخصيص لنص الكتاب القطعي فلا يجوز إلا بدليل قاطع ولا دليل.

واستدل أبو يوسف ومحمد بأن هذا دم يتحلل به من إحرام الحج، فيختص بيوم النحر في الحج. وربما يعتبرانه بدم التمتع والقرآن فيقيسانه عليه، حيث إنه يجب أن يذبح في أيام النحر (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج ۲ ص ۲۱۱، مادة "إحصار"، زمان ذبح هدى الإحصار) ۱۔ ويتفرع على هذا الخلاف أن المحصر يستطيع على مذهب الجمهور أن يتحلل متى تحقق إحصاره بذبح التمتع.

وقال أبو حنيفة ومحمد، وهو قول عند الشافعية وهو المعتمد في المذهب الحنفى لا بدل للهدى. فإن عجز المحصر عن الهدى بأن لم يجده، أو لم يجد ثمنه، أو لم يجد من يبعث معه الهدى إلى الحرم بقى محرماً أبداً، لا يحل بالصوم، ولا بالصدقة، وليساً ببدل عن هدى المحصر. وأما المالكية فلا يجب الهدى من أصله على المحصر عندهم، فلا بحث في بدله عندهم. استدل الشافعية والحنابلة القائلون بمشروعية البدل لمن عجز عن الهدى بالقياس، ووجهه "أنه دم يتعلق وجوبه بإحرام، فكان له بدل، كدم التمتع".

وقاسوه أيضاً على غيره من الدماء الواجبة، فإن لها بدلاً عند العجز عنها (ر: إحرام). واستدل الحنفية بقوله تعالى: (ولا تحلقوا رءوسكم حتى يبلغ الهدى محله).

﴿بقية حاشية اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

مسئلہ نمبر ۱۰..... محصر کے حلال ہونے کے لئے ہدی ذبح کرنے کے بعد سر کے بال منڈوانا یا کٹوانا شرط اور ضروری نہیں۔

البتہ شوافع کے نزدیک رائج یہ ہے کہ شرط ہے۔ ۱

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

وجہ دلالت الآیہ کما قال فی البدائع " : نهى الله عن حلق الرأس ممدودا إلى غاية ذبح الهدى، والحكم الممدود إلى غاية لا ينتهي قبل وجود الغاية، فيقتضى أن لا يتحلل ما لم يذبح الهدى، سواء صام، أو أطعم، أو لا ."

و بتوجیہ آخر : أنه تعالى "ذكر الهدى، ولم يذكر له بدلا، ولو كان له بدل لذكره، كما ذكره في جزاء الصيد . " واستدلوا بالعقل وذلك "لأن التحلل بالدم قبل إتمام موجب الإحرام عرف بالنص، بخلاف القياس، فلا يجوز إقامة غيره مقامه بالرأى (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج ۲ ص ۲۱۱ تا ۲۱۳، مادة "إحصار")

مسألة قال: (فإن لم يكن معه هدى، ولا يقدر عليه، صام عشرة أيام، ثم حل) وجملة ذلك أن المحصر، إذا عجز عن الهدى، انتقل إلى صوم عشرة أيام، ثم حل . وبهذا قال الشافعي، في أحد قوليه .

وقال مالك، وأبو حنيفة: ليس له بدل؛ لأنه لم يذكر في القرآن . ولنا، أنه دم واجب للإحرام، فكان له بدل، كدم التمتع والطيب واللباس، وترك النص عليه لا يمنع قياسه على غيره في ذلك، ويتعين الانتقال إلى صيام عشرة أيام، كبذل هدى التمتع، وليس له أن يتحلل إلا بعد الصيام، كما لا يتحلل واجد الهدى إلا بنحره (المغنى لابن قدامة، ج ۳، ص ۳۳۰، مسألة المحصر إذا عجز عن الهدى)

وبخلاف المحصر إذا لم يجد الهدى بل وجد ثمنه يصوم ولا يلزمه الصبر للضرر بالإحصار : (أسنى المطالب في شرح روض الطالب لزكريا بن محمد بن زكريا الأنصاري، ج ۳، ص ۳۶۸، كتاب الكفارات، فصل عدول الرشيد إلى الصوم عند تعسر الرقبة)

۱۔ ثالثا: الحلق أو التقصير:

مذهب أبي حنيفة وأبي يوسف في رواية عنه -ومحمد ومالك وهو قول عند الحنابلة الحلق ليس بشرط لتحلل المحصر من الإحرام . ويحل المحصر عند الحنفية بالذبح بدون الحلق، وإن حلق فحسن، وصرح المالكية أن الحلق سنة .

وقال أبو يوسف في رواية ثانية: إنه واجب، ولو تركه لا شيء عليه . أى أنه سنة، وفي رواية ثالثة عن أبي يوسف أنه قال في الحلق للمحصر " : هو واجب لا يسعه تركه " وهو قوله آخر، وأخذ به الطحاوی .

والأظهر عند الشافعية وهو قول عند الحنابلة .

أن الحلق أو التقصير شرط للتحلل، وذلك بناء على القول بأن الحلق نسك من مناسك الحج

﴿بقية حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

مسئلہ نمبر ۱۱..... جب کوئی حج و عمرہ سے محض شخص ہدی ذبح کر کے (اور اس سے عاجز ہونے کی صورت میں بعض حضرات کے نزدیک دس روزے رکھ کر) احرام کی پابندیوں سے نکل جائے، تو حنفیہ کے نزدیک اگر اُس نے صرف حج کا احرام باندھا تھا، تو اُس پر آئندہ ایک حج اور ایک عمرہ کی اور اگر حج قرآن (یعنی ایک ساتھ عمرہ و حج) کا احرام باندھا تھا، تو ایک حج اور دو عمروں کی اور اگر صرف عمرہ کا احرام باندھا تھا، تو صرف عمرہ کی قضاء واجب ہوگی۔

جبکہ حنفیہ کے علاوہ دیگر فقہائے کرام کے نزدیک صرف اُسی چیز کی قضاء واجب ہوگی، جس کا

﴿ گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ ﴾

والعمره، كما هو المشهور الراجح في المذهبين ، ولا بد من نية التحلل بالحلق أو التقصير لما ذكر في النية عند الذبح.

استدل أبو حنيفة ومن معه بالقرآن وهو قوله تعالى: (فإن أحصرتم فما استيسر من الهدى) ووجه دلالة الآية: أن المعنى " : إن أحصرتم وأردتم أن تحلوا فاذبحوا ما استيسر من الهدى . جعل ذبح الهدى في حق المحصر إذا أراد الحل كل موجب الإحصار، فمن أوجب الحل فقد جعله بعض الموجب، وهذا خلاف النص .

واستدل الشافعية والحنابلة وأبو يوسف : بفعله صلى الله عليه وسلم عام الحديبية فإنه حلق، وأمر أصحابه أن يحلقوا ، ولما تباطئوا عظم عليه صلى الله عليه وسلم حتى بادر فحلق بنفسه، فأقبل الناس فحلقوا وقصروا، فدعا رسول الله صلى الله عليه وسلم اللهم اغفر للمحلقين قالوا: والمقصرون؟ ، فقال والمقصرون في الثالثة أو الرابعة .

ولولا أن الحلق نسك ما دعا لهم رسول الله صلى الله عليه وسلم . وإذا كان نسكا وجب فعله كما يجب عند القضاء لغير المحصر .

واستدل لهم أيضا بالآية (ولا تحلقوا رء وسكم حتى يبلغ الهدى محله) . ووجه الاستدلال بها أن التعبير بالغاية يقتضى "أن يكون حكم الغاية بضد ما قبلها، فيكون تقديره ولا تحلقوا رء وسكم حتى يبلغ الهدى محله فإذا بلغ فاحلقوا . وذلك يقتضى وجوب الحلق (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج ۲ ص ۲۱۳، وص ۲۱۴، مادة "إحصار")

وهل يلزمه الحلق أو التقصير مع ذبح الهدى أو الصيام؟ ظاهر كلام الخرقى، أنه لا يلزمه؛ لأنه لم يذكره . وهو إحدى الروايتين عن أحمد؛ لأن الله تعالى ذكر الهدى وحده، ولم يشترط سواه . والثانية، عليه الحلق أو التقصير؛ لأن النبي - صلى الله عليه وسلم - حلق يوم الحديبية، وفعله في النسك دل على الوجوب . ولعل هذا يبنى على أن الحلق نسك أو إطلاق من محذور، على ما يذكر في موضعه، إن شاء الله (المغنى لابن قدامة، ج ۳، ص ۳۳۰، مسألة المحصر إذا عجز عن الهدى)

احرام باندھ کر احصار پایا گیا تھا۔

چنانچہ اگر حج کا احرام باندھ کر احصار پایا گیا تھا تو صرف حج کی، اور اگر عمرہ کا احرام باندھ کر

احصار پایا گیا تھا تو صرف عمرہ کی قضاء واجب ہوگی۔ ۱۔

مسئلہ نمبر ۱۲..... احصار کے نتیجہ میں جو ہدی ذبح کی جاتی ہے، ذبح کرنے کے بعد اُس کا

گوشت زکاة کے مستحق فقیروں پر صدقہ کرنا واجب ہے، اور ہدی ذبح کرنے والے کو خود اُس

کا گوشت کھانا جائز نہیں۔ ۲۔

۱۔ ذهب الحنفية إلى أن المحصر عن الحج إذا تحلل وقضى فيما يستقبل يجب عليه حج وعمره، والقارن عليه حجة وعمرتان. أما المعتمر فيقضى العمرة فقط. وعليه نية القضاء في ذلك كله. وذهب الأئمة الثلاثة إلى أن النسك الذي وجب فيه القضاء للتحلل بالإحصار يلزم فيه قضاء ما فات به بالإحصار فحسب، إن حجة فحجة فقط، وإن عمرة فعمرة، وهكذا. وعليه نية القضاء عندهم أيضا استدلال الحنفية بما روى عن بعض الصحابة كابن مسعود وابن عباس، فإنهما قالا في المحصر بالحج " : عليه عمرة وحجة وذلك لا يكون إلا عن توقيف.

وتابعهما في ذلك علقمة، والحسن، وإبراهيم، وسالم، والقاسم، ومحمد بن سيرين .

واستدل الجمهور بحديث: من كسر أو عرج فقد حل، وعليه الحج من قابل. وجه الاستدلال به أنه لم يذكر العمرة، ولو كانت واجبة مع الحج لذكرها (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج ۲، ص ۲۱۸، مادة احصار، ما يلزم المحصر في القضاء)

ومنها أن المحصر إذا حل بالهدى فعليه قضاء حجة وعمرة من القابل أما الحجة فلا لأنه أوجبها بالشروع وإن كانت تطوعا وإن كانت حجة الإسلام وفاتت فعليه أداؤها وعليه قضاء عمرة لفوات الحج في عامة ذلك وفاتت الحج يتحلل بأفعال العمرة هذا هو الأصل.

فإذا خرج بالهدى فعليه قضاء العمرة التي يتحلل بها فائت الحج وإن كان قارنا يقضى حجة وعمرة مكان ما فاته من الحج والعمرة وعمرة أخرى لكونه فائت الحج (تحفة الفقهاء للسمرقندي، ج ۱، ص ۴۱۸، كتاب المناسك، باب آخر جمع في الكتاب مسائل الإحصار)

۲۔ اختلف الفقهاء في الأكل من هدايا الكفارات والإحصار:

فذهب جمهور الفقهاء (الحنفية والشافعية والحنابلة) إلى أنه لا يجوز للمهدي أن يأكل من هدايا الكفارات والإحصار ويجب عليه التصديق بلحمها بعد الذبح، لأنه إذا لم يجز أكله للمهدي ولا يتصدق به فإنه يؤدي إلى إضاعة المال وهو منهى عنه شرعا ويرى المالكية أنه يجوز للمهدي الأكل من هذه الهدايا. وعن أحمد أنه يجوز الأكل من هدى الإحصار وهدايا الكفارات عدا جزاء الصيد. وهو قول ابن عمر وعطاء والحسن وإسحاق واستدلوا على استثناء جزاء الصيد من جواز الأكل منه بأنه بدل. وقال ابن أبي موسى بجواز الأكل من هدى الإحصار (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج ۲، ص ۲۴۱، ۲۴۲، مادة هدى، دماء الكفارات وهدى الإحصار)

چند تحقیقی مسائل

آخر میں حج و عمرہ سے متعلق چند تحقیق طلب مسائل پر روشنی ڈالی جاتی ہے۔

حج اکبر اور حج اصغر کی تحقیق

آج کل عوام میں یہ بات بہت مشہور ہے کہ جمعہ کے دن واقع ہونے والا حج دوسرے دنوں کے مقابلے میں ستر درجے زیادہ فضیلت رکھتا ہے۔

اس کے علاوہ یہ بھی مشہور ہے کہ جو حج جمعہ کے دن واقع ہو رہا ہو، وہ حج اکبر کہلاتا ہے، جس کا اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ذکر فرمایا ہے۔

اور اسی وجہ سے جس سال وقوف عرفہ جمعہ کے دن واقع ہو رہا ہو، اس مرتبہ اس کو حج اکبر سمجھ کر اس کی فضیلت حاصل کرنے کے لئے لوگوں کی بہت بڑی تعداد حج کی ادائیگی کے لئے جمع ہو جاتی ہے، اور دنیا کے مختلف اطراف سے بہت سے لوگ اس کو ستر مرتبہ حج کا درجہ دیتے ہوئے اس میں شرکت کا اہتمام کرتے ہیں، خواہ ان کا نفلی حج ہی کیوں نہ ہو، اور پھر حج کے زمانے میں اتنا ہجوم ہو جاتا ہے کہ جس کی وجہ سے لوگوں کو حج کے مناسک کی ادائیگی میں غیر معمولی مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔

تو اس بارے میں سمجھ لینا چاہئے کہ جمعہ کا دن بلاشبہ اپنی ذات میں دوسرے دنوں کے مقابلہ میں فضیلت والا دن ہے، اور اسی وجہ سے اس دن کا نیک عمل دوسرے دنوں کے مقابلہ میں زیادہ فضیلت کا باعث ہے، بشرطیکہ وہ عمل شریعت اور اخلاص کے مطابق ہو، اور اس میں کوئی خرابی شامل نہ ہو۔

اور جمعہ کے دن کی گونا گوں فضیلتوں کی وجہ سے ہی بہت سے اہل علم حضرات نے جمعہ کے دن حج کی فضیلت کو تسلیم کیا ہے۔

لیکن جہاں تک بہت سے لوگوں میں مشہور شدہ اس بات کا تعلق ہے کہ قرآن مجید میں حج اکبر کا جو ذکر آیا ہے، اس سے مراد وہ حج ہے جو جمعہ کے دن واقع ہو۔
توبہ بات درست نہیں ہے۔

قرآن مجید کی جس آیت میں حج اکبر کا ذکر ہے، وہ یہ ہے کہ:
وَإِذْ أَنْزَلْنَا إِلَيْنَا الْكُتُبَ وَالرَّسُولُ إِلَيْنَا يَوْمَ الْحَجِّ الْأَكْبَرِ أَنَّ اللَّهَ بَرِيءٌ
مِنَ الْمُشْرِكِينَ. وَرَسُولُهُ. (سورة التوبة، رقم الآية ۳)
ترجمہ: اور اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے بڑے حج کے دن میں عام لوگوں
کے سامنے اعلان کیا جاتا ہے، کہ اللہ اور اس کا رسول مشرکوں سے بری ہے (سورہ
توبہ)

بہت سے اہل علم حضرات کے نزدیک ”حج اکبر“ سے مراد عام حج ہے، جو کہ ہر سال
کیا جاتا ہے، اور اس کے مقابلہ میں حج اصغر ہے، جس سے مراد عمرہ ہے، اور حج کو عمرہ سے
ممتاز کرنے کے لئے ”حج اکبر“ کہا گیا ہے۔

جبکہ بعض اہل علم حضرات کا فرمانا یہ ہے کہ ”حج اکبر“ صرف وہی حج تھا، جس میں نبی صلی اللہ
علیہ وسلم نے بنفس نفیس شرکت فرمائی تھی، اور اس کے بعد ہر سال کا حج حج اکبر نہیں ہوتا۔
حج اکبر کے مقابلہ میں عربی میں ایک لفظ ”یوم حج اکبر“ بولا جاتا ہے، جس کے معنی ہیں حج کا
بڑا دن۔

اس کے بارے میں بہت سے اہل علم حضرات کا فرمانا یہ ہے کہ اس سے مراد حج کا وہ دن ہے
جس میں حج کے بڑے بڑے کئی کام انجام دیئے جاتے ہیں یعنی دس ذی الحج کا دن۔
اور بعض حضرات نے فرمایا کہ اس سے مراد عرفہ کا دن ہے، کیونکہ اس دن حج کا سب سے
بڑا رکن ادا کیا جاتا ہے، یعنی وقوف عرفات۔ ۱۔

۱۔ حضرت ابو بکر، حضرت ابن عباس اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہم کی روایات میں حج کو یا عرفہ کے دن کو ”حج
اکبر“ یا ”یوم حج اکبر“ اور اس کے مقابلہ میں عمرہ کو ”حج اصغر“ قرار دیا گیا ہے۔ ﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

جبکہ بعض حضرات نے فرمایا کہ اس سے مراد حج کے پانچوں دن ہیں، جن میں نویں اور دسویں

﴿گزشتہ صفحے کا نتیجہ حاشیہ﴾

عن مسروق قال: قال عبد الله: "أمرتم بإقامة أربع: إقامة الصلاة، وإيتاء الزكاة، وأقيموا الحج والعمرة إلى البيت، والحج الأكبر، والعمرة الأصغر" (المعجم الكبير للطبراني، رقم الحديث ۱۰۲۹۸، واللفظ له، سنن البيهقي، رقم الحديث ۸۷۶۸)

قال الهيثمي:

رواه الطبراني في الكبير، ورجاله ثقات (معجم الزوائد، ج ۳ ص ۲۰۵)
عن ابن عباس، قال: الحج الأكبر يوم النحر والحج الأصغر العمرة (سنن الدارقطني، رقم الحديث ۲۷۲۲)

عن حميد بن عبد الرحمن، أن أبا هريرة، قال: "بعضني أبو بكر فيمن يؤذن يوم النحر بمعنى أن لا يحج بعد العام مشرك، ولا يطوف بالبيت عريان، وإن يوم الحج الأكبر يوم النحر، والحج الأكبر الحج، والحج الأصغر العمرة (مسند الشاميين للطبراني، رقم الحديث ۳۰۶۷)

أنواع الحج: اعلم أن الحج على وجهين الحج الأكبر والحج الأصغر فأما الحج الأكبر فهو حجة الاسلام وأما الأصغر فهو العمرة ولا اختلاف في وجوب الحج الأكبر على من استطاع إليه سبيلا وأما العمرة فهي سنة وليست بواجبة إلا أن يدخلها أحد فحينئذ يلزمه إتمامها في قول أبي حنيفة وأصحابه وفي قول أبي عبد الله لا تلزمه البتة إلا أن يوجبها على نفسه بنذره (النتف في الفتاوى، كتاب المناسك، ص ۲۰۰)

اختلف العلماء في يوم الحج الأكبر متى هو ف قيل يوم عرفة والصحيح الذي قاله الشافعي وأصحابنا وجماهير العلماء وتظاهرت عليه الأحاديث الصحيحة أنه يوم النحر وإنما قيل الحج الأكبر للاحتراز من الحج الأصغر وهو العمرة. هكذا أثبت في الحديث الصحيح (المجموع شرح المذهب ج ۸ ص ۲۲۳، باب صفة الحج)

قال الله تعالى (وأذان من الله ورسوله إلى الناس يوم الحج الأكبر) والمراد يوم النحر (المبسوط للسرخسي ج ۲ ص ۱۶۳، كتاب المناسك، باب الخروج من منى)
قال العلامة نوح في رسالته المصنفة في تحقيق الحج الأكبر: قيل إنه الذي حج فيه رسول الله - صلى الله عليه وسلم - وهو المشهور. وقيل يوم عرفة جمعة أو غيرها، وإليه ذهب ابن عباس وابن عمر وابن الزبير وغيرهم، وقيل يوم النحر وإليه ذهب على وابن أبي أوفى والمغيرة بن شعبة، وقيل إنه أيام منى كلها، وهو قول مجاهد وسفيان الثوري. وقال مجاهد: الحج الأكبر القرآن والأصغر الأفراد. وقال الزهري والشعبي وعطاء: الأكبر الحج والأصغر العمرة (رد المحتار، ج ۲ ص ۶۲۲، كتاب الحج، فروع في الحج)

(یعنی عرفہ اور یوم النحر) دونوں تاریخیں اور دونوں دن بھی داخل ہیں۔ ۱۔
 معلوم ہوا کہ حج اکبر یا یوم الحج اکبر کے مفہوم و مصداق میں اہل علم حضرات کے مختلف اقوال
 پائے جاتے ہیں، اور عام لوگوں میں جو یہ مشہور ہے کہ جس سال وقف عرفہ کے دن جمعہ
 ہو، صرف وہی حج اکبر ہے، قرآن و سنت کی اصطلاح میں اس کی کوئی اصل نہیں۔
 یہ الگ بات ہے کہ حسن اتفاق سے جس سال نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حج فرمایا، اس میں
 وقف عرفہ کا دن جمعہ کو واقع ہوا تھا، یہ اپنی جگہ ایک فضیلت ضرور ہے۔
 مگر قرآن مجید کی سورہ توبہ میں ذکر شدہ ”یوم الحج اکبر“ کے مفہوم سے اس کا کوئی تعلق نہیں۔

(کذافی معارف القرآن جلد ۴ صفحہ ۳۱۴، ۳۱۵، ودرس ترمذی ج ۳ ص ۲۳۵ تا ۲۳۷)

جلیل القدر مفسر علامہ آلوسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

وَأَمَّا تَسْمِيَةُ الْحَجِّ الْمُوَافِقِ يَوْمَ عَرَفَةَ فِيهِ لِيَوْمِ الْجُمُعَةِ بِالْأَكْبَرِ فَلَمْ
 يَذْكُرُوهَا وَإِنْ كَانَ ثَوَابُ ذَلِكَ الْحَجِّ زِيَادَةً عَلَى غَيْرِهِ كَمَا نَقَلَهُ
 الْجَلَالُ السِّيُوطِيُّ فِي بَعْضِ رَسَائِلِهِ (تفسير روح المعاني للآلوسی، ج ۵ ص ۲۴۲،

تحت سورة التوبة، رقم الآية ۳)

ترجمہ: وہ حج جس کے عرفہ کا دن جمعہ کے دن واقع ہو اس کا نام حج اکبر ہونا فقہاء
 و محدثین نے ذکر نہیں کیا، اگرچہ اس حج کا ثواب دوسرے حج کے مقابلہ میں زیادہ
 ضرور ہے، جیسا کہ علامہ جلال الدین سیوطی نے اپنے بعض رسائل میں ذکر
 کیا ہے (روح المعانی)

۱۔ اس قول کے مطابق جہاں تک لفظ یوم کو مفرد لانے کا تعلق ہے سو وہ محاورہ کے مطابق ہے۔ اس لئے کہ بسا اوقات لفظ
 ”یوم“ بول کر مطلق زمانہ یا چند ایام مراد ہوتے ہیں، جیسے غزوہ بدر کے چند ایام کو قرآن مجید نے ”یوم الفرقان“ کے مفرد
 نام سے تعبیر کیا ہے، اسی طرح عرب کی دوسری جنگوں کو بھی ”یوم“ ہی سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ اگرچہ ان میں کتنے ہی ایام صرف
 ہوئے ہوں، جیسے ”یوم بعاث“ ”یوم احد“ ”یوم الجمل“ ”یوم صفین“ وغیرہ (ماخوذ از درس ترمذی
 ج ۳ ص ۲۳۵ تا ۲۳۷)

لہذا جمعہ کے دن واقع ہونے والے حج کو قرآن مجید کی سورہ توبہ میں مذکور حج اکبر کا مصداق قرار دینا درست نہیں۔

اور جہاں تک اس بات کا تعلق ہے کہ جس دن وقوف عرفہ جمعہ کے دن واقع ہو اس مرتبہ کے حج کی فضیلت ستر حجوں کے برابر ثابت ہے یا نہیں؟

تو اس بارے میں عرض ہے کہ اس دن کے حج کی ستر حجوں کے برابر فضیلت کا عقیدہ رکھنا درست نہیں، کیونکہ یہ بات کسی مستند اور صحیح حدیث سے ثابت نہیں۔

البتہ اس بارے میں ایک روایت بعض کتابوں میں ذکر کی گئی ہے، جس کے الفاظ یہ ہیں کہ:

عَنْ طَلْحَةَ بْنِ عُبَيْدِ اللَّهِ بْنِ كُرَيْزٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: أَفْضَلُ الْأَيَّامِ يَوْمُ عَرَفَةَ وَافَقَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ، وَهُوَ أَفْضَلُ مِنْ سَبْعِينَ حَجَّةً فِي غَيْرِ جُمُعَةٍ (رواه دزین)

ترجمہ: حضرت طلحہ بن عبید اللہ بن کریز سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمام دنوں میں وہ دن افضل ہے جو کہ عرفہ کے ساتھ جمعہ کے دن ہو، اور وہ جمعہ کے علاوہ والے ستر حجوں سے افضل ہے (دزین)

مگر اس حدیث کے ثبوت پر محدثین نے کلام کیا ہے، چنانچہ امام مناوی رحمہ اللہ اس کے متعلق فرماتے ہیں کہ:

فَفِي ثُبُوتِهِ وَقَفَّةٌ (فيض القدير، تحت رقم الحديث ۱۰۰۳۰)

ترجمہ: اس حدیث کے ثابت ہونے میں توقف ہے (فیض القدير)

اور امام مناوی رحمہ اللہ ہی ایک مقام پر فرماتے ہیں کہ:

فَلِهَذَا الْوُجُوهُ فَضِّلَتْ وَقَفَّةُ الْجُمُعَةِ عَلَى غَيْرِهَا، لَكِنْ مَا اسْتَفَاضَ أَنَّهَا تَعْدِلُ اثْنَتَيْنِ وَسَبْعِينَ حَجَّةً بَاطِلٌ لِأَصْلِهِ لَهَا كَمَا بَيَّنَّاهُ بَعْضُ الْحَفَاطِ (فيض القدير تحت رقم الحديث ۱۲۳۲)

ترجمہ: ان چند وجوہات کی بنا پر جمعہ کے دن وقوف عرفہ واقع ہونے کو دوسرے دنوں پر فضیلت حاصل ہوگی لیکن لوگوں میں جو یہ بات انتہائی مشہور ہے کہ یہ حج بہتر حجوں کی فضیلت کے برابر ہوتا ہے، یہ باطل ہے جس کی کوئی اصل نہیں، جیسا کہ بعض حفاظ نے بیان کیا ہے (فیض القدير) ۱۔

اور علامہ ابن عابدین شامی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

رَوَاهُ رَزِيْنُ بْنُ مُعَاوِيَةَ فِي تَجْرِيدِ الصَّحَاحِ اهـ . لَكِنْ نَقَلَ الْمَنَاوِيُّ عَنْ بَعْضِ الْحَفَاطِ أَنَّ هَذَا حَدِيثٌ بَاطِلٌ لَا أَصْلَ لَهُ . نَعَمْ ذَكَرَ الْغَزَالِيُّ فِي الْأَحْيَاءِ (رد المحتار، كتاب الحج، ج ۲ ص ۶۲۱، مطلب في فضل وقفة الجمعة)

ترجمہ: اس کو رزین بن معاویہ نے تجرید الصحاح میں روایت کیا ہے، لیکن امام مناوی نے بعض حفاظ حدیث سے نقل کیا ہے کہ یہ حدیث باطل ہے جس کی کوئی اصل نہیں، البتہ امام غزالی نے احیاء میں اس کو ذکر کیا ہے (رد المحتار)

اور علامہ محمد امیر کبیر مالکی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

أَفْضَلُ الْأَيَّامِ يَوْمُ عَرَفَةَ إِنَّ وَافَقَ الْجُمُعَةَ فَهُوَ أَفْضَلُ مِنْ سَبْعِينَ حَجَّةً فِي غَيْرِ يَوْمِ الْجُمُعَةِ لَمْ يُوجَدْ لَهُ أَصْلٌ يُعْتَمَدُ عَلَيْهِ مِنَ السُّنَّةِ (النحبة البهية في الاحاديث المكذوبة على خير البرية رقم الحديث ۲۸، الناشر:

المكتب الإسلامي)

۱۔ ایک مقام پر امام مناوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

استدل بالحديث على مزية الوقوف بعرفة يوم الجمعة على غيره من الأيام ومن ثم كان وقوف المصطفى في حجة الوداع والله إنما يختار لرسوله الأفضل ولأن الأعمال تشرف بشرف الأزمنة كالأمكنة ويوم الجمعة أفضل أيام الأسبوع قال ابن حجر: وأما ما ذكره رزین فی جامعہ مرفوعاً خیر یوم طلعت فیہ الشمس یوم عرفة وافق یوم جمعة وهو افضل من سبعین حجة فی غیرها فحدیث لا أعرف حاله لأنه لم يذكر صحابیه ولا من خرجہ بن ادرجه فی حدیث الموطأ وليس فی الموطآت فإن كان له أصل احتمل أن يراد بالسبعين التحديد أو المبالغة وعلى كل فتثبت المزية بذلك (فیض القدير، تحت رقم الحديث ۳۰۹۶)

ترجمہ: تمام دنوں میں افضل دن عرفے کا وہ دن ہے جو جمعہ کے دن واقع ہو، پس وہ غیر جمعہ کے سترجوں کے برابر ہے؛ اس حدیث کی سنت میں کوئی ایسی بنیاد نہیں، جس پر اعتماد کیا جاسکے (الخروج الہیۃ)

اور بھی کئی حضرات نے اس حدیث کو باطل اور بے اصل قرار دیا ہے۔ ۱۔ بہر حال ایک ایسی روایت کی بنیاد پر جس کے ثبوت میں بھی توقف ہو اور اس سے بڑھ کر اسے باطل بھی قرار دیا گیا ہو، جمعہ کے دن کے حج میں سترجوں کے برابر فضیلت کا عقیدہ رکھنا اور اس فضیلت کو حاصل کرنے کی خاطر اس حج میں شمولیت کی غیر معمولی جدوجہد کرنا اور اوپر سے لوگوں میں اس کی تشہیر و تبلیغ کرنا اور اس حج میں جوق در جوق شرکت کر کے اور ہجوم پیدا کر کے اپنے آپ کو اور دوسروں کو مناسک حج کی ادائیگی کی غیر معمولی مشقت میں ڈالنا درست نہیں ہے۔

فقط واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم

محمد رضوان

۱۔ افضل الأيام يوم عرفة إذا وافق يوم الجمعة، وهو افضل من سبعين حجة في غير جمعة. "باطل لا أصل له. وأما قول الزيلعي -على ما في "حاشية ابن عابدين (۳۴۸/۲) "رواه رزين ابن معاوية في تجريد الصحاح. فاعلم أن كتاب رزين هذا جمع فيه بين الأصول الستة " :الصحيحين " و "موطأ مالك " و "سنن أبي داود " والنسائي والترمذي، على نمط كتاب ابن الأثير المسمى " جامع الأصول من أحاديث الرسول " إلا أن في كتاب "التجريد " أحاديث كثيرة لا أصل لها في شيء من هذه الأصول كما يعلم مما ينقله العلماء عنه مثل المنذرى في "الترغيب والترهيب " وهذا الحديث من هذا القبيل فإنه لا أصل له في هذه الكتب ولا في غيرها من كتب الحديث المعروفة، بل صرح العلامة ابن القيم في "الزاد (۱/۱۷۱) " بطلانه فإنه قال بعد أن أفاض في بيان مزية وقفة الجمعة من وجوه عشرة ذكرها : وأما ما استفاض على السنة العوام بأنها تعدل اثنتين وسبعين حجة، فباطل لا أصل له عن رسول الله صلى الله عليه وسلم، ولا عن أحد من الصحابة والتابعين. وأقره المناوى في "فيض القدير (۲۸/۲) " ثم ابن عابدين في "الحاشية. " (السلسلة الضعيفة للالباني، تحت رقم الحديث ۲۰۷)

ایک سے زیادہ مرتبہ مروّجہ نفلی حج و عمرے کا حکم

فی نفسہ کثرت سے حج اور عمرے کرنا کوئی گناہ کا کام نہیں، بلکہ عبادت ہے، کئی روایات میں کثرت سے حج و عمرے کرنے کی فضیلت آئی ہے۔

مگر یہ بات یاد رکھنے کی ہے کہ ایک مرتبہ عمرہ کرنا واجب یا سنت مؤکدہ ہے، فرض عمل نہیں (اور یہ سنت حج کے ساتھ عمرہ کرنے سے بھی ادا ہو جاتی ہے) اور ایک مرتبہ عمرہ کر لینے کے بعد دوبارہ عمرہ کرنا اور اسی طرح ایک مرتبہ فرض حج ادا کر لینے کے بعد دوبارہ وسہ بارہ حج کرنا فرض و واجب نہیں، زیادہ سے زیادہ فی نفسہ مستحب اور نفلی درجہ کا عمل ہے۔ ۱۔

۱۔ (قوله: وهى سنة) أى العمرة سنة مؤكدة، وهو الصحيح فى المذهب، وقيل بوجوبها وصححه فى الجوهرة واختاره فى البدائع، وقال: إنه مذهب أصحابنا، ومنهم من أطلق اسم السنة، وهذا لا ينافى الوجوب. اهـ. والظاهر من الرواية ما فى المختصر فإن محمداً نص فى كتاب الحجر أن العمرة تطوع، وليس بينهما كبير فرق كما قدمناه مراراً واستدل لها فى غاية البيان بما رواه الترمذى وصححه عن جابر أن النبى -صلى الله عليه وسلم- سئل عن العمرة أواجبة هى قال: لا، وأن تعتمروا هو أفضل، وأما قوله تعالى: (وأتموا الحج والعمرة لله) فالإتمام بعد الشروع، ولا كلام لنا فيه؛ لأن الشروع ملزم، وكلامنا فيما قبل الشروع والمراد أنها سنة فى العمر مرة واحدة فمن أتى بها مرة فقد أقام السنة غير مقيد بوقت غير ما ثبت النهى عنها فيه إلا أنها فى رمضان أفضل هذا إذا أفردا فلا ينافيه أن القرآن أفضل؛ لأن ذلك أمر يرجع إلى الحج لا العمرة فالحاصل أن من أراد الإتيان بالعمرة على وجه أفضل فيها ففى رمضان أو الحج على وجه أفضل فبأن يقرن معه عمرة (البحر الرائق، ج ۲ ص ۶۳، كتاب الحج، باب الفوات فى الحج)

(والعمرة) فى العمر (مرة سنة مؤكدة) على المذهب وصح فى الجوهرة وجوبها. قلنا المأمور به فى الآية الإتمام وذلك بعد الشروع وبه نقول (الدر المختار)

مطلب أحكام العمرة (قوله والعمرة فى العمر مرة سنة مؤكدة) أى إذا أتى بها مرة فقد أقام السنة غير مقيد بوقت غير ما ثبت النهى عنها فيه إلا أنها فى رمضان أفضل هذا إذا أفردا فلا ينافيه أن القرآن أفضل لأن ذلك أمر يرجع إلى الحج لا العمرة. فالحاصل: أن من أراد الإتيان بالعمرة على وجه أفضل فيه فبأن يقرن معه عمرة فتح، فلا يكره الإكثار منها خلافاً لما لك، بل يستحب على ما عليه الجمهور وقد قيل سبع أسابيع من الأطوفة كعمرة شرح اللباب (قوله وصح فى الجوهرة وجوبها) قال فى البحر واختاره فى البدائع وقال إنه مذهب أصحابنا، ومنهم من أطلق اسم السنة، وهذا لا ينافى الوجوب. اهـ. والظاهر من الرواية السنية فإن محمداً نص على أن العمرة تطوع اهـ

﴿بقية حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

لیکن ایک تو یہ بات یاد رکھنی چاہئے کہ نفل و مستحب عمل شروع کرنے کے بعد صحیح طور پر ادا کرنا ضروری ہو جاتا ہے، جیسا کہ نفل نماز شروع کرنے کے بعد اس کو صحیح طور پر ادا کرنا واجب اور قرأت، رکوع اور سجود وغیرہ کی پابندیاں لازم ہو جاتی ہیں (یہ مسئلہ واضح ہے)

دوسرے یہ کہ نفل و مستحب عمل کو انجام دینے کی خاطر کسی مکروہ یا گناہ کا ارتکاب نہیں کرنا چاہئے، ورنہ اس عمل کا استحباب و ثواب باقی نہیں رہتا اور کراہت یا گناہ سے بچنا اس عمل کو انجام دینے پر

مقدم اور اس سے زیادہ اہم ہوتا ہے۔ ۱

تیسرے یہ کہ نفل و مستحب عمل سے کسی دوسرے مسلمان کو ایذا و تکلیف نہیں پہنچنی چاہئے، نیز دوسرے مسلمان کو اپنے فرض و واجب عمل کی ادائیگی میں اس کی وجہ سے خلل بھی واقع نہیں

ہونا چاہئے۔ ۲

اب ان اصولی باتوں کے بعد عرض ہے کہ:

اولاً تو بہت سے علماء و فقہاء کے نزدیک نفلی حج اور نفلی عمرہ کے بجائے اس رقم کا غرباء

﴿ گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ ﴾

ومال إلى ذلك في الفتح وقال بعد سوق الأدلة تعارض مقتضيات الوجوب والنفل، فلا تثبت ويبقى مجرد فعله - عليه الصلاة والسلام - وأصحابه والتابعين، وذلك يوجب السنة فقلنا بها (قوله قلنا المأمور الخ) جواب عن سؤال مقدر أورده في غاية البيان دليلاً على الوجوب، ثم أجاب عنه بما ذكره الشارح، ثم هذا مبني على أن المراد بالإتمام تنميط ذاتهما أي تنميط أفعالهما أما إذا أريد به إكمال الوصف وعليه ما نقله في البحر من أن الصحابة فسرت الإتمام بأن يحرم بهما من دويرة أهله، ومن الأماكن القاصية فلا حاجة إلى الجواب للاتفاق على أن الإتمام بهذا المعنى غير واجب فالأمر فيه للسندب إجماعاً فلا يدل على وجوب العمرة فافهم (رد المحتار، ج ۲ ص ۴۷۲، کتاب الحج، مطلب في أحكام العمرة)

۱۔ لان دفع المضرة خير من جلب المنفعة، والا جتناب عن الحرام أولى من ارتكاب السنة كما في اصول الفقه.

۲۔ كما ان الاستلام سنة وترك الإيذاء واجب فالإتيان بالواجب أولى (كذا في تبیین الحقائق،

ج ۲ ص ۱۵، باب الاحرام)

وفى البحر: لأن الاستلام سنة والكف عن الإيذاء واجب فالإتيان بالواجب متعين (البحر الرائق،

ج ۲ ص ۳۵۱، کتاب الحج، باب الاحرام، الاغتسال ودخول الحمام)

و مساکین اور ضرورت مندوں پر خرچ کرنا زیادہ فضیلت کا باعث ہے۔ ۱
اور جن حضرات سے نفلی حج کی نفلی صدقہ پر فضیلت ثابت ہے، وہ بھی اس وقت ہے جبکہ غرباء
و مساکین خصوصاً نیک صالح فقراء و مساکین اور ضرورت مند موجود نہ ہوں، نیز دوسری کوئی
خرابی بھی شامل نہ ہو (جن کا ذکر بعد میں آتا ہے)

اور آج کل بے شمار غرباء و مساکین موجود ہیں، جن میں نیک صالح افراد بھی ہیں، نیز ایسے
غرباء بھی ہیں، جن کو زکاۃ نہیں لگتی (مثلاً بنو ہاشم) پھر اوپر سے مہنگائی کا دور دورہ ہے، اور
لوگوں میں بجل کا مرض بھی عام ہے؛ لہذا ان حالات میں حج فرض ادا کرنے کے بعد نفلی حج
کے بجائے مذکورہ غرباء کی مدد کرنا زیادہ اہم ہے۔ ۲

۱۔ حج بدل اور عورت کے ساتھ محرم کی ضرورت سے نفلی حج کا سفر کرنے والا اس سے مستثنیٰ ہے۔ محمد رضوان۔

۲۔ اذاحج الرجل مرة ثم اراد ان يحج مرة اخرى الفحج مرة اخرى الفضل له ام الصدقة؟
فالمختار ان الصدقة افضل له لان نفع الصدقة يعود الى الغير ونفع الحج يقتصر عليه (المحيط
البرهاني جلد ۳ صفحہ ۵۰۰، كتاب المناسك، الفصل العشرون، في المتفرقات. مطبوعة: ادارة
القرآن کراچی)

قال الرحمتي: والحق التفصيل، فما كانت الحاجة فيه أكثر والمنفعة فيه أشمل فهو الأفضل كما
ورد حجة أفضل من عشر غزوات وورد عكسه فيحمل على ما كان أنفع، فإذا كان أشجع وأنفع في
الحرب فجهاده أفضل من حجه، أو بالعكس فحجه أفضل، وكذا بناء الرباط إن كان محتاجاً إليه
كان أفضل من الصدقة وحج النفل وإذا كان الفقير مضطراً أو من أهل الصلاح أو من آل بيت النبي -
صلى الله عليه وسلم - فقد يكون إكرامه أفضل من حجات وعمر وبناء ربط. كما حكى في
المسامرات عن رجل أراد الحج فحمل ألف دينار يتأهب بها فجاءته امرأة في الطريق وقالت له إني
من آل بيت النبي -صلى الله عليه وسلم - وبى ضرورة فأفرغ لها ما معه، فلما رجع حجاج بلده
صار كلما لقي رجلاً منهم يقول له تقبل الله منك، فتعجب من قولهم، فرأى النبي -صلى الله عليه
وسلم - في نومه وقال له: تعجبت من قولهم تقبل الله منك؟ قال نعم يا رسول الله؛ قال: إن الله
خلق ملكاً على صورتك حج عنك؛ وهو يحج عنك إلى يوم القيامة يا كرامك لا امرأة مضطرة
من آل بيتي؛ فانظر إلى هذا الإكرام الذي ناله لم يله بحجات ولا ببناء ربط (رد المحتار،
ج ۲ ص ۲۲۱، كتاب الحج، فروع في الحج، مطلب في تفضيل الحج على الصدقة)

قلت قد يقال إن صدقة التطوع في زماننا أفضل لما يلزم الحاج غالباً من ارتكاب المحظورات
ومشاهدته لفواحش المنكرات وشح عامة الناس بالصدقات وتركهم الفقراء والأيتام في حسرات
ولا سيما في أيام الغلاء وضيق الأوقات وبتعدى النفع تتضاعف الحسنات ثم رأيت في متفرقات

﴿بقية حاشيا گئے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

نیز صحابہ کرام میں سے حضرت ابن عباس، حضرت جابر و حضرت حسین رضی اللہ عنہم سے اور تابعین میں سے حضرت ابراہیم نخعی، حضرت حسن بصری، حضرت ضحاک، حضرت شعبی رحمہم اللہ وغیرہ سے نفلی صدقہ کی نفلی حج پر فضیلت منقول ہے۔

چنانچہ ابو نعیم اصبہانی نے اپنی سند سے روایت کیا ہے کہ:

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ، لَأَنْ أَغُولَ أَهْلَ بَيْتٍ مِنَ الْمُسْلِمِينَ شَهْرًا أَوْ جُمُعَةً أَوْ مَا شَاءَ اللَّهُ أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ حَجَّةٍ بَعْدَ حَجَّةٍ

(الخ (حلیۃ الاولیاء، ج ۱ ص ۳۲۸)

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ بلاشبہ میں مسلمانوں کے کسی گھرانے کی مہینہ بھر یا ہفتہ بھر کے لیے کفالت کروں، یہ مجھے پے درپے (یعنی لگاتار اور کئی) حج کرنے سے زیادہ محبوب ہے (حلیۃ الاولیاء)

اور حضرت جابر بن زید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ:

لَأَنْ أَتَصَدَّقَ بِدِرْهِمٍ عَلَى يَتِيمٍ أَوْ مِسْكِينٍ أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ حَجَّةٍ بَعْدَ حَجَّةٍ الْإِسْلَامِ (حلیۃ الاولیاء، للأصبہانی، ج ۳ ص ۸۹)

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

اللباب الجزم بأن الصدقة أفضل منه وقال شارحه القاری اى على ما هو المختار كما فى التجنيس ومنية المفتى وغيرهما ولعل تلك الصدقة محمولة على إعطاء الفقير الموصوف بغاية الفاقة أو فى حال المجاعة وإلا فالحج مشتمل على النفقة بل وزاد إن الدرهم الذى ينفق فى الحج بسبعائة إلخ قلت قد يقال ما ورد محمول على الحج الفرض على أنه لا مانع من كون الصدقة للمحتاج أعظم أجرا من سبعائة (منحة الخالق على البحر الرائق، ج ۲ ص ۳۳۲، كتاب الحج)

ونقل عن الشيخ عز الدين بن عبد السلام أنه قال يحدث للناس فى كل زمان من الاحكام ما يناسبهم فلانقول ان الاحكام تتغير بتغير الزمان بل باختلاف الصورة الحادثة وقد اكثر الروايات فى الحلية من اختيارات خلاف مذهب الشافعى ويقول فى هذا الزمان وقال العبادى فى فتاويه الصدقة افضل من حج التطوع فى قول ابى حنيفة وهى تحتمل فى هذا الزمان، وافتنى الشيخ عز الدين بالقيام للناس، وقال لو قيل بوجوبه لما كان بعيداً، وكل ذلك فانما هو استنباط من قواعد الشرع لانه خارج عن الاحكام المشروعة، فاعلم ذلك فانه عجب (البحر المحيط فى اصول الفقه، لبدر الدين الزركشى ج ۱ ص ۲۲۱ تا ۲۲۱ ملخصاً، مسألة احكام الشرع ثابتة الى يوم القيامة)

ترجمہ: میں کسی یتیم یا مسکین پر ایک درہم خرچ کروں، یہ مجھے زیادہ پسند ہے، اس کے مقابلہ میں کہ فرض حج کرنے کے بعد حج کروں (حلیۃ الاولیاء) ۱
اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے جہاد میں ایک کوڑا خرچ کرنے کا، فرض حج کے بعد دوبارہ حج کرنے کے مقابلہ میں زیادہ پسندیدہ ہونا مروی ہے۔ ۲
حضرت حسین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ:

لَا نَأْتِي أَهْلَ بَيْتِ بِالْمَدِينَةِ صَاعًا كُلَّ يَوْمٍ أَوْ كُلَّ يَوْمٍ صَاعَيْنِ
شَهْرًا أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ حَجَّةٍ فِي أَثَرِ حَجَّةٍ (مصنف ابن ابی شیبہ) ۳
ترجمہ: میں شہر کے کسی گھرانہ کی یومیہ ایک صاع یا دو صاع (ساڑھے تین سیر، یا سات سیر) سے مہینہ بھر کی کفالت کروں، یہ مجھے حج کے بعد حج کرنے سے زیادہ
محبوب ہے (ابن ابی شیبہ)

شہر کی قید سے یہ نہ سمجھا جائے کہ کسی اور جگہ کے غریبوں کا یہ حکم نہیں ہے۔
اور جلیل القدر تابعی حضرت ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ:
كَأَنَّا أَيْرُونَ أَنِّي أَحُجُّ مَرَّارًا، أَنَّ الصَّدَقَةَ أَفْضَلُ (مصنف ابن ابی شیبہ) ۴
ترجمہ: صحابہ کرام و تابعین یہ سمجھتے تھے کہ میں چند مرتبہ (نفل) حج کروں، اس کے بجائے (نفل) حج پر خرچ ہونے والی رقم کا (صدقہ کرنا زیادہ فضیلت کا باعث

۱۔ والحاصل أن قول الصحابي حجة يجب تقليده عندنا إذا لم ينه شيء آخر من السنة. اهـ.
(رد المحتار ج ۲ ص ۵۸، باب الجمعة، وفتح القدير ج ۲ ص ۶۸، باب صلاة الجمعة)
۲۔ عن عبد الله، قال: لأن أمتع بسوطي في سبيل الله، أحب إلي من أن أحج حجة بعد حجة (المعجم الكبير للطبراني، رقم الحديث ۸۵۷۵)
أخبرني يحيى بن عمرو بن سلمة، عن أبيه، أنه سمع عبد الله، يقول: لأن أجهز سوطي في سبيل الله أحب إلي من حجة بعد حجة الإسلام (المعجم الكبير للطبراني، رقم الحديث ۹۱۵۸)

قال الهيثمي: رواه الطبراني ورجاله ثقات (معجم الزوائد، باب فيمن جهز غازيا أو خلفه في أهله، تحت رقم الحديث ۹۳۶۶)

۳۔ رقم الرواية ۱۳۳۵، كتاب المناسك، باب في الصدقة والعق والحج.
۴۔ رقم الرواية ۱۳۳۷، كتاب المناسك، باب في الصدقة والعق والحج.

ہے (ابن ابی شیبہ) ۱

امام عبدالرزاق رحمہ اللہ روایت کرتے ہیں کہ:

عَنِ الثَّوْرِيِّ وَسَأَلَهُ رَجُلٌ فَقَالَ الْحَجُّ أَفْضَلُ بَعْدَ الْفَرِيضَةِ أَمْ الصَّدَقَةُ؟
فَقَالَ أَخْبَرَنِي أَبُو مُسْكِينٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ أَنَّهُ قَالَ إِذَا حَجَّ حَجًّا
فَالصَّدَقَةُ وَكَانَ الْحَسَنُ يَقُولُ إِذَا حَجَّ حَجَّةً (مصنف عبدالرزاق) ۲

ترجمہ: حضرت سفیان ثوری رحمہ اللہ سے ایک شخص نے سوال کیا کہ فرض حج کر لینے کے بعد نفلی حج افضل ہے؟ یا (اس رقم کا) صدقہ افضل ہے؟ تو حضرت ثوری نے فرمایا کہ مجھے ابومسکین نے حضرت ابراہیم نخعی کے حوالہ سے خبر دی کہ حضرت ابراہیم نخعی نے فرمایا کہ جب چند مرتبہ حج کر لیا تو صدقہ کرنا افضل ہے، اور حضرت حسن (بصری) فرمایا کرتے تھے کہ ایک مرتبہ حج فرض ادا کر لینے کے بعد صدقہ کرنا افضل ہے (عبدالرزاق)

امام ابوبکر بن ابی شیبہ روایت کرتے ہیں کہ:

عَنِ الشَّعْبِيِّ قَالَ: جَاءَ هَ بَعْضُ جِيرَانِهِ، فَقَالَ إِنِّي قَدْ تَهَيَّأْتُ
لِلْخُرُوجِ، وَلِي جِيرَانٌ مُحْتَاجُونَ مُتَعَفِّفُونَ، فَمَا تَرَى لِي؟ أَجْعَلُ
كَرَائِي وَجَهَازِي فِيهِمْ، أَوْ أَمْضِي لَوْجَهِي لِلْحَجِّ؟ فَقَالَ: وَاللَّهِ، إِنَّ
الصَّدَقَةَ لَعَظِيمُ أَجْرُهَا، وَمَا يَعْدُلُ عِنْدِي مَوْقِفٌ مِنَ الْمَوَاقِفِ أَوْ شَيْئًا
مِّنَ الْأَشْيَاءِ (مصنف ابن ابی شیبہ) ۳

ترجمہ: حضرت شعبی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ میرا ایک پڑوسی میرے پاس آیا اور (مجھ سے) کہا کہ بے شک میں (نفلی حج کے لیے) تیار ہو کر نکلا ہوں، حالانکہ

۱۔ اذا قال التابعي كانوا يفعلون كذا وكانوا يقولون كذا، ولا يرون بذلك بأساً فالظاهر اضافته الى الصحابة الا ان يقوم دليل على غير ذلك وهذا ظاهر بالتبع (قواعد في علوم الحديث صفحہ ۱۲۸)

۲۔ رقم الرواية ۸۸۲۳، كتاب المناسك، باب فضل الحج.

۳۔ رقم الرواية ۱۳۳۴۹، كتاب المناسك، باب في الصدقة والعق والحج.

میرے پڑوسی محتاج اور سفید پوش ہیں تو آپ کا کیا خیال ہے کہ آیا میں اپنا کرایہ اور زادِ راہ ان (محتاج اور سفید پوش پڑوسیوں) کو دے دوں یا میں حج کی ادائیگی کے لیے سفر جاری رکھوں؟

تو انہوں نے فرمایا کہ اللہ کی قسم بلاشبہ صدقہ کا اجر بڑا ہے اور میرے نزدیک نفلی حج کے ارکان میں سے کوئی رکن یا اور کوئی چیز اس کے برابر نہیں ہو سکتی (ابن ابی شیبہ) حضرت ابراہیم غنی رحمہ اللہ کے علاوہ حضرت شعبی رحمہ اللہ بھی جلیل القدر تابعین میں سے ہیں، ان کے اقوال بھی فقہائے کرام کے نزدیک بڑی اہمیت کے حامل ہیں۔ ۱۔
نیز امام ابوبکر بن ابی شیبہ ہی روایت کرتے ہیں کہ:

عَنِ الضَّحَّاكِ قَالَ مَا عَمِلَ النَّاسُ بَعْدَ الْفَرِيضَةِ أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ إِطْعَامِ مُسْكِينٍ (مصنف ابن ابی شیبہ) ۲

ترجمہ: حضرت ضحاک فرماتے ہیں کہ میرے نزدیک فرض (حج) کی ادائیگی کے بعد مسکین (غریب) کی مدد سے زیادہ محبوب کوئی عمل نہیں (ابن ابی شیبہ)
حضرت ضحاک کا علم تفسیر میں اونچا مقام ہے۔ ۳

۱۔ الشعمی عامر بن شراحیل بن عبد بن ذی کبار و ذو کبار قلت : رأی علیا -رضی اللہ عنہ- وصلى خلفه. وسمع من : عدة من كبراء الصحابة قال أحمد بن عبد الله العجلي : سمع الشعمی من ثمانية وأربعين من أصحاب رسول الله -صلى الله عليه وسلم- . قال : ولا يكاد يرسل إلا صحيحا عن ابن سيرين، قال : قدمت الكوفة، وللشعمی حلقة عظيمة، والصحابة يومئذ كثير (سير أعلام النبلاء، ج ۴، ص ۲۹۴، ملخصاً)
قول ابراہیم النخعی حجة عندنا اذا لم يخالف قول الصحابي فمافوقه (قواعد في علوم الحديث، مقدمه اعلاء السنن صفحہ ۱۳۲)

۲۔ رقم الرواية ۱۳۳۵۲، كتاب المناسك، باب في الصدقة والعق والحج.
۳۔ الضحاک بن مزاحم الہلالی أبو محمد، وقيل : أبو القاسم، صاحب (التفسير) كان من أوعية العلم، وليس بالموجود لحديثه، وهو صدوق في نفسه وثقه : أحمد بن حنبل، ويحيى بن معين، وغيرهما قال سفيان الثوري : كان الضحاک يُعَلِّمُ ولا يأخذ أجرا (سير أعلام النبلاء، ج ۴، ص ۵۹۸ و ص ۵۹۹، ملخصاً)

ان روایات و آثار سے معلوم ہوا کہ کئی صحابہ کرام و تابعین عظام سے فرض حج کے بعد صدقہ کرنا نفلی حج میں خرچ کرنے سے افضل ہونا منقول ہے۔

دوسرے آج کل ہر سال دنیا بھر سے نفلی حج کرنے والوں کی بڑی تعداد کے حج کے موقعہ پر جمع ہو جانے کی وجہ سے بہت سے فرض حج ادا کرنے کے لیے جانے والوں کی قانونی تقاضوں کی وجہ سے باری ہی نہیں آتی، اور اس طرح وہ فرض حج کی ادائیگی سے محروم رہتے ہیں، جس کا ایک سبب نفلی حج کرنے والوں کی کثرت ہوتی ہے، کیونکہ آج کل حکومت کی طرف سے ہر سال مخصوص تعداد کو حج پر بھیجنے کا انتظام ہوتا ہے، اور اس تعداد سے زیادہ لوگوں کو حج کے سفر کی اجازت نہیں ہوتی۔

تیسرے نفل حج کے لئے جانے والوں کی غیر معمولی تعداد کی وجہ سے فرض حج ادا کرنے والوں کو قیام و طعام اور اس کے اخراجات میں مشکلات کے علاوہ اپنے مناسک حج ادا کرنے میں بھی سخت مشکلات پیش آتی ہیں، طواف و سعی کا مرحلہ ہو یا منیٰ و عرفات اور مزدلفہ میں قیام اور آمد و رفت کا؛ تقریباً ہر مرحلہ پر مشکلات میں روز بروز اضافہ ہوتا چلا جا رہا ہے، جس میں بڑا دخل ریش اور ہجوم کا ہے اور اسی وجہ سے اب حج کے کئی احکام کو سنت بلکہ واجب طریقہ پر ادا کرنا مشکل سے مشکل تر ہوتا چلا جا رہا ہے۔

چوتھے عام حجاج کرام کی بہت بڑی تعداد (جن میں نفل حج کرنے والے عام لوگ بھی شامل ہوتے ہیں) وہ ہوتی ہے جسے حج کے احکام و مناسک کا علم ہی نہیں ہوتا اور نہ ان کے سیکھنے کا اہتمام ہوتا، پھر صحیح حج کی توفیق کیسے ہوگی؟ اور نام و نمود اور ریا کاری کا مرض بھی عموماً حجاج کرام میں بہت زیادہ دیکھنے میں آ رہا ہے اور بہت سی رسمیں اور گناہ آج عوامی دنیا میں حج کا لازمی حصہ بن گئے ہیں۔

ان وجوہات کا تقاضا بھی یہ ہے کہ ایک مرتبہ فرض حج ادا کر لینے کے بعد نفلی حج میں رقم خرچ کرنے کے بجائے اس رقم کو صدقہ کیا جائے، اور غرباء و مساکین کی ضروریات کا انتظام کیا

جائے۔ ۱

نیز بعض اوقات (حج کے موقع پر زیادہ ہجوم کے باعث انتظامی امور میں خلل واقع ہونے کی وجہ سے یا کسی اور وجہ سے) حکومت کی طرف سے یہ اعلان کر دیا جاتا ہے کہ اس مرتبہ صرف فرض حج یا حج بدل کرنے والوں کی درخواستیں قبول و منظور کی جائیں گی۔

ایسے حالات میں بعض لوگ جو کہ اپنا فرض حج پہلے ادا کر چکے ہوتے ہیں؛ اور نفلی حج کرنا چاہتے ہیں، اپنی درخواست میں پہلا حج، یا فرض حج، یا حج بدل لکھ دیتے ہیں، حالانکہ یہ بات واقعہ کے مطابق نہیں ہوتی، بعض دفعہ اس سلسلہ میں حلیہ بیان وغیرہ بھی دینا پڑتا ہے، اور اس طرح کی خلاف واقعہ باتیں نہ جانے کتنے مقامات پر کرنی پڑتی ہیں، اور بعض اوقات اس غرض کو پورا کرنے کے لئے رشوت وغیرہ بھی دینی پڑ جاتی ہے۔ اور قانون کی خلاف ورزی

۱۔ علامہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

والحج على الوجه المشروع أفضل من الصدقة التي ليست واجبة. وأما إن كان له أقارب محاييج فالصدقة عليهم أفضل، وكذلك إن كان هناك قوم مضطرون إلى نفقته، فأما إذا كان كلاهما تطوعا فالحج أفضل لأنه عبادة بدنية مالية وكذلك الأضحية والعقيقة أفضل من الصدقة بقيمة ذلك، لكن هذا بشرط أن يقيم الواجب في الطريق ويترك المحرمات ويصلي الصلوات الخمس، ويصدق الحديث ويؤدي الأمانة ولا يتعدى على أحد (الفتاوى الكبرى لابن تيمية، ج ۵ ص ۳۸۲، كتاب الحج)

علامہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ کی اس واضح صراحت سے معلوم ہوا کہ اگر کسی کے رشتہ دار ضرورت مند ہوں یا کسی علاقہ میں لوگ سخت محتاجی میں مبتلا ہوں تو ان پر صدقہ کرنا اس رقم کو نفلی حج میں خرچ کرنے سے افضل ہے؛ اور اگر حج کے سفر میں واجبات کی خلاف ورزی کی جائے یا حرام کاموں میں مبتلا ہوا جائے یا جھوٹ بولا جائے یا کسی کی امانت ادا نہ کی جائے یا کسی پر زیادتی کی جائے تو نفلی حج کے بجائے اس رقم کو نفلی صدقہ میں خرچ کرنے کی اہمیت زیادہ ہے۔

علامہ ابن امیر الحاج رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ:

وبعضهم يترك أهله ضياعا ويمضي إلى الحج وقد قال عليه السلام "كفى بالمرء إثما أن يضيع من يعول" (المدخل لابن الحاج ج ۲ ص ۳۸۸، فصل في شروط وجوب الحج) حكيم الامت حضرت مولانا محمد اشرف علی صاحب تھانوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

اور اگر یہ حج نفلی ہے اور کسی سبب سے اہتمام نماز کا نہ ہو سکے تو اس شخص کو اس حج کے لیے سفر کرنا ہی جائز نہیں، وہ اپنے گھر رہ کر کام میں لگے (اصلاح انقلاب امت صفحہ ۷۰، در ضمن نماز کے متعلق کوتاہیاں؛ مطبوعہ: ادارۃ المعارف کراچی، بتاریخ طبع ۱۴۰۷ھ)

کرنے کے باعث ہر وقت عزت کا خطرہ الگ رہتا ہے، حالانکہ حج اور خاص طور پر نفلی حج کی خاطر اس قسم کی غلط بیانی اور جھوٹ بولنے کی اجازت نہیں، جب ایک مرتبہ حج کا فریضہ ادا کر لیا تو نفلی عمل کی خاطر اتنے سارے گناہوں کا بوجھ لادنا اور اپنی عزت کو خطرہ میں ڈالنا کسی طرح مناسب نہیں، لہذا اس کے بجائے اس رقم کو دوسرے کارِ خیر خصوصاً نیک صالح غرباء و مساکین پر خرچ کرنا چاہیے۔

نفلی حج میں سنتوں اور واجبات کو ترک کرنا، گناہوں کا ارتکاب کرنا یا نفلی حج والوں کی وجہ سے فرض حج کرنے والوں کی مشکلات کا باعث بننا ایسا ہی ہے جیسا کہ کوئی نفلی نماز ایسے طریقہ پر پڑھے کہ اس میں سنن و واجبات کو چھوڑ دے، یا مثلاً نفل نماز میں مشغول افراد کے مسجد میں رُش اور ہجوم کے باعث وہاں باجماعت فرض نماز ادا کرنے والوں کو مشکلات کا سامنا ہو۔ اور جو حکم تفصیل کے ساتھ پیچھے ایک مرتبہ حج فرض ادا کر لینے کے بعد نفلی حج کا گزرا، وہی حکم ایک مرتبہ عمرہ کر لینے کے بعد دوبارہ عمرے کرنے کا بھی ہوگا، کیونکہ قادر ہونے کی صورت میں زندگی بھر میں ایک مرتبہ عمرہ کرنا فرض حج سے کم یعنی واجب یا سنت مؤکدہ کا درجہ رکھتا ہے، اور اس کے بعد مزید عمرے کرنا نفل ہے۔

لہذا نفلی عمل ہونے کے اعتبار سے اس سلسلہ میں عمرہ کا حکم نفلی حج کی طرح ہوگا۔ ۱۔
مذکورہ تفصیل کی روشنی میں ان لوگوں یا اداروں کا مسئلہ بھی واضح ہو گیا جو اپنی طرف سے رقم کا

۱۔ (قوله: وهى سنة) أى العمرة سنة مؤكدة، وهو الصحيح فى المذهب، وقيل بوجوبها وصححه فى الجوهره واختاره فى البدائع، وقال: إنه مذهب أصحابنا، ومنهم من أطلق اسم السنة، وهذا لا ينافى الوجوب. اهـ. والظاهر من الرواية ما فى المختصر فإن محمداً نص فى كتاب الحجر أن العمرة تطوع، وليس بينهما كبير فرق كما قدمناه مراراً واستدل لها فى غاية البيان بما رواه الترمذى وصححه عن جابر أن النبى - صلى الله عليه وسلم - سئل عن العمرة أواجبة هى قال: لا، وأن تعتمروا هو أفضل، وأما قوله تعالى: (وأتوموا الحج والعمرة لله) فالإتمام بعد الشروع، ولا كلام لنا فيه؛ لأن الشروع ملزم، وكلامنا فيما قبل الشروع والمراد أنها سنة فى العمر مرة واحدة فمن أتى بها مرة فقد أقام السنة (البحر الرائق، ج ۳ ص ۶۳، كتاب الحج، باب الفوات فى الحج) (قوله والعمرة فى العمر مرة سنة مؤكدة) أى إذا أتى بها مرة فقد أقام السنة (ردالمحتار، ج ۲ ص ۴۷۲، مطلب فى احكام العمرة)

انتظام کر کے لوگوں کو نفل حج و عمرے کے لئے بھیجتے ہیں کہ اس کے بجائے انہیں یہ رقم غریبوں، ناداروں اور ضرورت مندوں پر خرچ کرنی چاہئے۔

اب اگر یہاں یہ شبہ کیا جائے کہ شریعت نے تو دین کے راستہ میں مال خرچ کرنے کی ترغیب دی ہے، اور آپ لوگوں کو اس سے منع کر رہے ہیں؟

تو اس کا جواب یہ ہے کہ اولاً تو ہم نے حج و عمرہ سے منع نہیں کیا بلکہ بحالات موجودہ نفل حج و عمرے کے بجائے اس رقم کو دیگر کارِ خیر میں خرچ کرنے کے افضل ہونے کا حکم بیان کیا ہے، نہ یہ کہ نہ تو صدقہ کیا جائے اور نہ ہی نفل حج و عمرہ، دوسرے خود صدقہ کرنا بھی اللہ کا راستہ ہے، جس کے بے شمار فضائل و فوائد قرآن و سنت میں بیان کئے گئے ہیں۔

نیز اگر یہ شبہ کیا جائے کہ صدقہ کو حج و عمرہ کا بدل قرار دیا جا رہا ہے جبکہ صدقہ الگ عمل ہے اور حج و عمرہ الگ، تو صدقہ حج و عمرہ کا بدل کیسے بن سکتا ہے؟

جواب یہ ہے کہ درحقیقت یہاں صدقہ کو اولاً تو حج و عمرہ کا بدل قرار نہیں دیا جا رہا، کیونکہ صدقہ فرض حج اور سنت عمرہ کے مقابلہ میں تجویز نہیں کیا جا رہا ہے بلکہ نفل حج و نفل عمرہ کے مقابلہ میں تجویز کیا جا رہا ہے، دوسرے دونوں عملوں کے درجات اور ضرورت اور ثواب کے اعتبار سے گفتگو کی جا رہی ہے، نہ کہ ایک دوسرے کا بدل ہونے کے اعتبار سے۔

اس کے باوجود بھی اگر کوئی شخص نفل حج میں تو لاکھوں روپیہ خرچ کرنے پر آمادہ ہو لیکن اسے نفل صدقہ کی ترغیب دی جائے تو اس میں خرچ کرنے پر آمادہ نہ ہو تو یہ اس بات کی علامت ہوگی کہ اس کے دل میں مال کی محبت کا مرض موجود ہے۔ ا

۱۔ جیسا کہ عام طور پر دیکھنے میں آتا ہے کہ نفل حج میں لاکھوں روپیہ خرچ کرنے والے کسی صاحب کو اگر کسی عذر سے نفل حج کے سفر پر جانے کا موقع نہ مل سکے تو وہ باوجود انتہائی درجہ کے غریب و نادار لوگوں کے موجود ہونے کے اس رقم کو صدقہ کرنے پر آمادہ نہیں ہوتا۔

وشرح عامة الناس بالصدقات وترکهم الفقراء والایتام فی حسرات ولا سیما فی آیام الغلاء وضیق الاوقات وبتعدی النفع تنضاعف الحسنات ثم رأیت فی متفرقات اللباب الحزم بان الصدقة افضل منه الخ (منحة الخالق علی البحر الرائق، ج ۲ ص ۳۳۴، کتاب الحج)

یا پھر اخلاص کی کمی ہے، کہ جس عمل سے شہرت نہیں ہوتی اس کو کرنے پر آمادہ نہیں ہوتا اور اس کے مقابلہ میں شہرت اور نام و نمود حاصل ہونے والے عمل کے لئے تیار ہو جاتا ہے۔ جبکہ صدقہ میں اتنی محنت و جدوجہد بھی نہیں کرنی پڑتی جتنی کہ حج و عمرے میں کرنی پڑتی ہے، نیز وقت بھی صدقہ میں اتنا خرچ نہیں ہوتا جتنا کہ حج و عمرہ میں خرچ ہوتا ہے، یہ وقت بچا کر دوسرے کارِ خیر میں صرف کیا جاسکتا ہے۔

امید ہے کہ اگر نیک نیتی سے اس مسئلہ کو سمجھا جائے اور اہل علم حضرات بھی عوام میں اس چیز کی تبلیغ و ترغیب کا اہتمام کریں، تو ان شاء اللہ تعالیٰ نہ صرف کئی مسائل حج و عمرہ کی پیچیدگیوں کا حل نکل آئے گا، بلکہ اس کے ساتھ نفلی حج و عمرہ پر بے حد و حساب خرچ ہونے والی رقم کو غرباء و مساکین پر خرچ کرنے سے ملک میں جاری غربت میں کافی حد تک کمی اور بے شمار دینی ضروریات پوری ہونے میں مدد حاصل ہو سکے گی۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہم سب کی اصلاح فرمائیں اور اپنی رضا و آخرت کے کاموں کی ہم سب کو توفیق عطا فرمائیں اور ہر عمل کو اس کے درجہ پر رکھ کر ادا کرنے اور اعتدال پر ثابت قدم رہنے کی توفیق عطا فرمائیں۔ آمین۔ فقط واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم

محمد رضوان

۱۱/ ربیع الآخر ۱۴۲۹ھ بمطابق ۱۸ اپریل ۲۰۰۸ء بروز جمعہ المبارک

اضافہ و نظرِ ثانی بموقع طباعتِ دوم

۲۵/ رمضان المبارک ۱۴۳۳ھ۔ بمطابق ۱۴/ اگست ۲۰۱۲ء بروز منگل

ادارہ غفران، راولپنڈی، پاکستان

ماہِ ذی قعدہ کے چند اہم تاریخی واقعات

(مرتب: مولانا طارق محمود: ادارہ غفران، راولپنڈی)

پہلی صدی ہجری کے اجمالی واقعات

(۱)..... ماہِ ذی قعدہ ۱ھ: میں سر یہ سعد بن ابی وقاص پیش آیا۔

غزوہ بدر کے بعد حضرت سعد رضی اللہ عنہ کی سربراہی میں بیس یا اکیس مہاجرین صحابہ کو ”خرار“ کی طرف بھیجا گیا، اس لشکر کے جھنڈے کا رنگ سفید تھا، جس کو حضرت مقداد بن اسود رضی اللہ عنہ نے تھاما ہوا تھا، انہیں قریش کے قافلے سے مقابلہ کرنا تھا لیکن وہ قافلہ بچ کر نکل گیا۔

(البدایۃ والنہایۃ ج ۳ ص ۲۸۷، ۲۸۸: فصل عقدہ علیہ السلام لسعد ابن ابی وقاص الی الخوار لواء ابیض، عہد نبوت کے ماہ و سال ۸۷، غزوات النبی ﷺ ۴۲۰)

(۲)..... ماہِ ذی قعدہ ۵ھ: میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ائم المؤمنین حضرت زینب رضی اللہ عنہا سے نکاح فرمایا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد امہات المؤمنین میں سے سب سے پہلے آپ رضی اللہ عنہا ہی کا انتقال ہوا، آپ کی رخصتی کے دن حجاب کا حکم نازل ہوا۔

(البدایۃ والنہایۃ، ج ۴ ص ۱۶۶، تزویجہ بزینب بنت جحش ونزول الحجاب صبیحۃ عرس زینب)

(۳)..... ماہِ ذی قعدہ ۵ھ: میں غزوہ خندق کے بعد غزوہ بنی قریظہ پیش آیا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوہ خندق سے فارغ ہو کر ابھی ہتھیار اتارے ہی تھے اور ظہر کی نماز پڑھی کہ جبریل علیہ السلام پہنچے اور عرض کیا کہ آپ نے اپنے ہتھیار اتار دیئے، اللہ کی قسم! ہم نے تو ابھی تک نہیں اتارے، ہمیں اور آپ کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے بنو قریظہ سے قتال کا حکم ہوا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہم عصر کی نماز بنو قریظہ میں پڑھیں گے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم ۳۰۰ صحابہ کرام کی معیت میں مدینہ سے چلے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بنو قریظہ کا ۲۵ دن تک محاصرہ کئے رکھا، آخر کار انہوں نے تنگ آ کر حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کو اپنا فیصل مقرر کیا، انہوں نے ان کا یہ فیصلہ سنایا کہ ان کے لڑاکا مردوں کو قتل کر دیا جائے اور باقی سب کو قید کر لیا جائے۔

(البدایة والنهاية، ج ۴ ص ۱۳۳، فصل فی غزوة بنی قریظة، سیرت ابن ہشام ج ۴ غزوة بنی قریظة فی سنة خمس، العبر فی خبر من غیر، ج ۱ ص ۷، المنتظم لابن الجوزی، ج ۳ ص ۲۳۸، عہد نبوت کے ماہ و سال ص ۷۷)

(۴)..... ماہ ذی قعدہ ۶ھ: میں عمرہ حدیبیہ اور صلح حدیبیہ کا واقعہ پیش آیا۔ اس سفر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم محض عمرہ کی نیت سے مدینہ سے نکلے تھے، لیکن کفار جنگی تیاریوں کے ساتھ مکہ سے نکل آئے، کفار سے مذاکرات کے دوران حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو جو کہ قاصد بن کر گئے تھے، اہل مکہ نے روک لیا، اس کی وجہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں سے درخت کے نیچے ”بیعت رضوان“ لی، کفار نے ڈر کی وجہ سے مسلمانوں سے صلح کی پیش کش کی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی پیش کش کو قبول کیا، صلح کی شرائط بظاہر مسلمانوں کے حق میں سخت معلوم ہوتی تھیں، لیکن یہی شرائط بعد میں فتح مکہ کا سبب ہوئی، آئندہ سال عمرہ کی قضاء کے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ذی قعدہ ہی میں سفر فرمایا۔

(سیرت ابن ہشام، ج ۲ ص ۳۰۷، امر الحدیبیہ فی آخر سنة ست و ذکر بیعة الرضوان الخ، البدایة والنهاية، ج ۴ ص ۱۸۸، غزوة الحدیبیہ، المنتظم لابن الجوزی، ج ۳ ص ۲۶۷، عہد نبوت کے ماہ و سال ص ۲۱۴)

(۵)..... ماہ ذی قعدہ ۷ھ: میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا سے نکاح فرمایا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سب سے آخری نکاح حضرت میمونہ رضی اللہ عنہ سے ”سرف مقام“ میں فرمایا ”سرف“ کے مقام پر آپ کا نکاح ہوا، اور ایک طویل مدت بعد ۶۳ھ میں اسی جگہ حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کا انتقال ہوا اور یہی جگہ آپ کا مدفن بنی۔

(البدایة والنهاية، ج ۴ ص ۲۶۵، قصة تزويجه عليه السلام بميمونة، سير اعلام النبلاء

ج ۲ ص ۲۳۹، عہد نبوت کے ماہ و سال ص ۲۳۲)

(۲)..... ماہ ذی قعدہ ۸ھ: میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ”بحرانہ“ کے مقام سے عمرہ فرمایا۔

رات کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ مکرمہ تشریف لے گئے، طواف اور سعی کر کے عمرہ ادا کیا اور راتوں رات ”بحرانہ“ واپس تشریف لے آئے۔

(البدایۃ والنہایۃ، ج ۴ ص ۱۹، عمرۃ الجعرانہ فی ذی القعدۃ، عہد نبوت کے ماہ و سال ص ۲۸۴)

(۷)..... ماہ ذی قعدہ ۹ھ: میں رئیس المنافقین عبد اللہ بن ابی ابن سلول ۲۰ دن بیمار رہ کر مرا۔

اس کے مرض کا آغاز شوال کے آخر ہی میں ہو گیا تھا، اس کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی:

”وَلَا تُصَلِّ عَلَىٰ أَحَدٍ مِّنْهُمْ مَّا تَابَدَا وَلَا تَقُمْ عَلَىٰ قَبْرِهِ“ (التوبۃ)

یعنی ان منافقوں میں سے کوئی مرے تو آپ کبھی اس کی نماز جنازہ نہ پڑھیں نہ اس کی قبر پر کھڑے ہوں“

یہ آیت ان پندرہ مواقع میں سے ہے جن میں وحی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی رائے کے موافق نازل ہوئی۔

(البدایۃ والنہایۃ، ج ۵ ص ۷۷، موت عبد اللہ بن ابی قبحہ اللہ، عہد نبوت کے ماہ و سال ص ۲۹۶)

(۸)..... ماہ ذی قعدہ ۳۸ھ: میں صحابی رسول حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر اہل شام نے بیعت کی۔

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے فتح مکہ کے وقت اسلام قبول کیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کی دینی اور علمی قابلیت کی وجہ سے آپ کو جی لکھنے کے نازک کام پر مامور فرمایا تھا، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے وحی لکھواتے تھے، ۱۸ھ میں آپ کو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے دمشق کا گورنر مقرر فرمایا، پھر اس کے بعد آپ

حمص اور جابیہ کے گورنر مقرر ہوئے، اس طرح پورا شام آپ کے سپرد ہوا، ۳۳ھ میں آپ نے قبرص پر لشکر کشی کر کے اسے فتح کر لیا، ۴۰ھ میں حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی خلافت سے دستبرداری کے بعد آپ باقاعدہ طور پر خلیفہ بنے اور اموی حکومت کی بنیاد رکھی، ۶۰ھ میں دمشق میں انتقال ہوا، اور ضحاک بن قیس رضی اللہ عنہ نے نماز جنازہ پڑھائی۔

(صحابہ کرام انسائیکلو پیڈیا ص ۸۵۲ تا ۸۵۷، سیر اعلام النبلاء ج ۳ ص ۱۳۷)

(۹)..... ماہ ذی قعدہ ۴۲ھ: میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے دور حکومت میں حارث بن مرہ عبدی نے مسلمانوں کے لشکر کے ساتھ سابق سندھ (جو اس وقت پورا ایک ملک تھا) کے علاقے قیقان (قلات، بلوچستان) پر حملہ کیا، لیکن اپنے تمام ساتھیوں سمیت شہید ہو گئے، آئندہ سال مسلمانوں نے دوبارہ حملہ کیا اور اور قیقان والوں کو شکست دی، بہت سے کافروں کو قیدی بنایا اور کافی مال غنیمت حاصل کیا، مسلمان یہ سب کچھ لے کر حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی خدمت میں دے کر واپس آئے، تاکہ صحیح طریقہ سے اسلام نافذ کر سکیں، لیکن آتے ہی پھر مقابلہ ہوا، جس میں مسلمانوں کو شکست ہوئی (تقویم تاریخی ص ۱۰، تاریخ سندھ ص ۳۴)

(۱۰)..... ماہ ذی قعدہ ۶۲ھ: میں حضرت ابو معن مسلمہ بن مخلد بن صامت انصاری خزرجی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا۔

مصر میں آپ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے نائب تھے، حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ، ابن سیرین اور ہشام بن ابی رقیہ رحمہم اللہ سے آپ نے حدیث کی سماعت کی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے وقت آپ کی عمر ۴۱ سال تھی، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آپ کو بنی فزارہ سے زکاۃ وصول کرنے کے لئے عامل بنا کر بھیجا، عقبہ بن عامر کے مصر کی امارت سے معزول ہونے کے بعد آپ مصر کے امیر بنے، اور یزید بن معاویہ کے دور حکومت تک مصر کے امیر رہے، آپ اتنی اچھی نماز پڑھاتے تھے کہ امام تفسیر حضرت مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں نے مسلمہ کے پیچھے ایک مرتبہ نماز پڑھی تو انہوں نے تلاوت کے

دوران ایک الف یا او تک نہیں چھوڑا، اسکندریہ میں آپ کی وفات ہوئی (سیر اعلام النبلاء ج ۳ ص ۲۶)

دوسری صدی ہجری کے اجمالی واقعات

(۱۱)..... ماہ ذی قعدہ ۱۰۶ھ میں حضرت ابو عمر سالم بن عبد اللہ بن عمر بن خطاب رحمہ اللہ کا انتقال ہوا۔

آپ بہت جلیل القدر تابعی ہیں، بڑے بڑے صحابہ کرام سے اکتساب فیض کیا اور کئی جلیل القدر تابعین کرام آپ کے شاگرد ہیں، عبد اللہ بن عمر، عبد اللہ بن محمد بن ابی بکر الصدیق، قاسم بن محمد بن ابی بکر صدیق، ابوالیوب انصاری رضی اللہ عنہم اور نافع بن خدیج، زید بن خطاب، سعید بن مسیب رحمہم اللہ آپ کے جلیل القدر اساتذہ ہیں، ابراہیم بن ابی حنیفہ یمامی، ابراہیم بن عقبہ، بکیر بن عتیق، بکیر بن موسیٰ، جابر جعفی، جہم بن جارد و دارحارث بن عبد الرحمن رحمہم اللہ آپ کے مایہ ناز شاگرد ہیں، حضرت سعید بن مسیب رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ اپنے والد حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے ساتھ مشابہت رکھتے تھے اور سالم، حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے مشابہت رکھتے تھے۔

علی بن حسن عسقلانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

مدینہ کے فقہاء جن کی رائے معتبر سمجھتی جاتی تھی سات تھے، سعید بن مسیب، سلیمان بن یسار، سالم بن عبد اللہ بن عمر، قاسم بن محمد، عروہ بن زبیر، عبید اللہ بن عبد اللہ بن عقبہ اور خارجہ بن زید بن ثابت رحمہم اللہ اور جب بھی کوئی مسئلہ درپیش ہوتا تو ان سب کے پاس پیش ہوتا اور یہ اس میں غور و فکر کرتے، اور قاضی بھی اس وقت تک کسی معاملے میں فیصلہ نہیں کرتا تھا جب تک کہ وہ کام ان حضرات کے

سامنے پیش کر کے ان کی رائے نہ لے لے۔

(تہذیب الکمال ج ۱۰ ص ۱۵۳)

(۱۲)..... ماہ ذی قعدہ ۱۲۵ھ: میں حضرت ابو محمد عبداللہ بن وہب بن مسلم فہری رحمہ اللہ کی ولادت ہوئی۔

ابراہیم بن سعد زہری، ابراہیم بن نشیط وعلانی، اسامہ بن زید بن اسلم، اسامہ بن زید لیشی، اور فلاح بن حمید رحمہم اللہ آپ کے اساتذہ ہیں، ابراہیم بن منذر حزامی، احمد بن سعید ہمدانی، احمد بن صالح مصری، ابوالطاہر احمد بن عمرو بن سرح اور احمد بن عیسیٰ مصری رحمہم اللہ آپ کے شاگرد ہیں، ہارون بن عبداللہ زہری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

لوگوں کا جب امام مالک رحمہ اللہ کے کسی مسئلہ میں اختلاف ہو جاتا تو عبداللہ بن وہب کا انتظار کرتے تھے کہ وہ تشریف لے آئیں تو ان سے اصل مسئلہ پوچھیں۔

ایک مرتبہ آپ کو قاضی کا عہدہ پیش کیا گیا تو آپ چھپ گئے اور اپنے گھر میں مستقل رہنے لگ گئے، تاکہ کسی کو پتہ نہ چلے کہ کہاں ہیں، رشدین بن سعد رحمہ اللہ کو جب پتہ چلا تو وہ آپ کے پاس تشریف لائے تو آپ اس وقت اپنے گھر کے صحن میں وضو کر رہے تھے، تو رشدین رحمہ اللہ نے آپ سے پوچھا کہ اے ابو محمد تم کیوں باہر نہیں نکلتے تاکہ لوگوں کے مابین کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ سے فیصلہ کرو، تو آپ نے اپنا سراٹھا کر فرمایا! کیا تم نہیں جانتے کہ علماء قیامت کے دن انبیاء کے ساتھ اٹھائے جائیں گے اور قاضی بادشاہوں کے ساتھ اٹھائے جائیں گے (تہذیب الکمال ج ۱۶ ص ۲۸۶)

(۱۳)..... ماہ ذی قعدہ ۱۲۵ھ: میں محمد بن علی بن عبداللہ بن عباس کی وفات ہوئی۔

آپ اپنے والد سے صرف ۱۴ سال چھوٹے تھے، اپنے والد سے شکل اتنی ملتی تھی کہ لوگ باپ بیٹے میں فرق نہیں کر سکتے تھے، یہاں تک آپ کے والد کے بال سفید ہو گئے، سب سے پہلے آپ ہی نے خلافت عباسیہ کا نعرہ بلند کیا، ۶۰ یا ۶۳ سال کی عمر میں وفات ہوئی۔

(المنتظم لابن جوزی ج ۷ ص ۲۴۵)

(۱۴)..... ماہِ ذی قعدہ ۱۳۲ھ: میں عراق کے امیر ابو خالد یزید بن عمر بن ہبیرہ فرازی کو قتل کیا گیا۔

قتل کے وقت عمر ۴۵ سال تھی، عباسی خلیفہ ابو جعفر منصور نے اس کا واسطہ شہر میں محاصرہ کیا، اور اس کو امان دی، لیکن بعد میں وعدہ خلافی کرتے ہوئے اس کو قتل کر دیا۔
(العبر فی خبر من غبر ج ۱ ص ۱۳۶، ۱۳۷)

(۱۵)..... ماہِ ذی قعدہ ۱۳۲ھ: میں حضرت ابواسحاق ابراہیم بن علی بن سلمہ بن عامر فہری مدنی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا۔

ابراہیم بن ہرمہ کے نام سے مشہور تھے، اپنے زمانہ کے مشہور شاعر تھے، ایک مرتبہ آپ نے عباسی خلیفہ منصور کے دربار میں اپنا کلام پیش کیا، تو منصور نے خوش ہو کر آپ کو ۲۰ ہزار درہم انعام میں دیئے، آپ کی ولادت ۸۷ھ میں ہوئی، اور ۴۵ سال کی عمر میں آپ کا انتقال ہوا۔
(سیر اعلام النبلاء ج ۲ ص ۲۰۸)

(۱۶)..... ماہِ ذی قعدہ ۱۴۳ھ: میں حضرت شیخ الاسلام ابو المعتمر سلیمان بن طرخان تیمی بصری رحمہ اللہ کی وفات ہوئی۔

آپ بنو تیم قبیلہ میں رہتے تھے اس نسبت سے آپ کو ”تیمی“ کہا جاتا تھا، آپ کے اساتذہ درج ذیل ہیں: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ اور ابو عثمان نہدی، یزید بن عبد اللہ بن شخیر، طاؤس، ابو جہل، یحییٰ بن یحمر اور بکر بن عبد اللہ مزنی رحمہم اللہ، جب آپ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی کوئی حدیث شریف بیان کرتے تو آپ کے چہرے کا رنگ حدیث نبوی کے مقام کی وجہ سے بدل جاتا تھا، ابن سعد رحمہ اللہ فرماتے ہیں: آپ بہت زیادہ عبادت کرنے والے اور کثرت سے حدیث روایت کرنے والے اور حدیث کے معاملے میں ثقہ شمار ہوتے تھے، عشاء کے وضو سے رات کے نوافل پڑھا کرتے تھے، آپ اور آپ کے بیٹے رات کو مختلف مساجد میں تشریف لے جاتے اور کبھی ایک مسجد میں نماز پڑھتے اور کبھی دوسری مسجد نماز پڑھتے، یہاں تک کہ صبح ہو جاتی، ایک مرتبہ آپ نے ایک شخص سے پوچھا: عاریۃ ما لگی، اور

کچھ عرصہ پہن کر ان کو واپس کر دی وہ شخص بتلاتے ہیں کہ اس دن کے بعد برابر اس سے مجھ کو مشک کی خوشبو آ رہی ہے، حضرت عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ سلیمان تہمی ۴۰ سال تک برابر عشاء اور فجر ایک وضو سے ادا کرتے رہے، ۹۷ سال کی عمر میں آپ کا انتقال ہوا۔
(سیر اعلام النبلاء ج ۶ ص ۲۰۶، تہذیب الکمال ج ۳ ص ۳۲، العبر فی خبر من غبر ج ۱ ص ۱۹۴)
(۱۷)..... ماہ ذی قعدہ ۱۶۸ھ: میں حضرت عبید اللہ بن حسن بن حصین بن ابوالحر رحمہ اللہ کی وفات ہوئی۔

خالد حذاء، داؤد بن ابی ہند، سعید جریری اور ہارون بن رباع رحمہم اللہ آپ سے حدیث روایت کرتے ہیں، اسماعیل بن سوید، خالد بن حارث، رافع بن دحیہ مسلی، عبدالرحمن بن مہدی اور ابو حفص عمر بن عامر تمار سعدی رحمہم اللہ آپ سے حدیث روایت کرتے ہیں، آپ کی ولادت ۱۰۶ھ میں ہوئی، ۱۵۷ھ میں آپ سوار بن عبداللہ رحمہ اللہ کے بعد بصرہ کے قاضی مقرر ہوئے (تہذیب الکمال ج ۱۹ ص ۲۶)
(۱۸)..... ماہ ذی قعدہ ۱۷۱ھ: میں حضرت ابو عبداللہ شریک بن عبداللہ نخعی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی۔

آپ نے عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ کا زمانہ پایا، سلمہ بن کہیل، منصور بن معتمر اور ابواسحاق رحمہم اللہ سے حدیث کی سماعت کی، ابان بن تغلب، محمد بن اسحاق، شعبہ، سفیان، لیث بن سعد، ابن المبارک، یحییٰ بن آدم رحمہم اللہ نے آپ سے حدیث کی سماعت کی، آپ کی ولادت ۹۵ھ میں ہوئی، آپ کوفہ کے مشہور قاضی تھے (سیر اعلام النبلاء ج ۸ ص ۲۱۱)
(۱۹)..... ماہ ذی قعدہ ۱۹۱ھ: میں حضرت ابویزید خالد بن حیان رقی کنذی خزرا رحمہ اللہ کا انتقال ہوا۔

سالم بن ابی المہاجر، سلیمان بن عبداللہ بن زبرقان، علی بن عروہ دمشقی، جعفر بن برقان اور ہام بن یحییٰ رحمہم اللہ آپ کے جلیل القدر اساتذہ ہیں، احمد بن حنبل، ایوب، یحییٰ، ابوکریب، علی بن میمون عطار، زکریا بن عدی، عبداللہ بن محمد نفیلی، حسن بن عرفہ رحمہم اللہ آپ

کے مایہ ناز شاگرد ہیں، رقبہ کے مقام پر آپ کی وفات ہوئی۔

(تہذیب التہذیب ج ۳ ص ۷۴، تہذیب الکمال ج ۸ ص ۴۴، المنتظم لابن جوزی ج ۹ ص ۱۹)

(۲۰)..... ماہ ذی قعدہ ۱۹۳ھ: میں حضرت ابو عبد اللہ محمد بن جعفر ہندلی رحمہ اللہ کی

وفات ہوئی۔

آپ ”غندر“ کے نام سے مشہور تھے، آپ کی اکثر روایات حضرت شعبہ رحمہ اللہ سے ہیں اور ان کی صحبت میں آپ ۲۰ سال تک رہے، ان کے علاوہ حضرت عبد اللہ بن سعید بن ابی ہند، عوف اعرابی، معمر بن راشد، سعید بن ابی عروبہ، حسین معلم اور ہشام بن حسان رحمہم اللہ آپ کا اساتذہ ہیں، احمد بن حنبل، اسحاق بن راہویہ، یحییٰ بن معین، علی بن مدینی، ابوبکر، عثمان بن ابی شیبہ، قتیبہ اور ابراہیم بن محمد بن عرعہ رحمہم اللہ آپ کے شاگرد ہیں، ۵۰ سال تک آپ ایک دن روزہ رکھتے اور ایک دن افطار کرتے رہے، ایک مرتبہ آپ نے بازار سے مچھلی خریدی اور گھر لے کر آئے اور گھر والوں کو اس کے پکانے کا کہہ کر سو گئے، آپ کے گھر والوں نے بطور مزاح کے وہ مچھلی پکا کر خود کھالی، اور تھوڑی سی آپ کے ہاتھوں پر مل دی تاکہ آپ کے ہاتھوں سے بومسوس ہو، پھر جب آپ جاگے تو آپ نے مچھلی طلب کی، تو گھر والوں نے آپ سے کہا کہ مچھلی تو آپ نے کھالی، آپ نے فرمایا میں نے تو نہیں کھائی، گھر والوں نے کہا اپنے ہاتھوں کی بوسو گئیں، آپ نے جب ہاتھوں کو سونگھا تو کہا واقعی تم سچ کہتے ہو میں نے کھائی تو ہے لیکن میرا پیٹ نہیں بھرا (گویا کہ مزاح کا جواب مزاح سے دیا)

(تہذیب التہذیب ج ۹ ص ۸۵، سیر اعلام النبلاء ج ۹ ص ۱۰۱، تہذیب الکمال ج ۲۵ ص ۹، المنتظم لابن جوزی ج ۹ ص ۲۲۸)

(۲۱)..... ماہ ذی قعدہ ۱۹۳ھ: میں حضرت ابو بشار اسماعیل بن ابراہیم بن مقسم رحمہ

اللہ کا انتقال ہوا۔

آپ ابن علیہ کے نام سے مشہور تھے (علیہ آپ کی والدہ کا نام تھا) ۱۱۰ھ میں آپ کی ولادت ہوئی، اسی سال حضرت امام حسن بصری رحمہ اللہ کی وفات ہوئی، گویا کا علم کا ایک

سورج غروب ہوا تو دوسرا طلوع ہوا، ابوبکر محمد بن منکدر تمیمی، ابوبکر ایوب بن ابی تمیمہ، یونس بن عبید، اسحاق بن سوید، علی بن زید رحمہم اللہ سے حدیث کی سماعت کی، ابن جریج، شعبہ، حماد بن زید، عبدالرحمن بن مہدی، علی بن مدینی اور احمد بن حنبل رحمہم اللہ نے آپ سے حدیث کی سماعت کی، آپ اپنے زمانے کے مفتی، عالم، فقیہ اور امام الحدیث تھے، آپ کی ۸۳ سال کی عمر میں وفات ہوئی، دمشق کے قاضی ابوبکر محمد بن اسماعیل بن علیہ رحمہم اللہ آپ کے بیٹے ہیں۔

(سیر اعلام النبلاء ج ۹ ص ۱۱۲، تہذیب الکمال ج ۳ ص ۳۲، المنتظم لابن جوزی ج ۹ ص ۲۲۷) (۲۲)..... ماہ ذی قعدہ ۱۹۹ھ میں حضرت ابو عمر حفص بن عبدالرحمن البلیغی رحمہم اللہ کا انتقال ہوا۔

آپ خراسان کے مفتی تھے، عاصم الاحول، داؤد بن ابی ہند، ابن عون، ابو حنیفہ، اور عیسیٰ بن طہمان رحمہم اللہ سے آپ حدیث روایت کرتے ہیں، حسین بن منصور، محمد بن رافع، سلمہ بن شیبہ، محمد بن عقیل خزاعی، محمد بن حمش اور اسحاق بن عبداللہ بن رزین رحمہم اللہ آپ سے حدیث روایت کرتے ہیں، امام حاکم رحمہم اللہ فرماتے ہیں: آپ کے والد عبدالرحمن بن عمر بن فروخ بن فضالہ البلیغی، قتیبہ بن مسلم کے دور امارت میں نیشاپور کے قاضی رہے، اور حفص خراسان میں امام ابو حنیفہ رحمہم اللہ کے بہت زیادہ فقہ جاننے والے ساتھیوں میں سے تھے، آپ کچھ عرصہ قاضی رہے، لیکن بعد میں اس منصب کو چھوڑ کر عبادت میں مشغول ہو گئے، ابن المبارک رحمہم اللہ آپ کی زیارت کے لئے حاضر ہوتے تھے، آپ کے شہر میں آپ کے نام سے موسوم ایک محلہ آپ ہی کی طرف منسوب ہے، جب صحیح بخاری کے مصنف امام بخاری رحمہم اللہ نیشاپور آتے تھے، تو آپ کی مسجد میں درس حدیث دیتے تھے، ۸۰ سال کی عمر میں آپ کا انتقال ہوا۔

(سیر اعلام النبلاء ج ۹ ص ۱۱۱، تہذیب الکمال ج ۷ ص ۲۳)

تیسری صدی ہجری کے اجمالی واقعات

(۲۳۳)..... ماہِ ذی قعدہ ۲۰۱ھ: میں حضرت ابواسامہ حماد بن اسامہ بن زید کو فی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی۔

آپ کی ولادت ۱۲۰ھ کے لگ بھگ ہوئی، ہشام بن عروہ، اعثم، ابن ابی خالد، ادیس بن یزید اودی اور احوص بن حکیم شامی رحمہم اللہ وغیرہ سے حدیث کی سماعت کی، عبدالرحمن بن مہدی، شافعی، قتیبہ، حمیدی، احمد، اسحاق اور ابوخیثمہ رحمہم اللہ نے آپ سے حدیث کی سماعت کی، ایک مرتبہ اپنی دو انگلیوں کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ میں نے ان دو انگلیوں سے ایک لاکھ حدیثیں لکھیں، ۸۰ سال کی عمر میں وفات ہوئی۔

(سیر اعلام النبلاء ج ۹ ص ۲۷۹، تہذیب الکمال ج ۷ ص ۲۲۳)

(۲۳۴)..... ماہِ ذی قعدہ ۲۰۳ھ: میں حضرت حسین بن علی جعفی کو فی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی۔

آپ امام اعثم اور بہت سے محدثین کے شاگرد ہیں، امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں نے حسین بن علی اور سعد بن عامر ضعی سے افضل کسی کو نہیں دیکھا، امام یحییٰ بن یحییٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اگر ابدال میں سے کوئی شخص باقی ہو تو وہ حسین جعفی ہیں، باوجود بہت بڑے عالم ہونے کے آپ کو زہد و عبادت میں بھی بڑا مقام حاصل تھا۔

(العبر فی خبر من خبر ج ۱ ص ۳۳۹، الطبقات الکبریٰ لابن سعد ج ۶ ص ۵۹۶، سیر اعلام النبلاء ج ۹ ص ۴۰۰)

(۲۳۵)..... ماہِ ذی قعدہ ۲۰۵ھ: میں حضرت محمد بن عبید بن امیہ رحمہ اللہ کا انتقال ہوا، آپ کی ولادت ۱۲۲ھ میں ہوئی۔

ابان بن اسحاق، اسماعیل بن ابی خالد، حسن بن حکم نخعی، سفیان عصری اور سلیمان اعثم رحمہم اللہ آپ کے اساتذہ ہیں، احمد بن حنبل، احمد بن سلیمان رهاوی، احمد بن سنان قطان، ابو مسعود احمد بن فرات رازی، احمد بن منیع بغوی اور احمد بن یحییٰ صوفی رحمہم اللہ آپ کے شاگرد ہیں،

آپ پہلے کوفہ میں رہتے تھے اس کے بعد کوفہ سے منتقل ہو کر بغداد میں رہائش اختیار کر لی، اور ایک طویل زمانہ تک بغداد میں قیام کرنے کے بعد دوبارہ کوفہ لوٹ آئے، عباسی خلیفہ مامون الرشید کے دورِ خلافت میں وفات ہوئی (تہذیب الکمال ج ۲۶ ص ۵۹)

(۲۲)..... ماہ ذی قعدہ ۲۱۳ھ: میں حضرت عبید اللہ بن موسیٰ بن ابوالخثر کوفی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی۔

آپ وہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے مسند کی ترتیب پر ایسی کتاب مرتب کی جس میں کوفہ کے صحابہ کی روایات کو جمع کیا گیا تھا، آپ کی ولادت تقریباً ۱۲۰ھ میں ہوئی، ہشام بن عروہ، سلیمان اعمش، اسماعیل بن ابوالخالد، زکریا بن ابی زائدہ اور سعد بن اوس عبسی رحمہم اللہ سے حدیث کی سماعت کی، امام احمد بن حنبل، اسحاق، ابن معین، محمد بن عبد اللہ بن نمیر، عبد بن حمید اور علی بن محمد طنافسی رحمہم اللہ نے آپ سے حدیث کی سماعت کی ”وقیل مات فی شوالہا“ (سیر اعلام النبلاء ج ۹ ص ۵۵۶، تہذیب الکمال ج ۱۹ ص ۱۶۹)

(۲۷)..... ماہ ذی قعدہ ۲۲۷ھ: میں عباسی خلیفہ الواثق باللہ کی والدہ قرطیس کی وفات ہوئی۔

یہ حج کے لئے نکلیں اور حیرہ کے مقام پر وفات ہوئی، اور کوفہ میں تدفین ہوئی (المنظم ج ۱۱ ص ۱۲۶)

(۲۸)..... ماہ ذی قعدہ ۲۲۹ھ: میں حضرت ابو جعفر محمد بن سلام جعفی مسندی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی۔

آپ کے اساتذہ درج ذیل ہیں: سفیان بن عیینہ، مروان بن معاویہ، اسحاق ارزق، فضیل بن عیاض، عبد اللہ بن نمیر اور عبد الرزاق رحمہم اللہ، آپ کے شاگرد درج ذیل ہیں: بخاری، ذہبی، ابوالزرعہ رازی، عبید اللہ بن واصل اور محمد بن نصر رحمہم اللہ، آپ کو ماوراء النہر (وسطی ایشیا) کا شیخ کہا جاتا ہے، امام حاکم رحمہ اللہ نے آپ کو علم حدیث میں وسطی ایشیاء کا امام قرار دیا ہے، ۹۰ سال کی عمر میں وفات ہوئی (سیر اعلام النبلاء ج ۱۰ ص ۶۵۹)

(۲۹)..... ماہ ذی قعدہ ۲۳۲ھ: میں حضرت عبد الرحمن بن اسحاق بن ابراہیم بن سلمہ

بن ضمی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی۔

آپ مذہباً حنفی تھے، رتہ شہر اور اس کے بعد بغداد کا قاضی بھی آپ کو بنایا گیا تھا، ۲۲۸ھ میں قضا کے منصب سے معزول ہوئے، اور مکہ کی طرف جا رہے تھے کہ راستے میں فید کے مقام پر انتقال ہوا، اور وہیں پر دفن ہوئے (المنتظم ج ۱ ص ۱۸۳)

(۳۰)..... ماہ ذی قعدہ ۲۳۳ھ: میں حضرت یحییٰ بن معین بن عون بن زیاد بن بسطام بغدادی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا۔

آپ کا شمار مدینہ منورہ کے بڑے علماء میں ہوتا تھا، ابن المبارک، ہشیم، عیسیٰ بن یونس، یحییٰ بن ابی زائدہ اور سفیان بن عیینہ رحمہم اللہ آپ کے اساتذہ میں شمار ہوتے ہیں، احمد بن حنبل، ابوخیثمہ، محمد بن سعد اور بخاری رحمہم اللہ آپ کے شاگردوں میں شامل ہیں، امام علی بن مدینی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یحییٰ بن معین علم جرح و تعدیل میں کمال رکھتے تھے اس علم کی امامت آپ پر ختم ہے، امام احمد رحمہ اللہ آپ کے بارے میں فرماتے ہیں کہ ہر وہ حدیث جو یحییٰ بن معین تک نہ پہنچے وہ حدیث ہی نہیں، آپ سے روایت شدہ حدیثیں صحاح ستہ میں بھی موجود ہیں، حج کے سفر میں مدینہ منورہ میں انتقال ہوا، اور جنت البقیع میں دفن ہوئے، وفات کے وقت ۷۵ یا ۷۶ سال عمر تھی۔

(المنتظم ج ۱ ص ۲۰۲، شذرات الذهب ج ۱ ص ۷۹، العبر فی خبر من خبر ج ۱ ص ۴۱۵، سیر اعلام النبلاء ج ۱ ص ۹۱، تہذیب الکمال ج ۳ ص ۵۶۵)

(۳۱)..... ماہ ذی قعدہ ۳۳۵ھ: میں حضرت ابونصر منصور بن ابومزاحم بغدادی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی۔

آپ ترک قیدیوں میں سے تھے، آپ کا ایک دیوان بھی لوگوں میں متداول اور رائج تھا، ۸۰ سال کی عمر میں بغداد میں وفات ہوئی، ابراہیم بن سعد، ابوشیبہ ابراہیم بن عثمان، اسماعیل بن جعفر اور اسماعیل بن علیہ رحمہم اللہ آپ کے جلیل القدر اساتذہ ہیں، مسلم، ابوداؤد، ابراہیم بن اسحاق حربی، احمد بن بشر طرابلسی، احمد بن حسن بن عبد الجبار اور احمد بن حسین بن منصور بغدادی

رحمہم اللہ آپ کے مایہ ناز شاگرد ہیں، ۸۰ سال کے قریب عمر پائی، اور بغداد میں آپ کی وفات ہوئی (تہذیب الکمال ج ۲۸ ص ۵۴۵، الطبقات الکبریٰ لابن سعد ج ۷ ص ۳۲۷)

(۳۳)..... ماہ ذی قعدہ ۲۴۱ھ: میں حضرت ابو جعفر محمد بن مالک بن جابر رازی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا۔

آپ نیشاپور میں رہتے تھے، حجاج بن محمد مصیعی، حکام بن سلیم، ابواسامہ حماد بن اسامہ، حماد بن خالد خیاط، سفیان بن عیینہ اور عبد اللہ بن نمیر رحمہم اللہ سے حدیث روایت کرتے ہیں، بخاری، احمد بن نصر بن عبد الوہاب، ایوب بن حسن زابد، حسن بن سفیان نسوی اور عبد اللہ بن عبد الرحمن داری رحمہم اللہ آپ سے حدیث روایت کرتے ہیں، ہفتہ کے دن آپ کی وفات ہوئی اور آپ کے بیٹے نے آپ کی نماز جنازہ پڑھائی (تہذیب الکمال ج ۲۷ ص ۳۲۱)

(۳۳)..... ماہ ذی قعدہ ۲۴۵ھ: میں حضرت ابو عبد اللہ احمد بن نصر بن زیاد قرشی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا۔

ابراہیم بن اشعث بخاری، ابراہیم بن حمزہ زبیری، ابراہیم بن معبد بن شداد مصری، اور ابراہیم بن منذر حزامی رحمہم اللہ سے حدیث کی روایت کرتے ہیں، ترمذی، نسائی، احمد بن علی ابابار، ابو عمرو احمد بن مبارک مستملی، ابو العباس احمد بن محمد بن ازہر ہری اور جعفر بن احمد بن نصر الحافظ رحمہم اللہ آپ سے حدیث کی روایت کرتے ہیں، امام حاکم رحمہ اللہ فرماتے ہیں: کہ احمد بن نصر ایک فقیہ آدمی تھے اور اپنے زمانے میں احادیث کے امام شمار ہوتے تھے، اور آپ نے کثرت سے شام، مصر اور عراق کی طرف سفر کئے (تہذیب الکمال ج ۱ ص ۵۰۳)

(۳۴)..... ماہ ذی قعدہ ۲۵۰ھ: میں حضرت ابو عبد اللہ محمد بن وزیر بن حکم سلمی دمشقی رحمہم اللہ کا انتقال ہوا۔

آپ احمد بن ابی الحواری رحمہم اللہ کے داماد تھے، آپ کے اساتذہ درج ذیل ہیں: خالد بن عبد الرحمن خراسانی، رواد بن جراح عسقلانی، صبیح بن بزیج خراسانی، ضمرہ بن ربیعہ رملی اور محمد

بن شعیب بن شاپور رحمہ اللہ، آپ کے شاگرد درج ذیل ہیں: ابو داؤد، ابراہیم بن دحیم، ابوالجہم احمد بن حسین بن طلاب، احمد بن سعید دمشقی اور ابوالحسن احمد بن عمیر بن جوصار رحمہم اللہ، اتوار کی رات آپ کی وفات ہوئی (تہذیب الکمال ج ۲۶ ص ۵۸۳)

(۳۵)..... ماہ ذی قعدہ ۲۵۱ھ: میں حضرت ابوالحسن عبدالوہاب بن عبدالحکم بن نافع وراق بغدادی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی۔

آپ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کے ساتھی تھے، آپ کے اساتذہ درج ذیل ہیں: ابو صخرۃ انس بن عیاض لیشی، حجاج بن محمد مصیعی، عبد الحمید بن عبد العزیز بن ابی رواد، معاذ بن معاذ عنبری اور یحییٰ بن سعید اموی رحمہم اللہ، آپ کے شاگرد درج ذیل ہیں: ابو داؤد، ترمذی، نسائی، احمد بن علی بن علاء جوزجانی، ابو علی احمد بن یثیم بن اسماعیل خطاب شوکی، حسین بن اسماعیل محاملی اور خطاب بن بشر رحمہم اللہ۔

(تہذیب الکمال ج ۱۸ ص ۵۰۰، سیر اعلام النبلاء ج ۱۲ ص ۳۲۲، تذکرۃ الحفاظ ج ۲ ص ۵۲۶)

(۳۶)..... ماہ ذی قعدہ ۲۵۶ھ: میں حضرت ابو عبد اللہ زبیر بن بکار بن عبد اللہ بن مصعب بن ثابت بن عبد اللہ بن زبیر بن عوام قرشی اسدی زبیری رحمہ اللہ کی وفات ہوئی۔

آپ ابو عبد اللہ بن ابوبکر مدنی کے نام سے مشہور تھے، اور مکہ کے قاضی تھے، ابراہیم بن حمزہ زبیری، ابراہیم بن منذر حزامی، اسحاق بن جعفر بن محمد بن علی بن حسین بن علی بن ابی طالب، اسماعیل بن ابی اویس اور ابو صخرۃ انس بن عیاض لیشی رحمہم اللہ آپ کے اساتذہ ہیں، ابن ماجہ، احمد بن سعید دمشقی، احمد بن سلیمان طوسی، ابوبکر احمد بن محمد بن ابی شیبہ بغدادی بزاز، احمد بن یحییٰ ثعلب نحوی، اسماعیل بن عباس، حسن بن علی بن نصر طوسی رحمہم اللہ آپ کے شاگرد ہیں، ۸۴ سال کی عمر میں مکہ میں وفات ہوئی آپ کے بیٹے مصعب نے نماز جنازہ پڑھائی، آپ کی وفات کا سبب یہ ہوا کہ آپ ایک اونچی جگہ سے گرے اور اس کے بعد دو دن تک زندہ رہے، لیکن کسی سے کوئی بات نہیں کی اور وفات پا گئے۔

(تہذیب الکمال ج ۹ ص ۲۹۹، سیر اعلام النبلاء ج ۱۲ ص ۳۱۲، العبر فی خبر من غیر)

ج ۱ ص ۸۹، طبقات الحفاظ ج ۱ ص ۴۲، تہذیب التہذیب ج ۳ ص ۲۶۹، تذکرۃ الحفاظ ج ۲ ص ۵۲۸

(۳۷)..... ماہ ذی قعدہ ۲۶۸ھ: میں حضرت شیخ الاسلام ابو عبد اللہ محمد بن عبد اللہ بن عبد الحکم بن ایمن بن لیث مصری رحمہ اللہ کی وفات ہوئی۔

آپ کی ولادت ۱۸۲ھ میں ہوئی، آپ نے حدیث کی سماعت عبد اللہ بن وہب، ابو صمرۃ لیثی، ابن ابی فدیہ، ایوب بن سوید، بشر بن بکر، اشہب بن عبد العزیز اور ابو عبد الرحمن مرقی رحمہم اللہ سے کی، نسائی، ابن خزیمہ، ابن صاعد، عمرو بن عثمان مکی، ابوبکر بن زیاد، ابو جعفر طحاوی، علی بن احمد علان، اسماعیل بن داؤد بن وردان اور عبد الرحمن بن ابی حاتم رحمہم اللہ نے آپ سے حدیث کی سماعت کی، فقہ کی تعلیم آپ نے امام مالک رحمہ اللہ حاصل کی، اور ایک طویل مدت تک ان کی صحبت اختیار کی، قاضی بکار بن قتیبہ رحمہ اللہ نے آپ کی نماز جنازہ پڑھائی (سیر اعلام النبلاء ج ۱۲ ص ۵۰۱، طبقات الحفاظ ج ۱ ص ۴۷)

(۳۸)..... ماہ ذی قعدہ ۲۷۰ھ: میں مصر کے امیر احمد بن طولون کی وفات ہوئی۔

آپ مصر میں دولتِ طولونیہ کے بانی تھے، آپ کے والد ایک ترکی غلام تھے، ۲۰۰ھ میں بخارا کے عامل نوح بن اسد سامانی نے اسے مامون الرشید کی خدمت میں ہدیہ بھیجا، مامون نے طولون کو خدمت گزاری کی وجہ سے امراء کے پہلو میں جگہ دی، اس لئے احمد بن طولون کی پرورش بھی شہزادوں کے ساتھ ہوئی، علم حدیث سے ان کو بڑا شغف تھا، اور طرسوس کے محدثین سے علم حدیث میں استفادہ کے لئے آپ نے کئی سفر کئے، عباسی خلیفہ مستعین باللہ کی نوازشات آپ پر بہت زیادہ تھیں، کچھ عرصہ بعد آپ کو مصر کے امیر کے نائب کی حیثیت سے مستعین باللہ نے مصر بھیج دیا، احمد بن طولون میں عدل، فیاضی، شجاعت و بہادری، حسن سیرت، فراست سمیت تمام اوصاف جمع تھے، اور اپنے فرائض کو خود تندی سے سرانجام دیتے تھے، رعایا کی خبر گیری، اہل علم سے مشورہ کا خوب اہتمام کرتے تھے، آپ کا دسترخوان عوام و خواص ہر شخص کے لئے وسیع تھا، اس کے علاوہ ایک ہزار دینار یومیہ خیرات کرتے تھے، اہل

مصر آپ کے گرویدہ ہو گئے، عباسی خلیفہ مہدی باللہ نے یہ دیکھ کر آپ کو اسکندریہ کی حکومت دے دی، احمد بن طولون نے برسرِ اقتدار آ کر بہت سے کارنامے سرانجام دیئے مثلاً نئے شہر قطائع کی تعمیر، بیمارستان (ہسپتال کا قیام) مدارس کی تعمیر، فوجی نظام کی مضبوطی، بحری نظام وغیرہ، ۲۰ ذی قعدہ اتوار کی رات آپ کی وفات ہوئی۔

(العبر فی خبر من غبر ج ۱ ص ۹۵، تاریخ ملت ج ۲ ص ۶۹ تا ۷۷)

(۳۹)..... ماہ ذی قعدہ ۲۸۲ھ: میں حضرت ابو زکریا یحییٰ بن عثمان بن صالح بن صفوان قرشی سہمی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا۔

آپ کے اساتذہ درج ذیل ہیں: ابان بن صباح حضرمی، احمد بن رفاعہ بن راشد نخعی، احمد بن سکین بن عطاء صرغی، احمد بن سواد مرادی، احمد بن شعیب بن سعید مرادی اور ابوطاہر احمد بن عمرو بن سرح رحمہم اللہ، آپ کے شاگرد درج ذیل ہیں: ابن ماجہ، احمد بن ابراہیم بن محمد بن جامع سکری، ابو جعفر احمد بن اسماعیل، اسحاق بن ابراہیم بن صالح عذری، بکر بن عبد الرحمن بن محمد بن عبد اللہ خلال، حسین بن علی فرافضی اور ابوالقاسم سلیمان بن احمد طبرانی رحمہم اللہ، حضرت ابوسعید آپ کے بارے میں فرماتے ہیں کہ ”آپ عالمی حالات و واقعات، تاریخ اور اہل علم کی سوانح اور ان کے زمانے کے بہت باخبر اور معلومات رکھنے والے تھے، بعض روایتیں ان کی ایسی ہیں جن میں یہ ممتاز اور منفرد ہیں“

(تہذیب الکمال ج ۳۱ ص ۲۶۲، سیر اعلام النبلاء ج ۱۳ ص ۵۵۳)

(۴۰)..... ماہ ذی قعدہ ۲۹۹ھ: میں حضرت ابوالحسن علی بن سعید بن بشیر بن مہران رحمہ اللہ کی وفات ہوئی۔

آپ مصر میں رہتے تھے، عبدالاعلیٰ بن حماد زری، جبارہ بن مغلس، بشر بن معاذ عقدی، نوح بن عمرو سکسکی اور محمد بن ہاشم بعلی رحمہم اللہ آپ کے جلیل القدر اساتذہ ہیں، احمد بن حسن بن عتبہ رازی، عبد اللہ بن جعفر بن ورد، محمد بن احمد بن خروف، ابوالقاسم طبرانی، حسن بن رشیق اور ابومنصور محمد بن سعید لایپوردی رحمہم اللہ آپ کے مایہ ناز شاگرد ہیں (سیر اعلام النبلاء ج ۱۳ ص ۱۲۶)

چوتھی صدی ہجری کے اجمالی واقعات

(۴۱)..... ماہ ذی قعدہ ۳۰۱ھ: میں حضرت امام محدث ابو عبد اللہ، محمد بن عبد الرحمن ہروی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی۔

کوفہ میں احمد بن یونس یربوعی، مدینہ میں اسماعیل بن ابی اویس، بغداد میں احمد بن حنبل، مکہ میں ابراہیم بن محمد شافعی، نیشاپور میں محمد بن معاویہ نیشاپوری اور محمد بن مقاتل مروزی رحمہم اللہ سے آپ نے استفادہ کیا، ابو حاتم بن حبان اپنی کتاب ”صحیح“ میں اور عباس بن فضل نضوی، بشر بن محمد مزنی اور بہت سے علماء آپ سے حدیث روایت کرتے ہیں، سو سال کے قریب عمر پائی (سیر اعلام النبلاء ج ۱۲ ص ۱۱۵)

(۴۲)..... ماہ ذی قعدہ ۳۰۶ھ: میں حضرت موسیٰ ابوالاسود بن عبد الرحمن بن حبیب رحمہ اللہ کا انتقال ہوا۔

آپ لقطان کے لقب سے مشہور تھے، اور بنو امیہ کے آزاد کردہ غلام تھے، محمد بن سحون، محمد بن عامر اندلسی اور علی بن عبد العزیز رحمہم اللہ آپ کے جلیل القدر اساتذہ ہیں، تمیم بن ابو العرب اور ابوالقاسم سوری رحمہما اللہ آپ کے مایہ ناز شاگرد ہیں، آپ کی ولادت ۲۳۲ھ میں ہوئی، آپ فقہ مالکی کے ماہر فقیہ تھے، جب آپ طرابلس کے قاضی مقرر ہوئے، تو آپ نے انصاف کا بول بالا کیا، اور کمزوروں کا حق طاقت وروں سے حاصل کیا، اس کی پاداش میں آپ کو مختلف ایذائیں اور تکالیف بھی پہنچائی گئیں، یہاں تک کہ آپ کو قید بھی کیا گیا، آپ نے احکام القرآن پر ایک کتاب لکھی، جو بارہ جلدوں پر مشتمل تھی۔

(الدبیح المذہب فی معرفۃ اعیان علماء المذہب لابن فرحون ج ۱ ص ۱۷۱)

(۴۳)..... ماہ ذی قعدہ ۳۱۰ھ: میں حضرت امام حافظ البارع ابو بشر محمد بن احمد بن حماد بن سعید بن مسلم انصاری دولابی رازی وراق رحمہ اللہ کا انتقال ہوا۔

آپ کی ولادت ۲۲۲ھ میں ہوئی، محمد بن بشار، محمد بن ثنی، احمد بن ابوسریح رازی، زیاد بن

ایوب، محمد بن منصور جواز، ہارون بن سعید ایلی، موسیٰ بن عامر مری، ابو غسان زنج، محمد بن اسماعیل بن علیہ، ابواسحاق جوزجانی، ابوبکر محمد بن عبدالرحمن بھٹی، یزید بن عبدالصمد اور محمد بن عوف حمصی رحمہم اللہ آپ کے جلیل القدر اساتذہ ہیں، عبدالرحمن بن ابی حاتم، ابواحمد بن عدی، ابوالقاسم طبرانی، ابوالحسن بن حیویہ، ابوبکر بن مقرئ، ابوبکر احمد بن محمد مہندس، ابوحاتم بن حبان اور ہشام بن محمد بن قرۃ رعینی رحمہم اللہ آپ کے مایہ ناز شاگرد ہیں، مکہ اور مدینہ کے درمیان ”عرج“ مقام میں آپ کی وفات ہوئی۔

(سیر اعلام النبلاء ج ۴ ص ۳۱۰، طبقات الحفاظ ج ۱ ص ۶۳، تذکرۃ الحفاظ ج ۲ ص ۷۰)

(۴۴)..... ماہ ذی قعدہ ۳۳۱ھ: میں شیخ الاسلام حضرت ابوبکر محمد بن اسحاق بن خزیمہ بن مغیرہ بن صالح بن بکر سلمیٰ نیشاپوری شافعی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا۔

آپ بہت بزرگ ہونے کے ساتھ ساتھ ایک بڑے محدث بھی تھے، اور کئی کتابوں کے مصنف تھے، آپ کی ولادت ۲۲۳ھ میں ہوئی، آپ کے علم کے وسیع ہونے کی مثال دی جاتی تھی، آپ کے اساتذہ درج ذیل ہیں: اسحاق بن راہویہ، محمد بن حمید، محمود بن غیلان، عتبہ بن عبداللہ مروزی، علی بن حجر، احمد بن منیع، بشر بن معاذ، ابوالکریم، عبد الجبار بن علاء، احمد بن ابراہیم دورق، اسحاق بن شاپین، عمرو بن علی، زیاد بن ایوب، محمد بن مہران جمال، ابو سعید اشج، یوسف بن واضح ہاشمی، محمد بن بشار، محمد بن ثنی، حسین بن حریش، محمد بن عبدالاعلیٰ صنعانی، محمد بن یحییٰ، احمد بن عبدہ ضیٰ اور نصر بن علی رحمہم اللہ سے حدیث کی سماعت کی، بخاری، مسلم، محمد بن عبداللہ بن عبدالحکم، احمد بن مبارک مستملی، ابراہیم بن ابوطالب، ابو حامد بن شرقی، ابوالعباس دغولی، ابوالعلیٰ حسین بن محمد نیشابوری، ابوحاتم بستی، ابواحمد بن عدی، ابو عمرو بن حمدان، اسحاق بن سعد نسوی، ابو حامد احمد بن محمد بن بالویہ، ابوبکر احمد بن مہران مقرئ، محمد بن فضل بن محمد بن خزیمہ، محمد بن احمد بن علی بن نصیر معدل، ابوبکر بن اسحاق صغنی، ابوسہل صعلوکی، حسین بن علی تہمی، بشر بن محمد بن محمد بن یاسین، ابو محمد عبداللہ بن احمد بن جعفر شیبانی، ابوالحسین احمد بن محمد بکیری، خلیل بن احمد سجری قاضی، ابوسعید محمد بن بشر کرابیسی، ابواحمد محمد بن

محمد کرامیسی، ابو نصر احمد بن حسین مروانی، ابو العباس احمد بن محمد صندوقی اور ابو الحسن محمد بن حسین آبری رحمہم اللہ نے آپ سے حدیث سماعت کی، امام حاکم رحمہ اللہ فرماتے ہیں: میرے نزدیک امام ابن خزمیہ کے فضائل ایک بڑی کتاب میں ساسکتے ہیں، اور ان کی تصنیفات ۱۴۰ سے زیادہ ہیں، اور اس میں مسائل کی کتابیں شامل نہیں، اور مسائل کی تصنیفات ان کی سوا جزاء سے زیادہ ہیں، ابو اسحاق ابراہیم بن محمد بن المضارب فرماتے ہیں کہ: میں نے ابن خزمیہ کو خواب میں دیکھا تو ان سے عرض کیا کہ اللہ تعالیٰ آپ کو اہل اسلام کی طرف سے اچھی جزاء عطا فرمائیں، تو ابن خزمیہ نے جواب میں فرمایا کہ یہی دعا مجھے آسمانوں میں جبریل نے بھی دی، آپ کی عمر ۸۹ سال تھی (سیر اعلام النبلاء ج ۱ ص ۳۸۲، طبقات الحفاظ ج ۱ ص ۶۱) (۴۵)..... ماہِ ذی قعدہ ۳۱۸ھ: میں حضرت ابو محمد یحییٰ بن محمد بن صاعد بن کاتب ہاشمی بغدادی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا۔

آپ عراق کے محدث کے لقب سے مشہور تھے، عباسی خلیفہ ابو جعفر منصور کے آزاد کردہ غلام تھے، اور ابن صاعد کے نام سے مشہور تھے، آپ فرماتے ہیں کہ میری ولادت ۲۲۸ھ میں ہوئی اور ابن ماسرجس رحمہ اللہ سے میں نے حدیث کا علم ۲۳۹ھ میں حاصل کرنا شروع کیا، یحییٰ بن سلیمان بن نھسلہ، عبد اللہ بن عمران عابدی، محمد بن سلیمان لوینا، احمد بن منیع، سوار بن عبد اللہ قاضی، حسن بن عیسیٰ بن ماسرجس، یعقوب دورقی، محمد بن بشار، عبد الجبار بن علاء عطار اور عمرو بن علی صیرفی رحمہم اللہ آپ کے جلیل القدر اساتذہ ہیں، ابو القاسم بغوی (یہ آپ سے عمر میں بڑے ہیں) جعابی، شافعی، طبرانی، ابن عدی، اسماعیلی، ابو سلیمان بن زبر، ابو عمر بن حیویہ، ابو طاہر مخلص، عیسیٰ بن وزیر اور ابو مسلم کاتب رحمہم اللہ اور بہت سے حضرات آپ کے مایہ ناز شاگرد ہیں، ابو یعلیٰ خلیل فرماتے ہیں کہ: ایک زمانے میں تین ائمہ جمع ہو گئے ہیں ابن ابی داؤد، ابن خزمیہ اور عبد الرحمن بن ابی حاتم رحمہم اللہ۔

(سیر اعلام النبلاء ج ۱ ص ۵۰۵، طبقات الحفاظ ج ۱ ص ۶۲، تذکرۃ الحفاظ ج ۲ ص ۷۷۷)

(۴۶)..... ماہِ ذی قعدہ ۳۲۱ھ: میں حضرت ابو جعفر احمد بن محمد بن سلامہ بن سلمہ از دی

حجری مصری طحاوی حنفی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی۔

”طحاوی“ مصر کا ایک گاؤں ہے، آپ فقہ حنفی کے بہت بڑے امام اور کئی کتابوں کے مصنف ہیں، ہارون بن سعید ابیلی، عبدالغنی بن رفاعہ، یونس بن عبدالاعلیٰ، عیسیٰ بن مثنوی، محمد بن عبداللہ بن عبدالحکم اور بحر بن نصر رحمہم اللہ سے حدیث کی سماعت کی، احمد بن قاسم خشاب، ابوالحسن محمد بن احمد انجمی، یوسف میانجی، ابوبکر بن مقرئ، طبرانی اور احمد بن عبدالوارث زجاج رحمہم اللہ نے آپ سے حدیث کی سماعت کی، آپ پہلے شافعی مسلک سے تعلق رکھتے تھے اور شافعی مسلک کی مشہور شخصیت امام مزنی رحمہ اللہ کے شاگرد تھے، ایک دن امام مزنی رحمہ اللہ (جو کہ آپ کے حقیقی ماموں بھی تھے) نے کسی بات پر آپ سے ناراض ہو کر فرمایا کہ خدا کی قسم تجھ سے کچھ بھی نہ ہوگا، آپ کو اس بات سے غصہ آ گیا اور آپ نے ابن ابی عمران (آپ قاضی بکار کے بعد مصر کے قاضی تھے) کی شاگردی اختیار کر لی، جب آپ نے اپنی پہلی کتاب لکھی تو آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ رحم کرے ابوابراہیم (امام مزنی) پر اگر وہ زندہ ہوتے تو اپنی قسم کا کفارہ ادا کرتے (تذکرۃ الحفاظ ج ۳ ص ۸۱۰)

(۴۷)..... ماہ ذی قعدہ ۳۳۳ھ میں علامہ مفتی حضرت ابوالعرب محمد بن احمد بن تمیم بن تمام مغربی افریقی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا۔

آپ کے دادا افریقہ کے امراء میں شمار ہوتے تھے، عیسیٰ بن مسکین، ابو عثمان بن حداد آپ کے استاد ہیں، قاضی عیاض کے بقول آپ اپنے مذہب کے حافظ اور مفتی تھے، اور علم حدیث و علم اسماء الرجال کا آپ پر غلبہ تھا، آپ کی مندرجہ ذیل تصنیفات مشہور ہیں:

”طبقات اهل افریقیة، کتاب المحن، کتاب فضائل مالک، کتاب مناقب سحنون، کتاب التاريخ (جو کہ ۱۱ جلدوں پر مشتمل ہے)

آپ کے بیٹے نے آپ کی نماز جنازہ پڑھائی۔

(سیر اعلام النبلاء ج ۵ ص ۳۹۵، تذکرۃ الحفاظ ج ۳ ص ۸۹۰)

(۴۸)..... ماہ ذی قعدہ ۳۴۰ھ میں حضرت ابوسعید احمد بن محمد بن زیاد بن بشر بن

درہم بن اعرابی بصری صوفی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا۔

آپ کے مکہ مکرمہ میں رہتے تھے اور شیخ الحرم کے لقب سے معروف، اور ابن الاعرابی کے نام سے مشہور تھے، حسن بن محمد بن صباح زعفرانی، عبد اللہ بن ایوب مخزومی، سعدان بن نصر، محمد بن عبد الملک دیقی، ابو جعفر محمد بن عبید اللہ منادی، عباس ترقی، عباس بن محمد دوری، ابراہیم بن عبد اللہ عیسیٰ رحمہم اللہ سے حدیث کی سماعت کی، ابو عبد اللہ بن خفیف، ابو بکر بن مقرئ، ابو عبد اللہ بن منہ، قاضی ابو عبد اللہ بن مفرج، عبد اللہ بن یوسف اصہبانی، محمد بن احمد بن جمیع صیداوی، عبد اللہ بن محمد دمشقی قطان، صدقہ بن دلم، عبد الرحمن بن عمر بن نحاس اور عبد الوہاب بن منیر مصریان رحمہم اللہ نے آپ سے حدیث کی سماعت کی، ابن الاعرابی فرماتے ہیں کہ: پوری ”معرفت“ اپنے جہل کا اعتراف کرنا ہے، اور ”تصوف“ کا حاصل فضولیات و لالیعی امور کا ترک کرنا ہے، اور پورا ”زہد“ یہ ہے کہ جن چیزوں کے بغیر چارہ کار نہیں ان پر اکتفاء کرے (باقی چھوڑ دے) اور پورا پورا ”معاملہ“ یہ ہے کہ الایہم فالایہم کے تحت چیزوں کو عمل میں لائے، اور ”رضا“ اعتراض و ناگواری کو ترک کرنے کا نام ہے، اور ”عافیت“ یہ ہے کہ بغیر کسی تکلف کے تکلف ساقط ہو جائے، آپ جنید بغدادی اور ابواحمد قلنسی رحمہما اللہ کی صحبت میں بھی رہے (سیر اعلام النبلاء ج ۱۵ ص ۲۱۰، تذکرۃ الحفاظ ج ۳ ص ۸۵۳)

(۴۹)..... ماہ ذی قعدہ ۳۵۵ھ: میں حضرت ابو منصور احمد بن شعیب بن صالح بن حسین وراق رحمہ اللہ کا انتقال ہوا۔

صالح بن محمد جزرہ، حامد بن سہل، سہل بن شاذویہ، محمد بن حریش، ابو خلیفہ فضل بن حباب جمحی، زکریا بن یحییٰ ساجی، محمد بن ابراہیم بن ابان سراج، محمد بن جریر طبری، احمد بن حسن بن عبد الجبار صوفی، عمر بن ابی غیلان ثقفی اور حامد بن شعیب بلخی رحمہم اللہ سے حدیث کی سماعت کی، ابوالحسن بن رزقویہ، محمد بن طلحہ نعالی اور عبد الغفار بن محمد بن جعفر مودب رحمہم اللہ نے آپ سے حدیث کی سماعت کی، آپ کی ولادت ۲۸۰ھ میں ہوئی، خطیب بغدادی فرماتے ہیں کہ

آپ شیخ، صالح اور ثقہ ہیں، ہفتہ کے دن آپ کی وفات ہوئی (تاریخ بغداد ج ۳ ص ۱۹۳)
(۵۰)..... ماہ ذی قعدہ ۳۵۹ھ: میں حضرت ابو عبد اللہ احمد بن بندار بن اسحاق اصہبانی
رحمہ اللہ کی وفات ہوئی۔

ابراہیم بن سعدان، عبید بن حسن غزال، محمد بن زکریا، عمیر بن مرداس اور ابو بکر بن ابی عاصم رحمہم
اللہ سے حدیث روایت کرتے ہیں، ابو بکر بن مردویہ، علی بن عبد کوہ، ابو بکر بن ابی علی، ابوسعید
نقاش، ابو نعیم حافظ اور ابوسعید عبد الرحمن بن احمد صفار رحمہم اللہ آپ سے روایت کرتے ہیں،
آپ فقہ ظاہری سے تعلق رکھتے تھے، ۹۰ سال سے زیادہ عمر پائی (سیر اعلام النبلاء ج ۱۶ ص ۶۲)
(۵۱)..... ماہ ذی قعدہ ۳۶۰ھ: میں حضرت ابو القاسم سلیمان بن احمد بن ایوب بن
مطیر نخعی شامی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی۔

آپ عظیم محدث ہیں، اور حدیث کی کئی کتابوں کے مصنف ہیں، آپ کی ولادت ”بعک“
مقام میں صفر ۲۶۰ھ میں ہوئی، اور مدائن، شام، حرین، یمن، مصر، بغداد، کوفہ، بصرہ، اصہبان
اور جزیرہ وغیرہ ممالک کے لئے تحصیل علم کے لئے اسفار کئے، اور ہزار سے اوپر حضرات سے
استفادہ کیا، آپ کی ”معجم کبیر“ اور ”معجم اوسط“ اور ”معجم صغیر“ اور ”مسند الشامیین“ مشہور
کتب اور احادیث کا بڑا ذخیرہ ہیں، ان کے علاوہ بھی آپ کی کئی کتب ہیں، جن میں سے چند
کے نام درج ذیل ہیں:

کتاب الدعاء، کتاب المناسک، کتاب عشرة النساء، کتاب السنة، کتاب الطوالات،
کتاب النوادر، کتاب دلائل النبوة، کتاب مسند شعبہ، کتاب مسند سفیان، عمل اسانید
جماعة من الکبار، کتاب الاوائل، کتاب الرمی.

۲۸ ذوالقعدہ آپ کی وفات ہوئی (تذکرۃ الحفاظ ج ۳ ص ۷۳)

(۵۲)..... ماہ ذی قعدہ ۳۶۷ھ: میں حضرت قاضی القضاۃ ابو طاهر محمد بن احمد بن
عبد اللہ بن نصر بن بحیر ذہلی بغدادی مالکی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی۔

آپ مصر کے قاضی تھے، آپ کی ولادت ۳۷۹ھ میں ہوئی، آپ کے اساتذہ درج ذیل

ہیں: بشر بن موسیٰ اسدی، ابو مسلم کجی، ابو شعیبہ حرائی، یوسف بن یعقوب قاضی، عمر بن حفص سدوسی، ابو خلیفہ فضل بن حباب کجی، خلف بن عمرو عکبری، محمد بن عثمان بن ابی شیبہ، موسیٰ بن ہارون حمال، محمد بن یحییٰ مروزی، محمد بن عبدوس بن کامل اور جعفر بن محمد فریابی رحمہم اللہ، آپ کے شاگرد درج ذیل ہیں: تمام رازی، عبد الغنی بن سعید ازدی، ابو العباس بن حاج اشمیلی، محمد بن فضل بن نظیف، ابو الحسن قابسی، محمد بن حسین طفال اور علی بن منیر خلال رحمہم اللہ۔

(سیر اعلام النبلاء ج ۱۶ ص ۲۰۹)

(۵۳)..... ۳۷۵ھ ذی قعدہ: میں حضرت ابو الحسن محمد بن علی بن محمد بن عبید اللہ بن عبد الصمد بن محمد بن مہدی باللہ محمد بن واثق ہارون رحمہ اللہ کی ولادت ہوئی۔

آپ ابن الغریق کے نام سے مشہور تھے، امام دارقطنی، عمر بن شاہین، علی بن عمر سکری، محمد بن یوسف بن دوست، ابو الفتح یوسف قواس، ابو القاسم بن حبابہ، ابو الطیب عثمان بن متاب، ابو حفص کتانی، عیسیٰ بن وزیر، ادیس بن علی اور علی بن عمر مالکی قصار رحمہم اللہ آپ کے اساتذہ ہیں، خطیب بغدادی، حمیدی، شجاع ہذلی، محمد بن طرخان ترکی، مفتی یوسف بن علی زنجانی، یحییٰ بن عبد الرحمن فارقی، ابوبکر محمد بن عبد الباقي فرضی، یوسف بن ایوب ہمدانی، قاضی ابو الفضل محمد بن عمر اموی اور ابو منصور قزاز رحمہم اللہ آپ کے شاگرد ہیں، بقول خطیب بغدادی آپ بغداد کے قاضی تھے، اور آپ نیکی اور عبادت میں مشہور و معروف تھے، ابو الفضل بن خیرون فرماتے ہیں کہ آپ کثرت سے روزے رکھتے تھے، اور دنیا سے کنارہ کش تھے، اور امام دارقطنی اور ابن دوست سے آخری عمر میں روایت کرنے والے ہیں، آپ کی وفات ذوالحجہ ۳۶۵ھ میں ہوئی (سیر اعلام النبلاء ج ۱۸ ص ۲۲۱)

(۵۴)..... ۳۸۵ھ ذی قعدہ: میں عظیم محدث، شیخ الاسلام حضرت ابو الحسن علی بن عمر بن احمد بن مہدی بن مسعود بن نعمان بن دینار بن عبد اللہ بغدادی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی۔

آپ کی ولادت ۳۰۱ھ میں ہوئی، آپ احادیث کی کئی کتابوں کے مصنف ہیں، سب سے زیادہ شہرت ”سنن دارقطنی“ کو حاصل ہوئی، ابو القاسم بغوی، یحییٰ بن محمد بن صاعد، ابوبکر بن

ابی داؤد، محمد بن نیر و زانماطی، ابو حامد محمد بن ہارون حضرمی، علی بن عبد اللہ بن مبشر واسطی، ابوعلی محمد بن سلیمان مالکی، محمد بن قاسم بن زکریا محاربی، ابو عمر محمد بن یوسف بن یعقوب قاضی، ابوبکر بن زیاد نیشاپوری اور حسن بن علی عدوی بصری رحمہم اللہ سے حدیث کی سماعت کی، آپ نے ابوبکر شافعی اور ابن المظفر رحمہما اللہ سے بھی استفادہ کیا، اور بڑھاپے کی عمر میں شام اور مصر کا سفر کیا، اور ابن حیویہ نیشاپوری، ابوطاہر ذہلی اور ابواحمد بن ناصح رحمہم اللہ سے استفادہ کیا، امام حاکم، حافظ عبد الغنی، تمام بن محمد رازی، ابو حامد اسفہانی، ابونصر بن جندی، احمد بن حسن طیان، ابو عبد الرحمن سلمی، ابومسعد اور ابو نعیم اسمہانی رحمہم اللہ نے آپ سے حدیث کی سماعت کی، حافظ عبد الغنی فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کلام تین افراد سب سے اچھا پڑھتے تھے، ایک ابن المدینی، دوسرے موسیٰ بن ہارون اور تیسرے دارقطنی، ابوالطیب طبری فرماتے ہیں کہ دارقطنی امیر المؤمنین فی الحدیث ہیں۔

(سیر اعلام النبلاء ج ۱ ص ۲۷۷، طبقات الحفاظ ج ۱ ص ۷۹، تذکرۃ الحفاظ ج ۳ ص ۹۹۵)

(۵۵)..... ماہ ذی قعدہ ۳۹۱ھ: میں عباسی خلیفہ امیر المؤمنین عبد اللہ قائم بامر اللہ بن احمد قادر باللہ بن اسحاق بن جعفر مقتدر باللہ بن احمد معتضد باللہ کی ولادت ہوئی۔

قادر باللہ کی وصیت کے مطابق ذی الحجہ ۴۲۲ھ میں قائم بامر اللہ کے ہاتھ پر اراکین سلطنت نے بیعت کی، تخت نشینی کے وقت اس کی عمر ۳۱ سال تھی، بقول ابن کثیر قائم بامر اللہ خوبصورت، عابد، زاہد عالم، اللہ پر بھروسہ رکھنے والا، صدقہ دینے والا، صابر، ادیب، خوشخط، عادل، احسان کرنے والا تھا، ۱۳ شعبان ۴۶۰ھ میں اس کا انتقال ہوا، اپنے پوتے عبد اللہ بن محمد کو ولی عہد اور جانشین بنایا، قائم بامر اللہ نے ۴۵ سال خلاف کی۔

(تاریخ بغداد ج ۹ ص ۳۹۹، تاریخ ملت، جلد دوم، ص ۳۶ تا ۳۹۵ ملخصاً)

(۵۶)..... ماہ ذی قعدہ ۳۹۵ھ: میں حضرت ابو عبد اللہ محمد بن ابویعقوب اسحاق بن حافظ ابو عبد اللہ محمد بن یحییٰ بن مندۃ رحمہ اللہ کی وفات ہوئی۔

آپ ابن مندہ کے نام سے مشہور تھے، آپ کی ولادت ۳۱۰ یا ۳۱۱ھ میں ہوئی، عبد الرحمن بن

یحییٰ بن مندر، محمد بن قاسم کوئی کرانی، محمد بن عمر بن حفص، عبد اللہ بن یعقوب بن اسحاق کرمانی، ابو علی حسن بن محمد بن نصر، عبد اللہ بن ابراہیم مقری، محمد بن حمزہ بن عمارہ، ابو عمرو بن حکیم، احمد بن محمد لنبانی اور ابو سعید بن اعرابی رحمہم اللہ سے حدیث روایت کرتے ہیں، ابو بکر بن مقری، ابو عبد اللہ حاکم، ابو عبد اللہ غنجا، ابو سعد ادربیسی، تمام بن محمد رازی، حمزہ بن یوسف سہمی، ابو نعیم اصبہانی، احمد بن فضل باطرقانی، احمد بن محمود ثقفی، ابو الفضل عبد الرحمن بن احمد بن بندار رازی، ابو المظفر عبد اللہ بن شیبہ اور ابو طاهر عمر بن محمد مودب رحمہم اللہ آپ سے حدیث روایت کرتے ہیں، آپ احادیث کی کئی کتابوں کے مصنف ہیں، جن میں چند مشہور کتب کے نام مندرجہ ذیل ہیں:

کتاب الایمان، کتاب التوحید، کتاب الصفات، کتاب التاریخ، معرفة الصحابة، کتاب الکنى.

(سیر اعلام النبلاء ج ۷ ص ۳۸، تذکرۃ الحفاظ ج ۳ ص ۱۰۳۵، طبقات الحفاظ ج ۱ ص ۸۲)

پانچویں صدی ہجری کے اجمالی واقعات

(۵۷)..... ماہ ذی قعدہ ۴۰۱ھ: میں حضرت ابو عمر احمد بن محمد بن احمد بن سعید بن حباب اموی قرطبی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی۔

آپ ابن الجصور کے نام سے مشہور تھے، قاسم بن اصغ، وہب بن مسرہ، محمد بن عبد اللہ بن ابی دلیم، محمد بن معاویہ اور احمد بن مطرف رحمہم اللہ آپ کے جلیل القدر اساتذہ ہیں، ابو عمر بن عبد البر، ابو عبد اللہ خولانی اور ابو محمد بن حزم رحمہم اللہ آپ کے مایہ ناز شاگرد ہیں، ۶۷ سال کی عمر میں اچانک آپ کی وفات ہوئی (سیر اعلام النبلاء ج ۷ ص ۱۴۸)

(۵۸)..... ماہ ذی قعدہ ۴۰۳ھ: میں حضرت قاضی ابو بکر محمد بن طیب بن محمد بن جعفر بن قاسم بصری بغدادی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا۔

آپ ابن الباقلانی کے نام سے مشہور تھے، ابو بکر احمد بن جعفر قطعی اور ابو محمد بن ماسی رحمہما اللہ آپ کے اساتذہ ہیں، ابو ذر ہروی، ابو جعفر محمد بن احمد سنائی اور حسین بن حاتم اصولی رحمہم

اللہ آپ کے شاگرد ہیں، آپ کے بیٹے حسن نے آپ کی جنازہ پڑھائی۔

(سیر اعلام النبلاء ج ۷ ص ۱۹۳، تاریخ بغداد ج ۵ ص ۳۸۲)

(۵۹)..... ماہ ذی قعدہ ۲۱۲ھ: میں حضرت ابوالفتح محمد بن احمد بن محمد بن فارس بن ابی

الفوارس بغدادی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا۔

آپ ابن ابی الفوارس کے نام سے مشہور تھے، ۳۳۸ھ میں آپ کی ولادت ہوئی، احمد بن

فضل بن خزیمہ، جعفر بن محمد خلدی، دلج بن احمد، ابو عیسیٰ بکار بن احمد، ابو بکر شافعی، ابو بکر نقاش،

ابو علی صواف اور محمد بن حسن بن مقسم رحمہم اللہ سے حدیث کی سماعت کی، طلب حدیث کے

لئے بصرہ، فارس، خراسان وغیرہ کے اسفار کئے، ابوسعید مالینی، ابو بکر برقانی، ابو بکر خطیب،

ابو علی بناء، ابوالحسن بن مہدی باللہ، محمد بن علی بن سیکہ اور مالک بن احمد بانیاسی رحمہم اللہ نے

آپ سے حدیث کی سماعت کی، بدھ کے دن آپ کی وفات ہوئی، اور جمعرات کے دن باب

حرب کے مقبرہ میں امام احمد بن حنبل رحمہم اللہ کی قبر کے قریب دفن ہوئے۔

(سیر اعلام النبلاء ج ۷ ص ۲۲۲، طبقات الحفاظ ج ۱ ص ۸۳، تذکرۃ الحفاظ

ج ۳ ص ۵۳، تاریخ بغداد ج ۱ ص ۵۳)

(۶۰)..... ماہ ذی قعدہ ۲۲۲ھ: میں حضرت ابوالقاسم طلحہ بن علی بن صقر بن عبدالحجیب

کسانی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی۔

آپ کی ولادت ۳۳۶ھ میں ہوئی، احمد عثمان ادنیٰ، ابو بکر نجاد، دلج، شافعی، ابو علی بن صواف،

ابوسلیمان حرانی اور احمد بن ثابت واسطی رحمہم اللہ سے حدیث روایت کرتے ہیں، خطیب

بغدادی، ابو بکر بیہقی، عبد العزیز کتانی، ابوالقاسم مصقی، ابوالقاسم بن بیان رزاز اور ابوالفضل

بن خیرون رحمہم اللہ آپ سے حدیث روایت کرتے ہیں، ۸۶ سال کی عمر میں جمعہ کے دن

آپ کی وفات ہوئی، ہفتہ کے دن شونیزی کے مقبرہ میں تدفین ہوئی۔

(سیر اعلام النبلاء ج ۷ ص ۲۸۰، تاریخ بغداد ج ۹ ص ۳۵۲)

(۶۱)..... ماہ ذی قعدہ ۲۳۲ھ: میں حضرت ابوذر عبد بن احمد بن محمد بن عبد اللہ بن غنفر

بن محمد انصاری ہروی مالکی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا۔

آپ کی ولادت ۳۳۵ یا ۳۳۶ھ میں ہوئی، آپ کے اساتذہ درج ذیل ہیں: محمد بن عبد اللہ بن خمیر و یہ، بشر بن محمد مزنی، ابوبکر ہلال بن محمد بن محمد، شیبان بن محمد ضبعی، عبید اللہ بن عبد الرحمن زہری، ابوعمر بن حیویہ، علی بن عمر سکری، ابوالحسن دارقطنی، عبد الوہاب کلابی اور ابومسلم کاتب رحمہم اللہ، آپ کے شاگرد درج ذیل ہیں: ابومکتوم موسیٰ، موسیٰ بن علی صقلی، علی بن محمد بن ابی الہول، قاضی ابوالولید باجی، ابوعمران موسیٰ بن ابی حاج فارسی، ابوالعباس بن دلہاث، محمد بن شریح، ابوعبد اللہ بن منظور، عبد اللہ بن حسن تنیسی، ابوصالح احمد بن عبد الملک مؤذن اور علی بن بکاری صوری رحمہم اللہ، مکہ مکرمہ میں آپ کی وفات ہوئی۔

(سیر اعلام النبلاء ج ۱ ص ۵۵۷، تذکرۃ الحفاظ ج ۳ ص ۱۱۰۲، تاریخ بغداد ج ۱ ص ۱۲۱)

(۶۲)..... ماہ ذی قعدہ ۴۴۲ھ: میں حضرت ابوعبد اللہ حسین بن احمد بن محمد بن حبیب قادسی بغدادی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا۔

ابوبکر قطعی، ابوبکر وراق اور ابوبکر بن شاذان رحمہم اللہ آپ کے اساتذہ ہیں، ابوالغنائم نرسی رحمہم اللہ آپ کے شاگرد ہیں (سیر اعلام النبلاء ج ۱ ص ۱۸، تاریخ بغداد ج ۸ ص ۱۶)

(۶۳)..... ماہ ذی قعدہ ۴۵۴ھ: میں حضرت ابو محمد حسن بن علی بن محمد بن حسن شیرازی بغدادی جوہری رحمہ اللہ کا انتقال ہوا۔

آپ کی ولادت شعبان ۳۳۶ھ میں ہوئی، ابوبکر قطعی، ابوعبد اللہ عسکری، علی بن لؤلؤ وراق، علی بن محمد بن کیسان، محمد بن ابراہیم عاقولی، ابوعلی محمد بن احمد عطشی، علی بن ابراہیم بن ابی عزہ، علی بن محمد بن ابی العصب، ابو حفص زیات، حسین بن محمد بن عبید دقاق، عبد العزیز بن حسن صیرفی رحمہم اللہ سے حدیث کی سماعت کی، ابونصر بن ماکولا، ابوعلی بردانی، ابوالنرسی، احمد بن بدران حلوانی، حسن بن احس سقلاطونی، ابونصر محمد بن ہبۃ اللہ مامون، محمد بن عبد الباقی دوری، محمد بن علی بن طالب خرقی، مبارک بن عبار و تار رحمہم اللہ نے آپ سے حدیث کی سماعت کی۔

(سیر اعلام النبلاء ج ۸ ص ۶۸)

(۶۴)..... ماہ ذی قعدہ ۴۶۹ھ: میں حضرت ابوالقاسم حاتم بن محمد بن عبد الرحمن بن

حاتم تمیمی اندلسی قرطبی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی۔

آپ کی ولادت شعبان ۳۷۸ھ میں ہوئی، عمر بن حسین بن نابل، ابوالمطرف بن فطیس قاضی، محمد بن عمر بن فخار، حماد بن زاہدی، ابو محمد بن شقاق، ابوالحسن قابی، احمد بن فراس عبقری اور مسلم بن ابی سعید سجری رحمہم اللہ سے حدیث روایت کرتے ہیں، ابوعلی اور ابو محمد بن عتاب رحمہما اللہ جیسے بہت سے حضرات آپ سے حدیث روایت کرتے ہیں، تقریباً ۹۰ سال کی عمر پائی (سیر اعلام النبلاء ج ۱ ص ۳۳۷)

(۶۵)..... ماہ ذی قعدہ ۳۸۶ھ: میں حضرت ابوسعود سلیمان بن ابراہیم بن محمد بن سلیمان اصہبانی ملتجی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی۔

آپ کی ولادت ۳۹۷ھ میں ہوئی، ابو عبد الرحمن جرجانی، ابوسعدا احمد بن محمد مالینی، ابوبکر بن مردویہ، عبد اللہ بن احمد بن جولہ ابہری، ابو نعیم حافظ اور ابوبکر ہارون منقی رحمہم اللہ آپ کے جلیل القدر اساتذہ ہیں، اسماعیل بن محمد تمیمی، ابوسعدا بغدادی، ابونصر غازی، ہبۃ اللہ بن طاؤس مقری، شرف بن عبد المطلب حسینی، ابو جعفر محمد بن حسن صیدلانی، محمد بن عبد الواحد مغازی، رجاء بن حامد معدانی اور مسعود ثقفی رحمہم اللہ آپ کے مایہ ناز شاگرد ہیں، ۹۰ سال کی عمر میں آپ کی وفات ہوئی (تذکرۃ الحفاظ ج ۳ ص ۳۵۸، طبقات الحفاظ ج ۱ ص ۴۴۲)

(۶۶)..... ماہ ذی قعدہ ۳۸۸ھ: میں حضرت ابو یوسف عبد السلام بن محمد بن یوسف بن بندار قرظونی مفسر رحمہ اللہ کا انتقال ہوا۔

آپ کی ولادت ۳۹۳ھ میں ہوئی، آپ بغداد میں رہتے تھے، اس کے علاوہ طرابلس اور مصر میں بھی آپ قیام پذیر رہے، ابو عمر بن مہدی، قاضی عبد الجبار بن احمد رحمہما اللہ سے علم حاصل کیا، سمعانی فرماتے ہیں کہ آپ کا شمار فضلاء میں ہوتا تھا، اور قرآن مجید کی ایک بڑی تفسیر مرتب کی، اور اس سے بڑی میں نے کوئی تفسیر نہیں دیکھی، بعض حضرات نے آپ کی مرتب تفسیر کی جلدوں کی تعداد تین سو تک بتلائی ہے (سیر اعلام النبلاء ج ۱ ص ۶۲۰)

وَاللّٰهُ سُبْحَانَهُ وَتَعَالٰی اَعْلَمُ وَعِلْمُهُ اَتَمُّ وَاحْكُمُ.

باسمہ تعالیٰ

مناسکِ حج

کے

فضائل و احکام

قرآن و سنت کی روشنی میں حج کے مناسک اور اعمال کے فضائل و احکام
حج کرنے کا طریقہ، حج کی قسمیں، حج کے مناسک و احکام کی مدلل و مفصل اسحاث
فقہائے کرام کی آراء کی روشنی میں جدید اور مشکل احکام کی سہل صورتیں
قرآن و سنت اور فقہ کے دلائل اور مستند مآخذ و مراجع اور حوالہ جات کے ساتھ

مصنف

مفتی محمد رضوان

ادارہ غفران، چاہ سلطان، راولپنڈی، پاکستان

باسمہ تعالیٰ

علمی و تحقیقی سلسلہ نمبر (۱۵)

حج میں قصر و اتمام کی تحقیق

حج میں نماز کے قصر کا سبب سفر ہے، یا نسک؟ اور مسافتِ سفر کی مقدار کیا ہے؟
موجودہ دور میں منیٰ و مزدلفہ، سفر و حضر اور قصر و اتمام کے اعتبار سے مکہ شہر کے تابع ہو چکے
اور مکہ شہر کا حصہ بن چکے ہیں یا نہیں؟ حجاجِ کرام کا حج کے موقع پر، منیٰ اور مزدلفہ میں قیام
کرنا مکہ میں قیام کرنا کہلائے گا؛ یا الگ الگ مواضع میں قیام کرنا قرار دیا جائے گا، اور
حجاجِ کرام ان مقامات پر حج کے قیام کے زمانے میں قصر کریں گے یا اتمام؟
اس سلسلہ میں موجودہ علماء و فقہاء کی کیا آراء اور دلائل ہیں؟
رسالہ ہذا میں ان پہلوؤں پر کلام کیا گیا ہے۔
اور آخر میں اہل علم و اکابر حضرات کی آراء بھی شامل ہیں

مؤلف

مفتی محمد رضوان

مدیر

ادارہ غفران چاہ سلطان راولپنڈی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

علمی و تحقیقی سلسلہ نمبر (۲۰)

تَشْرِیْحُ قَطْعِ الْمُحَرِّمِ لِلْخُفَّيْنِ
وَلِبْسِهِ النِّعْلَيْنِ اسْفَلَ مِنَ الْكَعْبَيْنِ

بحالتِ احرام جو تے وموزے پہننے کا حکم

قرآن و سنت اور فقہ کی روشنی میں مرد و عورت کو احرام کی حالت میں
مختلف اقسام و انواع کے نعلین و خفین پہننے کا تفصیلی جائزہ اور
کعبین و ٹخنوں کی تشریح و تفصیل

مؤلف

مفتی محمد رضوان

مدیر

ادارہ غفران چاہ سلطان راولپنڈی پاکستان